

سب

7.

7.

خزینہ ذوق عبرت کا ہے گنج شوق حسرت ہے
عجب کچھ نظر دلکش ظلم جزو فطرت ہے

تاریخ اودھ

(حصہ اول)

4857

جین

میر محمد امین الخاطب بہ برہان الملک نے اس سادات خان بانی سلطنت اودھ سے لیکر مرزا محمد رفیع الخاطب
پر نواب ابوالنصور خان صفدر جنگ کی زندگی تک کے حالات اور برہان الملک کا نسب نامہ اودھ کی حقیقت
صفوی کی آبادی اور شیخ زادے حضرت مجدد شاہ مینا صاحب سب سے لیکر کاحال دربار دہلی میں سادات باریہ کا قادیان
انکا عروج و زوال خاندان شاہی کے انقلابات مرہٹوں کے کارنامے۔ نادر شاہی حملے نواب علی محمد خان بہادر
نواب سیّد سعادت خان بہادر دہلیوں کے سو بخت۔ احمد شاہ ابدالی کی آمد کے حالات یعنی مسئلہ جہڑی سے
۱۱۶۷ء تک کے جزو کل تمام واقعات مجیشاہی دربار کی عبرت خیز وحیرت انگیز روداد۔ ارکان دولت و
کار برداران سلطنت کے عیوب و نقائص اور ان کی کورنگی و خود غرضی و زرخشی و غیر ذلک سے طلبہ مراد کے دلچسپ
دلکش سین نہایت شرح و بسط کے ساتھ کھینچے گئے ہیں جو ہر طرح سے عبرت و حیرت کا ایک بے بہا مرقع ہے
مصنف

جناب مولانا مولوی حکیم محمد نجم الغنی خان صاحب رامپوری مدظلہ اللہ العالی مصنف کتاب مقدّمہ

باہتمام

954.26

کیمبری دس بیٹھ سپرنٹنڈنٹ

Naj

۱۹۱۹ء

۱۹۱۹ء

مطبعہ شری لال بکشی پورہ پٹنہ

Vol. I and 2

T. Tarikh-i-Oudh

Najmul Ghani

Pub. by the Govt. of Oudh

Nizamul Kuds

Calcutta

1877



مولانا محمد نجم العفی صاحب مصنف کتاب هذا

CENTRAL ARCHAEOLOGICAL

LIBRARY, NEW DELHI.

Acc. No. 4857.

Date..... 27/7/56.

Call No 954.26/Naj.

No. 9/III-528.

GENERAL ADMINISTRATION DEPARTMENT:

Dated Allahabad, the 4th January 1910

Office Memorandum.

The undersigned is directed to acknowledge with thanks the receipt of the two books in Vernacular, entitled "The History of the Rohilla Pathans" and "the History of Lucknow" P I compiled by him.

UNDER-SECRETARY TO GOVERNMENT,

United Provinces.

To

M. MUHAMMAD NAJM-UL-GHANI,

HEAD MOULVI, MAHARANA'S HIGH SCHOOL,

Udaipur.

No. 703
XII-181 of 1910.

MISCELLANEOUS DEPARTMENT

Dated Naini Tal, the 14th May 1910.

Office Memorandum.

In continuation of office memo. No. 9/III-528, dated the 1st January 1910, the undersigned is directed to inform Munshi Muhammad Najm-ul-Ghani, that the Government of the United Provinces will be glad to purchase one copy of the book entitled "History of the Rohilla Pathans" and fourteen copies of the book, entitled "History of Lucknow" Part I, on condition that certain misprints which appear in them are corrected. The bill for the books should be sent to the Under Secretary to Government in the Miscellaneous Department for payment.

REGISTRAR,

for Under-Secretary to Government

United Provinces

To

M. MUHAMMAD NAJM-UL-GHANI,

HEAD MOULVI, MAHARANA'S HIGH SCHOOL,

Udaipur.



ضمون متعلق حاشیہ صفحہ ۶ حصہ اول تاریخ اودھ

یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ یہ روایت یمنہ بسینہ چلی آتی ہے کہ شیخ مبارک
زادہ تھا۔

ابو الفضل کی زندگی کے واقعات سے بھی اس پر اشارہ ہوتا ہے۔

(۱)۔ خانی خان کہتا ہے کہ لوگوں کو ان کے نسب میں کچھ طعن تھا۔

(۲)۔ ابو الفضل افضلی کے ایک خط کے جواب میں شیخ مبارک نے لوگوں

کی باتوں کو دھونا چاہا ہے اور انھیں تسلی دی ہے۔

بابائے من! از فضلاء این عہد کہ ہمہ جو فروش و گندم نا اندوین را بدینا

رختہ تہمت آن برا بستہ اند۔ از گفتہ آہنا بناید رنجید۔ و از انکہ از طرف نجابت ما گفتگو

از ندول پر تشویش نباید نمود۔ و ز مانے کہ والد من تفویض و دیعت حیات نمود من بخند

نیز نہ رسیدہ بودم۔ والدہ من مراد رسایہ عواطف کی از سادات ذوی الاحترام و کمال عسرت

رویش می داد اور تربیت من از طرف درس علمی دیگر تادیب کمال سعی بکاری برد۔

راتکہ پدرم مرا حسب فرمودہ بزرگی موسوم بہ مبارک ساختہ بود روزے یکے اہمہایہ امی

سد پیشہ آن سید والا اثر کہ غم خواری و تیمارداری ما بکیسان می نمود ما دم را بکلمات

شرت رنجانیدہ مرا بعدم نجابت مطعون نمود۔ والدہ ام گریہ کنان بنزد آن سید الا مقام

از نسب حسب پدرم طلوع دشت رفتہ مالش تعدی او نمود و آن سید اور از جبر و

رنج تمام نمود۔

آگے اور ضمون ہے۔ غرض کہ لوگوں کو اس وقت ان کے نجیب لطیف بن ہونے میں





پہلے ایڈیشن پر انشاپر داؤن کی رائیں

اخبار ہمدرد دہلی ۳ جنوری ۱۹۱۴ء کی اشاعت میں لکھا ہے

یہ کتاب مولانا حکیم نجم الغنی خان صاحب رامپوری مدرس اعلیٰ مہارانا ہانی اسکول اودھ پور نے بعض مستند تواریخی کتابوں کی مدد سے مرتب کی ہے اور بہت تفصیل کے ساتھ ہر واقعہ کا حال دیا ہے۔ کتاب مذکور ۴ جلدوں پر مشتمل ہے۔

”دربار لاہور ۳ جنوری ۱۹۱۴ء میں لکھا ہے“

یہ ایک پرورد و واقعات کی دلچسپ کتاب ہے جس میں نواب سعادت خان برہان الملک بانی سلطنت اودھ سے تاجا عالم واجد علی شاہ کے متعلق تمام تحقیقی اور مستند واقعات دیے گئے ہیں مصنف نے واقعی اس کتاب کے مرتب کرنے میں کافی غور و خوض سے کام لیا ہے۔

”انجلیل“ مجبور ۸ فروری ۱۹۱۴ء میں لکھا ہے“

”تاریخ اودھ کی یہ پہلی جلد ہے جو ۱۹۰ صنفات کی ضخامت لکھتی ہے جناب مولانا حکیم نجم الغنی خان صاحب رامپوری نے اسی سے زیادہ کتب تواریخ و رسالجات وغیرہ سے

ضرور کلام تھا۔ ۷

”ناباشد چیز کے مردم نگویند چیز ہا

فی زماننا نواب مرزا خان داغ کے مقتد بھی جہاں حسب نسب کا ذکر آتا ہے
تو گول ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ ابو الفضل نے امین اکبری کے خاتمے میں اپنے خاندان کی بابت کچھ
لکھا ہے۔ مگر وہ بھی دہلی زبان سے۔ اپنا وطن مین بتایا ہے۔ نویں صدی میں
علاقہ سندھ کے قصبہ ریل مین آئے اور پھر وہاں سے ناگور مین آکر سکونت
اختیار کی۔ شیخ موسیٰ و شیخ خضر کو دادا پر دادا لکھا ہے۔ مگر باپ کا نام طاہر
نہیں ہوتا کہ کیا تھا وغیرہ وغیرہ ۱۲

از کا آغاز اور ہمیشہ دو انیان مسلمانوں کی باہمی نا اتفاقیان۔ خود غرضیان اور تباہی اور دربار دہلی کی کمزوری کے عجیب و غریب سبب آموز سین ہیں۔

”وطن لاہور ۳۱ فروری ۱۹۱۲ء میں لکھا ہے“

مولوی محمد نجم الغنی خان صاحب اعلیٰ مدرس فارسی مہاراناہائی اسکول ریاست رامپور نے جو بہت سی مختلف علوم کی کتابوں کے مؤلف ہیں اس کتاب میں نواب سعادت خان برہان الملک بانی سلطنت اودھ کے حالات سے لیکر جہان عالم بعد علی شاہ آخری سلطان اودھ کے عہد تک کے جملہ حالات تحقیق و روایت کے ساتھ راج کیے ہیں اور کوئی قابل ذکر واقعہ چھوڑا نہیں ہے قابل دید کتاب ہے۔

وکیل امرتسر ۳۱ فروری ۱۹۱۲ء میں لکھا ہے

(تاریخ اودھ) مولوی حکیم نجم الغنی خان صاحب مدرس اعلیٰ مہاراناہائی اسکول رامپور نے بعض مستند کتب تاریخ کی مدد سے یہ دلچسپ اور مدلل کتاب مرتب کی ہے (ایضاً) اس کتاب میں نواب سعادت خان برہان الملک بانی سلطنت اودھ سے لے لیکر جہان عالم و جہد علی شاہ تک کے تمام حالات و واقعات نہایت تحقیق و تدقیق سے دلچسپ پیرائے میں تحریر کیے گئے ہیں مولوی حکیم نجم الغنی خان صاحب رامپور نے یہ اعلیٰ تالیف شائع کر کے ملک پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

(ایضاً) اسکے مؤلف مولوی حکیم نجم الغنی خان صاحب رامپور نے اول سے آخر تک صحیح واقعات کی فراہمی میں قابل داد کوششوں سے کام لیا ہے۔

سول اینڈ ٹیلیٹری نیوز لڈھیانہ

(۲۳ فروری ۱۹۱۲ء) حکمران لکھنؤ کے حالات میں برہان الملک نواب سعادت علی خان کے

مدد لیکر اسکو نہایت قابلیت کے ساتھ روایتوں کے باہم فرق دکھلا کر تالیف کیا ہے شروع میں لائق مصنف کی تصویر بھی ہے۔ چونکہ یہ جلد اول ہے اسلئے اس میں نواب سعادت خان برہان الملک سے لیکر مرزا مقیم مخاطب بہ نواب ابوالمنصور حسان صفدر جنگ تک کی زندگی کے حالات کے ساتھ دربار دہلی میں سادات باہرہ کا قیام ان کا عروج و انحطاط خاندان شگیش کے انقلابات مرہٹوں کے کارنامے دہلی میں نادر شاہی روہیلوں کے سوانح احمد شاہ ابدالی کی آمد کے حالات بھی درج ہیں گویا سالہ ۱۲۱۱ھ ہجری سے ۱۲۶۱ھ ہجری تک کے تمام واقعات اور محمد شاہ بادشاہ دہلی کے زمانہ دربار کی مفصل سازشیں ارکان دولت اور وزراء کا نفاق باہمی جنگ اور صعوبتیں غیر دون سے ملاد اور انکی قوت سلطنت کی بربادیاں کشت و خون و غارتگری و فریب تک حلالی اور کورنگی بیدردی تباہی خود غرضی اور زور کشتی کے سین ایسی چھٹی ترتیب اور سلسلے سے دکھلائے گئے ہیں جس سے مؤلف کی داد دینا پڑتی ہے امید ہے کہ اسکی آئندہ جلدیں اور بھی دلچسپ ہونگی۔

”انخلیل مجبور یکم مایج ۱۲۹۱ء میں لکھتا ہے“

(تاریخ اودھ حصہ دوم) جسے ایک گذشتہ پرچہ انخلیل میں تاریخ اودھ کے حصہ اول کا ریویو کیا تھا کہ قابل مصنف نے کثیر التعداد کتب و تاریخ وغیرہ کی مدد سے نہایت عرق ریزی کے ساتھ اسکو تالیف کیا ہے یہ اُسی کا دوسرا حصہ ۳۰۰ صفحہ کا ہے نواب شجاع الدولہ کی مسند نشینی سے نواب صفت الدولہ کے عہد حکومت اور نواب وزیر علی خان کے عزل و نصب تک کا حال ہے اور نہایت دلچسپ ہے اور نہ صرف اس صوبہ بلکہ دہلی کے لکھنؤ الہ آباد بنگالہ کی اُس وقت کی پالیٹیکس کا تمام نقشہ سامنے آجاتا ہے انگریزوں کے

رعایا و فون ہاتھوں سے دولت سمیٹ رہی تھی اور ہر شخص بجلے خویش خود مختار و آزاد تھا غرض بلحاظ واقعات تاریخ اودھ ہندوستان کی تاریخ کا ایک نہایت دلچسپ و سبق آموز حصہ ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس وقت تک اردو زبان میں اودھ کی کوئی ایسی جامع و مستقل تاریخ تیار نہیں ہوئی جو تمام واقعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے اور نقد و روایات و واقعات میں کوشش کر نیکے علاوہ طرز بیان میں سی لحاظ سے دلچسپی سے خالی نہ ہو۔

ہم مشکور ہیں جناب مولانا نجم الغنی خان صاحب رامپوری کے کہ انھوں نے اس ضرورت کو خاص طور پر محسوس کیا اور عرصہ دراز کی محنت کے بعد تاریخ اودھ کا ایک نیا مجموعہ تیار کیا جو حقیقت میں اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک نہایت کار آمد و عقید شہ ہے۔ یہ ضخیم کتاب تاریخ چار جلدوں میں ترتیب دی گئی ہے جس کا مجموعی حجم تقریباً پونے نو سو صفحات ہیں۔ پہلی جلد میں مصنف کی بان ٹون تصویر بھی لگائی گئی ہے۔ مصنف نے تمہید کے بعد برہان الملک نواب سعادت خان بانی سلطنت اودھ کا نسب نامہ ان کے خاندان کے تفصیلی حالات اور ہندوستان میں ان کے آئینہ پورا وقتہ خا ہے۔ اسکے بعد ہندوستان میں برہان الملک کی مختلف خدمات کا تذکرہ وضاحت سے کیا گیا ہے اور وہ تمام واقعات جو برہان الملک کو ابتداء سلسلہ ملازمت شاہی سے لیکر آخر عہد تک پیش آئے اور جو کار نمایان انجام دیے سب تحقیقات اور خوبی سے کیے گئے ہیں۔ برہان الملک کے بعد صفدر جنگ کی زندگی پر پوری نظر ڈالی گئی ہے۔ ہیلون سے صفدر جنگ کی کش مکش اور نواب قائم خان والی فرخ آباد سے کر آریان اس قدر تفصیل سے دکھائی گئی ہیں کہ روہیلکھنڈ اور فرخ آباد کے

نہ کرے سے شروع کر کے صفدر جنگ کے حالات تک تاریخ اودھ کی پہلی جلد جناب مولانا مولوی حکیم نجم الغنی خان صاحب رامپوری مدرس اعلیٰ مہارانا ہائی اسکول اودھ پور نے مستند کتب تواریخی سے ماخوذ کر کے تالیف کی ہے یہ کتاب قابلِ دید ہے کتاب عمدہ ہے۔
تھوڑا سا دوسری جلد کے متعلق لکھ کر تیسری جلد کے متعلق ۱۲ اجلائی سندھ کو رکھ لیا ہے کہ۔
اس میں نواب سعادت علی خان نواب غازی الدین حیدر خان کے تمام حالات جلوس سے انتقال تک درج ہیں اور نواب غازی الدین حیدر کے بادشاہ بننے اور شاہ زمن لقب اختیار کرنے اور انکے وزراء کی چالاکیوں اور سلطنت کی نظمیں بحال شاہ نصیر الدین حیدر کی تخت نشینی اور ان کا زمانہ پن مرثیہ گوئی کی کیفیت اور زہر بننے کا عجیب حال۔ بادشاہ کی سلکیات کا حال و خزانہ کا برباد ہونا اسراف کے نتیجے بد انتظامی ملک کی بابت سرکار کمپنی کا سمجھانا اور مدخلت کرنا نواب نصیر الدین حیدر کے انتقال تک کی تمام باتیں مندرج ہیں اس تاریخ کے مطالعہ سے عجیب عجیب حالات حکمران اودھ کے معلوم ہوتے ہیں۔

”اخبارِ مدینہ بجنورِ کلیم مارچ ۱۹۱۲ء میں لکھا ہے“

اودھ کو برطانیہ کے قبضہ ہندوستان سے پہلے ہندوستان میں جو اقتدار حاصل رہا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں ہے اودھ کی حکومت اگرچہ نوابی کہلاتی تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ بجائے خویش ایک شاہی تھی اور جوبات بادشاہوں کو اپنی حکومت میں حاصل نہو سکی وہ اودھ کو نوابی میں حاصل تھی اور وہی ہندوستان میں ایک ایسا مقام تھا کہ اگر ایک وقت اسکی حکومت میدان جنگ بنی ہوئی تھی اور رعایا متواتر ظلم و ستم اور جنگوں سے تنگ آگئی تھی تو ایک زمانہ میں اسکی بزمِ منشاظ و تفریح سے

مرد قبول کرتے کرتے اس قدر اُن کے مطیع ہوئے کہ بہت سا علاقہ اور روپیہ انکو دیکر
پنہا دوکار خصوصی بنا لیا۔ انگریز ابتداً ملک گیری کی خواہش نہ رکھتے تھے لیکن
شجاع الدولہ کی سخت گیری و حکمت عملی نے انھیں یہ سبق پڑھایا اور وہ بھی مملکت
ہند کے حصص پر قبضہ کرنے کی فکر میں لگ گئے شجاع الدولہ سے انگریزوں کے
جو تعلقات تھے مین اُن پر تاریخ میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ نجیب آباد۔ بریلی
ذررا مپور مین شجاع الدولہ کے مظالم کی عبرت ناک تصویر بھی نہایت اچھی طرح دکھائی
دی ہے شجاع الدولہ و آصف الدولہ سے انگریزوں کے معاہدوں پر بحث و تنقید
کئی ہے اور اس موقع کی تمام روایات صدق و کذب کی خوبی سے تحقیقات کی گئی
ہیں۔ اس جلد میں روہیلکھنڈ کی تاریخ اور وردناک مناظر ظلم و ستم دیکھنے کے قابل ہیں
میر خیال ہے کہ مولف نے کوئی بات بیان کرنے سے چھوڑی نہیں اور کوئی واقعہ
یسا نہیں رہا جو بیان میں نہ آگیا ہو۔ تیسری جلد میں نواب سعادت علی خان۔
امیر الدین حیدر خان۔ نصیر الدین حیدر خان۔ رفیع الدین حیدر کے زمانے کے
تغاث ہیں۔ نواب سعادت علی خان کے زمانے میں زیادہ تر انگریزی مداخلت اور
ماہدون کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ غازی الدین کے حالات بھی تمام و کمال دکھائے
ہیں جو زیادہ تر ذاتی زندگی سے متعلق ہیں کیونکہ اُن کے زمانے میں حکومت کا نظام
نہیں غیر دن کی رات پر تھا اور لوگ انھیں اپنے نفع کے لیے عیش و عشرت میں مبتلا
ہوئے تھے۔ نصیر الدین حیدر کی مذہبی زندگی کے واقعات دیکھنے کے لائق ہیں۔
غصہ غم شہدے کر بلا میں عجیب و غریب مصارف اور طرح طرح کے کھیل تماشے کرتا
آئمہ اطہا کے لیے اچھوتیاں بناتا اور خود تعزیہ اٹھاتا اور مرثیہ پڑھتا تھا ذاتی

کم و بیش تمام واقعات کی ایک مستند تاریخ بھی اس میں شامل ہو گئی ہے اس تاریخ میں یہ خوبی ہے کہ جن واقعات کا تعلق براہ راست دوسرے مقامات سے ہے اُن کا سلسلہ بھی خوبی سے قائم رکھا ہے چنانچہ حکومتِ دہلی کے وہ تمام واقعات تفصیل کے ساتھ اس میں ذکر کیے گئے ہیں جو حکومتِ دہلی کو صفدر جنگ وغیرہ نوابانِ اودھ کی وزارت کے متعلق پیش آئے ہیں۔ اس سلسلے میں احمد شاہ ابدالی کا دہلی پر حملہ کرنا اور نادر شاہ وغیرہ کی جنگیں سب تفصیل کے ساتھ نظر آتی ہیں۔ اسی طرح مرہٹوں کی تاخت و تاراج کے تمام واقعات مکمل طور پر موجود ہیں۔ پہلی جلد میں بہانہ لہاک اور صفدر جنگ کے زمانے کے وہ تمام حالات ہیں جو اودھ۔ روہیلکھنڈ اور دہلی میں سیاسی و انتظامی سلسلے میں پیش آئے جن کا تعلق براہ راست نوابانِ اودھ سے ہے۔ دوسری جلد میں شجاع الدولہ اور آصف الدولہ کی زندگی کے واقعات مذکور ہیں۔ شجاع الدولہ نوابانِ اودھ میں بہت زیادہ سخت گیر اور ظالم مانا گیا ہے۔ چنانچہ واقعات اسکی کافی شہادت ہیں۔ شجاع الدولہ نے جہاں اپنی زندگی میں سلطنتِ اودھ کے رقبہ کو ظلم و ستم اختیار کر کے وسعت دی وہاں سلطنت کو اس قدر کمزور بھی بنالیا کہ پھر اسکو تقویت حاصل نہ ہو سکی اس موضوع پر تاریخِ اودھ میں نہایت خوبی سے واقعات کو فراہم کیا گیا ہے۔ روہیلکھنڈ کا استیصال نوابِ شجاع الدولہ ہی کے عہد میں ہوا۔ رام پور بریلی اور نجیب آباد وغیرہ کی ریاستیں شجاع الدولہ ہی کا شکار ہوئیں۔ اور ان علاقوں کے حصول میں شجاع الدولہ نے جن مظالم کو روا رکھا ہے انکا تصویر ہی جسم پر لرزہ پیدا کرتا ہے۔ شاہِ عالم شاہِ دہلی کی ذلتِ شجاع الدولہ کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ انگریزوں سے چھٹیر چھاڑ شروع ہوئی اور پھر تین راج انگریزوں کے

میں علیشاہی تخت نشینی سے آخر اتنزاع سلطنت تک کے واقعات میں قابل مصنف کا
 ذاق تاریخ سچا اور اچھا ہے۔ طرز بیان عمدہ۔ پیچیدہ واقعات کے سلجھانے اور صاف
 کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس تصنیف کے لیے انھوں نے پوری وسیع النظری پیدا کی
 ہے۔ قریب قریب اودھ کی تمام تاریخوں پر نظر ڈالی ہے اور جو کام کیا ہے اچھی طرح
 تیار ہو کے کیا ہے۔ حکومت اودھ اور خوانین ردھیکھنڈ کے درمیان میں جو فوسناک
 قعات پیش آئے اُس میں مصنف حکومت اودھ ہی کو ملزم ٹھہرتے ہیں اور اس میں
 راشک نہیں کہ اُس عہد کے دیکھتے حکمران اودھ کی یہ اتنی بڑی پولیٹیکل غلطی تھی
 قابل معافی نہیں۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے زوال کے زمانے میں
 حافی کے قابل کو نسا کام کیا تھا جو اسکو کہا جائے؟ اس داستان حسرت کے
 پھر ٹکڑے کو سوا اسکے کہ ”شدنی“ کہہ کے اپنے آپ کو سمجھائیں اور کس طرح اپنے دلو
 سلی دے سکتے ہیں۔

اس تاریخ میں حکمرانان اودھ کی بڑی تصویر دکھائی گئی ہے جس میں ان رپورٹوں نے
 رسمی حدودی ہے جو لکھنؤ کے رزیڈنٹ تیار اور مرتب کر کے بھیجا کرتے تھے مگر ہم مصنف سے
 عرض کرتے ہیں ع

”عیب او جملہ بگفتی بہر ش نیست ز گو“

انہیں بدنام فرمائو ان کے ہاتھوں نے بہت سے اچھے کام بھی کیے ہیں۔
 موت اودھ کی ظرو میں ان دونوں اگرچہ مظلوم تھے جن کے حالات دنیا کے سامنے
 پیش کر دیے گئے ہیں تو اسی حدود میں ان دونوں مردہ الحالی بھی ایسی تھی کہ پھر بھی نصیب
 کی انگریز رپورٹوں اور مورخوں کا یہ عام مقولہ ہے کہ شہر والے گلچٹ اڑا رہے تھے

زندگی کے لحاظ سے بھی اُسکے واقعات نہایت لکیر ہیں۔ چوتھی جلد میں مرزا محمد علی خان
 امجد علی شاہ اور واجد علی شاہ کے حالات ہیں اور خصوصیت کے ساتھ واجد علی شاہ
 کے حالات بھی قابلِ دید ہیں۔ محقق مولف نے اس عیش پرست بادشاہ کے حالات
 ایک ایک کر کے نہایت تفصیل سے لکھے ہیں اور کوئی چھوٹا سا چھوٹا واقعہ بھی نہیں
 چھوڑا ہے۔ عجیب پر لطف حالات ہیں۔ اس تاریخ میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے
 کہ طرز بیان ایسا دلکش و پسندیدہ ہے کہ کتاب شروع کرنے کے بعد چھوڑنے کو
 جی نہیں چاہتا۔

دکن از فروری ۱۲۱۹ء میں جناب مولوی عبدالحکیم صاحب تشریح فرماتے ہیں

(تاریخ اودھ) مولانا حکیم محمد نجم الغنی خان صاحب رامپوری نے یہ تاریخ بڑی محنت
 جستجو اور قابلیت سے تصنیف فرمائی ہے اور ہمارے قدیم کرم فرما مالک اخبار
 نیر اعظم مراد آباد نے اسے شائع کیا ہے یہ پیش بہا کتاب چار جلدوں میں ختم ہوئی ہے۔
 پہلی جلد ۱۹۰ صفحوں پر ہے جس میں آغاز سے آخر عہد نواب صفدر جنگ تک کے
 حالات ہیں۔ دوسری جلد ۲۹۶ صفحوں پر ختم ہوئی ہے جس میں نواب شجاع الدولہ
 بہادر کی مسند نشینی سے نواب وزیر علی خان کے معزول اور خارج کیے جانے تک
 کے حالات تیسری جلد ۲۲۲ صفحوں میں مکمل کو پہنچی ہے اور اس میں نواب
 سعادت علی خان کی مسند نشینی سے مٹا جانے تک اور نصیر الدین حیدر کے معزول اور
 چنار گڑھ بھیجے جانے تک کے واقعات ہیں اور چوتھی جلد ۱۲۲ صفحوں میں پوری ہو گئی ہے۔

غلابی لہریں۔ زمانے کے آثار چڑھاؤ اور خزان کے بعد بہار مزے مزے کی داستانیں
تاریخ اودھ ہی میں پائی جاتی ہیں۔ تاریخ اودھ چار حصص میں منقسم ہے۔

کانپور گزٹ ۲۳ اپریل ۱۹۱۴ء میں لکھتا ہے

تاریخ اودھ چار حصوں میں منقسم ہے۔ اودھ کے فرمان رواؤں کے مکمل مستند حالات
ایک دلچسپ پیرایہ میں اس کتاب میں درج کیے گئے ہیں جن سے بڑے بڑے حیرت انگیز
واقعات کا انکشاف ہوتا ہے۔ نواب سعادت خان صاحب برہان الملک بانی سلطنت اودھ
کی زندگی کا فوٹو مشہور جان عالم واجد علی شاہ کے دوران حکومت کے دلچسپ پراسرار
واقعات کا نظارہ جن اصحاب کو دیکھنا ہو وہ اس کتاب کو ضرور ملاحظہ فرما دیں اس میں
شبہ نہیں کہ اس کتاب کو مطالعہ کرنے والے اصحاب بے اختیار کہہ اٹھیں گے۔

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے
نہ گور سنگ در نہ ہے قبر دارا مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے

طیبی دہلی ۲۳ اپریل ۱۹۱۴ء میں لکھتا ہے

تاریخ اودھ مرتبہ مولانا حکیم محمد نجم الغنی صاحب رامپوری میں نواب سعادت خان
برہان الملک بانی سلطنت اودھ سے لیکر نواب واجد علی شاہ تک کے حالات بہ تفصیل
بیان کیے گئے ہیں تاریخی واقعات سے دلچسپی رکھنے والے اس کتاب میں ازویا و معلومات کا
خاصہ ذخیرہ پائینگے اکثر جگہ ماخذ کے حوالے بھی دیے گئے ہیں۔

منبر دکن مدراس ۲۹ اپریل ۱۹۱۴ء میں لکھتا ہے

تاریخ اودھ مولانا حکیم محمد نجم الغنی صاحب نے تصنیف فرمائی ہے جو چار جلدوں میں
مختتم ہوئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ لائق مصنف نے اس کتاب کے لیے بڑی محنت

مگر گائون ویران اور تباہ تھے۔ مگر جین اتفاقاً جتنے گائون ملے سب ایسے ہی ملے کہ اُن دنوں نہایت آباد اور بارونق تھے اور اب حد سے زیادہ ویران و خراب ہیں لکھنؤ میں بے شک وہ تمام عیوب پیدا ہو گئے تھے جو عیش پرستی کی وجہ سے دنیا کے ہر مشہور شہر میں پیدا ہو جایا کیے ہیں لیکن لکھنؤ ہی نے ایک ایسا شایستہ تمدن پیدا کر دیا تھا اور ایسی نگہری سوسائٹی بنایاں کر دی تھی جس نے لکھنؤ کو ہندوستان کا پیرس مشہور کیا تھا اور جس کی باوجود تو نہیں بھولے گی اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ایشیائی تہذیب کا آخری گوارہ لکھنؤ کا گم شدہ دربار تھا اور اس گوارے میں پڑ کے ہماری اصلی تہذیب ایسی موت کی نیند پائی کہ قیامت تک نہ جاگے گی اور افسوس تو یہ ہے کہ اپنی ذاتی تہذیب کے گھوکے ہم کسی دوسری تہذیب کے چاہے نقال بن جائیں مگر مالک قیامت تک نہ بن سکیں گے تاہم ہمیں اعتراف ہے کہ مصنف صاحب نے یہ تاریخ بڑی قابلیت اور تکمیل کے ساتھ لکھی ہے جس کے لیے ہم ان کے نہایت شکر گزار ہیں لیکن آخرین معلوم ہوتا ہے کہ جناب مصنف صاحب لکھتے لکھتے اُلٹ گئے تھے اور اسکے درپے تھے کہ اس بلا کو کسی طرح ٹالیں چنانچہ پچھلی جلد جس میں بہت زیادہ واقعات ہونا چاہیے تھے صرف ۱۴۴ صفحوں میں ختم ہو گئی ہے محمد علی شاہ - امجد علی شاہ - اور واجد علی شاہ کے حالات کے تشنہ رہنے کے علاوہ مرزا برجیس قدر اور غدر کے حالات ناگوار اختصار کے ساتھ ٹال دیے گئے ہیں۔

اخبار عام لاہور ۱۸ اپریل ۱۹۰۷ء میں لکھتا ہے

تاریخ اودھ کیا ہے بڑے بڑے حیرت انگیز واقعات کا بعینہ انکشاف ہے نواب سعادت خان صاحب برہان الملک بانی سلطنت اودھ کی زندگی کا اصلی فوٹو خاتمہ ملین جا فاعلم واجد علی شاہ کی تحقیق و مستند واقعات دیکھنا چاہو تو تاریخ اودھ کا مطالعہ کرو

افغان پشاوڑ مطبوعہ ۱۹ مئی ۱۳۱۹ء

تاریخ اودھ مؤلف مولوی حکیم محمد نجم الغنی خان صاحب رامپوری کسی کتاب ہے اسکا
انداز صرف اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ مؤلف نے تقریباً ایک سو کتابوں کے مطالعہ
کے بعد یہ کتاب مرتب کی ہے اور ہر واقعہ پر تفصیلی نظر ڈالی ہے۔ یہ کتاب اپنے مبحث پر
مفصل اور صحیح ہے اور ایسی جامع کتاب آج تک نہیں چھپی ہے۔

کشمیری میگزین ۲۱ مئی ۱۳۱۹ء میں لکھتا ہے

(تاریخ اودھ جلد دوم) یہ تاریخ عبرت کا ایک بیش قیمت مرقع ہے سلطنت اودھ
جو ہندوستان میں مسلمانوں کی آخری خود مختار حکومت تھی کس طرح تباہ و برباد ہو گئی۔
شاہان اودھ میں عیوب و نقائص کس طرح پیدا ہوئے۔ ڈوم اور بھڑکے لوگ کس طرح
شاہی مقربین میں داخل ہو گئے اور آخر سلطنت کو لے ڈوبے یہ سب حالات نہایت
عبرت بخش اور سبق آموز ہیں ایک خلوہ کے (ٹکے) کا تحت سلطنت پر بیٹھنا اور چارہاٹک
حکومت کرنا اور آخر اصلیت ظاہر ہونے پر گورنر جنرل سر جان شور کے حکم سے اس کا مغرور
ہونا اور حق حقدار کو لٹانے تمام واقعات نہایت سبق آموز ہیں۔

رسالہ شوق بابت مئی ۱۳۱۹ء

(ریویو تاریخ اودھ) ملک میں تاریخی مذاق ترقی کر رہا ہے اور لائق مصنفین کی کوشش نے
قابل قدر ذخیرہ مہیا کر دیا۔ اس وقت تک ہماری زبان میں اودھ کی کوئی مفصل تاریخ
نہ تھی مگر جناب مولانا حکیم محمد نجم الغنی خان صاحب رامپوری نے تاریخ اودھ کو اردو کا لباس
پہنا کر اور نواب سعادت خان برہان الملک سے لیکر آخری فرمانروائے واجد علی شاہ تک
کے حالات لکھ کر طبری بنیاد پر بجا بجا حاصل کیا ہے۔ اس تاریخ میں امر کی طرز زندگی کے

وجہ انفسانی کی ہے اور اپنی اعلیٰ مذاقی اور وسیع دقیقہ سنجی کے باعث وہ کامیاب بھی ہوئے ہیں تاریخ اودھ کا کام آسان نہیں ہے کیونکہ حصول معلومات کا کوئی وسیع ذریعہ موجود نہیں ہے مگر لائق مصنف نے متعدد ذرائع سے کام لیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے لیے وہ برسوں چھان بین کرتے رہے ہیں۔ طرز بیان نہایت عمدہ اور ترتیب واقعات کا مذاق بہت شائستہ ہے اور جو صفات ایک بے لاگ مورخ میں ہونی چاہئیں وہ لائق مصنف میں موجود ہیں۔ تاریخ اودھ کی بڑی خوبی اور گویا اُس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آدمی پڑھتے پڑھتے ایک نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ لائق مصنف نے کوئی سچیدگی نہیں رکھی ہے ہم یقین کرتے ہیں کہ لاکھین اس گران قدر تصنیف کی قدر کی جائے گی اور لائق مصنف کو انکی کوششوں کا ثمرہ ملیگا۔

رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور بابت اپریل ۱۹۱۴ء

تاریخ اودھ جناب مولانا حکیم محمد نجم الغنی خاں صاحب رامپوری کا نام نامی مصنفین زائرہ حال میں ایک معزز رتبہ رکھتا ہے یہ کتاب بھی اُچی ہی تصنیف سے ہے جس میں نوابان اودھ کے حالات نواب سعادت خان برہان الملک بانی سلطنت اودھ سے لیکر خاتم السلاطین جان عالم واجد علی شاہ تک نہایت تحقیق و تدقیق سے درج کیے گئے ہیں جن اصحاب کو کبھی تاریخی کتب لکھنے اور تصنیف کرنے کا موقع ملا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ تاریخ نویسی کیسا مشکل کام ہے پس ہم مولوی صاحب کے بہت مشکور ہیں کہ انھوں نے یہ ضروری تاریخ تیار کر کے ہندوستان پر عموماً اور مسلمانوں پر بالخصوص احسان عظیم کیا ہے اُمید ہے کہ جملہ مدرسین اور طلبائے تاریخ اس سے استفادہ حاصل کریں گے۔

چنانچہ اس خبر کو سن کر احمد شاہ ہندوستانی کے اوسان درست ہوئے اور نظام اپنی قلمرو کا اپنی مرضی کے موافق پورا کرنا چاہا اور اب اسکی مدد کی کچھ ضرورت نہ رہی۔ اس وقت جدید وزارت قائم کرنے کی تجویز درپیش ہوئی۔
فن تاریخ کے علاوہ طرز تحریر نمونے سے ظاہر ہے۔

پہلی جلد ۱۹ صفحہ دوسری جلد ۲۹۶ صفحہ تیسری جلد ۲۲۴ صفحہ چوتھی جلد ۱۳۲ صفحہ۔
علاوہ شائقین تاریخ اودھ کے مذاق علمیہ سے بھی یہ تاریخ بہار لطف دکھلاتی ہے۔
خصوصاً واجد علی شاہ کے حالات از اول تا آخر نگین ہیں۔

مملکت اودھ کے تعلقات سرکار انگلشیہ کے ساتھ تمام وکمال خوبی ترتیب کے ساتھ
مندرجہ ذیل غرض یہ تاریخ اودھ کی تاریخ مین لاجواب ہے اور قابلِ یہ ہے فقط

ظریف بابت جولائی ۱۲۹۱ء

ترتیب تاریخ اودھ جلد اول مصنفہ مولوی محمد نجم الفنی خاں صاحب مطبع نیر اعظم شائع
ہوئی ہے۔ ہمیں صرف پہلی جلد موصول ہوئی ہے قابلِ مصنف نے اسے خوب نبھایا ہے
طرز بیان دلچسپ ہے۔ کتاب اس قابل ہے کہ شائقانِ علم تاریخ اسے ضرور دیکھیں طرز
معاشرت و رسم و رواج وقت کا پورا نقشہ کھینچا ہے مصنف کی محنت و قابلیت قابلِ داد
ہے۔ یہ جلد ۱۹ صفحہ ختم ہوئی ہے۔

ایضاً بابت اکتوبر ۱۲۹۱ء

(تاریخ اودھ جلد دوم) یہ جلد تین سو صفحہ ختم ہوئی ہے سعادت خان برہان الملک
سے واجد علی شاہ تک کے تمام حالات ایسے دلاویز پیرائے میں لکھے گئے ہیں کہ علم تاریخ کا شائق

مختلف نمونے عروج و زوال کی عبرت انگیز تصویریں عیش و عشرت کا جیتا جاگتا الہم نظر آتا ہے جسکو پڑھ کر دل پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے اس کتاب کی چار جلدیں ہیں جن سے لائق مصنف کی جانفشانی اور کوشش کا حال معلوم ہوتا ہے اہل ملک کو اس کتاب کی قدر و منزلت بڑھا کر مصنف کی جانتا ہی اور علمی تحقیقات کی داد دینی چاہیے۔

ہفتہ وار مہسیہ اخبار ۱۶ جولائی ۱۳۱۹ء

(تاریخ اودھ) اس کتاب کی چار جلدوں میں مفصل و مکمل حالات از نواب سعادت خان برہان الملک بانی سلطنت اودھ تا خاتم السلاطین جان عالم واجد علی شاہ تحقیق و مستند واقعات کی بنا پر مولوی حکیم محمد نجم الغنی خان صاحب رامپوری مؤلف و مصنف کتب متعددہ تاریخ طب صرف - نحو - دینیات وغیرہ نے مرتب فرمائی ہے اور طبع مطلع العلوم مراد آباد میں چھپکر شائع ہوئی۔ یہ تاریخ کمال جامعیت اور تحقیق کے ساتھ لکھی گئی ہے اور اس میں اکثر ایسی کتب تاریخ کا اقتباس ہے جو اس وقت کیاب ہیں اور اکثر نظروں سے نہ گذری ہوگی۔ اس سے مؤلف کی محنت کا پتہ ملتا ہے۔ نمونہ دیکھیے مضمون فیل صفدر جنگ کو دہلی کی وزارت ملنا احمد شاہ اپنے باپ محمد شاہ کے جانشین ہوئے وہ احمد شاہ درانی کی قوت کی دھوم دھام ہونے سے ترسان اور لرزان رہتے تھے اور انھوں نے فیروز مندوں کی لوٹ مار سے سلطنت کو حفظ و حرمت میں رکھنے کی غرض سے وزارت کا عہدہ صاف جاہ کے سپرد کرنا چاہا مگر جبکہ آصف جاہ نے انکار کر دیا اور صفدر جنگ کو لکھا کہ جو بہتر سمجھو کہ جسکے بعد ہی اُسے وفات پائی تو بادشاہ نے ناصر جنگ آصف جاہ کے جانشین کو اپنی امداد و اعانت کے واسطے اُس فوج سمیت بلایا جو اُس کی سعی و ہمت سے فراہم ہو سکتی تھی مگر تھوڑے عرصے میں یہ بات دریافت ہوئی کہ احمد شاہ درانی اپنی قلمرو کے مغربی حصے میں مصروف و مشغول ہے



چمن میں شجر شجر میں گل تر گل ترین مرغ میں شکر۔ دہن میں زبان زبان میں بیان
 بیان میں حسن حسن میں ادا۔ کسے پیدا کی؟ صنعت کردگار نے۔ قدرت آفریدگار نے۔
 ہر آن میں ہر ادا میں تو ہے ہر آن میں ہر صدا میں تو ہے
 بپتا ہو کہ پھول ہو کہ لمبیل ہر رنگ میں ہر نوا میں تو ہے
 کائنات کا لب لباب کون ہے؟ وہ ذات مقدس جس کو ذات آفریدگار سے وہ نسبت
 اصل ہے جیسا کہ پھول میں بو اور آفتاب میں ضو یعنی فرشتی نبی فاتح قلوب خیر البشر محمد مصطفیٰ
 علیہ السلام جن کے غلاموں کی قد مبوسی کے فخر حاصل ہونے کی شاہان زمانہ نے
 رز و کی ہے۔ مخالفوں کو بھی اس سے چارہ نہیں کہ جب وہ دنیا کے بڑے بڑے لوگوں کا ذکر کریں
 حضور انور کا ضرور نام لیں یا مکی وجہ سے یہ دنیا توحید پر قائم ہے جس میں کی انھوں نے
 ملحقین فرمائی وہ اب بھی اسی طرح زندہ و توانا ہے۔ وہ شب درو دنیا کے ہر گوشے میں پکارتے

اسکو ختم کیے بغیر چھوڑ نہیں سکتا۔ بوزھی دنیا کے چرتر اگر دیکھنا چاہو تو تاریخ اودھ کا مطالعہ کرو۔

جناب مولانا صاحب زادہ مکارم

بعد سلام مسنون کے عرض ہے کہ میں نے اپنی کتاب تاریخ اودھ شروع سے آخر تک پڑھی کتاب کی عمدگی میں کچھ شک نہیں مگر یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ کتاب بہت خراب چھپی ہوئی ہے کاغذ بھی خراب لگا ہوا ہے چنانچہ اکثر پڑھتے پڑھتے طبیعت گھبرانے لگتی ہے اسلیے خاکسار کی عرض یہ ہے کہ آپ اس تاریخ کو اعلیٰ درجے کے کاغذ پر کسی مشہور پریس میں چھپوائیے تاکہ جسطرح کتاب مضمون کے لحاظ سے اچھی ہے ویسی ہی ظاہری خوبیوں سے مزین ہو جائے اگر قیمت بڑھا دی جائے تو کچھ بار بھی نہ معلوم ہوگا۔ والسلام فقط

سلطان احمد رئیس سہارنپور

۱۸ اکتوبر ۱۹۰۷ء

شروع کیا جس کا نتیجہ آخری بمقتضائے تمدن قیام سلطنت ہو کر کفیل حل مشکلات عوام ہوا۔ شاہی احکام نے جس اسلوب اور صولت کے ساتھ مہام امور کے سرانجام میں مستعدی کا اظہار کیا وہ قابل دید و شنید ہیں۔ لیکن یہ دنیا کے پیدائشی اور طفولیت کے اطوار و انتظام جس کو قرن گذر گئے کیونکر تمناک پہنچنے یہ پہلو ضرور ایک خاص توجہ کے قابل ہے دنیا میں کوئی انسان بلا اعانت غیر اپنی زندگی بسر نہیں کر سکتا کیونکہ ضروریات ذالی جیسے حیات کا دار و مدار ہے، ہی ارتہاک کی مضبوط رستی سے جکڑے ہوئے ہیں جس کا حسن وقوع کچھ وہی نہیں دیکھ سکتی ہیں۔ تن کو قدرتی تغیرات و تبدلات کے خوشامناظر کے دیکھنے کی عادت ہے۔ مولید لائش میں حیوان اور طائر میں انسان ہی ایک ایسے چمانے اور طرز و وضع پر مخلوق کیا گیا ہے جو عالم امکان میں انسانی قانون کا زیادہ ذمہ دار ہے گو انکار اس سے بھی نہیں کہ جمادات کے واسطے بھی قدرتی قانون و ضابطہ رکھا ہے الا عدم طلاقت لسانی اُسکے اظہار کے واسطے سدِ باب ہے۔ رز قطع نظر ذہنی اصول کے عقلاً بھی انسان ہی بہت سنی قدر داریوں کلمہ کر قرار پاتا ہے مگر دنیا نایک خاص گروہ انسانی ایسا با عظمت و شان کام اپنے ذمے لے ہوئے ہے جس کا نظیر شکل سے قیام ہو سکتا ہے حضرات یہ گروہ طبقہ مورخین ہے جنہوں نے خاص ہمدردی کے واسطے پیاری زندگی کے عزیز وقت کو وقف کر دیا ہے اگر طبقہ مورخین اس مہتمم بالشان کام کو ہی توجہ کے ساتھ تکمیل کو نہ پہنچاتا تو کوئی شخص بھی ایسا ہوتا جو اپنی پیدائش سے س برس پہلے کے کسی واقعہ کی بابت کچھ واقفیت رکھ سکتا ہرگز نہیں چہ جائے کہ ہم آج ہی باہمت گروہ کی بدولت اپنے سے صدیوں پہلے واقعات کو چشم دید واقعات کی طرح بیان بنے میں پس و پیش نہیں کرتے۔ گویا نے کی کم توجہی نے علی العموم ہر علم اور بالخصوص علم تاریخ، ساتھ بہت ہی کچھ نازیبا اور ناگوار برتاؤ کیا ہے اُسکے جگ لگاتے ہوئے اور روشن بیمپ کو

جاتے ہیں۔ تمام دُنیا کی مخالفت۔ یونانی فلسفہ۔ موجودہ سائنس۔ سلطنتوں کے اُلٹ پھیر۔
 انکے قوانین اور اُس کتاب کو جو انکے ذریعہ سے دُنیا میں آئی ذرا بھی نہ بدل سکے جو پودہ اپنی
 زندگی میں اُنھوں نے لگایا تھا اور جس کو اُنھوں نے اپنے اور اپنے عزیز اقارب کے خون سے
 سینچا تھا وہ پودا اب بہت بڑا درخت ہو گیا ہے۔ اُسکی جڑیں زمین کے اتھالی جھٹے تک
 پہنچی ہوئی ہیں اور اُسکی شاخوں نے دُنیا کے بڑے بڑے حصے پر سایہ ڈال رکھا ہے
 اور خداوند تعالیٰ کی کرور مخلوق اُس درخت کے سایہ میں آرام پا رہی ہے۔

مُناسبات

اے دو جہان کے خالق! اے مخلوق کے حقیقی پرورش کرنے والے! ہمیں ایمان کی توفیق دے
 اور ہماری زندگی عزت کی زندگی بنا اور ہمیں برکت عطا فرما کہ ہم تیرے دین کے سچے وارث
 بنیں اور ہماری بددینی اور ناراستی اور بد اعمالی کو معاف فرما۔ تو بڑا مہربان اور کُل عالم کا مہربان
 ہے تو ہی سب کو پالتا ہے اور ردی دیتا ہے تو ہی جلاتا اور مارتا ہے تو ہی بناتا اور بگاڑتا ہے
 تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔

تمہید تا تاریخ او وہ

عالم اسباب میں قانون قدرت نے جو کچھ اصول انسانی مفاد و مضرت کے بارے میں تجویز
 کیے وہ مختلف الاقسام ہوئے کہ اسوا زمانے کے تغیرات کا بھی رنگ لے ہوئے ہیں یا بتدریج
 اوقرنش سے وقتی اقتضا اور شخصی ضرورتوں نے جو مجبوریاں پیش کیں اُسکی درستی اور سہولت
 کے قواعد ہم پہنچانے کا وہ بھی خدا کی عالم بخشش نے بعض دماغوں میں پیدا کیا جو ابتداء
 حالت میں نہایت مختصر حیثیت سے وقتی اور فوری اجر کے کام کے واسطے کام میں لائے گئے۔
 لیکن زمانے کے امتداد اور خواہشوں کی کثرت نے اُن ابتدائی قواعد سے نتائج ضروری کا استنباط

عظمت و اقبال کے آسمان سے نیچے گرا دیا اور حکومت کی خود مختاری پر بہانہ تک غیر ذوق سے
ست و رازی کرانی کہ اسپر اعتراضوں کے گولے گولیوں کے بیٹھ کی بچھاڑ ہونے لگی اور غیر لوگ
اس میں داخل ہو کر نواب گربن گئے جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ شہ عین ایک غیر قوم کے
قبضے کی کارروائی جاری ہوئی اور ایک اولوالعزم فاتح کی اولاد ننگ و عاک کی سزا بھگتنے لگی۔
بران کمزور اور ضعیف اہل فرمان روائوں نے نہ خود اپنے ہی ہاتھوں میں گلہاری ماری بلکہ
اپنے ساتھ جوان مرد اور صاحب غیرت و حمیت روہیلوں اور بنگشوں کی ریاستوں کو بھی
لے ڈوبے۔

گورنمنٹ انگریزی جس کا دار و مدار حکومت انجام و عاقبت مبنی پر ہے اس کے بعض عہود
شرائط اودھ کے معاملات میں تم کو ایسے نظر آئینگے جو کہیں بال سے زیادہ کمزور اور کمین لہے
سے زیادہ مضبوط ہیں۔ لیکن والیان اودھ کے دور حکومت کے گرد پ کو تحقیق کی نظر سے دیکھنے
کے بعد وہ طرز بمقتضائے وقت ضروری معلوم ہوگی۔ میرے معاصر محکوموں اور اس امر پر پرنس کیسے
زمین نے مسلمان ہو کر کیوں مسلمان حکمران خاندان کا کچا چٹھا لکھا لیکن حقیقت میں فہمی ہماری
در سچی دل سوزی کا اقتضا یہی ہے کہ جب قوم سے دیدہ و دانستہ بے پروائی و غفلت ہو جائے
تو اسکے اعمال و افعال کو لکھ کر آنیوالی نسلوں کی عبرت کے لیے چھوڑ جائیں۔

شاہان مغلیہ اور والیان اودھ کے معاملات پر نظر کریں گے تو پورے طور سے
معلوم ہو جائے گا کہ ان خاندانوں نے اسلامی سلطنت کو کیوں معرض خطر میں ڈالا اور کونسی
وجہ تھی جس نے غریب مملکت کے سامان ہم پہنچا کر اہل اسلام کو جو فتح ہونے کا فخر
رکھتے تھے مفتوح بنا کر آج پستی کی تاریک گھاٹیوں اور نازل کے انتہائی درجے کو
پہنچایا۔

پریشانی کی تیز ہواؤں سے بچھانے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فرگذاشت نہیں کیا لیکن قدرت نے ہمیشہ کی غیر محدود تاریکی سے جس کو فنا کتے ہیں بچایا اور بپا بندی قواعد مجربہ عالم گورنمنٹ انگلشیہ کو علم تاریخ کا سرپرست قرار دیا جس کے دامن عاطفت نے چراغ علم کو مخالف ہواؤں کے جھوکوں سے محفوظ و مصیون رکھا۔ ہماری گورنمنٹ کے جو کچھ شاہانہ الطاف ہم پر روزانہ مبذول ہوتے ہیں اُسکی تشریح و توضیح کی چندان ضرورت نہیں کیونکہ ہر اہل علم اس سے پوری پوری واقفیت رکھتا ہے غرض کہ علم تاریخ معلومات احوال ماضیہ کے واسطے بہ ضروری ہونے کے علاوہ دانشمندان میں عبرت و آگاہی پیدا کر لے اور حکام کا معاملات ملکی میں معاون و مشیر ہے۔

مسلمان حکمرانان اودھ کی کوئی منہج اور مفصل اور جامع تاریخ اس سے پہلے نہیں لکھی گئی تھی۔ لیکن حقدور حالات ہیں وہ مختلف کتابوں میں ہیں اور ان میں سے بعض کتابیں ایسی ہیں کہ ان کے نسخے بہت ہی نادر ہیں۔ زبانیں انکی فارسی ہیں اور بہ حالات منضبطہ اور ایک جگہ نہیں بلکہ متفرق طور پر پائے جاتے ہیں جیسے تلماسٹ کرنے میں بڑی درد سہی ہوتی ہے اس لیے میں نے والیان اودھ کی تاریخ نہایت سچائی اور نیک نیتی سے لکھی اس حیثیت پر جیسے کہ ایک مورخ کو بلا تعصب و رعایت لکھنا چاہیے۔ ناظرین آپ دیکھیں گے کہ سعادت خان برہان الملک نے نہایت جدوجہد کے ساتھ اودھ کے اطراف میں کس قوت و شدت کی تفصیل کھنچ دی اور میں ایک مضبوط حکومت کو قائم کر دیا اور وہ حکومت جو کڑے کڑے ہو رہی تھی اور ہر ایک بادشاہی فہر میں ملنے اموال و ارواح میں تصرف کرتا تھا اُسکو ایک ریاست واحد کر کے ایک ہی قوم کے لیے وحدہ یا کس دل اور کس زبان سے انکی اُس قوت کا ذکر کروں جو انھوں نے اس سرزمین میں حکومت چلانے کے لیے ظاہر کی تھی جسکو انکے پچھلے جانشینوں نے بر باد کر کے رکھ دیا اور اُس چلتے آفتاب کو

پٹھان ہندوستان سے نکال دینے کے قابل تھے انھیں نزدیک اسی سلوک کے مستحق مغل بھی تھے
 کس نے ہندوؤں کے دوست بنانے میں بھی ایک ایسا وسیع اختیار کیا جس سے اس قوم
 کے صفحہ دل پر آج تک تاریخی دلغ باقی ہے وہ یہ کہ بڑے بڑے باحمیت راجپوتوں سے بیٹیان
 مانگیں یہ کوئی تھوڑی سی آزادی کی بات تھی جس قوم کو بیٹی کے معاملے میں اتنی غیرت ہو
 کہ وہ اُسکے پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کرنے کو بہتر جانتی ہو وہ مسلمان کو اپنی بیٹیان دے
 مگر اُس وقت مجبور تھی اس لیے ترکی بہر کی جواب نہ دے سکتی تھی۔ عالمگیر نے گزنی ہوئی قوت کو
 ابھارنا چاہا مگر بھاری غلطی یہ کر گیا کہ دکن میں جو مسلمانوں کی زبردست ریاستیں قائم تھیں اور
 اودھ کے باغی ہندوؤں کا سردار بے ہوش تھیں اُس نے یہ تمام ریاستیں جڑ سے اکھیر کر پھینک دیں
 اس لیے اُن کا سیلاب بغاوت دہلی کی شہر سپاہ کی چار دیواری تک پہنچنے لگا۔

یہ جو کچھ نئے سناؤ ہوئے ایک پروفیسر صاحب کی رائے سے جو بی لے تھے اور انھوں نے اپنے خیالات کو
 بڑی تفصیل کے ساتھ ایک اخبار میں چھپوایا تھا انکی تحریر کا حاصل یہی ہے جو میں نے اپنی یاد پر
 لکھا لیکن میرا قیاس ابھی زمانے کی کتب تواریخ کی چھان بین کے بعد یہ قائم ہوا ہے کہ اُس نے
 استبدادی حکومت کو مٹا کر اخلاقی بنانا چاہا تھا جس کا راز اُسکے جانشینوں کی سمجھ میں نہ آیا
 یا انھوں نے سمجھ کر اُس حکمت عملی کو ترک کیا اور پھر ساتھ ہی اسکے سپاہیانہ غور و خیزن باقی نہ رہی
 اس لیے حکومت مغلیہ میں زوال آگیا۔

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت کے آخری ایام میں دولت مغلیہ کی وہی حالت ہو گئی تھی
 جو لوئی چہارم کے آخری دنوں میں سلطنت فرانس کی تھی طویل جنگوں۔ مذہبی تعصب۔ بادشاہ
 کی سردمہری اور مشکوک مزاجی اور فتوحات کے مرض نے اودھان سے زیادہ مغلوں کے باہمی عناد
 اور عیش پسندی و آرام طلبی نے سلطنت کی بنیاد ہلادی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان میں امن و امان کا

مغلیہ سلطنت کی اول اکبر اعظم نے چولین ہلائین کہ اُس نے جوانرو پٹھانوں کے رنج سے ہندوؤں کو بڑے بڑے عہدے دیے اور اُن کو اپنی فوجوں کا افسر بنا کر مسلمانوں پر بھی کرجن کے مقابلے کا وہ خواب و خیال میں بھی ارادہ نہیں کر سکتے تھے اس طرح ہندوؤں کی ہمت بڑھ گئی۔ اور ٹوڈر مل جیسے کھتری بچے کو کہ جس کے باپ دادا کے ہاتھوں کو ترازو کے موازنہ کو مس کرنے کی کبھی نوبت بھی نہ پہونچی ہوگی سپہ سالار بنا کر بھس کے تنگ سے سوئی کا کام لینا چاہا تھا۔

برسر اقتدار اسلامی پارٹی کو نیچا دکھانے اور ہندوؤں کو معراج ترقی پر پہونچانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت مغلیہ کی برادری کی تحریری ہو کر بتدیج ہندوؤں کے ہاتھ سے زوال کا منہ دیکھنے لگی جس کی عالمگیر جیسے فتاح اور اولوالعزم شہنشاہ سے بھی خاطر خواہ تلافی نہوسکی۔ یہ بات اکبر کے ذہن میں بوجہ دولت و حکومت کی بے غمی کے نہ آئی کہ جس طرح ہندوؤں کے نزدیک

۱۵ جلال الدین اکبر امی محض تھا اور ابتدا سے تخت نشینی میں برہمنوں تک مذہب کا بڑا پابند رہا جب شیخ مبارک ناگوری کے دو بیٹے فیضی اور ابو الفضل کہ دو ذون نہایت سیماہ فام تھے اکبر کی خدمت میں پہونچے تو انھوں نے اپنی داہی باقون سے پابندی مذہب سے ہٹا دیا کیونکہ یہ دو ذون بھائی دہریہ تھے خدا کی شان تو دیکھیے کہ جب تک یہ لوگ افلاس میں گرفتار رہے مذہب کے مقید رہے دولت میں پہونچتے ہی قید مذہب کو چھوڑ بیٹھے اور اپنے ساتھ امی بادشاہ کو مصراط مستقیم سے منحرف کر دیا چنانچہ فیضی کے یہ دو شرع جوادشاہ کی مح میں کہے ہیں اس مطلب پر دلیل ہیں ۱۵

قیمت نگر کہ در غور ہر جوہری عطاست
آئینہ ہا سکندر و اکبر آفتاب
اومی کند مسائے خود و آئینہ
این می کند مشاہدہ حق و آفتاب

ہندو اِن اشعار کو اکبر کی آفتاب پرستی پر سند ملتے ہیں اور فیضی کی تعریف میں سرگرم ہیں یہ رد بیت سید سید چلی آتی ہے کہ شیخ مبارک غلام زادہ تھا ۱۷

عبرت دلالت ہے تاکہ وہ متنبہ ہو کر اپنی ماتحت و محکوم رعایا کی حالت کے ہر طرح پر انصاف کے ساتھ خبر گیران رہ کر لطف زندگی و سلطنت اٹھائیں اور خواص و عوام کو اپنے عدل کا معترف بنائیں اور اہل ملک جو بحیثیت انسانی بلا خیال مذہب و ملت میرے بھائی ہیں میری اس ناچیز تحریر کے ذریعہ آرام و تسلیش پا کر جھکو میری محنت و جانفشانی کی داد دین اور دنیاے فانی میں میرے بعد علم دوست اصحاب میں یادگار کا وسیلہ ہو۔

غرض نقشے مست کر یا د ماند کہ ہستی رائے نیم بقاے
مگر صاحب دلے روزے رحمت کند در حق این مسکین دعاے

جس قوم میں سلسلہ تاریخ نہیں ہے وہ ہر چند اپنے صفحہ میان مٹھو بنے لیکن وہ اپنے سلاف کا کوئی کارنامہ پہلک کے مواجہ میں پیش نہیں کر سکتی جو اسکی اصلی عزت اور واقعی افتخار کا ذریعہ ہو فن تاریخ نے انسان کی محدود زندگی کو اس استحکام کے ساتھ غیر محدود وسیع کر دیا ہے جس کا بیان امکان سے باہر ہے بشیر قصہ اور کہانیاں ہر ملک میں نام نہاں شہساز مقتدر کی نسبت منسوب ہو کر شہرت پذیر ہیں لیکن انکی سچائی کا معیار یہی تاریخ ہے۔ اگر نیک صحفیات میں اُن کا پتہ ہے تو واقعی اور اصلی ہیں نہیں تو بوستان خیال اور طلسم ہوشربا کے مرتبے سے زیادہ اُنکا اعتبار نہیں ہے۔

میری است بیانی کا سب سے زیادہ ثبوت اس کتاب کے صفحوں میں ناظرین کو بعض شاہان اودھ کی شاعری کی وساطت سے ملے گا جو اپنے عہد حکومت و زندگی میں انھوں نے تصنیف فرما کر واقعات واقعی یا شیخوت کا اظہار کیا ہے۔

ناظرین کتاب کو طبقہ وزراء کی کورنگی یا نمک حلائی کا بھی حیرت بخش موقع نظر آئے گا جنھوں نے وہ رویہ اختیار کیا تھا کہ اُس سے پایا جاتا ہے کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ سلطنت اودھ کو قوت

خاتمہ ہو گیا اور قزاقوں - مہتوں اور پٹنڈاروں کے ہاتھوں خلقِ خدا مبتلا عذاب ہو گئی۔
 ہر شخص کو اپنی ملافت کے لیے اپنے زور بازو پر بھروسہ کرنا پڑا۔ یورپین تاجار کا بھی یہی حال
 ہوا۔ چارناچار انھیں اپنے بچاؤ کے لیے اپنی فوجی قوت کو بڑھانا پڑا۔ ماسوائے ازیں یہ بات
 صاف ظاہر ہو گئی کہ ہندوستان اس وقت بغیر کسی مرکزی حکومت کے ہے۔ سلاطینِ مغلیہ محض
 نام ہی نام کے شہنشاہ ہیں اور باشندگان ہند میں اتحاد اور حب الوطنی کی بوتلک نہیں پائی جاتی۔
 ہر شخص اپنے ذاتی نمود و تری کا خواہاں ہے۔ یورپین مبصرین فوراً مانگے کہ اس وقت اگر ہندوستان پر
 قبضہ کر لیں تو کوشش کی گئی تو اس سونے کی چڑیا کو اسیر کرنا باز ہو چکا اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔
 باقی رہے والیان اودھ یہ اگر انسانیت اور قابلیت کے ساتھ رہتے تو ان کو آج اسی طرح
 انگریز باقی رکھتے جس طرح اور زبردست اور وسیع ریاستیں موجود ہیں اور اول سے آخر تک
 انگریزوں نے ان کے ساتھ کوئی مہربانی کا دقیقہ باقی نہیں چھوڑا ہے۔ اس ریاست کا انقلاب
 معلوم کرنے کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ والیان اودھ کی پرائیویٹ زندگی اور بیچ کی
 سالم تصویریں دیکھی جائیں۔ آسائش - غفلت - تعصب - عیش - کاہلی - ضعفِ عقل -
 پست ہمتی - کم جو صلگی - بُزدلی - وعدہ خلافی - داد و ہش میں بے سلیقگی یعنی سخاوت کی جگہ
 کفایت اور کفایت کی جگہ سخاوت - خود غرضی - المالج - غیر مستقل مزاجی - بے موقع اولوالعزمی
 نفس پرستی اور دوسری خلفائے حرکات ریاست و حکومت و دولت و عظمت کو کھونے والے ہیں۔
 میں نے اس تاریخ میں جس قدر جا بجا ہی اور مسلسل کوشش عرق ریزی کے ساتھ کی ہے
 اُس کے واقعی حالات کا اندازہ وہی علم دوست اصحاب کر سکتے ہیں جنگو تالیف و تصنیف
 کی دشوار گزار گھاٹیوں میں سعی مردانہ کے ساتھ جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس تالیف سے
 میرا مقصود والیان اودھ کی عیب جوئی نہیں ہے بلکہ خیال ہمدردی موجودہ طبقہٴ رؤسا کو

تنقیح الاخبار فی آثار الادوار مولفہ رائے منوالال فلسفی متوفی در ۱۲۸۵ ہجری اس کا انتخاب
راجہ کندن لال تخلص بہ اشکی بن رائے منوالال مؤلف تنقیح الاخبار نے کیا ہے تاریخ احوال
سلاطین متاخرین ہند مرآت جہان نامہ مولفہ محمد شفیع۔ سیر المتاخرین جہان کشائے نادری۔
دورہ نادرہ۔ عالم شاہی اس میں بابر کے عہد سے ۱۲۸۵ ہجری تک کے حالات کہ شاہ عالم
ثانی کا عہد تھا جمع کیے ہیں۔ شاہ عالم نامہ۔ وقائع عالم شاہی سلطان الحکایات مولفہ لاجپوٹی ولد
نشی سیتل پرشاد ابن شیو کمار ساکن کٹرا۔ یہ مرآت الاوضاع کا دوسرا حصہ ہے۔ آثار عشرہ۔
کتاب ہفت اقلیم ساکن فلسفی شاہ نواز خانی۔ تاریخ مظفری۔ آئین اکبری۔ فرست نامہ۔
جام جہان نامہ مولفہ مولوی قدت الدین شوق عزیز القلوب۔ گیان پرکاش۔ مرآت آفتاب نامہ۔
دریائے لطافت۔ تکرر ذکر ملوک۔ سیر طابلی۔ فرخ بخش مولفہ شیو پرشاد رامپوری۔ فرخ بخش
مولفہ محمد فیض بخش ساکن کاکوری۔ سفر نامہ بنگلہ دہ ادا اندرام تخلص چارگلشن محمد شاہی۔
منصالح التواریخ۔ مرآت احمدی۔ گلستان رحمت۔ گل رحمت۔ منتخب العلوم۔ تاریخ فرخ آباد مولفہ
سید ولی اللہ۔ انشائے فیض بخش۔ تاریخ اودھ مولفہ گور سہلے ولد لالہ بینی پرشاد ابن نیانا
قانون گوے شاہ آباد ضلع ہر دوئی جسکو ۱۲۸۵ ہجری میں غازی الدین حیدر کے جلوس تک
لکھا ہے۔ مختصر خانی۔ آصف نامہ۔ سولخ محمد عباس علیخان۔ وقائع ولیدیر جو شاہان
کے حالات میں ہے اصح صادق۔ تذکرۃ السلاطین چغتائی مولفہ محمد ابدی کا مورخان حبیب السیر
اروضۃ الصفا۔ تاریخ تیموریہ۔ مکتوبات قلمی کا مجموعہ جس میں شجاع الدولہ و صفدر جنگ و حافظ
رحمت خان وغیرہ کے خطوط ہیں یہ مجموعہ بھرپور ہے ہاتھ آیا ہے۔ تاریخ شاہیہ نیشاپور یہ از قاسم علی
بن مرزا محمد بن مرزا جعفر بن مرزا محمد امین بہمانی۔ بیان الواقع مولفہ عبد الکریم کشمیری بن یعقوب
بن خواجہ ملتی بن خواجہ محمد رضا۔ سیر کریمی۔ تاریخ بجاؤ جھنگو تصنیف علی ابراہیم حسان۔

حاصل ہو ملک خیر و برکت کا قدم ڈالے اور اہل اودھ ترقی و عروج پائیں جسکی بنا پر بربادی و تباہی سلطنت کے آثار پیدا ہوے۔ ہم یہ بات یوں ہی بے سوچے سمجھے نہیں کہتے بلکہ اس پر سیکڑون دلائل موجود ہیں۔ یہ واقعات والیان ملک کی خاص توجہ کے قابل ہیں کیونکہ وہ اس کسوٹی پر اپنے موجودہ ماتحت کارکنوں کی عقیدت مندی و خود مطلبی کو کسکرا کر نتیجہ نیک و بد کو بخوبی معلوم کر سکیں گے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ انگریز خود ہر ایک ایسے لکھنؤ کے اہلکار کی حقارت کرتے تھے جو انکی خاطر اپنے ذاتی اغراض کی وجہ سے سلطنت میں ٹھہر پیدا ہونے کے سامان مہیا کرتا تھا کیونکہ اگرچہ وہ پسند کرتے ہیں کہ لوگ انکے لیے اپنے وطنوں کی نمک حرامی کریں مگر وہ نمک خرامون کو پیار نہیں کرتے اور گو وہ مقابل اٹھ کھڑے ہونے والوں اور اپنے ملک کی مدفعت کرنے والوں سے نفرت کرتے ہیں مگر اس میں شک نہیں کہ وہ محبان وطن کو خواہ وہ کہاں ہی کیوں نہ ہوں تو عظیم اور اعزاز کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اب میں اس مطلب کو ختم کر کے یہ ہدیہ محقر یعنی کتاب تاریخ اودھ اہل ملک کی نذر کرتا ہوں۔ خدا کرے کہ خلعت قبولیت عام سے ممتاز ہو۔

ملتسمہ محمد نجم لغنی خان ساکن امپور ملک و ملکینڈ بن مولوی محمد عبدالغنی خان بن مولوی عبدالعلی خان بن مولوی عبدالرحمن خان بن ملا حاجی محمد سعید صاحب محبت شاگرد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اہلوی

نام اُن کتابوں کا جن سے اس تاریخ کی تالیف میں

مدد لی گئی ہے

بن سید محمد - بن سید تکیہ - بن سید غیاث الدین محمد - بن سید محمد ثانی - بن سید موسیٰ - بن
 سید قاسم - بن سید علی ثانی - بن سید جعفر بن سید حسین المقدم - بن سید عبدالحی - بن سید عمر
 بن سید ارقم - بن سید عبد القادر - بن سید تاج الدین - بن سید فخر الدین - بن سید زید بن
 موسیٰ کاظم علیہ السلام (۲۷)

برہان الملک کے خاندان کا حال اور اُن کے ہندوستان میں آئیکے بیان

قاضی سید شمس الدین نجف شرف میں رہتے تھے صاحب علم تھے شاہ اسماعیل صفوی نے
 انھیں بکا کر قاضی القضاۃ بنایا اور نیشاپور میں بہت سی جاگیر عطا کی۔ سید شمس الدین کے
 کئی بیٹے تھے سب سے بڑے بیٹے کا نام سید محمد جعفر تھا۔ محمد جعفر کے دو بیٹے تھے ایک سید محمد امین
 دوسرے سید محمد سید محمد امین کے ایک بی بی سے دو بیٹے تھے میر محمد نصیر اور میر محمد یوسف
 جیسا کہ عماد السعادت میں مذکور ہے اور تاریخ اودھ معروف بہ فیصر التواریخ کی پہلی جلد میں
 میر محمد نصیر اور میر محمد یوسف کو چچا زاد بھائی بتایا ہے۔ سوٹھویں صدی عیسوی کے اواخر میں
 یہ دونوں چچا زاد بھائی شاہ عباس ثانی بادشاہ ایران کی ملازمت میں تھے۔ بادشاہان
 ایران کا قاعدہ تھا کہ سفر اور شکار میں اُمرا و ارکان دولت سواری کے آگے آگے چلتے تھے اور

۱۱۷۰ھ تخمہ شاہیہ وزیر نامہ میں یہ نام ہے اور فیصر التواریخ میں نہیں ۱۱۷۰ھ وزیر نامے اور عماد السعادت و تخمہ شاہیہ
 میں نامی ملے ہے فیصر التواریخ میں حسین الخادم لکھا ہے ۱۱۷۰ھ موافق نسوہ وزیر نامہ اور فیصر التواریخ و تخمہ شاہیہ میں
 می الدین ہے ۱۱۷۰ھ موافق نسوہ وزیر نامہ اور فیصر التواریخ میں لفظ زاہر یا شہید لکھا ہے اور فخر الدین اور زاہر میں یہ ملے

مجموعہ قطعی مجتہد العصر کے گھر نے کا۔ منوی در منظم۔ وزیرانہ مخلص التواریخ مولفہ فرزند علی۔
 مخلص تاریخ اودھ مولفہ بہت پرشاد متوطن اگرہ۔ نادر العصر محاربہ قدر مولفہ منشی میڈی لال
 مذکرہ حکومتہ المسلمین۔ فضل التواریخ مولفہ رام سہل۔ تاریخ ہندوستان مولفہ انفسن صاحب
 تمدن ہند مترجمہ سید علی بکرامی۔ کشف الاستار شاہ حمزہ صاحب۔ تاریخ ماوہ سید کریم علی جامع التواریخ
 تاریخ فرخ آباد مولفہ آرون صاحب۔ وقائع راجپوتانہ روہیلکھنڈ گزٹیر آثار المصنادید فیض التواریخ
 شاہ جہان نامہ۔ جلد دوم عمدہ نجات۔ تاریخ ہند مولفہ ذکاوند صاحب جالاج نامہ خبار حسن
 بوستان اودھ مولفہ راجہ درگا پرشاد صاحب بہادر۔ سلطنت کی تاریخ انتخاب یادگار فیض کی تاریخ۔
 ہنتر صاحب کی تاریخ طلسم ہند۔ منوی معظم۔ انجیات۔ نادر صاحب کی تاریخ چستان۔ تالیفات
 واجد علی شاہ حبیب السیر روضۃ الصفا طبقات الشعر حسین شاہی۔ تل کی تاریخ تاریخ ہندوستان
 جیس گرنڈ۔ مرات التاریخ۔ تاریخ بھوپال۔ سیر المحدثین۔ انڈین میوزیم میں رکھے ہوئے سکھوں کی
 فہرست۔ کلیات سودا۔ کلیات ناسخ۔ ریاض الشعر۔ آئین الہری۔ تاریخ وجود مصی مولف راجہ
 درگا پرشاد صاحب تعلقدار و رئیس اعظم سندھ ضلع ہر دوی متخلص بہ ہمت تاریخ فیض آباد مولفہ
 مشربی کارنگی ڈپٹی کسٹرن فیض آباد۔ شرف عثمانی۔ تبصرۃ الناظرین۔ تحفہ راجستان نقشبلیان
 واقعات درانی۔ تاریخ آصفی مولفہ البرطالبن محمد جنگ نامہ نواب غلام محمد خان منظوم اردو
 مولفہ اقلیم تذکرہ ہزار داستان معروف بہ نختانہ جاوید۔

برہان الملک نواب سعادت خان کا نسب نامہ

سیر محمد امین۔ بن میر محمد نصیر۔ بن میر محمد امین۔ بن میر محمد جعفر۔ بن قاضی میر شمس الدین شہینغی
 بن سید محمد۔ بن سید غیاث الدین محمد۔ بن سید علی۔ بن سید سراج الدین علی۔ بن سید محقق
 لکھنوی نام فیض التواریخ کی پہلی جلد میں نہیں وزیر نامہ و تحفہ شاہیہ میں ہے۔

رونون شادیاں ہو گئیں جعفر خان بیگ کے نطفے سے دو بیٹے اس لڑکی کے پیدا ہوئے۔
 بڑے بیٹے کا نام مرزا محسن اور چھوٹے کا نام مرزا مقیم تھا۔ یہی مرزا مقیم دہلی میں ابو النضر خان
 صفدر جنگ کے خطاب سے وزیر عظم ہوئے اور شجاع الدولہ کے باپ ہیں انھیں سے
 سلسلہ سیادت و ترکان قراقرظ نیلو باہم ملکر گویا قرآن السعدین ہوا جنھوں نے اودھ میں سنگ نیلو
 قراقرظ نیلو نصب کیا میر محمد نصیر نے چھوٹی بیٹی کو اپنے بھتیجے میر محمد شاہ میر سپر میر محمد یوسف کے ساتھ
 منعقد کیا۔ اس لڑکی کے میر محمد شاہ میر سے دو بیٹیاں اور دو بیٹے پیدا ہوئے۔ بڑے بیٹے کا نام
 مرزا محمد یوسف اور چھوٹے کا نصیر الدین حیدر خان بیگ ہوا۔ اور میر نصیر نے اپنے چھوٹے بیٹے
 میر محمد امین کی شادی اپنے بھائی میر محمد یوسف کی بیٹی کے ساتھ کی۔ میر محمد یوسف کے املاک
 بہت تھی اس وجہ سے میر محمد امین کو خانہ داماد کیا۔ یہی میر محمد امین ہیں جو آئندہ برہان الملک
 نواب سعادت خان کا خطاب پائینگے۔

گورہا نے تاریخ اودھ میں لکھا ہے کہ ۱۱۸۰ھ ہجری عہد بہادر شاہ بن اورنگ زیب
 عالمگیر میں میر محمد نصیر نے ہندوستان کا قصد کیا انکے بڑے بیٹے میر محمد باقر ہمراہ تھے۔ یہ سفر جہاز
 کی سواری میں کیا۔ بنگلے میں جہاد پونجا میر محمد نصیر نے عظیم آباد میں سکونت اختیار کی
 شجاع الدولہ ناظم بنگالہ انکی خبر اور پردریش رکھنے لگا۔ میر محمد نصیر کے بیٹے محمد باقر اس عرصے
 میں ازدواج ہوا (یہ دوسرا محل ہے کیونکہ پہلا انکا عقد وطن میں ہو چکا ہے) اور انکے ایک بیٹا
 پیدا ہوا جو اپنے چچا داب برہان الملک کے عہد حکومت و ایالت میں شیر جنگ کے خطاب سے
 مشہور ہوا اور محمد شاہ کے عہد میں صفدر جنگ کی طرف سے کشمیر کا صوبہ دار بنا تھوڑے دنوں
 کے بعد میر محمد نصیر فوت ہو گئے۔ میر محمد امین انکے بیٹے جو ابھی تک وطن میں تھے ان کو ایک دن
 ہیوی نے کسی رات پر طعنہ دیا۔ صاحب غیرت تھے ۱۱۸۲ھ ہجری میں وطن کو چھوڑ کر ہندوستان

سارا لشکر بھیجے ہوا تھا۔ اتفاقاً ایک دن جنگل میں بادشاہ کی سواری چلی جاتی تھی ایک شیر نے
 حمل کر بادشاہ پر حملہ کیا اور گھوڑے سے گرا دیا۔ میر محمد یوسف گھوڑا دوڑا کے کود پڑا اور شیر کو
 پیش قبض سے مار ڈالا۔ بادشاہ چونکہ زہ پہنے ہوئے تھا اس واسطے کوئی صدمہ نہ پہنچا بادشاہ
 نے ایسے کار نمایان کے صلے میں چاہا کہ انھیں اپنا وزیر کرین میر محمد یوسف نے عرض کیا کہ میں
 سید ہوں مجھ سے سیاست منہ سکے گی اور بے اسکے انتظام سلطنت غیر ممکن ہے اسلئے میں اس
 عہدے سے معافی چاہتا ہوں مگر میری یہ آرزو ہے کہ میر محمد نصیر میر بھائی ابھی تک کتخ نہیں ہوا
 ہے اسکا بیاہ رضا قلی بیگ وزیر کی بیٹی سے کر دیا جائے وزیر قوم قورلباش سے تھا بادشاہ
 نے وزیر سے فرمایا کہ میر محمد نصیر میر بھائی ہے اسکو میں نے تیری بیٹی سے کتخ کیا تاکہ ہمارے اور
 تیرے درمیان قربت قائم ہو جائے۔ وزیر نے اس شرط سے اس رشتہ داری کو قبول کیا اگر
 اسکے بیٹی پیدا ہو تو وہ میری قوم کے آدمی سے منسوب ہو اور یہ رسم ہمیشہ قائم رہے بادشاہ
 نے قبول کیا اور میر محمد یوسف کو نیشاپور میں بہت سی جاگیر عطا کی۔ میر محمد نصیر سے دو بیٹے اور
 دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ بڑے بیٹے کا نام میر باقر چھوٹے کا نام میر محمد امین تھا میر محمد امین
 اپنی ایک بہن سے عمر میں بڑے اور ایک بہن سے چھوٹے تھے جب میر محمد نصیر کی اولاد جوان
 ہوئی انکی بی بی نے اپنے شوہر سے کہا کہ محمد قلی خان بیگ میری ماں کا بھتیجا نسل بادشاہان
 ترکمان یعنی مرزا قرا یوسف سے ہے اسکے بڑے بیٹے جعفر خان بیگ کے ساتھ اپنی بڑی بیٹی کی
 شادی کر دو اور اپنے اُس وعدے کو وفا کرو جو میرے والد سے کیا تھا اُس نے جواب دیا کہ میں
 اس شرط سے اپنی بیٹی جعفر خان بیگ خلف محمد قلی خان بیگ کو دے سکتا ہوں کہ محمد قلی خان بیگ
 اپنی بیٹی میر بیٹے میر محمد باقر سے منسوب کرے محمد قلی خان بیگ نے یہ شرط منظور کر لی اور

رہنے لہنی سرکار میں میر منزل کا عہدہ دیا ایک بار نواب کے خیمے ایک نیچے زمین میں کھڑے
 وگئے تھے شب کو بارش ہوئی۔ نواب کے رہنے کے تمام خیمے میں پانی بھر گیا نواب بہت یحسین رہا
 اور رتھ میں بیٹھا رہا صبح کو میر محمد امین کو اپنے سامنے بلا کر نواب اپنے خفا ہوا اور کہا کہ تمھارے
 باغ سے بڑے ہفت ہزاری پائی جاتی ہے اپنے فرض منصبی کی کم پروا کرتے ہو میر محمد امین کو
 یہ لفظ ناگوار گذرے اور اگلی نوکری سے استعفا دیدیا۔ دوسرے دن سر بلند خان نے میر محمد امین
 کو معذرت کی مگر انھوں نے نہ مانا اور دئی چلے آئے اور شاہزادوں کی جاگیر کا ٹھیکہ لیا۔
 یہی اصل اس صیفۂ مستاجرین سے حاصل ہوا اُس میں سے بھی چارم نظر نسخ شاہزادوں کو
 کرتے تھے جب انکی دیانت اور امانت اور کارگزاری کی شہرت ہوئی تو شاہزادوں کے ذریعہ
 سے بادشاہ کی حضوری تک نفرت پہنچی۔ منتخب اللباب اور مآثر الامراء میں مذکور ہے کہ میر محمد امین کو
 بتداین منصب ہزاری ملا اور فرخ سیر کے رتھ میں داخل ہوئے فرات میں گھاسے
 یہ ایسا منصب والا شاہی کہلا تا ہے جو پادشاہ ہزاگی کے دو نمین زمانہ سلطنت و سربراہی سے
 قبل کسی کو دیا جائے فرخ سیر نے بھی ایسی ہی حالت میں میر محمد امین کو ہزاری منصب دیا تھا۔
 جب فرخ سیر ولد عظیم الشان بن شاہ عالم بہادر شاہ ۲۴^ھ ہجری میں تخت نشین ہوئے
 تو محمد جعفر النخاطب بہ تقریب خان خاں سامان کو ابتداً جلوس فرخ سیری میں کردار گیری گنج کی
 امت بھی موقوف ہوئی تو اُسکی نیابت میں میر محمد امین مقرر ہوئے محمد امین نے رے رتن چند
 دیوان اعظم قطب الملک عبدالعزیز خان سے محبت اور دوستی پیدا کر لی اُسے ۲۵^ھ ہجری میں
 سندھون بیابانہ شعلق صوبہ اکبر آباد کی فوجداری کی سند دلا دی اس علاقے کی آمدنی اٹھارہ لاکھ
 روپے سالانہ تھی محمد امین نے اس علاقے کا بڑی عمدگی سے انتظام کیا مفسد دن کو خوب

کی طرف روانہ ہوئے عظیم آباد پہنچے تو معلوم ہوا کہ لنگے والد مر گئے ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ میر محمد امین نے نیشاپور میں کچھ ٹھیکہ لیا تھا خسارہ ہوا مرزا یوسف کی مان نے جو میر محمد امین کی بہن ہوتی تھی اپنا زلیفر فروخت کر کے اُس روپے کو ادا کر دیا۔ میر محمد امین اس خجالت اور غیرت کی وجہ سے ہندوستان میں چلے آئے شاہ عالم بہادر شاہ بن عالمگیر بن شاہ جہان بن جہانگیر بن اکبر بن ہمایون بن بابر کا عہد تھا۔ بہر صورت میر محمد امین اور میر محمد باقر عظیم آباد سے دہلی کو چلے گئے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ میر محمد امین کے ہندوستان میں آ جانے اور صاحب منصب مرتبہ ہو جانے کے بعد میر محمد باقر ہندوستان کو آئے اور راہ میں قندھار کے قریب اپنا نکاح کیا اُس نہج سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام نثار محمد خان رکھا جب ہندوستان میں پہنچے تو فرخ سیر کی ملازمت حاصل کی اور سیادت خان خطاب ملا اور نثار محمد کو محمد شام نے خطاباً نواب شیر جنگ دیا تھا۔ میر محمد امین المناطیب بہ سعادت خان برہان الملک کے ایک بیٹا اور ایچ بیٹیاں ہوئیں جنکی تفصیل الگی سوانح عمری کے آخر میں کی جائیگی۔

میر محمد امین کا دہلی پہنچ کر شاہزادوں کی جاگیر و مکا اجارہ لینا اور معاملہ ایسی خوش دہندی سے رکھنا کہ جسکی وجہ سے رفتہ رفتہ بادشاہی منصب داہ ہو جانا اور ہندوؤں کی فوجداری پانا اور صوبہ دار اکبر آباد کی بیٹی کے ساتھ عقد نکاح کرنا۔

میر محمد امین نے دہلی میں پہنچ کر ایک عہدہ حاکم کی مفاقت اختیار کی اور بعض جگہوں کی حکومت بھی اُسکی وجہ سے پائی۔ تھوڑے دنوں کے بعد نواب سر بلند خان صوبہ دار گجرات سے تعارف ہو گیا

اپنے خلاف سازشوں سے خوف کھا کر اپنے بھائی حسین علی خان کو جسے حزم و احتیاط کی ضرورت سے بادشاہی آوردن کو حکومت سے خارج کر کے ساری فوجوں کو اپنا جان نثار بنا رکھا تھا خاندیس سے بلایا راجہ سنگھ سوائی والی جے پور نے بادشاہ کو اس بات پر بہت سابر لکھی تھی کہ اب تھوڑا سا عرصہ باقی رہ گیا ہے اگر کوئی معقول تدبیر نہ پڑے تو جلد عمل میں لائے اور ہرگز کاہلی نہ برتے مگر وہ بادشاہ ایسا بودا تھا کہ راجہ کی ترغیب و تحریص سے ایسی شجاعت پر بھی آمادہ نہ ہوا جو بقول شخصے مرا کیا نہیں کرنا یا یوسی کے قوت بل کر زور شور اپنا دکھاتی ہے غرض کہ حسین علی خان دلی میں داخل ہوا اب بادشاہ اپنی ذلت سے اپنے دشمنوں کی اطاعت پر نائل ہوئے۔ اگرچہ حسین علی خان شہر کے باہر راجے پڑا مگر عبدالمد خان کے پیروں کی شہر میں آنے جانے کی اجازت حاصل ہوئی۔ اب یہ نوبت پہنچی کہ بادشاہ کی قسمت کا فیصلہ دونوں بھائیوں کی صلح و مرضی پر موقوف رہا مگر باوصف اسکے بعض بعض امیر بادشاہ کے خیر خواہ اپنے ملازموں اور رفیقوں کو اپنے ہمراہ لیکر بادشاہ کی امداد و اعانت کی عرض سے آئے مگر حسین علی خان نے شہر میں داخل ہو کر بادشاہ کو زندہ چھوڑنا اپنی سلامتی کے لحاظ سے مناسب نہ سمجھا اور بادشاہ کو حقیقت میں بادشاہ کا سایہ تھا محل سرے سے پڑ لائے جہاں وہ اپنی جان چلے بیٹھا تھا۔ ۱۸ فروری ۱۸۵۷ء مطابق ۱۳ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ کو اسکو خفیہ خفیہ مروا ڈالا۔ مرزا بیدل تپے رباعی

دیدید کہ چہ بادشاہ گرامی کردند

صد جو رو جفا ز راه خامی کردند

تاریخ چوا ز خرد بحسم فرمود

سادات بے نیک حرامی کردند

جب فرخ سیر سے تخت خالی رہا سیدوں نے رفیع الشان ابن شاہ عالم بہادر شاہ کے

سزائین دین اور نام پایا اس وجہ سے منصب میں پانصدی کا اضافہ ہوا سید حسین علیخان اور عبدالعزیز خان انکی بہت عزت کرنے اور کارگذار آدمی سمجھنے لگے انھیں دکن و نواب محمد تقی خان صوبہ دار اکبر آباد کی بیٹی سے شادی کی۔ لیکن اس شادی سے قبل سید طالب محمد خان آصف جاہی کی بیٹی انکے نکاح میں تھی بلکہ اس نکاح سے بھی قبل ایک شریف خاندانی آدمی کی بیٹی سے جس خاندان سے اشرف علی خان تھے عقد ہو چکا تھا لیکن بیاہ کے بعد ہی یہ عورت لا اولہ مرچکی تھی۔ میر محمد امین کی بیٹی جو شجاع الدولہ کی والدہ اور صفد جنگ کی بی بی ہے بیانے میں اپنے والد کے ہمراہ تھی اور اس وقت اسکی عمر پانچ یا اس سے کچھ زیادہ برسوں کی تھی لیکن فرخ بخش مولفہ محمد فیض بخش سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر اس لڑکی کی اس وقت ۵۱ برس کی ہوگی کیونکہ سال ۱۱۲۰ ھ ہجری میں دہلی میں اپنے باپ کے ساتھ آئی تھی تو اس وقت اسکی عمر سات سال کی تھی۔

میر محمد امین کا نواب حسین علی خان برادر قطب الملک کے قتل کی سازش میں شریک ہو کر اس کو مروا ڈالنا

حسین علی خان کا بڑا بھائی عبدالعزیز خان جو فرخ سیر شاہ ہندوستان کا وزیر اعظم تھا لائق فائق آدمی تھا مگر عیاش اور کاہل بھی تھا اور یہی باعث تھا کہ اسکی وزارت کا کام اُسکے نائب رتن چند نام ایک ہندو کی سعی و اہتمام پر موقوف تھا جسکی سخت تدبیروں اور خود مختاری کے طوروں کی بدولت انتظام اُس کا عام پسند نہ تھا غرض کہ نائب کی برکرداری اور منصب کی غفلت شعاری سے فرخ سیر کو یہ بُرائی مل گئی کہ وہ اپنی پوری خود مختاری کی تدبیر سے بچنے لگا اور اُسکے اس ارادے کے باوجود چرچے ہوئے کہ وہ اپنے وزیر کو بھانسنے چاہتا ہے عبدالعزیز خان نے

کی بدولت خفیہ خط و کتابت کا رشتہ کھلا اور رفتہ رفتہ یہاں تک پہنچی کہ ایک گروہ قائم ہو گیا جس میں میر محمد امین معروف بہ سعادت خان ابن میر محمد نصیر کو دوسرا درجہ حاصل تھا اگرچہ یہ سازش ہزاروں پردوں میں کی گئی مگر سیدون کے دلوں پر بڑے بڑے خیال گذرنے لگے جبکہ آصف جاہ کی بغاوت فرو کرنے کے لیے دکن کو جانے کا کام سیدون پر آ پڑا تو انھوں نے بادشاہ کو قابو میں رکھنے کے لیے یہ بات قرار دی کہ حسین علی خان بادشاہ اور بعض مشتبہ امیروں سمیت دکن کو روانہ ہو اور عبداللہ خان دلی میں موجود رہے اور بادشاہ کے مضار و منافع کی نگرانی رکھے۔ دونوں بھائی بہت سے غور و غوض کے بعد اگر سے روانہ ہوئے چنانچہ حسین علی خان نے دکن کو اور عبداللہ خان نے دلی کو باگ اٹھائی اور سازش کرنے والوں نے دونوں کی جدائی سے قیاس کیا کہ مراد پوری ہونے کا موقع ہاتھ آیا چنانچہ حسین علی خان کا قتل تجویز ہوا تاریخ سلاطین متاخرین ہند اور آثار الامرائین لکھا ہے کہ جب نواح اکبر آباد میں محمد شاہ کا لشکر پہنچا تو میر محمد امین معروف بہ سعادت خان بڑا ہنر مند ہندو بیانی سے بھاری جمعیت کے ساتھ اپنے بعض مطالب کے سرانجام کی غرض سے اگر شامل ہوئے۔ عداوت سعادت میں انکی فوج کی تعداد چودہ ہزار سپاہ و سوار بتائی ہے بادشاہ نے میر محمد امین کے اتنی سپاہ کے ساتھ آنے کو غنیمت جانا۔ اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ نواب حیدر قلی خان میر آتش (افسر نوچانہ) نے بادشاہ سے انکی بہت تعریف کی بادشاہ تو ایسے جزا شخص کے دل سے خواہاں تھے کہ وہ سادات بارہ کا استیصال کرے نواب حیدر قلی خان نے اپنی فرزند کی کے ساتھ میر محمد امین کو عزت بخشی اور بادشاہ نے حیدر قلی خان کی سفارش سے انکو سعادت خان بہادر کا خطاب دیا اور انکے بڑے بھائی کو جن کا انتقال آٹھ سال پہلے ہجری میں ہوا سیادت خان کا خطاب عطا کیا اور آثار الامرائین لکھا

بیٹے کو رفیع الدرجات کے خطاب سے تخت نشین کیا مگر یہ بادشاہ سل کی بیماری سے تین مہینے کے بعد مر گیا تب اُسکے بڑے بھائی کو رفیع الدولہ محمد شاہ جہان ثانی کے خطاب سے سنہ مذکور میں تخت پر بٹھایا۔ مگر اُسکی عمر نے وفات کی چنانچہ وہ بھی تین مہینے سے کم عرصے میں جہان فانی سے گذرا۔ اگرچہ اُسکے مرنے سے سیدون کو تھوڑا بہت تردد لاحق ہوا مگر بعد اُسکے ایک نہایت قوی آدمی کو جانشین اُس کا کیا۔ یہ جوان آدمی روشن اختر ولد جہان شاہ ابن شاہ عالم بہادر شاہ تھا جس کا حال اپنی پہلی حالت میں عام لوگوں کی حالت سے بہتر نہ تھا یعنی وہ کسی زیور کمال سے آراستہ نہ تھا۔ ماہ ذیقعدہ ۱۱۳۱ ہجری مطابق ماہ ستمبر ۱۷۱۹ء میں یہ شہزادہ محمد شاہ کے خطاب سے تخت پر بٹھا۔ ۵

روشن اختر بود اکنون ماہ شد یوسف از زندان برآمد شاہ شد
محمد شاہ نے اپنی ماں کے سکھانے پڑھانے سے سیدون سے علانیہ بگاڑ نہ کیا نہایت حزم و احتیاط اس معاملے میں برتے تھے اور بڑے صبر اور تحمل سے ایسی صورتوں کے منتظر تھے جو انکے استحقاق حکومت کے ممد و معاون اور دعویٰ سلطنت کے موافق اور مناسب ہوں اور نہایت مخفی طور پر ایسی باتوں کو سوچتے تھے جسکے ذریعہ سے انکو جلد آزادی حاصل ہو اور اس بڑے خوفناک ارادے میں صلاح کار انکا وہ اعتماد الدولہ محمد امین خان چمن بہادر تھا جس نے فرخ سیر سے جب کنارہ کیا تھا کہ انکو زبان کاٹا اور خاص اپنے معاملے میں سپیٹ کلہا پایا تھا۔ اگرچہ سیدون کے زور و قوت اور غرور و نخوت سے محمد امین خان کمال متنفّر تھا مگر کام کام اُن سے زمانہ سازی کی راہ سے موافقت پیدا کی تھی۔ محمد امین خان محمد شاہ سے ترکی زبان میں بات چیت کرتا تھا۔ اگرچہ سیدون کے رشتہ دار اور آدرے بادشاہ کو گھیرے رہتے تھے مگر بات چیت انکی چلی جاتی تھی اور جبکہ انکے آپس میں اشارے کنائے ہونے لگے تو اُس

اور میر حیدر بالکی کا پایہ پکڑ کر ساتھ چلنے لگا اور اپنا حال عرض کر تا جاتا تھا جبکہ امیر الامرا
 عرض کی طرف بالکل متوجہ ہو گیا تو میر حیدر نے دفعۃً اُسکے پیٹ میں چھ امار اکہ جگر کے پار
 ہو گیا اُسوقت امیر الامرا کے منہ سے صرف یہ نکلا کہ بادشاہ کو مار ڈالو اور حیدر بیگ خان کے
 سینے پر اک لات ماری اس صدر سے بالکی کو جھٹکا لگا اور لاش زمین پر گر گئی جیسا کہ جلد دوم
 شیخ الاخبار میں ہے۔ نواب کے پھوپھی کے بیٹے نور الدین خان پسر اسد اللہ خان نے اور تذکرۃ السلطین
 جستانی کی روایت کے موافق عظمت اللہ خان ولد اسد اللہ خان نے قاتل کو بھی مار ڈالا جب امیر الامرا
 مر گیا تو مغلوں نے اُس کا سر کاٹ لیا اور بادشاہ کے پاس لے گئے اس قوی وزیر کے مرنے سے
 اہلی فوج میں ہل چل پڑ گئی اور اُسکے رشتہ داروں اور رفیقوں اور سازش کرنے والوں اور اُن کے
 رفیقوں میں بڑا جھگڑا قائم ہوا اور غیرت خان امیر الامرا کے بھانجے نے دو تین ہزار سواروں کو ساتھ لیکر
 بادشاہ سے مقابلے کا ارادہ کیا۔ سعادت خان حیدر علی خان کے ہمراہ اعتماد الدولہ
 محمد امین خان چچین بہادر کے فرمانے سے بے باکانہ حرم سرے بادشاہی کے دروازے پر
 جس میں بادشاہ تشریف رکھتے تھے ایسے وقت میں پہنچ گئے کہ حسین علی خان کے
 جان نثار بادشاہ کے قتل پر آمادہ تھے اس وقت بادشاہ کی ماں باہر نکلنے سے بادشاہ کو
 روک رہی تھی کہ سعادت خان دشمنوں کو صاف کر کے امیر الامرا کا سر ہاتھ میں لے گئے
 چند تورانی مغلوں کو ساتھ لیکر اور شمال منہ پر ڈالکر زبانے میں گھس گئے اور بڑی ہمت
 و سماجت اور خوش آمد کر کے بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر باہر لائے اور اُن کو اسپر آمادہ کیا کہ اپنے
 خیر خواہوں کی سرداری اختیار کر کے سیدوں سے علانیہ جنگ کریں۔ اعتماد الدولہ نے
 بادشاہ کو اپنے ہاتھی پر بٹھایا اور خود خواصی میں بادشاہ کے ساتھ بیٹھا اس وقت بہت کم آدمی
 جمع ہو سکے تاہم حیدر علی خان نے توپخانے کے سپاہیوں کو مستعد کر کے ہر اول میں رکھا

ہے کہ مرزا مقیم کے باپ کو سیادت خان کا خطاب دیا تھا جو سعادت خان میر محمد امین کے بہنوئی تھے۔ تاریخ سلاطین متاخرین ہند اور آثار الامار سے ثابت ہے کہ سعادت خان بہادر کا خطاب انھیں حسین علی خان کے واقعہ کے بعد ملا تھا۔

منتخب اللباب میں مذکور ہے کہ سعادت خان میر محمد امین نے اعتماد الدولہ محمد امین خان سے بہت دوستی پیدا کر لی یہاں تک کہ اُس کے ہمراز اور شریک فہمات ہو گئے۔ سعادت خان کے دل میں ہمیشہ فرخ سیر کے خون ناحق کا بغض جوش رہتا تھا انھوں نے میر حیدر خان کاشغری برادر شاہ پور خان کو جو ان کا رفیق تھا حسین علی خان کے قتل کے لیے آمادہ کیا اور یہ راز ان تینوں شخصوں نے یہاں تک مخفی رکھا کہ بادشاہ اور فرید الدین خان پسر اعتماد الدولہ محمد امین خان تک کو واقف نہ ہونے دیا البتہ دو عورتیں آگاہ تھیں ایک بادشاہ کی والدہ دوسری صدر النساء جسکو عبداللہ خان کی وجہ سے عزت و ترقی حاصل ہوئی تھی مگر عالم شاہی سے ثابت ہوتا ہے کہ بادشاہ بھی اس مشہورے میں شریک تھے اور انھوں نے میر حیدر سے کہا تھا کہ اگر تو نے حسین علی خان کو مار ڈالا اور خود زندہ رہا تو ہفت ہزاری منصب پر پہنچا دوں گا اور اگر تو مار گیا تو تیری اولاد کے ساتھ بڑا سلوک کروں گا چھ ماہ شنبہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۲۲ھ ہجری کو فتحپور سے ۵۳ کوس پر مقام ٹوڈہ میں بادشاہ کا قیام ہوا محمد امین خان بادشاہی سراپردے کے قریب برہمچر تاج اور بے کارادہ ظاہر کر کے حیدر علی خان کے نیچے میں چلا گیا اور امیر الامرا حسین علی خان خیمہ سلطانی سے ٹکرا پنے لشکر کو حازم ہوا اُس وقت میر حیدر خان نے ایک عرضی محمد امین خان چیم بہادر کی شکایت میں لکھی اور امیر الامرا کو دینے کے لیے چلا۔ امیر الامرا جھاردار پالکی میں سوار گلال باڑی کے پاس پہنچا تھا کہ میر حیدر خان نے عرضی کا کاغذ دور سے بلند کیا نواب نے اُس کو پاس لے لیا اُسے نواب کو عرضی دکھائی دے ٹپٹے لگا

سعادت خان کا چودہ ہزار سپاہ کے ساتھ شریک ہو کر قطب الملک عبداللہ خان سے جنگ کرنا

عبداللہ خان اب تک دلی نہ پہنچا تھا کہ بھائی کی سنداؤنی پہنچی اُس نے دلی میں رفیع القدر کے بڑے بیٹے ابراہیم کو جو مقید تھا ابوالفتح ظہیر الدین محمد ابراہیم کے لقب سے بادشاہ بنایا اور اُس کے نام کی منادی کرائی اور اُسکی طرف سے لوگوں کو مراتب عنایت کیے۔ اور اپنی فوج لیکر آگرے کی جانب روانہ ہوا جاٹوں کا سردار چورامن جس کو سید عبداللہ خان نے ماہدار خان خطاب اور کچھ گائون جاگیر میں دیے تھے راہ میں آگرے سے ملا اور بہت سے ٹوٹے پھوٹے سید بھی اُس کے پاس آگئے جو بادشاہ کی اطاعت کے بعد اُن کو چھوڑ کر بھاگے تھے اور سعادت خان برہان الملک کو بھی جو ہندوستان میں ان کے فوجدار تھے ایک خط بھیجا کیونکہ اُن کی ترقی دولت کا باعث نواب عبداللہ خان کا دیوان اسے رتن چند ہوا تھا لیکن انھوں نے بغور کامل حقوق سلطانی اور اپنی دنیاوی نیک نامی کو مقدم سمجھا اور چودہ ہزار سپاہ سوار کی جمعیت کے ساتھ بادشاہ کے شریک رہے محمد شاہ کو اُن چار ہزار سواروں کے پہنچنے سے تازہ مدد پہنچی جنکو جے سنگھ راجہ نے اُنکی امداد و اعانت کے لیے شتابی میں روانہ لیا تھا۔ محمد خان سنگھس بھی تین ہزار سپاہ کے ساتھ اور عزیز خان روہیلہ اور بایزید خان میواتی چار ہزار سپاہ کے ساتھ بادشاہ کی مدد کو آگئے۔ نوین محرم ۱۱۳۳ھ ہجری کو بلو شاہ لی فوج شاہ پور سے گذر کر ٹھہری اور قطب الملک حسن پور میں بادشاہ کے لشکر سے تین کوس کے فاصلے پر آکر مقیم ہوا۔ روزہ پنجشنبہ ۱۳ محرم ۱۱۳۳ھ ہجری کو عبداللہ خان نے خوج آراستہ کی اور سلطان محمد ابراہیم کے ساتھ غول میں آپ کھڑا ہوا اور خواجہ عبدالغنی

اور غیرت خان پر گولہ باری شروع کی قمر الدین خان اور سعادت خان اُسکی مدد کو پہنچے اور یہ بھی لڑنے لگے۔ اس عرصہ میں امیر الامرا کا تمام لشکر لٹ گیا اور غیرت خان بھی مارا گیا اور سعادت خان غیرت خان کے لشکر کی کوٹ سے سرمایہ دار بن گئے۔

سیدون کا گروہ میدان سے بھاگ نکلا اور بہت سے سیدون نے فوج کے اس حصے سمیت جو کسی فریق کا مدد و معاون نہوا تھا بادشاہ کی اطاعت اختیار کی چونکہ سعادت خان نے رفعت حسین علی خان کی شورش کے دفع کرنے میں بڑی کوشش سے حملے کیے تھے اور اُنکی بیخ کنی کی تھی اس جلد و میں اُن کا منصب پنجہزاری ذات تک پہنچ گیا اس میں اصلی منصب اور اضافہ دونوں شامل تھے اور پانچ ہزار سوار اور بہادری کا خطاب اور علم اور نقارے سے ترقی پائی جیسا کہ آثار الامرا اور تاریخ سلاطین متاخرین ہند میں ہے لیکن محمد ہادی کا مورخان نے تذکرۃ السلاطین چغتائی میں تین ہزار سوار لکھے ہیں — محمد شاہ نے محمد امین خان جین بہادر کو اپنا وزیر بنایا اور مصمصام الدولہ کو میر بخشی کیا اور قمر الدین خان کو بخشی دوم کیا اور حیدر علی خان کو مفت ہزاری منصب اور شش ہزار سوار و اسپیہ و کیر دہلی کو کوچ کیا۔ محمد ہادی موسوم بہ کامو خان نے تذکرۃ السلاطین چغتائی میں یون بیان کیا ہے کہ دہلی کے راستے میں جب بادشاہ کا مقام موضع گوپال پور کے قریب ہوا تو اس جگہ ۳۲ ذیحجہ ۱۱۳۲ھ ہجری کو سعادت خان کوشش ہزاری منصب اور پانچ ہزار سوار اور صوبہ اکبر آباد کی حکومت اور خلعت خاصہ اور سپ و فیل اور علم و نقارہ بادشاہ نے عطا کیا اور مرآت جہان نامے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۳ ذیحجہ ۱۱۳۲ھ ہجری میں یہ صوبہ اُن کے تفویض ہوا تھا۔

سائے میں جا کر بادشاہی لشکر پر ایسی آگ برسائی کہ طائر خیال کے پر جلنے لگے نامی بہادر وں کے چہرہ پر ہوا سیان اڑنے لگیں حیدر قلی اور مصمام الدولہ یہ حال دیکھ کر نصرت خان اور ثابت خان کے ہراول پر آئے اور نجم الدین علیخان کے مورچے میں توپوں کی شہر فرمائی تھیں آگ لگا دی یہاں تک کہ وہ مورچہ سیدوں کے ہاتھ سے نکل گیا جمعرات کا نام دن یومین ہلائی میں بسر ہو کر جمعہ کی جس وقت تھوڑی رات گزری تو حیدر قلی خان نے توپخانہ بڑھانیکی کوشش کی لوے مارتے ہوئے قدم بڑھایا جہان کھڑا تھا وہاں سے آہستہ آہستہ آگے کو بڑھا عبداللہ خان علی فوج پر گولے برستے رہے اکثر سہرا ہی مجروح و مقتول ہوئے اور اسکا اکثر اہل تھی نشینوں نے بھاگنا شروع کیا جنگو گنواروں نے ٹوٹ لیا پھلی رات کو راجہ حکم سنگھ کی سواری کے ہاتھی کے گورہ لگا حکم سنگھ گھوڑے پر سوار ہو کر رن سے اس طرح باہر نکل گیا کہ دیر تک اس کے مرنے جینے کی خبر معلوم نہ ہوئی ۱۴ محرم کو جمعہ کے دن عبداللہ خان کے ساتھ ایک لاکھ سوار و زمین سے صرف پندرہ سولہ ہزار سوار باقی رہ گئے تھے جب سوچ بچار کیا تو بادشاہ پسند ہاتھی پر محمد شاہ سوار ہوئے آٹھ نوپہر شب دروز بادشاہ بہ نفس نفیس میدان جنگ میں اپنے جان نثاروں کے ساتھ موجود رہے بادشاہ نے پورس کا حکم دیا اور نجم الدین علیخان اور دوسرے سادات بارہ نے جو نہایت دیر تھے قدم جڑات آگے بڑھایا اور بادشاہی فوج پر ٹوٹ کر قیامت برپا کر دی حیدر قلی خان اور مصمام الدولہ نصرت یار خان نے سیدوں کا مقابلہ کیا دو دنوں طرف سے تیر و تفنگ سے آگ برسنے لگی ہتھیاروں کے دل جلنے لگے ایسے وقت میں سعادت خان بڑھیکے پہونچکے طرفین کے بہت سے آدمی کام آئے نجم الدین علی خان بھی سخت مجروح ہوا عبداللہ خان اپنے مہائی پر وقت تنگ دیکھ کر باقی ماندہ دلاوروں کو ساتھ لیکو نجم الدین علی خان کی مدد کو بڑھا چورامن جاٹ نے بادشاہی لشکر کے عقب میں پہونچ کر بہیر پر حملہ کیا اور کئی آدمی مار ڈالے

ولد خواجہ عبدالرحیم کو محمد ابراہیم کی خواہی میں بٹھایا۔ اور نجم الدین علیخان و سیف الدین
 علی خان و شجاعت الدخان و عبد النبی خان اور بہت سے سادات بارہ اور اپنے نوکر
 افغانوں کو لشکر کا ہر اول کیا اور بخشی الملک سید صلابت خان بہادر و غازی الدین خان
 بہادر غالب جنگ و لشکر الدخان و فیض محمد خان و نعمت الدخان و ہیرام خان و میر خان
 و حامد خان و حمید الدین خان کو پیش لشکر کی مدد کے لیے مقرر کیا اور شہامت خان
 و فتح محمد خان و مکمل خان و تہور علی خان بارہ و راجہ حکم سنگھ و عبد القادر خان و حفیظ اللہ
 خان و مرید خان و خدا داد خان و غیرہ اپنے مددگاروں کو مین و یسار میں کھڑا کیا اور
 توپخانے کو ہر اول کے آگے رکھا۔ بادشاہ کی طرف بھی مقابلے کی تیاری ہوئی اور جمعرات کو بادشاہ
 مقابلے کے لیے سوار ہوئے اعتماد الدولہ بہادر ظفر جنگ و وزیر اعظم و قمر الدین خان ہمسار
 و سیف الدخان بہادر و اردو غہ گرزداران و امین الدین خان میر توڑک و معتمد الملک میر جلیہ بلور
 و عزیز خان بہادر چغتہ کو بادشاہ نے اپنے پاس قلب میں کھڑا کیا۔ حیدر علی خان ناصر جنگ
 افسر توپخانہ ہر اول میں متعین ہوا۔ امیر الامراخان دوران بہادر مصام الدولہ خان دوران بہادر
 منصور جنگ کو میسرہ پر کھڑا کیا اور سید نصرت خان و ثابت خان عرف جعفر بارہ اور دوسرے
 امرا ان کی رفاقت کو مقرر ہوئے اور محمد خان بگلش والی فرخ آباد دست راست پر متعین ہوا
 اور بخشی الملک ظفر خان بہادر رستم جنگ و راجہ راج بہادر راٹھور و راجہ کلیان سنگھ بھدور
 عقب فوج کی حفاظت کے لیے مقرر ہوئے۔ رات جہان نادر امیر المتاخرین اور منتخب اللباب سے
 ثابت ہے کہ جہان الملک دست راست پر تھے اور آثار الامرا میں لکھا ہے کہ وہ اُس وقت
 میسرہ کی جانب تھے ابھی کسی قدر رات کا اندھیرا باقی تھا کہ لڑائی شروع ہوئی نجم الدین علیخان
 برادر عبداللہ خان نے دس بارہ ہزار سوار اور توپخانہ آتش بار کے ساتھ گنجان درختوں کے

بھگورون بین سیف الدین علی خان اور شجاعت الدخان اور ذوالفقار علی خان اور
عبدالمدخان ترین وغیرہ سردار تھے اور بخشی فوج نے بھی ان مفرد ورن کا ساتھ دیا۔ بعض
لگتے ہیں کہ عبدالمدخان ابھی ہاتھی سے اترتا تھا کہ سیف الدین علی خان نے میدان چھوڑ دیا
تھا راستے میں اس بھاگی ہوئی جماعت کو گنوارون نے بہت دق کیا اور بہت سے ہاتھی
پھینک دیے عبدالمدخان قطب الملک کے ہاتھ پر تلوار کا زخم ہو چکا تھا اور پیشانی پر نیز لگا تھا
شوقت حیدر قلی خان تھوڑے سے ساتھیوں کے ساتھ ہاتھوں میں نگلی تلواریں لیے ہوئے
عبدالمدخان کے سر پر پہنچ گیا۔ عبدالمدخان نے اپنی سیادت کو شفیع ناکر مان جان چاہی
یہ کہہ کر مجھے بادشاہ کے پاس لے چلو جو انکی مرضی ہو وہ کریں حیدر قلی خان نے اُس کو
قتل نہیں کیا اُسی طرح گرفتار کر کے شال سر پر باندھ دی۔ بنجم الدین علی خان مجروح بھی گرفتار
ہوا اسکے تیرہ چودہ زخم آئے تھے انکو بادشاہ کے پاس لائے انھوں نے دونوں کو میر آتش
کے سپرد کر دیا اور دوسرے سردار بھی گرفتار ہو کر آئے حامد خان اور عبدالنبی حسان اور
دوسرے سردار بادشاہ کی اطاعت کے لیے فوج شاہی میں حاضر ہو گئے عبدالمدخان کے
ہاتھی گھوڑے اور کارخانے اور خزانہ جو کچھ لگنے سے بچا ضبطی میں آیا۔ سلطان ابراہیم بھی گرفتار
ہوا۔ چونکہ اُسے عبدالمدخان کی شرکت مجبوری اختیار کی تھی اس لیے اُسکی جان بخشی ہوئی۔
اعتبر وایا اولی الابصار اس واقعہ کی تاریخ ہے۔

سعادت خان میر محمد امین نے اس جنگ میں بڑی جواغردی دکھائی تھی بادشاہ نے
اُن کے منصب میں اور اضافہ کیا اصل اور اضافہ ملا کر ہفت ہزاری منصب ذات پر
پہنچا دیا اور سات ہزار سوار اور خطاب برہان الملک بہادر بہادر جنگ عطا کیا اور

ایک ہزار کے قریب ہیل اور اونٹ بارہ داری کے جو جمنائے کنارے ریت کے ٹیلے پر جمع تھے
 کپڑے اور لنگر خانے کا کچھ سامان اور صدارت کا دفتر بھی لوٹ لیا اور اس تاراجی کے بعد
 عبدالمد خان کی کمک کے لیے چلادشاہ نے جو دورے اُسکی جمعیت کو دیکھا تو اپنے ہاتھ سے
 چار تیر اُسکی طرف پھینکے عہد والدہ محمد امین خان اور ہادی خان داروغہ بند و قہارے خاص
 اُسکے مقابلے کو ادھر سے گئے عبدالمد خان کے پہونچنے سے نجم الدین علی خان کی سپاہ قوی دل
 ہو کر حکمران لگی بادشاہ کی طرف سے مصاصم الدولہ بھی نہایت دلیری کے ساتھ مقابلہ کر رہا تھا
 اسپر بھی بادشاہی لشکر کے بہت سے آدمی گھبر گئے اور صفوینین پریشانی پیدا ہونے لگی یہ حالت
 دیکھ کر سعادت خان اور محمد خان سنگیش انکی تقویت کے لیے متوجہ ہوئے اور انھوں نے
 یہ ارادہ کیا کہ عبدالمد خان کی فوج کی کمرگاہ پر حملہ کیا جائے عبدالمد خان نے اس ارادے پر
 مطلع ہو کر اپنا ہاتھی حیدر قلی خان کے مقابل بڑھایا ادھر سے بھی اُسکے حملے کا جواب ملنے لگا
 اس موقع پر ابو الحسن خان بخشی سائر کا بھائی سید علی خان بخشی رسالہ زخمی ہو کر گرفتار ہوا
 شیخ ہشیل جو سید عبدالمد خان کے توپخانے کا انتظام کر رہا تھا اسپر طالع یار خان نے حملہ کر کے
 قتل کر ڈالا راجپوت بادشاہی فوج میں تھے اُسکی لاش کو گھسیٹ کر بادشاہی لشکر میں لینگے
 حیدر قلی خان اور دوسرے جو افرادیسی پھرتی سے عبدالمد خان پر ٹوٹ پڑے کہ اُس کو
 انظار بہادری کا موقع ہی نہ ملا اس وقت عبدالمد خان کے ہمراہ دو تین ہزار سوار تھے
 اور وہ ہاتھی پر بیٹھا تھا اُس نے یہ خیال کیا کہ اگر میں ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہو جاؤں گا
 تو سواران ہمراہی گھوڑوں سے اتر کر جانفشانی کرینگے چنانچہ وہ ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر
 سوار ہوا سرداران ہمراہی نے جو اُسکے ہاتھی کو خالی دیکھا تو یہ سمجھے کہ شاید عبدالمد خان مار گیا
 یا یہ سمجھے کہ آخر کا شکست ہوگی۔ عبدالمد خان کو تنہا چھوڑ کر میدان سے بھاگنے لگے۔

سعادت خان برہان الملک اس کام کے لیے اکبر آباد سے بلائے گئے کیونکہ امرے حاضر حضور
اس مہم پر جانے سے جی چڑاتے تھے۔ سعادت خان حکم کے پہنچتے ہی بطریق یلغار اکبر آباد
سے روانہ ہوئے اور آخر ذی قعدہ ۳۳۳ھ ہجری میں داخل دہلی ہوئے جب انھوں نے
اس مہم کے لیے سامان وغیرہ چاہا تو بعض امرے بزدل ساتھ دینے کو تیار نہ ہوئے اور نہ بادشاہ
نے اس قدر سامان سے اعانت کی جس قدر وہ چاہتے تھے اس لیے اٹھ جانا ملتی رہا۔

نیل کنٹھ ناگر نائب سعادت خان برہان الملک کا اکبر آباد
میں مارا جانا صوبہ اکبر آباد راجہ جے سنگھ کچھواہہ کو ملنا۔
برہان الملک کا صوبہ اودھ کی حکومت پر مقرر ہونا اور
وہ پچانہ شاہی کی افسری بھی پانا

صوبہ اودھ کی خدمت گردھر بہادر ناگر کے متعلق تھی جب بادشاہ کو یہ حال معلوم ہوا کہ
اسکا انتظام خطر خواہ نہیں ہو سکتا بڑی بے انتظامی ہے تو بادشاہ نے برہان الملک کو
یہ خدمت دی ظاہر صوبہ اودھ علاوہ صوبہ اکبر آباد کے برہان الملک کے سپرد ہوا تھا۔

تاریخ تقرر سعادت خان بصوبہ داری اودھ

نواب محمد امین یافت	تشریف اودھ بقدر افزون
گفتش ملک از سر بشارت	تشریف اودھ بود ہمایون

۱۵ دیکھو سیر المتاخرین و منتخب اللہ باب ۱۲

۱۶ دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

ماہی مراتب بھی بخشا اور خلعت فاخرہ بھی دیا۔ ۱۷

سعادت خان برہان الملک کو صوبہ اکبر آباد کی حکومت اور خواص بادشاہی کی داروغگی ملنا

مرآت جہان نامین محمد شفیع کہتا ہے کہ بادشاہ نے ۲۲ ربیع الاول ۱۰۳۳ھ ہجری کو
انجن خلوت میں سعادت خان کو اپنے خواصوں کی داروغگی اور خلعت خاصہ بخشا اور
اسی سنہ میں بادشاہ نے انکو اکبر آباد کا صوبہ دار کیا اور انکے بھتیجے نثار محمد خان کو نواب
شیر جنگ خطاب دیا سعادت خان بادشاہ سے رخصت ہو کر صوبہ اکبر آباد میں داخل ہوئے۔
سرکشوں کی بیخ کنی میں بڑی کوشش کی تین چار قلعے جو مستحکم کی طرف اور شاہ جہان آباد
کی راہ پر تھے محاصرہ اور گشت و خون کے بعد دشمنوں سے چھین لیے ان جنگوں میں
انکے ساتھ چار سو کے قریب آدمی مارے گئے اور دشمن بھی بہت سے مقتول اور مجروح
ہوئے بادشاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو برہان الملک کے لیے خلعت اور خنجر مرصع اور
ایک فرمان انکی بہادری کی تعریف اور اپنی عنایت کے اظہار میں انکو بھیجا۔

ہمارا جہ اجیت سنگھ والی جو دھلوپور کے سپہ صوبہ اجمیر و احمد آباد بھی تھے ۱۰۳۳ھ ہجری
میں ان صوبوں کی بہت سی رعایا نے دہلی میں حاضر ہو کر ستغاثہ کیا کہ راجہ نے اپنے
ماتحت علاقے میں گاؤں کشتی بند کر دی ہے بادشاہ نے دونوں صوبے اُس سے نکال لیے
حیدر علی خان کو صوبہ گجرات دیا اور مظفر علی خان کے سپہ صوبہ اجمیر کیا اجیت سنگھ نے
بغاوت پر کمر باندھی۔ بادشاہ نے اُسکو سزا دینا چاہا اور حیدر علی خان کی تجویز سے

۱۷ دیکھو سیر المتاخرین ۱۷۱۷ دیکھو مرآت جہان نامہ

پر گنہ گری میں ہے راجہ رام پسر بھگونت ابن خان چند جاٹ قابض تھا یہ شخص علاقہ ٹھانڈاؤ
میں غارتگری کیا کرتا تھا اس وجہ سے گرفتار ہو کر مارا گیا۔ اس کا بیٹا فتح سنگھ تھا گڑا سیمین
اپنی قوم کے خوش رکھنے کی لیاقت نہ تھی موضع سنسنی کے کل آدمیوں نے جہان بدن سنگھ
پر رسوج مل جاٹ حکمران تھا جمع ہو کر فتح سنگھ کو خارج کیا اور چورامن ابن برج ولد
خان چند جاٹ کو سردار بنایا۔ رستم جاٹ نے چورامن جاٹ سے اتفاق کر کے ایسی غارتگری کی
کہ دہلی اور اجمیر اور آگرہ اور گوالیار کے راستے بند کر دیے فرخ سیر کے وزیر نے چورامن کو
خطاب راہدار خان اور پانچ پر گنہ گراؤ رکھو اور مدیٹی (پے ای) اور بیلگر اور آڈو دیکر
غارتگری سے منع کیا اور رستم جاٹ اور اسکے پسر بھگرن کو بعلط خلت بہادری دیہات
بھرتپور دملح و آگاہ پور و بارہ و اکرن وغیرہ کی راہزنی سے باز رکھا۔ مگر یہ تدبیر کچھ کارگر
نہوئی۔ سمیشٹ بکری میں چورامن بعلت قضیہ محکم سنگھ پسر خود نہر کھا کر فوت ہوا۔
محکم سنگھ نے باپ کا قائم مقام ہو کر بدن سنگھ بن خان چند سے نا اتفاق پیدا کی بدن سنگھ
نے مہاراجہ سوانی جے سنگھ کی مدد سے محکم سنگھ کو شکست دیکر بھگا دیا اب بدن سنگھ تھون پر
بھی قابض ہو گیا۔ بعض مورخ یہ کہتے ہیں کہ یہ لڑائی خود چورامن سے ہوئی تھی اور بعد شکست کے
چورامن اور محکم سنگھ دونوں مفور ہوئے اور بدن سنگھ نے فتحیاب ہو کر کل قوم جاٹ کی افسری
اصل کی۔

اودھ کی حقیقت

اودھ کا قدیمی نام اترکوشل ہے۔ شاسترین لکھتے کہ منو نے سب سے پہلے یہ شہر بسایا
بتداین دہ راجہ راجندر کارا راجدھانی تھا۔ والیک اسکو وسعت طول میں بارہ یوگن لکھتے
ین اور ایک یوگن بہ کوس کا ہوتا ہے۔ ابوالفضل نے آئین اکبری میں ۸۴۸ کوس لمبا اور

دیگر

چو یافت میر محمد مین سعادت خان بنظم ملک اودھ خلعت از شہ شہان
 زماہ و سال دلم جُست ہائے فرمود ہزار و یک صد و سی بعد از ہجرت ان
 برہان الملک صوبہ اودھ کے انتظام کے لیے روانہ ہوئے اور اکبر آباد میں اپنے ایک نائب
 رائے نیلکنٹھ کو چھوڑا۔ نیل کنٹھ ایک روز رات ہی پر سوار چلا جاتا تھا کسی بڑے زمیندار کے
 اشلے سے ایک جاٹ درختوں کے جھاڑے میں مخفی ٹھیکھا تھا جب اُسکے برابر سواری پہنچی تو اُسے
 نیل کنٹھ پر بندوق سر کی جسکی گولی سینے کے پار نکل گئی۔ برہان الملک کو جب یہ خبر پہنچی
 تو انھوں نے اودھ سے اکبر آباد کی طرف عزم کیا تاکہ اپنے نائب کا بدلہ لیں۔ دربار میں
 صمصام الدولہ نے یہ سازش کی کہ اکبر آباد کی خدمت برہان الملک سے نکلوا کر راجہ جے سنگھ
 کچھواہہ کو دلا دی اور برہان الملک کے پاس صرف اودھ کی صوبہ داری ہی مگر ناظر الامرا
 سے معلوم ہوتا ہے کہ چورامن جاٹ جو سادات بارہ کے متوسلون سے تھا سلطان ابراہیم
 اور عبداللہ خان کے ہمراہ بادشاہ کے مقابلے میں کام آیا تھا اُسکے بیٹوں نے اپنے قلعوں کو
 مضبوط کر کے خود سری اختیار کی تو برہان الملک اگلی سزا دہی کے لیے مامور ہوئے اور اُنکی
 بیخ کنی میں بہت کچھ کوشش کی مگر جنگل کے گنجان ہونے کی وجہ سے اُنکا قدار واقعی سہتصال
 نہ ہو سکا اسلئے بادشاہ نے صوبہ اکبر آباد کی حکومت سے اُنکو بدل دیا اور توپخانے کی داروغگی اور
 اودھ کی صوبہ داری عطا کی۔ برہان الملک نے اس صوبہ میں پہونچکر بہت سی فوج جمع کی اور
 بھاری توپخانہ تھپا کیا ملک کا بخوبی انتظام کیا سرکشوں کو سزائیں دیں اور بعض کے ساتھ
 ملائمت کا برتاؤ کیا اور اس طرح اُنکو قابو میں لائے۔

دقائق راجپوتانہ میں چورامن کی حالت یوں بیان کی ہے کہ موضع تھون پر جواب

اہل مذاق کے درد زبان ہیں کہتے ہیں کہ سوامی رامانند کے زمانے میں ایک برہمن کی بیوہ لڑکی کے پیٹ سے ایک لڑکا پیدا ہوا مان نے برادری کے ڈر سے اس بچے کو بنارس میں لے کر لے کر اس کے پاس ڈال دیا اتفاق سے ایک جولاہہ جس کا نام نوری تھا اور اُسکی بیوی گھر سے نکل کر پاس کے گاونوں کو جا رہے تھے دونوں نے اُس لڑکے کو اٹھا لیا اور اُسکی پرورش شریع کی بچپن سے اُسکے مزاج میں خدا کی لو لگی تھی اور وہ گھنٹوں اُس کا دھیان کیا کرتا تھا مان باپ نے یہ عادت چھڑانے کے لیے بچپن ہی میں اُسکی شادی کر دی مگر یہ تدبیر کچھ کام نہ آئی کبیر کو نہ بیوی سے لگاؤ تھا نہ گھر سے واسطہ بنارس کی زمین میں چکر لگا کرتا اور بھگوان کا دھیان کیا کرتا تھا ایک دن رات زیادہ اُگئی اور اُسکو نیند آنے لگی گنگا کے کنارے گھاٹ کی سیڑھیوں پر سر رکھ کر لیٹ گیا اور آنکھ لگ گئی اُن دنوں سوامی رامانند بڑے عابد تھے وہ اندھیرے منہ گنگا اشنان کو آئے سیڑھیوں سے اتر رہے تھے کہ اٹکا پاؤں کبیر کے سینے پر پڑا وہ رام رام کرتے بیچھے تھے کبیر کی آنکھ کھل گئی اُسکے دل نے گواہی دی کہ یہ جو سویرج کے نکلنے کے پہلے اشنان کرتا ہے کوئی بڑا سادھو ہے اور یہ سچ کر اُنکے ساتھ ہو لیا رامانند نے بھی کبیر کے چہرے سے سمجھ لیا کہ اُسکے دل میں پریم ہے اپنے ساتھ مٹھ میں لے آئے اور چیل بنا لیا کبیر کے مذہب کی اصل بات خدا کی محبت تھی جسکو وہ بھجنوں میں سنانا وہ روپے کا لالچی نہ تھا اکثر فلتے ہوتے اور تکلیفیں ہوتیں مگر ان سب دکھوں پر اُسکی فہم میں فرق نہ آتا اس سے زیادہ سادہ مذہب جہن ہوزہ نماز پوجا پاٹ کچھ نہوا اور کوئی نہیں ہے ضلع بستی کے ایک مقام میں جسکو گنڈو کہتے ہیں موضع رتن پور واقع ہے اس میں کبیر مڑا اُسکی لاش پر بڑے جھگڑے بڑے مسلمانوں نے کہا کہ ہم گاڑینگے ہندوؤں نے کہا کہ ہم جلائیینگے یہ مشہور ہے کہ اُس جھگڑے میں لاش غائب ہو گئی اور اُسکے بجائے پھول رہ گئے

۶۶ کوس چڑا بیان کیا ہے اگرچہ یہ مبالغہ معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ شہر اگلے زمانے میں بہت بڑا ہو گا اس واسطے کہ دور دور تک اس میں پُرانی عمارتیں باقی جاتی ہیں بعد اختتام خاندان مہاراجہ راجندر اچودھیا بالکل اُجاڑ ہو گئی تھی راجہ بکراجیت نے اس شہر کو از سر نو آباد کیا سوائے دریاے سر جو اور ناگیشتر ناتھ کے کوئی نشان باقی نہ رہا تھا یہ مقامات بودھ مذہب کے محلے سے معدوم ہو گئے تھے اور انھیں دونوں موجودہ نشانوں سے راجہ بکراجیت نے ہر ایک مقام کا پتہ لگا کر اور کتب قدیم سے مقابلہ کر کے ۳۶ مندر مہاراجہ راجندر کے متعلق تعمیر کرائے چنانچہ پہلے وہاں بہت سے مندر راجندر جی اور انکے بھائی گلشمن جی اور انکی رانی سیتا جی کے عجیب اور بڑے بڑے بنے ہوئے تھے اب ان میں بہت کم باقی ہیں۔ ہندو اس مقام کو اچودھیا کہتے ہیں اور دفتر بادشاہی و انگریزی میں وہ صوبہ اودھ کے نام سے مشہور تھا مادہ لفظ اچودھیا کا سنسکرت میں لفظ اچودھ ہے اور اچودھ کے معنی نامغلوب کے ہیں اور نیز اراج نام برہما کا ہے پس اچودھیا کے معنی حناق کا نامغلوب شہر ہے اودھ کے معنی سنسکرت میں وعدے کے ہیں چونکہ مہاراج راجندر نے ۴۱ سال جلا وطنی اختیار کی تھی اور چودہ برس کے بعد واپس آئے کا وعدہ کیا تھا اس وجہ سے اودھ کہا جاتا ہے ڈاکٹر ڈکسن صاحب کہتے ہیں کہ اس کا مادہ جدھ ہے جسکے معنی جنگ کے ہونے ہیں اور یہ شہر بہادر چھتریوں کی جگہ ہے اس لیے اس نام سے موسوم ہوا اودھ ہندوؤں کے عقائد میں بڑا متبرک ہے مذہبی معتقد اس مقام پر آتے ہیں کیونکہ بولد و دار حکومت راجندر جی کا ہے رفاہیوں کی اب بھی کثرت ہے۔ ہنومان گڑھی اسی مقام پر ہے ہر سال ام نومی نجی چیت کی نومی کو بڑا میلہ ہوتا ہے۔ رتن پور میں کبیر جی لاپ کی قبر ہے یہ شخص سلطان سکندر لودی کے عہد میں بنارس کے مقام میں عقائد ہنود میں عبادت کرتا رہا اُسکے طبغزادو ہرے

دہلی دروازے کے نام سے تھی دروازے کے قریب ایک لمبا بازار بنا کر اُس میں اپنے رہنے کے لیے حولیہ تیار کرائیں اسماعیل خان رسالہ دار نے بھی احاطے کے باہر اپنے نام سے ایک گنج بسایا باقی اُسی طرح ایک ایک دو دو مکان اہل بازار کے بے ترتیب اُس مقام کے آس پاس تھے قلعہ کے اندر خواجہ سراؤں اور چھوٹے بڑے رسالہ داروں کے بھی مکان تھے صفدر جنگ کے انتقال تک یہ آبادی اسی طرح خراب اور پریشان تھی۔ شجاع الدولہ نے اپنا قیام دائمی لکھنؤ میں اختیار کیا کبھی سیر کے طور پر آتے تو ایک دو رات رہ کر گورکھپور اور بنارس کی طرف چلے جاتے انگریزوں سے شکست کھانے اور صلح ہو جانے کے بعد فیض آباد کو اپنا دار الحکومت بنایا اور آبادی کو ترقی دی اور اُسکے آس پاس ایک خندق کھدوائی۔ کچی گڑھیاں سولے قلعہ بچتے جس میں نواب کی مجلسِ امین تھیں بنوائیں اور حکم دیا کہ شہر کی عورت بڑھی ہو یا جوان یا لڑکی نواب کے بے حکم باہر نہ نکلے جب تک کاغذ پر روشن انگریز کا ساتھ نہ ہو جسکو نواب نے اس کام کے لیے مقرر کیا تھا لیکن اگر ماہر سے کوئی آئے تو مزاحمت کریں خلاصہ یہ ہے کہ کیسے ہی ممتاز آدمی کی بیوی چاہتی کہ وہ فیض آباد سے نکل کر کوس بھر باہر بھی چلی جائے تو بغیر حکم کے ممکن نہ تھا بلکہ جس قدر ساز و سامان بھی باہر جانا اُسکے واسطے بھی اجازت کا حاصل کرنا ضرور تھا اور یہی نہیں کہ صرف شہر کے دروازوں پر روک ہوتی بلکہ چار کوس آگے تک محافظ بیٹھے تھے جو ہر ایک نکلنے والے مرد و عورت کے حال سے تعرض کرتے تھے اس وجہ سے دور سے ایک مرد کے لیے دو سر عورت کے لیے ہونا ضرور تھا جیسا کہ عادیہ سعادت میں لکھا ہے فائدہ سلطان الحکایات سے اودھ کا نام اختر گڑ بھی معلوم ہوتا ہے تاریخ فیض آباد میں مسٹر بی کارنگی لکھتے ہیں کہ ایوب اور شہبث کی قبریں ایک دوسرے کے متصل ہیں مگر فتح کی قبر فاصلے پر ہے شاید یہ چار سو برس سے زیادہ پرانی نہوں اور یہ تینوں شخص فوجی شہبث

جسکو دونوں فریقوں نے آدھوں آدھ بانٹ لیا ہندوؤں نے پھولوں کو جلا یا اور
اُسکی جگہ مندر بنایا اور مسلمانوں نے اپنے پھولوں کو دفن کیا اور مقبرہ بنایا آج تک
یہ دونوں بستی کے ضلع میں گنہر کے مقام پر موجود ہیں اور جہانپور پہلے کبیر بنارس میں رہتا تھا
وہاں پر بھی مکانات ہیں جنکو کبیر چورہ کہتے ہیں۔

نواب برہان الملک کا اودھ میں قیام کرنا اور فیض آباد کی بنیاد پڑنا

جب نواب برہان الملک بادشاہ کی طرف سے صوبہ اودھ کے نائب مقرر ہو کر آئے تو
آبادی سے دو کوس پر مغربی جانب دریاے گھاگرہ کے بند کے ٹیلے پر اپنے خیمے نصب کر آئے
بعد چند روز کے وہاں پر ایک جنگلہ چوپی خس پوش برسات گزارنے کے لیے تیار کر لیا اس
جنگلہ کے آس پاس کچی دیوار بطور احاطے کے اور بیڑج ٹیلے کے تلے بولے اور یہ احاطہ اتنا
لمبا چوڑا تھا کہ تمام پیادہ و سوار اور توپخانہ اور دوسرے امارت کے کارخانے اُٹھیں سما گئے۔
نواب کو پختہ عمارتوں سے شوق نہ تھا اسلئے بیگمات کے رہنے کے مکانات بھی مٹی سے بنوائے
جب ملک کے دورے سے فارغ ہو کر آئے تو اسی جنگلہ میں قیام فرمانے جب نواب نے متعال کیا
اور صفہ جنگ کو حکومت ملی تو یہ جنگلہ کی آبادی فیض آباد کے نام سے مشہور ہو گئی جیسا کہ
شیخ فیض بخش نے فرج بخش میں لکھا ہے اور تاریخ فیض آباد میں مسٹر بی کارنگی کہتے ہیں
کہ پُرانا شہر دارالامارت اودھ مقام جنگلہ کے نام سے تین کوس کے فاصلے پر آباد ہے اُدھر
کے عوام فیض آباد کو جنگلہ ہی کہتے ہیں مغل سرداران صفہ جنگ نے سیر و تفریح کے لیے
باغ بنوائے گرد و بان آمارام کے بیٹوں نے قلعہ کے باہر مغرب کی طرف جس کی شہرت

جمع کر کے گڑ پڑان سنایا کرتے تھے وہ یہی جگہ ہے مگر اب جہان جاتری جاتے ہیں اُسے نیم کھار (نیم شار) بولتے ہیں وہ گوشتی کے کنارے لکھنؤ سے شمال کی طرف ٹھینا چودہ کوس کے فاصلے پر ہے۔ نیم کھار کے قریب ایک حوض برصاورت نامی ہے اسکا پانی اندر ہی اندر جوش کھا کر ایسا چکراتا ہے کہ آدمی کو مقدور نہیں کہ اُس میں غوطہ لگا سکے یہی وہ مقام ہنود کے نزدیک ہے کہ انقلابات زمانہ سے وید اور پوتھیاں علوم و فنون کی جو ضائع ہو گئی تھیں اس مقام پر از سر نو انکی ایجاد ہوئی اور ہنود ریاضت کیش کی رہنمائی سے پھر علوم اور برائی پوتھیوں کا ظہور ہو گیا اسکے قریب ایک سرشتیہ ہے کہ وہ گوشتی میں ملتا ہے ایک گر چڑا اور چارنگل گہرا ہے جب برہمن پوجا کرتے ہیں چانول اور ہون کا سامان اُسین چھوڑتے ہیں انکا نشان نہیں ملتا۔

بعض لکھنؤ کا اصلی نام چھمن پور بتاتے ہیں۔ اس کا نام لکھنؤ ناؤتی قرار دیا چھمن پور اصل دو دن کی ایک ہی ہے یعنی ہمارا چھمن پور اور دراجہ رام چند راجی نے بسلیا اس زمانے میں جہان شہر لکھنؤ آباد ہے اُس مقام پر ۶۴ گائون آباد تھے جنکے نام اسے محلات سے جو انکی جگہ آباد ہیں مفہوم ہوتے ہیں اور باقی وہاں کے نام و نشان مفقود ہو گئے ہیں اور بھرکتب قدیمہ اور کسی علامت سے انکے نام دریافت نہیں ہو سکتے۔ نام شہر لکھنؤ وہ بلند مقام متصل پل نختہ کے ہے جہاں ایک مسجد نامہ شاہ پیر محمد صاحب موجود ہے اور جسکو چھمن ٹیلے کے نام سے مشہور کرتے ہیں اس جانب یعنی ٹیلے کی طرف ایک گائون چھمن پور نامی آباد تھا اور اسی گائون کے نام سے یہ شہر لکھنؤ مشہور ہوا غالب ہے کہ چھمن پور کی آبادی برہمنوں کی تھی اور چند خاندان جو تالہ عین ہمراہ فوج سپہ سالار غازی میان ہمشیر زادہ محمود غزنوی کے آئے تھے انکو مغلوب کر کے خود انکے ملک پر مسلط ہو گئے تھے گواب ہر ایک خاندان اہل اسلام

ہندوؤں کے مقابلے پر اسے گئے اس وجہ سے شہید کئے جاتے ہیں مگر جو شخص یہاں مقرر ہے بنجیال اسکے کہ جہلا کی نگاہوں میں قدر ہو بیان کرتا ہے کہ فوج اور ایوب اور شیش پیغمبروں کی قبروں میں شیش اور فوج کی قبروں کا طول سات سات اٹھ اٹھ گز ہے یہ شہر لکھنؤ سے اتنی میل کے فاصلے پر ہے۔

سعادت خان کا اودھ میں اقتدار

خزانہ عامرہ میں لکھا ہے کہ صوبہ اودھ کے زمیندار سرکشی میں مشہور زمانہ ہیں شاید ابتدائے ایجاد عالم سے انھوں نے کسی حاکم کی قرار واقعی اطاعت نہ کی ہوگی۔ برہان الملک نے سکونر و شمشیر مطیع اور خراج گزار بنایا اور اس صوبے میں وہ حکومت جمائی کہ کسی عہد میں یہ بات حاصل نہ ہوئی تھی اور صوبہ آباد کے اکثر عمدہ شہر جیسے جو پور، بنارس اور غازی پور اور کٹہر، ٹکپور اور کورہ جہاں آباد وغیرہ قبضے میں لائے اور بادشاہ کے حضور سے سند حاصل کی جو بن سنگھ کپنوریہ قوم راجپوت تلوی کا زمیندار تھا اسے کبھی کسی ناظم اودھ کی اطاعت نہیں کی تھی اسے سعادت خان کے ساتھ بھی سرکشی کی انھوں نے اول اول اسکو بنظر ترحم نمائش کی جب یام نہوا اور پچاس ہزار راجپوت ہمراہ لیکر مقابلے کو آمادہ ہوا تو نواب نے بھی اسکی گوشمالی مناسب سمجھی لڑائی ہوئی نواب کے ہمراہ صرف دس ہزار سپاہ تھی راجہ مارا گیا اور اسکے بہت سے ساتھی مارے گئے باقی ماندہ بھاگ گئے بادشاہ نے جب یہ کارنامے سنے تو ثابت جنگ خطاب دیا۔

لکھنؤ کی آبادی اور شیخ زادے

یہ شہر گومتی کے دونوں کناروں پر بستا ہے۔ ۸۲ درجہ ۵۰ دقیقہ دریا سے شمال کی طرف ۷۵ درجہ ۵۰ دقیقہ مشرق کی طرف ہے۔ اصل نام اسکا لکھنؤ ناوتی یا لکھناوتی بناتے ہیں اور بعض لوگ ایسا بھی کہتے ہیں کہ نیم شارن جہاں سوت جی ساٹھ ہزار مریدوں اور زاہدوں کو

جلال الدین محمد اکبر کی سرکار میں نوکر ہو گیا ایک مدت تک نہایت جانفشانی کر کے ایسی عزت پدائی کی کہ زیر تخت شاہی منصبداروں میں کھڑا ہونے لگا بادشاہ نے شیخ عبدالرحیم کو کمال محبت خستہ لائی سے پرگنہ کوچ و لکھنؤ جاگیر میں دیا شیخ مذکور بڑی دھوم دھام سے داخل لکھنؤ ہوا اور پانچ محل اپنی باغ بیویوں کے واسطے بنوائے جسے آج تک پچ محل کہتے ہیں اور پچ محل کے جانب شمال ایک مکان دریائے گومتی کے کنارے بطور قلعہ تیار کر لیا اس مکان میں چھ بیس دروازے تھے اور ہر ایک دروازے پر سمارون نے دو دو مچھلیاں گج سے بنادی تھیں جو کہ کل دروازوں پر تعداد و شمار میں باون مچھلیاں تھیں اس واسطے اس مکان کو چھٹی باون کہنے لگے تھے تھانہ سے مجھی بھون ہو گیا۔ شیخ مذکور کا مقبرہ محلی گنج کے پیچھے جنوب کی طرف عیش بلغ کے قریب ہے جسے ندان محل کہتے ہیں پچ محل کا اب نہ نام ہے نہ نشان کیونکہ صحن قلعہ و لام بارہ کلان میں عہد انگریزی میں شامل ہو گیا ہے قلعہ مجھی بھون جس قدر سابق میں تھا جس کا نام صلی مجھی باون ہے اُس سے زیادہ وسیع ہو گیا ہے سابق چھٹی بھون صرف اُس قدر تھا جس قدر بروج پختہ سڑک کے جنوب کی جانب موجود ہیں اور یہی قلعہ لکھنؤ تھا اور بہت مستحکم قلعہ ہو سو برس پیشتر مشہور تھا ایک مثل قدیم سے مشہور ہے کہ جس کے پاس قلعہ مذکور ہو گا وہی مالک شہر لکھنؤ ہو گا وہ ٹیلہ جو راستے میں قلعہ کے گھونگٹ کے درمیان میں واقع ہے اور جس کے اوپر مسجد بنی ہوئی ہے وہ چھمن ٹیلہ مشہور ہے اور اسی جگہ سابق میں چھمن پور آباد تھا چھٹی بھون کے پیچھے جنوب و مغرب طرف ایک میدان ہے جس میں توپخانے کا گودام ہے اُس مقام پر رنگ محل اور پچ محل آباد تھے۔

لکھنؤ کے مہر فرخ زاد و ن کو سعادت خان کا مغلوب کرنا

شیخ عبدالرحیم کے بعد اسکی اولاد ترتیب وار وارث جاگیر ہی نواب سعادت خان جب

بیان کرتا ہے کہ وہ ہمراہ فوج سپہ سالار کے یہاں آئے لیکن ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انکی آمد اور قیام اس ملک میں بہت دیر رہا ہوا ہوا اور غالب کہ سو ڈیڑھ سو برس کے بعد سے آبادی

انکی یہاں قرار پائی ہو یہ خاندان شیخ جو ہمراہ سپہ سالار کے آیا تھا انھوں نے ملک میں بڑی عظمت اور شان پیدا کی یہاں تک کہ فوج میں سے انکے خاندان کے کئی شخص عہدہ صوبہ داری پر ممتاز ہو گئے تھے اور ان لوگوں نے تجویز تعمیر قلعہ کی کی اور یہ قلعہ استحکام میں بہت مشہور ہوا اور یہ قلعہ اُس مقام پر تعمیر کیا تھا جہاں اب قلعہ مجھی بھون مشہور ہے اور ایک نئی ایت اس طرح پر مشہور ہے کہ اُسکی تعمیر ایک امیر کے ذمے تھی جس کا نام لکھنا تھا اس وجہ سے اُس کو قلعہ لکھنا کہتے تھے اور جو کہ یہ خاندان شیخ بہت ذی رتبہ تھا اور اُس میں بہت سے آدمی تھے ایسے اُسکے گرد و پیش میں اکثر آبادی ہو گئی اور یہ دونوں آبادی کے نام لچھمن پور اور لکھنا کے نام سے غلط ہو کر لکھنؤ ہو گیا اب یہ امر تحقیق معلوم نہیں ہوتا کہ یہ نام لکھنؤ اس آبادی کا کب لکھا گیا مگر اس میں شک نہیں کہ یہ آبادی قبل از عہد اکبر اعظم لکھنؤ کے نام سے مشہور تھی شیخان لکھنؤ ایک قصبہ اس شہر کی بزرگی کے ثبوت میں بیان کرتے ہیں کہ جب شاہ عالم دوم ہمایوں پادشاہ واسطے جنگ شیر شاہ والی جو پور کے کہ بعد از ان شہنشاہ دہلی ہو گیا روانہ ہوا اور اُن کے راہ میں لکھنؤ میں چار گھنٹے ٹھہرا تھا باوجودیکہ فوج شکست خوردہ دل شکستہ تھی اور ایسے وقت میں رعایا بھی فرمانبردار نہیں رہتی گرتا ہم اس عرصہ قلیل میں فوج مذکور نے شہنشاہ کے لیے دس ہزار روپے اور پچاس گھوڑے ہم پہنچائے تھے اس قصے میں گو مبالغہ ہو مگر یہ بات ظاہر ہے کہ اُس زمانے میں شہر لکھنؤ آباد اور مالدار تھا۔

لکھنؤ کے شیخ زادے شیخ عبدالرحیم کی نسل سے ہیں جو قصبہ بنجور ضلع روہیلکھنڈ کا باشندہ تھا نہایت افلاس اور عساجی کی حالت میں اپنے گھر سے تلاش معاش نکلا دیں یہاں پہنچ کر

شہر سے غفلت ہو جائے بغرض کہ نواب بوجہ سدا رہ ہوئے شیخ زادوں کے کنارہ شہر میں بھی داخل
 نہوئے اور کئی مہینے لشکر لکھنؤ کے اکبری دروازے کے جنوبی جانب خیمہ زن رہا اور کوئی تدبیر
 کار گر نہ ہوئی تو عیاری کو کام میں لائے شیخ زادوں سے ربط اتحاد بڑھایا کہ خیال عداوت
 ایک تسلیم مخالفوں کے دل سے مٹ گیا بعد چند ایک حبش میں شیخ زادوں کو دعوت کا
 اذن عام دیا چنانچہ وہ سات ہزار کی جمعیت سے نواب کے مہمان ہوئے یہ موقع اور قابو پا کر
 کمین گاہ سے مع افواج سواروں کے حملہ کیا اور ساری جمعیت کو مع انکے سرداروں کے ٹھکانے
 لگایا ایک روایت یہ ہے کہ نواب راتوں رات تیاری کر کے گاؤں گھاٹ سے گومتی کو عبور کر کے
 سپاہ اور کئی توہین لیکر بسلا مت شیخ دروازے سے گذرے نواب ہاتھی پر سوار تھے انھوں
 نے پہلے اُس تلوار کو جو اُس دروازے کی چھت میں نمائش نخواست و غرور و دبدبہ کے واسطے
 لٹکا رکھی تھی کہ صوبہ دار اُس کے نیچے سے چلائے گاٹ کر زمین پر گرا دیا بعد اس کے خیمہ خاص بھی بھون
 کے پھاٹک کے روبرو جہان واجد علی شاہ کے عہد تک نفاذ خانہ قائم رہا نصب کیا اُس وقت
 بڑے بڑے شیخ زادے دست بستہ حاضر ہوئے اور یہ مجبوری سر جھکایا سمجھے کہ یہ کام ہیگل نے کانین
 بلکہ ہیگل نے کا ہے بعد فنگلوک معاملات و انفصال مقدمات نواب نے فرمایا کہ ہمارے رہنے کو
 قلعہ بھی بھون خالی کر دو انھوں نے مہلت مانگی کہ ہمارے لڑکے چپک میں گرفتار ہیں جب تک
 انھیں غسل سے فراغت نہ ہو تمہیں سے معاف رکھا جائے نواب نے قبول کیا بعد ہفتے کے جس قدر
 مال و اسباب تھا لیکر اٹھ گئے نواب داخل قلعہ ہوئے اور جس قدر اسباب وہ نہیجاسکے وہ نواب
 کے آدمیوں نے لے لیا اور ابھی نواب نیچے سے نہ اٹھے تھے کہ شیخ صدر الدین محمد خان اور
 مجد الدین احمد خان عرف شیخ محمد بزرگ شیخ محمد الدین خان قریب سات سو آدمیوں کے
 جو سب باہم قریبی رشتہ دار تھے اور دوسرے شہر کے خاص خاص آدمی اور بیرونجات کے بھی

اودھ پر قبضہ کرنے کے لیے چلے اور اٹھارے راہ میں فرخ آباد میں آئے تو نواب محمد خان نے
 بڑی خاطر و مدارات کی اور سعادت خان کو یہ صلاح دی کہ لکھنؤ کے شیخ زادے بڑے
 سرکش ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ مثل اودھ کے آپ کا بھی حال ہو اور آپ کی حکومت نہ جے
 مناسب یہ ہے کہ آپ گنگا سے اتر کر یکایک لکھنؤ میں داخل ہو جیے گا بلکہ اُسکے پاس کے
 گانوں میں رہتے گا بعد میں مناسب از راہ حکمت علی داخل ہونا بہتر ہو گا وہ مذہب یہ ہے
 کہ شیخ زادوں اور قصبات کے رہنے والوں میں موافقت نہیں بلکہ عداوت ہے اور کمزور اپنے
 بالادست کے ہاتھ سے ہمیشہ تنگ رہتے ہیں۔ غالب ہے کہ وہ لوگ آپ کی حکومت کو اپنا
 وسیلہ نجات و عافیت سمجھ کر طرفدار ہو جائیں گے اور شیخ زادوں کا زور اگلی اعانت سے ٹوٹ جائیگا۔
 نواب دہانے چکر دربارے گنگا کے کنارے پر پہنچے برسات کا موسم تھا دریا خوب چڑھا ہوا
 تھا مع لشکر بار اترے مشہور ہے کہ جب سواری کی کشتی منجھدھار میں پہنچی ایک مچھلی جس کے
 نواب کے دامن میں آٹری نواب نے اُسکو سنگوں نیک جا کر رکھ چھوڑا چنانچہ اُس مچھلی کے استخوان
 سالم بہت احتیاط سے سرکار شاہی میں رہے اور اُسے ترک سمجھ کر خزانہ شاہی میں واحد علی شاہ کے
 عہد تک رکھا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ نواب نے پہلے مقام فوج قصبہ کا گوری میں کیا یہاں کے
 شیخ لکھنؤ کے شیخ زادوں کے مخالف تھے نواب کا انا اپنی بہتری کا ذریعہ سمجھے اور شریک صالح نیک
 ہوئے اور سب طرح کے نشیب و فراز سے آگاہ کر دیا کہ آپ علانیہ فوج کے ساتھ شہر میں داخل نہون
 دیون کی بستی و بلندی ٹیلوں اور بیڑے سے بہ سلامت گزرنا مشکل پڑے گا کیونکہ ہر مقام کہیں پر
 سپاہی مسلح بیٹھے رہتے ہیں خواہ مخواہ برسرِ فساد ہونگے پہلے اپنے آنے کی اُنھیں اطلاع دیجیے
 اور مقام فرود گاہ لشکر پوچھیے۔ موافق دستور قدیم وہ گومتی کے اُس پار کھلا بھیجینگے اُسوقت
 لشکر کو حکم دیکر وہیں اپنا خیمہ کھڑا کر لے گا اور تھوڑی سی فوج بھی روانہ ہو تاکہ اُنھیں دخل نہ

غرض کہ زمانہ آصف الدولہ سے تا عہد واجد علی شاہ آبادی بڑھتی گئی بلکہ کسی زمانے میں آدمیوں کا بہن مشہور تھا اور عہد سلطنت میں پانچ لاکھ سے زیادہ سکونت بتاتے ہیں۔ شہر کی گلیاں بہت تنگ اور اکثر غلیظ رہتی تھیں لیکن جس طرف بادشاہی محل کو راستہ گیا تھا وہ بہت وسیع اور نہایت صاف رہتا تھا۔ انگریزی عملداری سے پہلے بادشاہی مکانات کی بڑی تیاریاں رہتی تھیں قرینہ اور سجاوٹ دیکھ کر انسان کی عقل دنگ ہو جاتی تھی جھاڑ کنول شیشہ اور دیگر کلاغات کا کیا بیان ہو۔ اس شہر میں کتنی سرائیں بہت سے کٹرے اور ٹولے اور محلے آباد ہیں اور بہت سی زیارت گاہ اہل ہنود و اسلام کی ہیں جس محلے میں مخدوم شاہ مینا صاحب کی درگاہ تھی اب وہ محلہ تو مسمار ہو گیا لیکن درگاہ موجود ہے اکثر بخشبے کو فائزہ کے واسطے وہاں جاتے ہیں۔

حضرت شاہ مینا صاحب کا اصل نام شیخ محمد ہے انکے والد کا نام شیخ قطب الدین دادا کا نام شیخ عثمان ہے۔ شیخ عثمان نے اپنے آپکو قتم ابن العباس کی اولاد میں بتایا ہے شیخ عثمان مدینہ منورہ سے ہندوستان گئے دہلی میں بزم فرج شاہی نوکر ہوئے شیخ قطب الدین پر درویشی کا رنگ غالب تھا انھوں نے لکھنؤ میں اگر حاجی قیام الدین عباسی معروف بہ حاجی الحرمین کے پاس (جن کا مزار لکھنؤ میں قریب مزار مخدوم شاہ مینا کے موجود ہے) قیام کیا حاجی الحرمین نے شیوخ صدیقی میں ان کا عقد کر دیا اور یہ مژدہ سنایا کہ تمھارا ایک بیٹا آفتاب ہند پیدا ہو گا۔ شیخ محمد عرف شاہ مینا نے حال تجدد عمر بسر کی۔ چھوٹے بھائی شیخ احمد کے بڑے بیٹے کو کہ وہ اپنے دادا کے ہم نام تھے ابتدائے عمر سے لیکر پرورش کیا انھوں نے تعلیم و تعلم کے بعد چچا سے بیعت کی انھیں کی اولاد کے لوگ مینائی کہے جاتے ہیں بعض اہل سیر نے یہی کتب میں حضرت کو جدیقی النسب لکھ دیا ہے وجہ اسکی یہ معلوم ہوتی ہے کہ جناب کا خاندانی

شیخ زادے حاضر تھے بعد قتل وقال اہل شہر نے جلوس عرض کیا کہ نواب صاحب اگر ہماری قوم آپکی رہبری نہ کرتی تو آپ کا اس طرح یہاں تک آنا مشکل ہوتا نواب نے بھی درستی کے ساتھ جواب دیا سپہر فین سے نوبت کشت و خون کی پہونچی مگر فوج مغلیہ نے انکو مغلوب کر لیا آخر کار بیچ بچاؤ ہو گیا بعض نائل ہیں کہ کشت و خون نہیں ہوا اس وجہ سے نواب نے اس مقام کو بنیاد فتح و فیروزی تصور فرما کر نثار خانے کا حکم دیا تھا۔ چھ سات ہزار روپے اسکی تعمیر میں صرف ہوئے ہر صورت اس دن سے قلعہ محنتی بھون دارالامارت مقرر ہوا نواب کا بتدریج تمام صوبے پر تسلط ہو گیا اور پھر کسی نے سر نہ اٹھایا۔

مخار بہ خدر میں میڈی لال نے لکھا ہے کہ سعادت خان نے یہ مکانات مالکان مکانات سے حاصلے ماہانہ کو لیے تھے اور کرلے کے روپے ہمیشہ دیتے رہے نواب صفدر جنگ کے وقت میں بھی پانسو روپے بابت کرایہ بیچ محلہ شیخ زادون کو ملتے تھے۔ نواب شجاع الدولہ کے عہد میں فقط دو سو روپے رہ گئے تھے اس وجہ سے کہ شیخ معز الدین خان کو سخت و غرور بہت ہو گیا تھا اور وجہ اسکی یہ تھی کہ جب صفدر جنگ کو شکست دینے کے بعد نواب احمد خان مالی فرخ آباد کی سپاہ نے گھنورہ قبضہ کر لیا تو معز الدین خان نے تمام شیخ زادون کو جمع کر کے پٹھانوں کو وہاں سے نکال دیا اور صفدر جنگ کی حکومت قائم کی نواب شجاع الدولہ بھی ان کے اس امر میں حسانندہ تھے وہ کبھی نواب کے دربار میں نہ جاتے تھے۔ نواب آصف الدولہ نے بعض محلات شیخ دروازہ وغیرہ جو حسن باغ کے قریب تھے زمین وسیع مفتی غلام حضرت کو لوو دو گائون اور کندلی اولاد شیخ عبدالرحیم خان کو معاف فرمائی اور کرایہ موقوف کیا اور حکم دیا کہ چری کا ذمت کرین کیونکہ زمیندار ہیں حق زمیندار سی لیتے ہیں۔ شیخ زادون نے قبول نہ کیا اس وقت سے محصول فروخت مکانات داخل سرکار ہونے لگا۔ شیخ زادے برلے نام زمیندار رہے۔

ریاست (۳۱ اپریل ۱۸۳۱ء) لطیف احمد صاحب نائب اور مذہبی حیدر آباد دکن (۴) ممتاز احمد صاحب نائب منصرم کتب خانہ رامپور (۵) مسعود احمد صاحب تحصیلدار منڈلا ملک متوسط سنٹرل پراویں سسٹم۔

صوبہ اودھ کی آمدنی۔ سپاہ۔ حدود

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ اس صوبے کی آمدنی ستر لاکھ سے زیادہ نہ تھی تو اب نے پہلی ہی سال ایک کروڑ سات لاکھ روپے بٹھلے جب بادشاہ کو خوش انتظامی کا حال معلوم ہوا تو اور زیادہ خوش ہوئے عماد السعادت کا مولف کہتا ہے کہ اس موقع پر بادشاہ نے برہان الملک خطاب عطا کیا اور آئندہ اسے ثابت ہے کہ عبداللہ خان قطب الملک کی تباہی کے وقت یہ خطاب ملا تھا صوبہ اودھ میں اُمرا اور شاہزادگان کی بھی جاگیر تھی زمینداروں کی شہرت اور ناظموں کی کمزوری کی وجہ سے انکو آمدنی وصول نہوتی تھی ان لوگوں نے بھی اپنی جاگیر دکھا بھیکہ برہان الملک کو دیدیا دوسرے سال تمام صوبہ اودھ کی آمدنی مع آمدنی جاگیر اُمرا دو کروڑ تک پہنچ گئی یہ بیان مبالغے سے خالی نہیں معلوم ہوتا۔ ملخص تاریخ اودھ اور دوسری کئی کتابوں سے اس صوبے کا محاصل بچاس لاکھ روپے معلوم ہوتا ہے۔ حدین یہ تھیں جنوبی گنگا سالی راہتی کا کنارہ و ترائی نیپال۔ شرقی عظیم آباد۔ غربی شاہ آباد ضلع ہردوئی اور ہردوئی لکھنؤ سے اسی میل ہے باگر جہان کے چور مشہور ہیں اسی کے اطراف میں ہے نواب کے پاس اس صوبے میں بائیس ہزار سوار مغلیہ تھے اور انکی فوج کے افسر یہ تھے میر خدایار خان۔ سید حسین خان۔ آغا باقر بیہونی۔ میر اعظم خان۔ میر جہانگیر خان۔ ابو تراب خان۔ محمد علی خان ہفتانی۔ حسن بیگ خان۔ اور فتح علی خان۔ تو یہ خانے میں بچاس توہین تھیں۔

سلسلہ توان مقاموں میں تھا نہین اور آپ کے والد میر کی شادی شیخ صدیقی مین ہوئی تھی اسلئے ان لوگوں نے آپ کو بھی شیخ صدیقی مان لیا۔ شاہ مینا صاحب کے دو خلیفہ ہوئے ایک شاہ قطب الدین انکے بھتیجے دوسرے شیخ سعد قدوائی جن کا مزار خیر آباد مین ہے اور صفی پور کا خاندان درویشی اُنسے جاری ہے۔ شاہ مینا کی ولادت شمشہری کی معلوم ہوتی ہے اسلئے کہ ۸۰ برس کی عمر مین شمشہری مین وفات پائی ہے شیخ قطب الدین کی اولاد مین شیخ نظام الدین وغیرہ بعض لوگ صاحب نوبت و نقارہ ہوئے اور شیخ خواجہ و شیخ درویش وغیرہ بعض لوگ صاحب تسبیح و سجادہ رہے ایک بڑی جاگیر بھی مزار مبارک سے متعلق تھی جو اغلباً زمانہ صفدر جنگ مین ضبط ہو گئی۔ شاہ عثم گنبد اور خانقاہ بنی ہوئی تھی غدر مین یہ عمارت کھنڈ گئی۔ شیخ محمد عظیم تک وہ سلسلہ جو شیخ قطب الدین سے چلا تھا اولاد مین جاری رہا۔ شیخ محمد عظیم کے بعد کوئی صاحب سجادہ نہیں ہوا انکے بڑے بیٹے شیخ محمد معظم متولی رہے شیخ محمد معظم کے بعد انکے بیٹے مولوی کرم محمد متولی رہے اب نہ کوئی صاحب سجادہ ہے نہ متولی۔

مولوی کرم محمد کے چھوٹے بیٹے منشی امیر احمد مینائی مرحوم تھے جو ہندوستان کے مسلم الشہوت مشہور و معروف شاعر مین اور ریاست رامپور کے ہیر و نواب سید کلب علی خان بہادر نور اللہ مرقدہ کے فن شعر و سخن مین استاد مین۔ انکے بڑے بیٹے منشی محمد احمد مینائی ریاست رامپور مین مین اور انسے حضور پرنور نواب سید حامد علی خان صاحب دام باللقابہ کو فن نظم آفرینی مین مشہور ہے منشی محمد احمد صاحب رامپور مین امجدی الاخری السلسلہ شمشہری مین پیدا ہوئے مین علمائے نامور سے عربی صرف و نحو اور کتب درسیہ معقول و منقول کی تعلیم پائی شعر مین اپنے والد مغفور سے ملکہ ہے آپکے چار بھائی اور بھی مین جنکے اسمے گرامی یہ مین (۲) خورشید احمد صاحب نائب تحصیلدار

دینا نہ چاہی بلکہ اُسے بھی شش و پنج میں ڈال رکھا ایک دن سعادت خان کی فوج کے ایک
 رسالہ دار نے جو قوم کا آفریدی اور بارہ سوسواروں کا افسر تھا قائم خان سے کہا کہ تمہیں
 نہ یہاں سے فوج ملیگی نہ تم خود یہاں سے جانے پاؤ گے اب تم کوئی اور تدبیر کرو۔ قائم خان کی کان
 بی بی صاحبہ نے جب دغا بازی کا حال سنا تو نیک نام خان چیلے کو فیض آباد کو روانہ کیا اس شخص
 نے وہاں پہونچتے ہی اُس رسالہ دار کے پاس جا کر اُسکو مع اُسکے پٹھانوں کے جو مو فوج آباد
 شاہ جہانپور اور آٹھلے کے رہنے والے تھے یقین کامل دلایا کہ محمد خان کو گرفتار کر دینے کی
 نسبت تمہارے حق میں یہ بہتر ہوگا کہ اُسکی خلاصی کرو نیک نام خان نے اُن لوگوں سے کہہ دیا تھا
 کہ جس وقت کوچ کے نقارے میرے لشکر میں بجیں اُسی وقت سب لوگ جمع ہو جائیں اور
 اُسی دن قائم خان و نیک نام خان نواب سعادت خان کی ملاقات کے لیے گئے اور روانگی
 کے لیے رخصت چاہی اُنھوں نے جواب دیا کہ میں نے فوج طلب کی ہے وہ چند دین میں پہونچنے
 والی ہے اُسکا انتظار مناسب ہے نیک نام خان نے نواب کی طرف اشارہ کر کے قائم خان سے کہا
 کہ تم محمد خان کو انکے ذریعہ سے رہائی نہیں دلا سکتے اور یہ کہہ کر حالت غضبناکی میں قائم خان کا
 ہاتھ پکڑ کر دیوان عام کے باہر نکال لایا۔ امرے مذکور کے ساتھ ساتھ پٹھان زرہ بکتر پہنچے ہوئے
 موجود تھے جنکو یہ حکم تھا کہ اگر کوئی ہماری طرف انگلی چھوئے گا تو اُس کو مار ڈالو
 جب قائم خان و نیک نام خان لشکر میں پہونچے تو کوچ کے نقارے بجے انگلی آواز سننے ہی وہ
 بارہ سو پٹھان جو نواب سعادت خان کے نوکر تھے اُنکو چھوڑ کر قائم خان کے ساتھ ہوئے خیر لشکر
 نواب سعادت خان نے ایک شتر سوار قائم خان کے نوٹالانے کے لیے بھیجا مگر نواب کے اس پیغام پر
 کچھ لحاظ نہ کر کے قائم خان نے شاہ جہان پور کی راہ لی۔ شریف عثمانی میں درج ہے کہ جب
 محمد خان بند لکھنڈ سے واپسی پر قنوج پہونچا تو روح الامین خان بلگرامی جو قائم خان کی

نواب محمد خان شنگش والی فرخ آباد اور نواب سعادت خان برہان الملک کے بعض قابل تذکرہ واقعات

محمد شاہ کی بادشاہت کے پہلے برس کالپی اور اُرج اور دوسرے مقامات واقع ہند لکھنڈ
محمد خان کو تنخواہ میں ملے اسی سال بند لیون نے کالپی کو لوٹ لیا اور معزز مسلمانوں کی حورت
اور مال بچوں کو گرفتار کر لیا ان کے مکانات اور مساجد اور مقبرے وغیرہ سب سمار کر دیے نواب
برہان الملک نے چاہا کہ مغلوں کو حملہ آوروں کے مقابلے میں بھیجیں مگر بادشاہ نے محمد خان شنگش کو
ان کی تنبیہ کے لیے کافی سمجھا۔ محمد خان کا چلیہ دلیر خان مناسب سپاہ کے ساتھ بھیجا گیا اور وہ
۳۳۳ھ ہجری مطابق ۱۲۷۱ء میں چتر سال کے مقابلے میں مارا گیا اس کی وفات پر محمد خان
صوبہ الہ آباد کا گورنر مقرر ہوا اس وقت ہند لکھنڈ بھی اُس سے متعلق تھا ۳۳۳ھ کے
آخر میں جب محمد خان دربار جاتے ہوئے میر تھا پہونچا تو ایک فران مع ایک حکم مہری میر الام محمد خان
دوران خان کے وصول ہوا جس میں تحریر تھا کہ چتر سال نے بہت سے بادشاہی علاقے پر اپنا
قبضہ کر لیا ہے اور برہان الملک اُس کے علاقے کے واسطے بھیجے گئے ہیں تم بھی جلد وہیں جاؤ۔
اس حکم کے موجب محمد خان الہ آباد کو روانہ ہوا اس سے قبل برہان الملک لوٹ آئے تھے برہان الملک
اور محمد خان کے دونوں صفائی نہ تھی اس لیے انھوں نے ۳۳۹ھ مطابق ۱۲۸۱ھ ہجری میں
محمد خان کے مقابل چتر سال کو اکسایا اور اُس کے قاصد دن کی خاطر تواضع کی اسی سہ ماہ میں
جیت پور علاقہ ہند لکھنڈ میں مرہٹوں نے جنکو چتر سال نے اپنی مدد کے لیے بلایا تھا محمد خان کو
گھیر لیا تو اسی مصیبت میں اُس نے اپنے بیٹے قائم خان کو حکم دیا کہ نواب سعادت خان برہان الملک
کے پاس جا کر مدد مانگو قائم خان فیض آباد میں آیا مگر سعادت خان نے کچھ فوج قائم خان کو

برہان الملک کا بھگوت سنگھ ولد اڑو زمیندار چکلا کوڑھ کی سرکشی کو دبانا

جبکہ بھگوت سنگھ زمیندار چکلا کوڑھ نے سلطنت میں ابتری دیکھ کر سر اٹھایا اور اپنے حاکم جانباز خان کو روانہ عدم کیا تو اعماد الدولہ قزاقین خان وزیر محمد شاہ بن محمد امین خان چین بہادر مرحوم نے اپنے بھائی عظیم اسد خان کو اسکی تنبیہ و تادیب کے لیے بھیجا۔ زمیندار کو اسکی آمد کا حال سُنکر دشوار گزار جنگون میں چلا گیا عظیم اسد خان نے اسکا تعاقب تو نہ کیا چکلا آباد میں ٹھہر گیا پھر خاجم بیگ خان تورانی وغیرہ کو اس چکلی کی حکومت و کیر دہانی کو لوٹ گیا اور بھگوت سنگھ کو سزا دینے کے لیے اسکو حکم دے گیا۔ بھگوت سنگھ عظیم اسد خان کے واپس ہوتے ہی پھر میدان میں نکل آیا اور خاجم بیگ خان وغیرہ کو مار ڈالا تو اعماد الدولہ نے اسکی سرکشی سے مجبور ہو کر برہان الملک سے اس معاملے کو رجوع کیا اور تاکید کے ساتھ لکھا کہ اسلام اور مغلوں کی آبرو کا پاس ضرور ہے۔ برہان الملک نہایت شجاع تھے فتنہ گردانگی سے غور تھے بسنگھ لائبریری میں دہلی کو بادشاہ کے حجرے کے لیے روانہ ہوئے تھے اٹلے راہ سے ناہ جادی الاخریٰ میں بھگوت سنگھ کی سزا دہی کے لیے اسے سر پر جا پہنچے اسے بہت چاہا کہ فریب کر کے برہان الملک کو اپنا طر فدار کر لے اور موقع پا کر کام تمام کر دے مگر یہاں فریب نہ چلا مجبور ہو کر برہان الملک سے لڑائی کے لیے آمادہ ہوا۔ برہان الملک جس وقت راہ سے چل کر خیمے میں داخل ہوئے تو اس وقت اتفاق سے سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے فجر دن نے بھگوت سنگھ کو خبر پہنچائی کہ برہان الملک سبز لباس میں خیمے میں داخل ہوئے ہیں اور انکی دائرہ سی سفید اور

۱۱ رات و اردات محمد شفیع میں یہ نام اسی طرح لکھا ہے

فوج میں بطور ایک افسر کے بھرتی ہوا تھا محمد خان کے پاس بلگرام کے ایک قاضی محمد احسان نامی کو لایا جس کی جاگیریں برہان الملک نے ضبط کر لی تھیں نواب محمد خان نے اُس سے وعدہ کیا کہ میں بادشاہ سے تمہاری سفارش کروں گا وہ قاضی محمد خان کے ساتھ دہلی کو روانہ ہوا مگر محمد خان اور روح الامین خان کے درمیان ایک لاکھ روپیہ بقیہ کی بابت جو روح الامین خان سے واجب الادا تھا اور جسے وہ دینے سے انکار کرنا تھا جھگڑا ہوا اور قاضی بند کور کا مددگار چھوٹ گیا۔ سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ بند ملکھنڈ میں ناکامیاب رہنے کے باعث صوبہ الہ آباد محمد خان سے لیا گیا۔ مگر تصدیر الناظرین سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد خان سے صوبہ الہ آباد کی علیحدگی بہ سبب اُس رئیس کے جو بادشاہ کو محمد خان کی کارروائی سے مالوسے میں ہوئی ظہور میں آئی جہاں کہ محمد خان اُس وقت موجود تھا اور یہ صوبہ سر بلند خان مبارک الملک کو عطا ہوا جبکہ ۱۱۵۵ھ ہجری مطابق ۱۷۴۲ء میں محمد خان مالوسے سے موقوف ہوا تو اُس نے صوبہ الہ آباد کی درخواست دربار میں کی اور برہان الملک بھی اس صوبہ کے خواستگار تھے باوجودیکہ برہان الملک باعتبار ترقی اور وقت کے محمد خان سے بڑھے ہوئے تھے اور انھوں نے پندرہ لاکھ روپے بھی پیش کش کیے مگر محمد خان کے استحقاق پر کسی قدر لحاظ ہوا۔ چنانچہ ۱۱۵۸ھ ہجری مطابق ۱۷۴۵ء میں صوبہ الہ آباد دوبارہ محمد خان کو عطا ہوا۔ مگر چند ماہ کے بعد یعنی ۱۱۶۰ھ ہجری مطابق ۱۷۴۷ء میں صوبہ سر بلند خان اس صوبہ پر پھر بحال ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد اُس کے محمد خان سے پھر وعدے بحالی کے ہوئے تھے اُس کے استحقاق پر عمدۃ الملک میر خان کو ترجیح دی گئی۔ جب محمد خان نگیش کو نواب سعادت خان کے ساتھ سعادت کا اتفاق ہوا تو اُس نے برہان الملک کے چڑانے کے لیے اپنے چلیہ سعادت خان کو بھی برہان الملک کا خطاب دیا۔

اسیے برہان الملک، شوال ۱۱۸۵ھ ہجری روز یکشنبہ کو بادشاہ سے رخصت ہو کر دہلی سے روانہ ہوئے۔

برہان الملک کی مرہٹوں سے لڑائی اور ان پر فتحیابی
 باجی راؤ پسر بالاجی نے دکن سے ہندوستان کو حریمیت کی تاکہ حاصل ملک بادشاہی
 کا زہر چارم جسکو چوتھہ کہتے تھے دہلی سے وصول کرے اور اپنے نام سند تازہ بادشاہ سے
 حاصل کرے پس اول اُسے اس مدعا کو بادشاہ کے حضور میں اپنے دُکلا کے ذریعہ سے
 انماںس کرایا چونکہ اُمرا کے اختلاف اور نفاق اور خود غرضی کی وجہ سے یہاں کی حالت
 خراب ہو رہی تھی کوئی جواب نہ گیا تو اُسکو زیادہ جسارت پیدا ہوئی اور ابتداءً شمس الہ ہجری
 میں دہلی کی طرف بڑھا۔ جو کہ اُسکی فوج نہایت جنگکش اور بہادر تھی جہاں حملہ
 کرتا وہاں کی تمام رعایا اور سپاہ شاہی بھاگ جانی محمد شاہ بادشاہ کی طرف سے اس مہم پر
 اعتماد الدولہ قمر الدین خان اور امیر الامرا مصمام الدولہ ایک بھاری فوج کے ساتھ
 متوجہ ہوئے مگر انھوں نے جرات کر کے مرہٹوں پر حملہ نہ کیا۔ اس مہم کو لیت و لعل میں ڈالکر
 صلح کی تجویزین پیدا کرتے رہے اور آخر کار مرہٹوں کا مقابلہ اپنی طاقت سے باہر سمجھ کر
 جنگ و صلح کے باب میں مشورے کے بہانے سے دہلی کو لوٹ گئے اور مرہٹوں کی لڑائی
 اور اس مقدمے کے انفصال کو زمانہ آئندہ پر چھوڑ دیا۔ برہان الملک نے جو صرف
 صوبہ اودھ کے حاکم اور خواص بادشاہی کے داروغہ تھے اور اعتماد الدولہ قمر الدین خان
 اور امیر الامرا مصمام الدولہ اور عمدۃ الملک امیر خان کی نسبت چھوٹے تھے مگر
 نہایت دلیر اور صاحب شعور اور جیالے نام تھے جو ان کی سستی اور مرہٹوں کی
 چیرہ دستی دیکھی تو انکو غیرت آئی باوجودیکہ اُنکے صوبے کو مرہٹوں کے ہاتھ سے کوئی نقصان

دراز ہے بھگونت سنگھ کین گاہ سے نکل کر مع اپنی فوج کے برہان الملک کے لشکر کے قریب جا پہنچا
اُسی وقت برہان الملک نے ہاتھی پر سوار ہو کر فوج کو کمر بندی کا حکم دیا پوری فوج تیار
نہوئی تھی صرف بعض ملازمان رکاب تیار ہو کر ہمراہ ہوئے اور اس تھوڑے سے لشکر کے ساتھ
بھگونت سنگھ کے مقابلے کے لیے بڑھے اور اُس وقت وہ سفید اور موٹا لباس پہنے ہوئے تھے
اور ابو تراب خان تورانی جو برہان الملک کا نامی سردار تھا اتفاق سے اُس وقت سبز لباس
میں تھا اور اس شخص کی واراضی بھی سفید تھی بھگونت سنگھ ابو تراب خان کو برہان الملک
نصو کر کے اُسکے ہاتھی کی طرف متوجہ ہوا اور قریب آکر گھوڑے کو کودا کر اس سختی سے ابو تراب خان
کی چھاتی میں برچھا مارا کہ سان سینے سے پار نکل گئی۔ برہان الملک کے اکثر ہمراہی اس مردانہ حملے
سے بھاگ نکلے۔ برہان الملک تھوڑے سے ہمراہیوں کے ساتھ مقابلے میں جھے رہے اور تیرون
کی سن سن میں بھگونت سنگھ کو گھیر لیا ارجن سنگھ جو اُس کا رفیق تھا اور پھر برہان الملک سے
موافق ہو گیا تھا اُسے برہان الملک کو بتلادیا کہ بھگونت سنگھ وہ ہے اور گھوڑے کو دوڑا کر اُس
کے سر پر جا پہنچا ہتھیار چلنے لگے آخر بھگونت سنگھ مارا گیا ارجن سنگھ کے ہاتھ سے اور برہان الملک
کے تیرے چھد کر راہی عدم ہوا۔ برہان الملک نے اسد کا شکر کیا اور اُس کا سر کٹوا کر بادشاہ کی
نذر کے لیے اور اُس کا پوست کچھو کچھو اور گھاس پر کہہ کے قمر الدین خان وزیر کے لیے بھیجا اور
چند روز کے بعد لشکر کی سرداری پر صفدر جنگ کو مقرر کر کے خود دہلی کو روانہ ہو گئے۔ عار جب
شہنشاہ بھری دن چار شنبہ کو بادشاہ کی ملازمت سے شرفیاب ہوئے ایک ہزار نوا شرفیان اور
ایک خنجر اور ایک شمشیر نذر دکھائی بادشاہ نے نذر قبول فرما کر خلعت مع سبز چمڑے و شمشیر
و اسب و فیل عطا کیا ابوالنصور خان صفدر جنگ اور شیخ عبدالمدغیرہ سرداران لشکر نے
برہان الملک کو لکھا کہ بھگونت سنگھ کا بیٹا مرہٹوں کو اپنی مدد کے لیے ادھر لا رہا ہے آپ چلے آئیے

اور دو شنبہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۲۹۹ھ ہجری کو دھوا لکے ہوئے مہارارائے لکھنؤ کے سر پر مسافت
 بعیدہ طے کر کے پہونچے مہٹون کو فرصت سر کھیلانے تاک کی نندی تلوار سُر دین پر مہٹون
 کے چمکی بہت مرہٹے ارے گئے باقی بھاگے۔ برہان الملک نے اعتماد پور تک جو میدان جنگ
 سے چار کوس کے فاصلے پر تھا چھپا کیا تین سردار دن اور بہت سے مہٹون اور ان کی
 عورتوں کو قید کیا مہارارائے مہراج خفیف ہو کر بھاگا اور ایسی گھبراہٹ میں بھاگا کہ جہنما
 کے ایسے گھاٹ سے عبور کرنا چاہا جو پایاب اترنے کے قابل نہ تھا مہوجن کی زنجیروں نے
 سیکڑوں مہٹون کے اچھیر پر باندھ باندھ کر دریائے عدم کے کنارے لگا دیا۔ خزانہ عامرہ میں
 لکھا ہے کہ ڈیڑھ ہزار کے قریب مرہٹے گرفتار ہوئے برہان الملک نے ہر ایک قیدی کو ایک چادر
 اور دس روپے دیکر رخصت کر دیا۔ مہارارائے لکھنؤ کے ہمراہ تھوڑے سے آدمی نیمجان کر دیے تھے۔
 مہارارائے باجی رائے کے پاس پہونچا جو ان دنوں سیدون کے کوٹہ میں گوالیار کے قریب مقیم
 تھا۔ مہارارائے بہت بے سامان ہو گیا سب سامان اُسکا لٹ گیا اس ڈانٹ اور مار پیٹ سے
 جسکو لوگوں نے بڑی فتح بیان کیا جگہ جگہ یہ ہوائیاں اڑیں کہ سارے مرہٹے دکن کو بھاگ
 گئے مگر باجی رائے ایسی افواہوں کے اڑنے سے اس بات پر آمادہ ہوا کہ بدنامی کا دھبہ مٹائے
 اور بادشاہ کو یہ معلوم ہو جیسا کہ اُس نے اپنی زبان سے کہا تھا کہ میں اب بھی خلص ہندوستان
 میں موجود ہوں۔ برہان الملک مہارارائے کو میان دو آب سے نکال کر جہنما اترے اور دس دس
 کوس کی منزلیں کرتے چنبل ندی کے کنارے آئے کہیں مہٹون کا نشان نہ پایا دھولپور
 باطنی میں کہ دریائے چنبل کے اس پار ہے مقام کر کے یہ ارادہ کیا کہ جریدہ باجی رائے کو دھوا
 کر دے بھی یاد کرے ایسی سزا ہو یا بن ارادہ اپنے لشکر میں یہ منادی کرادی کہ لشکر کے سوار

نہ تھا کیونکہ اُنکے صوبے کی سرحد گنگا کے شمال رویہ تھی انھوں نے ایسی شجاعت سے
 جو اُنکے ہم عصرون میں موجود نہ تھی فوج کو تیار کر کے مع اپنے داماد ابوالمنصور حسان
 صفدر جنگ کے مرہٹوں سے جنگ کے لیے اپنی دارالحکومت سے کوچ کیا مقرر الدین وزیر
 کی فوج سے مرہٹے مقابلہ کر رہے تھے اور ہنوز معرکہ عظیم نہ ہوا تھا کہ بُرہان الملک
 ساٹھ کوس راہ ایک دن میں طے کر کے آئے باجی راؤ اس سردار کے لڑنے کی خبر سن کر
 ریواڑی اور پاٹودی کو چلا گیا اور ان مقبضوں کو لوٹا اور وہاں سے گجرات ہوتا ہوا
 مالوے میں آیا۔ راجہ بھد اور کو مرہٹوں نے ایک قلعہ میں محصور کر لیا راجہ بُرہان الملک سے
 توسل رکھنا تھا اُس نے بُرہان الملک کو عریضہ لکھا اور مدد چاہی بُرہان الملک راجہ کی
 عرضی پڑھ کر تیار ہوئے اور راجہ کو جواب لکھا کہ ہرگز نہ گھبرانا میں آیا جلد آتا ہوں مرہٹوں کو
 سزا دیتا ہوں بعد لکھنے جواب کے بُرہان الملک نے فوج کو آراستہ کیا اور سپاہ کی خیراک
 ہمراہ لی مثل برق و باد روانہ ہو کر گنگا کے پار آئے اور یہ ارادہ کیا کہ جہنما کو بھی عبور کر کے
 راجہ کی مدد کر کے مرہٹوں کو مجبور کریں چونکہ مرہٹوں اور ہندوؤں نے اتفاق کر کے دریائے جہنا
 کے گھاٹوں کا بڑی احتیاط سے انتظام کر لیا تھا اس لیے بُرہان الملک کو آسانی کے ساتھ جہنا
 کا عبور جلد میسر نہ ہوا اور راجہ بھد اور نے ٹمک پہنچنے میں دیر ہو جانیکی وجہ سے مرہٹوں
 کے ہاتھ سے سخت صدمہ پایا۔ ہمارا راؤ ہلکر باجی راؤ کا بہادر سردار اور اور بھی سردار مع فوج
 سوار جنگ کے پار جا کر میان دو آب میں ٹوٹ مار کرتے تھے جب بُرہان الملک کا آنا ان سرداروں
 نے سنا تو مثل مظفر خان اور امیر الامرا کے انھیں بھی جانا اور ارادہ محاصرے کا کیا ان
 کے قریب پھرنے لگا اور اٹام سے تاموتی باغ جو اگرے میں ہے سب آبادی کو جلا یا۔
 اور قصبہ سعد آباد و جلیسر کو لوٹا بُرہان الملک یہ خبر سنا کر طیش میں آئے اور فوج کو آمادہ کار کر لیا

بھڑوں کے چھتے میں پتھر مارنا ہے خود رانی گڑا سلطنت کو لگا ڈانا بہت بدیر مناسب مرہٹوں کا تدارک کیا جائیگا تعجیل کرو گے تو کام بگڑ جائیگا اور بعض نے یہ لکھا ہے کہ جب امیر الامرا صمصام الدولہ نے برہان الملک کی جرأت سے مرہٹوں کی مغلوبی سنی اسے بہت غصہ ہوا ہوئی رنج خجالت کے لیے یہ ارادہ کیا کہ برہان الملک کو ہمراہ لے کر نام پیدا کرے اور بہادر سی ہین قدم رکھے یا انھیں بھی مثل اپنے بدنام کرے اس لیے برہان الملک کو مرہٹوں پر جانے نہ دیا اور تہدید کر کے روکا برہان الملک نے بجائے تحسین نفرین بائی صمصام الدولہ کی کم لیا متقی و نادانی پر ہنسی آئی اور یہ سمجھ لیا کہ اس نادان کم جرأت نے سلطنت کو لگا ڈالا۔ مناسب یہ ہے کہ باجی راؤ سے صلح ہو جائے میرالک مرہٹوں کی تاخت و تاراج سے بچ جائے بائیں خیال باجی راؤ کے سرداروں کو جو قید تھے بلایا ان سے خاطر خواہ قول و قرار کر دیا اور کاغذ لکھا لیا بعد اس کے ان سرداروں اور دوسرے قیدیوں کو خلعت و خرچہ دے کر باجی راؤ کے پاس بھجوا یا باجی راؤ نے برہان الملک کی اس عنایت کا شکریہ ادا کیا اور اپنے معتمدوں کو بھجوا کر یہ اقرار بہ سو گند کیا کہ آپ کے ملک پر مرہٹوں کی فوج نہ جائے گی اور تاخت و تاراج نہ کرے گی۔ مرہٹوں سے اور برہان الملک سے یہ قول و قرار ہو گیا۔ مرہٹوں نے اُس کا نباہ کیا اور دھکے صوبے میں مرہٹوں کی فوج کبھی نہیں گئی۔ اور چوتھو دھیس کھی بھی اس صوبے سے نہیں لی چند دوسری کو ایک مرتبہ لوٹا تھا یہ امر سہوا ہوا تھا۔

محمد شاہ کو مرہٹوں کی چڑھائی کا بہت اندیشہ تھا اس لیے انھوں نے قوالدین خان وزیر کو بھی مع اپنی فوج کے دہلی سے روانہ کر دیا جو دہلی سے تیس کوس کے فاصلے پر صوبہ اجمیر کی راہ پر تھکا اور ثواب محمد خان غصنفر جنگ بنگلش بھی مع اپنے لشکر کے مرہٹوں کے مقابلے کیلئے

چار روز کا کھانا اپنے گھوڑوں پر رکھ لیں اور مسلح و مکمل ہو کر تیار رہیں اور برہان الملک نے پانی چھاگلون میں بھر دیا اور خمیر سی روٹیوں کو باخراط و نٹوں پر لہ دیا اور کچی توپیں (جیسے جزائل) ہاتھیوں اور اونٹوں پر کھوائیں ہر طرح کی تیاریاں کیں اور یہ حکم دیا کہ جسکے پاس گھوڑا ہو گا اور وہ ہمراہ نہ چلے گا اور لشکر میں رہے گا اُسکو گھوڑے کی دم کاٹ کر تشہیر کیا جائیگا۔ برہان الملک نے دل میں یہ ٹھان لیا کہ اگر باجی راؤ دریائے چنبیل کے اُس پار ہو گا تو میں عبور کر کے فوراً اُس پر حملہ کر دوں گا۔ اس نیت سے برہان الملک نے ہکا سامان ضرورت کے لائق فراہم کر کے روانگی کا ارادہ کیا۔

صمصام الدولہ کا برہان الملک کو مرہٹوں کے تعاقب سے روک دینا۔ مرہٹوں کا پیش دستی کر کے دلی کی طرف پہنچ جانا اور اُس کو غارت کرنا۔ برہان الملک اور مرہٹوں میں دوستی کا معاہدہ ہو جانا

برہان الملک بہرہ و وجہ تیار تھے کہ یکایک صمصام الدولہ کا شہر سوارا یا اور ایک خط برہان الملک کو دیا تو رخنوں کا مضمون خط میں اختلاف ہے بعض کا یہ قول صاف ہے کہ صمصام الدولہ کے خط میں یہ لکھا تھا کہ میں باجی راؤ کی تادیب کو مامور ہوا ہوں یہاں تک آیا ہوں تعجب نہ کرو مجھے آجانے دو تمہیں خدا کی قسم جو آگے قدم بڑھاؤ تمہیں بادشاہ کا واسطہ چوگے جاؤ اور بعض نے یہ لکھا ہے خط میں یہ مضمون تھا کہ خبردار قدم آگے نہ بڑھانا بادشاہ کا حکم مجھے لڑنے کا ہے تم نہ لڑنا آگے جاؤ گے تو بادشاہ کی حد دل حکمی ہوگی یہ جو جرأت تم نے کی ہے اس کی باز پرس ہوگی اس کام میں میرا اختیار ہے تمہیں کیا سرکار ہے مرہٹوں کی فوج کو سنانا

عنایت ہوئے کہ جو سیلے ذریعے سلطنت کی حفاظت کے ممکن ہوں وہ تمام اکٹھے کرے۔
بادشاہ کی قوت ایسی بودی ہو گئی تھی کہ آصف جاہ اُسکے ذریعوں سے اپنی ذاتی فوج کو
چونتیس ہزار آدمیوں تک بڑھا سکا آصف جاہ کی تدبیروں کا کارخانہ نہایت عمدہ تھا
اور سعادت خان کے داماد صفدر جنگ کے زیر حکومت فوج اُسکی مدد کے لیے موجود آلامہ
تھی بڑبان الملک کے سوا دہلی میں کسی امیر کو مرہٹوں کے تعاقب کا حوصلہ نہ تھا ہر ایک نے
خبر کیا اور اُنکے تعاقب میں کوچ نہ کیا بادشاہ اور وزیر اور اُمرا نے چوتھو دینے پر رضامندی
ظاہر فرمائی صلح کر کے آتش فشاں بجھائی۔

نادر شاہ کی ہندوستان پر چڑھائی بڑبان الملک کا محمد شاہ
کی مدد میں نادر شاہ سے لڑنے کے لیے شریک ہونا اور شکست پا کر
گرفتار ہو جانا

نادر شاہ نے تخت نشین سلطنت ایران ہو کر ایک قزلباش سردار کو بڑبان الملک
کے پاس بھیجا اور اُسکو دو خط دیے ایک محمد شاہ کے لیے دوسرا بڑبان الملک کے نام سفیر کو
ہندوستان کی حدود میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا گر اُس نے وہ دونوں خط پچالے اور کارخانہ
اداک کیا مگر خود مرجعت کی قدرت نہ پائی جبکہ نادر شاہ قندھار کے محاصرے میں مصروف تھا
اُس نے دلی کے دربار سے گرفتاری یا اخراج اُن چند افغانوں کا چاہا تھا جو غزنی کے پاس ٹپوس
کے ملکوں میں بھاگ کر گئے تھے اور اصل حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی سلطنت اس قابل نہ تھی
تھی کہ وہ اس درخواست کو قبول کرتی علاوہ اسکے یہ بھی دریافت ہوتا ہے کہ اس سلطنت نے
نادر شاہ کی نادر شاہی کے قبول و تسلیم میں کونہ تامل کیا تھا غرض کہ نظر بوجہ مذکورہ درجہ کے

ایک طرف مامور تھا جب مصاصم الدہلوی اور برہان الملک کی ملاقاتیں ہوئیں اور مہمانوں کی خدمتیں ہو چکیں اس عرصے میں چھ سات روز کی مہلت مرہٹوں کو مل گئی اور برہان الملک کے تعاقب سے دلجمعی حاصل ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ دہلی فوج شاہی سے خالی ہے تو باجی اودھ ایک نخت جناسے الگ ہوا اور اس بادشاہی فوج کے بازو سے جو قمر الدین خان وزیر کے تحت حکومت متھرا کے متصل تھیں وہ حرکت پڑی ہوئی تھی چودہ میل کے فاصلے پہنچ کر گذرا اور ۱۲ فروری کو بھاری روز سہ شنبہ کو باجی راؤ اپنے لشکر کے ساتھ تغلق آباد میں جا پہنچا دہلی کے ہندو مسلمان کا لٹکے میلے کی تقریب سے تماشے کے لیے وہاں جمع تھے اُن سب کو ٹوٹ لیا اور دوسرے روز دہلی کا محاصرہ کر لیا جبکہ اُمراء شاہی کو جو مرہٹوں کے تعاقب اور مقابلے کے لیے مامور تھے یہ معلوم ہوا کہ مرہٹوں نے دہلی پر یورش کی ہے اور اپنے مقابلے میں انکو نہ پایا تو فوراً دہلی کی طرف بہت عجلت کے ساتھ روانہ ہوئے اعتماد الدولہ وزیر جو بہت دوسرے اُمراء کے دہلی سے زیادہ قریب تھے جلد جا پہنچے اور ۹ فروری کو چار شنبہ کو مرہٹوں سے خفیف سی لڑائی ہوئی مڑھٹے ہٹ کر پیچھے جا پڑے۔ برہان الملک بھی اگر سے سے ۱۰ فروری کو روز سہ شنبہ کو بطریق لیغا روانہ ہوئے چار شنبہ کے دن طے مسافت کے بعد قصبہ تپٹ میں جو دہلی کے متصل ہے برہان الملک جا پہنچے دوسرے روز عید الفضحی تھی دہلی میں برہان الملک پہنچے مصاصم الدولہ بھی ہزار تھا تیسرے روز نواب محمد خان سنگھ بھی آکر مل گیا چونکہ برہان الملک کی شمشیر آبدار کا مزہ مٹے چکھ چکے تھے انکے لشکر کے پہنچنے کی خبر سننے ہی قصبہ ریواڑی اور پاٹودی کی طرف چلے گئے اور ان دونوں قصبوں کو ٹوٹ لیا اور وہیں سے بکرات اور مالوے کو راہی ہوئے اگرچہ باجی اودھ کو ٹوٹ گیا اگر اصف جاہ جہاں شاہ کی امانت پر تھا اپنے کوچ و سفر پر برا بر قائم رہا اور پورے اختیارات اُس کو اس بات کیلئے

روانہ ہے جہاں بڑا لاٹھ لگاؤں کا چڑھا تھا۔ سلطان بالکل بات میں چلے آئے کہ اس وقت محمد شاہ کے ساتھ پانچ لاکھ سوار اور آٹھ لاکھ پیادے اور آٹھ ہزار توپیں تھیں یہ بیان نہایت مبالغہ ہے اور لغو ہے جبکہ نادر شاہ آچکا تو سعادت خان اودھ کے صوبہ دار بھی اسی زمانے کے قریب اپنے بادشاہ کی مدد کے لیے روانہ ہوئے۔ جب محمد شاہ کو برہان الملک کے قریب آجائیکے خبر معلوم ہوئی تو خاندوران خان کو استقبال کے لیے بھیجا وہ اذیقندہ شاہ کے ہجری روز سہ شنبہ کو خاندوران نے لشکر سے اودھ کو س کے فاصلے پر استقبال کیا۔ جہاں کشائے نادری میں لکھا ہے کہ جب نادر شاہ نے یہ خبر سنی کہ برہان الملک تیس ہزار سپاہ اور توپخانے کے ساتھ اپنے بادشاہ کے شریک ہونے کو آ رہے ہیں اور بہت جلد اردوے محمد شاہی میں داخل ہونے والے ہیں تو انھوں نے رات ہی میں اپنی فوج قزاقوں کو متعارف راستے پر متعین کر دیا کہ وہ برہان الملک کو روکے لیکن وہ غیر متعارف راستے سے آدھی رات کے وقت محمد شاہ کے لشکر میں داخل ہو گئے اس فوج قزاقوں نے اُن کا تعاقب کیا اور بہت سے آدمی مار ڈالے اور اسیر کیے اور جو اسباب پایا لوٹ لیا۔ جبکہ برہان الملک نے یہ حال سنا کہ ایرانیوں نے اُنکے عقب لشکر پر حملہ کیا اور اسباب لوٹ لیا تو انھوں نے اس خبر سے براشتفتہ ہو کر امیر الامرا کو پیام بھیجا کہ میں اپنے لشکر کی حمایت اور مدد کے لیے سوار ہوتا ہوں اور یہ کہہ کر ہاتھی پر سوار ہوئے عالم شاہی میں لکھا ہے کہ برہان الملک محمد شاہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جو اُلو اپنے آدمیوں کی درانیوں کے ہاتھوں سے تباہی کا حال معلوم ہوا اُسی وقت غیظ و غضب میں اگر مقابلے کے لیے کھڑے ہوئے بادشاہ نے کہا کہ برہان الملک کام سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے وہ چونکہ غصے میں بھرے ہوئے تھے بزورِ حضور سے رخصت ہوئے۔

جواب میں بہت عرصہ ہو گیا اور جبکہ جواب اُسکا نہ پہونچا تو نادر شاہ نے تساہل و غفلت کی بجائے شکایت کی اور بہت برا بھلا کہہ کر کچھ توقف نہ کیا چنانچہ سیلاب کی مانند آگے کو غزنی کا بلوچ بڑھا بعد اُسکے صفر ۱۱۷۰ھ ہجری مطابق ۱۷۵۷ء میں ایک ایلمچی یہان سے دہلی کو روانہ کیا جسکو پہاڑی پٹھانوں نے ٹھکانے لگایا یہاں تک کہ نادر شاہ نے ہندوستان کی چٹائی کو ناواجب نہ سمجھا اور اُسکے لیے بہانہ معقول پایا اور راہ شعبان ۱۱۷۰ھ ہجری مطابق ماہ اکتوبر ۱۷۵۷ء میں اُسے شرقی جانب کوچ و مقام کو جاری کیا۔ گردئی کا دربار اب مرہٹوں کے خوف و ہراس اور اپنے خانگی فسادوں میں ایسا مبتلا تھا کہ نادر شاہ کے میل و حرکت پر بہت سی توجہ نہ کر سکا۔

جس قدر دئی کا دربار پہلے نادر شاہ کی طرف سے بے پروا اور غافل تھا ویسے ہی اس وحشت اثر خبر کے سننے ہی پریشان و ہراسان ہوا کہ نادر شاہ پہاڑوں سے آگے کو بڑھا اور اُس تھوڑی سی ہندوستانی فوج کو جو لاہور کے حاکم کے زیر حکم اُس کے مقابلے پر آئی تھی شکست فاش و یکراں تک آپہونچا اور وہاں کشتیوں کا پُل بنا کر پنجاب میں داخل ہوا اور آگے کو بلاتھا شام چلا آیا جہنا تک کوئی چھوٹی بڑی روک ٹوک بھی پیش نہ آئی یعنی دئی سے سو میل کے اندر بلا تکلف بڑھا چلا آیا اور کسی نے چون بھی نہ کی اور جب وہ وہاں پہونچا تو ہندوستانی فوج کے قرب و جوار میں اپنے آپ کو پایا نادر شاہ کی فوج اور سارے ہر اہول کی جو مسلح تھے تعداد بموجب اُس روز نمچے کے جس کا ترجمہ فیروز شاہ نے لکھا ہے ایک لاکھ ساٹھ ہزار آدمی تھی مگر اُسکی فوج کے ایک اخبار نویس نے جو بمقام پشاور اُس کی فوج میں داخل تھا ساڑھے چونتھ ہزار سپاہی اور چار ہزار بہیر و بنگاہ اُسکی بیان کی ہے۔

محمد شاہ نے بڑی جدوجہد اٹھا کر تھوڑی بہت فوج اکھٹی کی تھی چنانچہ کرناں کی جانب

چلاتے تھے کہ تیاری کر دو اب جنگ کے لیے سوار ہو گئے ہیں کوئی یقین نہیں کرتا تھا کیونکہ
نواب اپنے کیمپ میں سے سیدھے بادشاہ کے پاس گئے تھے وہ لوگ دین اُن کے ہونے کا
یقین رکھتے تھے چونکہ نقیب بھی سپاہیوں کی طرح بے حال ہو رہے تھے دو تین آوازیں دیکر
سپاہیوں کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور آرام کرنے لگے اس حالت میں بھی لشکر گاہ کے کنارے
کوئی چار ہزار سوار اور ایک ہزار پیادے نواب سے مل گئے اس وقت میں نادر شاہ کے قرا دل
سعادت خان کا تھوڑا سا سامنا کر کے بھاگنے لگے اگر نواب کو ملے لشکر سے جدا کر کے اپنے لشکر
کے قریب لے آئیں چنانچہ سعادت خان اپنے لشکر سے ایک کوس دور ہو گئے ان قرا دلوں کی
پسپائی کا حال دیکھ کر بادشاہ ہندوستان کے ہر کاروں نے حضور میں پہونچ کر عرض کیا کہ ایرانی
سپاہ بڑا نالک کے مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلی حالانکہ برہان الملک نے بادشاہ کی خدمت
میں عرض کر کر مر و طلب کی تھی اور بادشاہ اور اُمراء کے سوار ہونے کے لیے اصرار کر رہے تھے
کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ تو قرا دل ہیں بڑا لشکر ان کے عقب میں ہو گا محمد شاہ نے برہان الملک
کے آدمیوں کو اُمراء کے پاس بھیج کر حکم دیا کہ لڑائی کے لیے سوار ہوں بڑے امیر یہ تین تھے
آصف جاہ وکیل مطلق خان دوران امیر الامراء قرا الدین خان وزیر اعظم ان تینوں نے
متفق لفظ عرض کیا کہ آج لڑائی شروع کرنا سخت غلطی تھی آخر کار اس بات پر اتفاق ہوا
کہ ہر ایک امیر کو چاہیے کہ اپنی اپنی سمت مفضہ کی حفاظت کرے کیونکہ قرا لبا شون کی سپاہ
لڑائی میں فریب کرتی ہے۔ ہر امیر کا یہ حال تھا کہ دوسرے پر معاملے کو مالتا تھا خانوں نے
کا اقتدار تمام اُمراء میں کو زیادہ تھا اور بادشاہ کو بھی اُسپر بہت اعتماد تھا لیکن آصف جاہ
چونکہ عمر میں سب سے بڑا تھا اور لڑائی کے کام میں مہارت اچھی رکھتا تھا اس لیے اُس وقت
اُسکی رائے سے تمام کام ہوتا تھا۔ لیکن بادشاہ کے دل میں اُس سے بدگمانی تھی اس لیے

بیان الواقع کے مؤلف نے اسکا حال چشم دید لکھا ہے جیسا کہ قرآن سے پایا جاتا ہے۔
 یہ شخص حکیم علوی خان محمدا الملوک معالج محمد شاہ کی رفاقت میں تھا وہ کہتا ہے کہ
 یہاں الملک ۱۲ ذیقعد ۱۱۵۷ ہجری کو آدھی رات کے وقت محمد شاہ کے لشکر میں پہونچکر
 ٹھہر گئے صبح کو بادشاہ کے پاس گئے اور نذر دکھا کر شریک مشورہ ہوئے اسوقت جاسوس
 خبر لائے کہ قزلباش برہان الملک کے کیمپ پر حملہ کر کے چار آدمیوں کو پکڑ کر لے گئے ہیں یہ بت
 برہان الملک نے سنی تو وہ تلوار جو بادشاہ کے سامنے رکھی ہوئی تھی اٹھا کر لڑائی کے لیے
 رخصت چاہی ہر چیز بادشاہ اور اُمرانے مانعت کی اور سمجھایا کہ ایسے کاموں میں جلدی
 مناسب نہیں تاقل وقت بڑھا جب ہے دوسری کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ آصف جاہ نے
 بہت معقول بات کہی تھی کہ ابھی برہان الملک کا لشکر ٹھکا ماندہ ہے اُسے آرام نہیں پایا ہے
 اس لیے آج لڑائی مناسب نہیں کل بھیئت مجموعی دشمن پر چڑھائی ہوگی لیکن برہان الملک نے
 نہ مانا اور مقابلے کے لیے روانہ ہوئے کو خیمہ شاہی سے باہر نکلے اور صف اسکے کہن ماہ کے
 حصے سے لنگے پاؤنچن زخم تھا اور نوبت شفا قلوں کو پہونچ گئی تھی یہاں تک کہ کرسی پر بٹھا کر
 چار آدمی حرکت دیتے تھے اور اسی ہیئت سے بادشاہ کے پاس پہونچا تھا خلاصہ کلام یہ ہے
 کہ جیسے ہو سکا بادشاہ سے رخصت ہو کر باقی پر سوار ہوئے اور ایک ہزار پیادہ و سوار ساتھ لیکر
 قزلباشوں کے لشکر کی طرف چلے اور نقیبوں کو اپنے لشکر میں بھیجا حکم کیا کہ تمام فرج تیار ہو کر
 آج لے انکی سپاہ کا یہ حال تھا کہ صوبہ اودھ سے کرا تاں تک کہ ایک ماہ کی راہ ہے کڑی کڑی
 منزلیں کر کے آئی تھی اکثر سپاہی منزلوں میں اُنکے ساتھ نہ بندھ سکے تھے پیچھے رہ گئے تھے اور
 جس قدر آدمی ساتھ پہونچے تھے وہ طولانی کوچوں کی وجہ سے تھک رہے تھے اور اس وجہ سے
 کہ آدھی رات کے وقت بادشاہ ہی معسکر میں داخل ہوئے تھے اکثر خواب میں تھے نقیب بہتیرا

نہ زیادہ، نہ کم، جس قدر اس کی کوئی مدد نہ ہو، یہی تھی لیکن ہوائیگ ان سے ہوا کا کام کرتا
 رہنے ثابت قدمی اور جان نثاری میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا مگر تیر و کمان سے تیر خزانہ کا ایک
 مقابلہ ہو سکتا ہے نادر شاہ نے اپنی مہینہ و میسرہ و قلعہ کلا یک ایک کوس کا رکھا تھا چنانچہ اسکی
 فوج سے لڑنے والے توپوں اور بند و قون کی آوازیں تو سنتے تھے مگر بعد مسافت کی وجہ
 سے اصل کار سے بالکل بیخبر تھے اسلیے ہندوستانی فوج کی ترتیب بگڑ گئی تھی اور ایک کو
 دوسرے کا حال معلوم نہ تھا اس حالت میں بھی نواب برہان الملک ایک طرف کارستانہ
 کر رہے تھے اور دوسری طرف خالد و ران خان سے دام و دانگی ظہور میں آرہی تھی بہت سے
 انگشت و خون کے بعد شاہ داد خان افغان اور علی حامد خان جو نواب خان دوران خان کے
 لشکر کے نامور آدمی تھے جزائر کے گولوں سے اٹے گئے اور خود بھی خالد و ران خان اسی سے
 محروم ہوا اسکے ہزار سواروں نے جو بڑے بہادر تھے گھوڑوں سے اتر کر کمر سے دھن باندھ کر
 نادر شاہ کی سپاہ پر اتنے تیر برسائے کہ جسکے مشاہدے سے رستم کا جگر بانی ہو جاتا ان لوگوں نے
 وللاوری اور حلالنگی میں قصور نہ کیا خان دوران خان کا چھوٹا بھائی نواب مظفر خان کہ
 دوسری طرف لڑ رہا تھا جزائر کے گولے سے مارا گیا نواب برہان الملک کے سپاہی باوجودیکہ
 صوبہ آباد سے لیغا کر کے آئے تھے اور تھکے ماندے تھے نہایت ہمت کے ساتھ لڑے آخر کار
 انہیں سے بہت سے جزائر کے گولوں سے روانہ عدم ہوئے بعض میدان جنگ سے مٹھ پھیر گئے
 بعض متفرق ہو گئے اور برہان الملک کے بھی دوزخ میں لگے۔ جہاں شاہ نادر کی اور درمیانہ
 سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد شاہ بھی نظام الملک اور فرالدین خان کو ساتھ لیکر اُن و دونوں اُمرا
 کے پیچھے آدھے فرسنگ کے فاصلے سے اپنی فوج اور توپخانے کے پرے جاکر کھڑے ہوئے تھے
 بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ امیر الامرا خان دوران خان کے ہمراہی بہت نامور تھے اُن میں سے

وہ اپنی بڑی فوج کو جو پچاس ہزار کے قریب تھی دکن میں چھوڑ کر بن ہزار آدمیوں کے ساتھ آیا تھا اور بالفعل ناگمان یہ واقعہ طور میں آگیا اس لیے اپنی بڑی فوج کو دکن سے بلانہ سکا تاہم ہوت بھی محمد شاہ کے ساتھ انسی ہزار کے قریب سپاہ تھی جو سب آصف جاہ کے زیر فرمان تھی۔

بڑہان الملک نے کمر بادشاہ سے مدد طلب کی تو آصف جاہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ سیمینہ کی طرف خان دوران کا مورچہ ہے اور لڑائی بھی اسی طرف ہو رہی ہے اس لیے اس کو حکم دیا جائے کہ بڑہان الملک کی اعانت کرے بادشاہ نے خاندوران کو کہلا بھیجا اُس نے تعمیل کی اور بغیر اسکے کہ تو بچانہ اور فوج تیار کی کے ساتھ لیتا تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ میدان جنگ کو چلا گیا چونکہ یہ شخص سپاہ پر کمال شفقت رکھتا تھا جس نے اس کی مدد انگی کی خبر سنی وہ بڑے شوق سے اس کے پیچھے چلا گیا یہاں تک کہ اس کے ساتھ تیس ہزار آدمیوں کی جمعیت ہو گئی۔

نادر شاہ نے اپنی سپاہ کو لڑنے کے لیے اس طرح ترتیب دیا کہ سیدھی طرف طہاسپ خان جلا نگر کو اور اٹلی طرف فتح علی خان اور لطف علی خان افشار کو مقرر کیا اور قلب لشکرین انصر اندرزا کو رکھا جس کے ساتھ اچھے اچھے جنگجو اور تجربہ کار افسر تھے اور پچاس ہزار سوار جارا لیکر بڑہان الملک اور خاندوران کے مقابلے کے لیے میدان میں قدم رکھا اور تمام جرنیل چلانیا لوگوں کو پیادہ پا کر دیا تا کہ بھاگنے کا ارادہ کرنے پائیں۔

ہندوستانی امیرون کو چونکہ خدا کی طرف سے غرور و خود پسندی کی سز ملنے والی تھی نہ تو تو بچانہ مقابلے کے لیے نکالانہ جرنیل کو میدان میں لائے اور نہ کوئی اور امیر سپاہ لے کر سعادت خان اور خاندوران کی مدد کو میدان میں گیا نادر شاہ کی اتنی بڑی جہاز سپاہ کے مقابلے پر صرف ان دونوں آدمیوں کو کافی سمجھا اور اس خیال میں رہے کہ جب تیار ہو جائیے تو ہم حریف کو جواب دینگے الحاصل ان دونوں ہندوستانی امیرون کے ساتھ نہ تو بچانہ تھا

حولے کر دیا۔

جام جہان نامین لکھا ہے کہ بُرہان الملک بذات خود آنقدر پائیداری و کوشش بہرسانید کہ مزیدے بران در عالم شجاعت مُتصور نباشد نادر شاہ مکرر گفت کہ این قدر ایستادگی کہ در بُرہان الملک ملاحظہ شد درین محاربات کہ اتفاق افتاد از بیچ کس دیدہ نشد و ہمیشہ تحسین و آفرین بُرہان الملک می کرد اس روایت کی تائید خزائن عامہ سے بھی ہوتی ہے بیان الواقع میں لکھا ہے کہ آصف جاہ اور نواب قمر الدین خان بادشاہ کو سوار کر کے بُرہان الملک کی لشکر گاہ تک کہ لُٹ چکا تھا لائے لیکن نادر شاہ واپس چلا گیا تھا آصف جاہ نے نہایت دانشمندی سے بادشاہ سے عرض کیا کہ اگر اب رات میں ان دونوں اُمرا کی ہزیمت کی خبر مشہور ہو گئی تو تمام لشکر میں پریشانی پھیل جائے گی اور بہت سے آدمی بھاگ جائیں گے پس یہ بہتر ہے کہ یہ مشہور کر دیا جائے کہ قمر لباش بھاگ نکلے بُرہان الملک اُن کے تعاقب میں گئے ہیں اسلئے شادیانے کی نوبت بجوادی جائے اس سے لشکر میں ابتری نہ پڑے گی۔

بُرہان الملک کا نادر شاہ کو دلی چلنے اور ہندوستان سے

روپیہ وصول کرنے کی ترغیب دینا

برہان الملک نے امیر الامرا صمصام الدولہ خاندوران کی وفات کی خبر سنی تو منصب امیر الامرائی کے امیدوار ہوئے نادر شاہ سے مصلحت آمیز باتیں کہہ کے دو کروڑ روپے پر اُس سے صلح کر لی اور یہ قرار پایا کہ آصف جاہ حاضر ہو کر یہ دو کروڑ روپے پیش کرے گا بعد اسکے نادر شاہ واپس چلا جائے گا بُرہان الملک نے اس تمام مضمون کو ایک کاغذ میں تحریر کر کے بادشاہ کے ملاحظہ کے لیے آصف جاہ کے پاس بھیج دیا جب یہ رقعہ پہنچا تو آصف جاہ اور محمد شاہ کہ بہت

بہت سے مارے گئے لیکن بیان الواقع میں جو انکی تعریف کی ہے وہ اوپر مذکور ہو چکی۔
 صمصام الدولہ خاندوران خان خود محروح ہو کر مع چند قلعے باقی ماندہ کے میدان جنگ سے
 سرشام لوٹ کر آیا جسے سہ شنبہ ۱۹ ذیقعدہ کو قضا کی اور تانچ مظفری میں ہے کہ ۵ اگولائی ہوئی
 اور اُس کے دوسرے دن صمصام الدولہ مر گیا۔ برہان الملک میدان جنگ میں کھڑے ہوئے
 تھے اور اُنکے ہمراہیوں میں سے بعض مارے گئے تھے اور باقی ماندہ ہنایت پریشانی کی حالت
 میں ایک جگہ جمع تھے قزلباشوں نے اُنکو چاروں طرف سے گھیر لیا ایک نیشاپوری ترک
 جو برہان الملک کا ہم وطن تھا جرات کر کے برہان الملک کے ہاتھی کے قریب پہنچ گیا۔
 برہان الملک نے اُسکے چوبین تیر مارا خان مذکور نے آواز دی کہ او محمد ابن تم دیوانے
 ہوئے ہو کس سے لڑتے ہو اور اپنی فوج میں کس پر اعتماد رکھتے ہو یہ کہہ کر نیزہ زمین پر گرا ڈکڑ
 اُس سے گھوڑے کو باندھ دیا اور ہاتھی کا رسا پکڑ کر برہان الملک کی عماری میں جا پہنچا
 برہان الملک ایران کے ضابطے سے واقف تھے اسلئے اطاعت بجالائے اور اس پر نیچر تقدیر ہو کر
 ترک کے ہمراہ نادر شاہ کے حضور میں گئے نادر شاہ نے تقصیر معاف فرمائی۔ اُنکے ہمراہ شام محمد خان
 شیر جنگ بھی گزشتہ ہوا تھا خزانہ عامرہ میں اُنکی گرفتاری کا واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ
 شیر جنگ کی سواری کا ہاتھی مست تھا اور عالم شاہی میں کہا ہے کہ اُسکو برہان الملک
 کی سواری کے ہاتھی سے عناد تھا اُس نے بڑ کر برہان الملک کی سواری کے ہاتھی پر حملہ کیا
 اور اُسکو رلیتا ہوا نادر شاہ کے لشکر میں لے گیا تو ار اور آنکس کے بہت اُسپر وار کیے مگر نہ مانا
 اس طرح برہان الملک دو تین ہمراہیوں کے ساتھ نادر شاہ کے قبضے میں آ گئے برہان الملک
 نے دوزخ اٹھائے تھے ایک تیر کا دوسرے کا نادر شاہ نے اُن کو مصطفیٰ خاں شالمو کے

فیض انسان منبع المکان را از امرای قدیم دولت تیموریہ و معتمدان جاہ گورگانیدہ دانستہ نظامت
دارا بخلافہ شاہ جہان آباد کہ اعظم دیار ملوک ہند دست و حرم سرے اشرف سلاطین نے زمین
ست سرفراز فرمودیم و حسن خدمت و جہہ امانت و دیانت پرستی آن سرگردہ نوینیان عالمیقدار
بہ گذارش عقیدت گزین راسخ الاعتقاد و الامتزلت عالی مرتبت برہان الملک بہادر جنگ
کہ بحضور خاکپای مانودہ بود مستحسن و مقبول افتاد باید کہ آن رفیع القدر سکنہ شہر ادراسا
تمایذ و امیدوار دولت خدا ساز ساز و نوے پردازد کہ رعایا و برابا آسودگی بہر بہرند و زبردست زیر دست
مسادوی زمین نشود کہ قادر بر عاجز غلبہ آرد و ضبط کار خانجات و اسپان بادشاہی حرست
سلاطین و متہ خود شناسد خبر شرط ست و کلید قلعہ مبارک با جمیع کار خانجات حوالہ
طہاسپ خان سردار کہ ہمپای برہان الملک می رسد نماید درین مادہ شقہ خاص اعلیٰ حضرت
نیز بان قدیم الخدمت صادر شدہ حسب الارقام بعمل آرد و ما را متوجہ احوال خود شناسد و بن
تاکید داند۔ تحریر فی التاریخ ہفدہم شہر ذیقعد الحرام۔

۴
نقل شقہ بدستخط محمد شاہ

قدیم الخدمت من۔ برہان الملک و طہاسپ خان بہادر مع منشور نظامت کہ بنام آن
قدیم الخدمتہ از پیشگاہ شہنشاہ صادر شدہ میرسد باید کہ کلید جمیع کار خانجات را حوالہ سردار
ساز و درین باب قدغن منع و تاکید شدید داند۔

برہان الملک نے اپنی روانگی سے قبل شمس الدولہ کو اپنی طرف سے ایک خط لکھ کر مع ان
روزون فرمانوں کے آغا حسن کاشی کی معرفت بھیجا۔

نقل خط برہان الملک

نواب صاحب مشفق و مہربان سلاستہ تعالیٰ۔ تاریخ پانزدہم ذیقعد الحرام دولت خاکبوس

مترود تھے بہت خوش ہوئے۔ محمد شاہ کے حکم سے آصف جاہ بہت جلد نادر شاہ کے پاس گیا اور ملازمت حاصل کر کے زرمو عودا دیا اور خوشی خوشی اپنے لشکر میں واپس آیا اور محمد شاہ کے حضور میں پہونچ کر اپنی خیر خواہی اور دولت خواہی کا حال عرض کیا چونکہ صلح کا عہد و پیمان کر آیا تھا امیر الامرائی کا خواستگار ہوا بادشاہ نے اُس کے التماس کے موافق صمصام الدولہ کے انتقال کے دن ہی امیر الامرائی کا خلعت آصف جاہ کو عطا کر دیا برہان الملک جب یہ خبر پہونچی کہ آصف جاہ نے امیر الامرائی کا عہدہ پایا تو بیقرار ہو گئے اور نادر شاہ سے عرض کیا کہ لشکر محمد شاہ میں آصف جاہ کو پورا قابو حاصل ہے اُسکے سوا کوئی کچھ نہیں کر سکتا اُسکے نزدیک ایک دو کروڑ روپے کچھ حقیقت نہیں رکھتے اس قدر روپیہ تو میں بھی اپنے گھر سے دیکھتا ہوں باقی اُمرا اور خزانہ بادشاہی اور مہاجنون کا کیا ذکر ہے اگر حضور دلی کو جو تیس چالیس کوس سے زیادہ دور نہیں تشریف لے چلیں تو حصول مدعا ممکن ہے نادر شاہ اس بات سے خوش ہوا اور محمد شاہ کو مع خدم و حشم کے اپنے لشکر میں بلالیا۔ اور برہان الملک پر نادر شاہ روز بروز عنایت زیادہ فرمانے لگا خلعت فاخرہ عطا کیا۔ اور اپنی خاص محفل میں حاضر ہونے کی اجازت دی اور انکو دلتین کا وکیل مطلق قرار دیا اور صاحب اختیار کل مقرر فرمایا اور ملہا سب خان جلائے کو جو نادر شاہ کی فوج کے ہر اول کا افسر تھا۔ برہان الملک کے ساتھ دہلی کو اپنی روانگی سے قبل بھیجا۔ اور نظامت دہلی کے باب میں ایک فرمان اپنی طرف سے اپنی مہر لگا کر اور ایک شقہ محمد شاہ سے لکھو اگر شمس الدولہ کیلئے دیا جسکو محمد شاہ دہلی میں چھوڑ آئے تھے نادر شاہ کے فرمان کی نقل یہ ہے:-

”عالمیجاہ لطف اللہ خان صادق بہادر امیدوار مراحم بادشاہانہ بودہ معلوم نماید کہ آن

نہ دلی کے گلی کوچوں میں یہ خبر پھیلی تو ہندوستانیوں کی نفرت بلا مزاحمت ظاہر ہوئی اور ایرانیوں کا قتل ہونا شروع ہوا اور چونکہ ایرانی سپاہی جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے اس وجہ سے بہت سے لوگ انکے ہندوستانیوں کے غیظ و غضب کی قربانی ہوئے ہندوستانی بیرون نے ایرانیوں کے بچانے میں کوشش نہ کی۔ بلکہ بعض امیرون نے ایرانیوں کو قاتلون کے حوالے کیا جو انکی مجلس راہوں کی حفظ و حراست کے لیے متعین کیے گئے تھے۔ علیٰ حزیں نے بیان کیا ہے جسکو سیر المتاخرین ولے نے لفظ بلفظ نقل کیا ہے کہ سات سو ایرانی مارے گئے از رکھاٹ صاحب کی جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ میں ایک زار آدمی بیان کیے گئے ہیں نادر شاہ نے اول دول تو فساد کو دبا ناچا ہا اور اس بات کے دریافت ہونے سے گو نہ رنجیدہ ہوا کہ وہ فساد مدت بھر برپا رہا اور تنزل کی جگہ اُسکو ترقی حاصل ہوئی۔ باوصفا سکے صبح کو گھوڑے پر سوار ہو کر اس نظر سے باہر نکلا کہ اُسکو جیتا جاگتا دیکھ کر پھر امن و امان قائم ہو جائے از جبکہ وہ باہر نکلا تو اُسے گلی کوچوں میں اپنے ہموطن بھائیوں کی لاشوں کو پڑا ہوا دیکھا مگر سپر بھی اُسکو چوہن نہ آیا یہاں تک کہ لوگ ادھر ادھر سے پتھر پھینکنے لگے اور چاروں طرف سے تیر اور بان اُسپر برسنے لگے اور یہ نوبت پہنچی کہ ایک سردار اُس کا جو اُسکے پہلو میں جاتا تھا اس گولی کا نشانہ ہوا جو خاص اُس پر چھوٹ کر آئی تھی غرض کہ نادر شاہ نے جب دست رازانین رئیسین تو وہ بہت غصے ہوا اور قتل عام کا حکم سنایا چنانچہ صبح سے بہت دن چڑھے تک وہ حکم قائم رہا اور اُسکی بدولت وہ صورتیں پیش آئیں جو لوٹ مار اور پاداش و تدارک کی نظر سے پیدا ہو سکتی ہیں یعنی شہر کو چند مہامون سے ایسا جلایا پھونکا کہ وہ آتش بازی کا تماشا اور خوزری کا دورانی کا نمونہ بن گیا۔ خازن اودے کاظم خان شیدائے اس قتل عام کی تاریخ غم عام سے

آستانہ شہنشاہ دست داد و منشور نظامت بنام آن مہربان مع شقہ خداوند نصرت حاصل نموده شد چنانچہ آغا حسن می رساند و طہماسپ خان بہاد و فقیر تباہی سلخ منہ داخل شہر می شویم تا باؤلی استقبال طہماسپ خان قرین صلاح است و از قلعہ دار کلیہ قلعہ پیش خود طلبیدہ با کلیہ ہاے دیگر کار خانات در اول ملاقات حوالہ سردار خواہند فرمودہ زیادہ والسلام۔

یہ تحریرین شمس الدولہ کے پاس پہونچنے کے بعد چھپے سے برہان الملک اور طہماسپ خان بھی لئی پہونچے شمس الدولہ باؤلی تک استقبال کو آیا اور ملاقات کے بعد برہان الملک اور طہماسپ خان و شمس الدولہ کا مکار خان کے باغ میں اترے تھوڑی دیر یہاں بیٹھ کر کشمیری دروازے سے شہر میں داخل ہو کر قلعہ کو چلے۔ یار بیگ خان نے قلعہ کی گنجیان حوالے کرنے میں تھوڑی دیر توقف کیا جبکہ محمد شاہ کا شقہ دیکھا تو قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ طہماسپ خان کی راے سے دیوان خاص سے اسد بیچ تک تو نادر شاہ کی جرم سہرا کیلئے مکانات مقرر کیے گئے۔ اور باغ حیات بخش سے شاہ بیچ تک محمد شاہ کے لیے جگہ چھوڑ دی گئی۔ نادر شاہ بھی محمد شاہ کو ساتھ لیکر دہلی کو عازم ہوا۔ ذی الحجہ ۱۰۷۰ ہجری روز پنجشنبہ کو محمد شاہ اور ۹ ذی الحجہ روز جمعہ کو نادر شاہ قلعہ دہلی میں داخل ہوئے۔ نادر شاہ نے تھوڑی سی فوج کو شہر میں منقسم کر کے یہ حکم صادر فرمایا کہ فوج کے قانون کی سخت پابندی عمل میں آئے اور محمد شاہ کی حفظ و حراست کے لیے پہرے بٹھائے جائیں۔

قتل عام

باوصف اسکے کہ نادر شاہ نے دُور اندیشیان اور ہوشیاران برتین مگر ہندوستانی اُسے راضی نہوے اور دوسرے دن یہ افواہ مشہور کی گئی کہ نادر شاہ نے وفات پائی اور جون ہی

(۳) مُرتع اور سونے چاندی کے برتن وغیرہ۔

(۴) تخت طاؤس و تخت روان۔

(۵) اسباب سلاح خانہ و فرّاش خانہ۔
{ و آبدار خانہ و خوشبو خانہ و باور حینار و
کرکری خانہ و زین خانہ۔

(۶) شاہی ہاتھی خانے سے ہاتھی۔

(۷) شاہی اصطل سے گھوڑے۔

(۸) نواب مظفر خان و خاندوران کا وہ مال
{ و اسباب و زر نقد جو میدان جنگ میں انکے
کیمپوں کی ٹوٹ سے ملتا اسی طرح بُرہان الملک
کے لشکر گاہ کا مال و اسباب اور دہلی میں جو ان
سے زر نقد ملا۔

(۹) اہلکاروں امیرون سوداگروں اور
{ سرداروں سے

(۱۰) آصف جاہ سے

(۱۱) اعتماد الدولہ وزیر اعظم سے

(۱۲) لطف اسد خان سے

(۱۳) نواب محمد خان بنگش سے

قیمتی ڈیڑھ کروڑ روپیہ
قیمتی تین کروڑ روپیہ
تخمیناً پندرہ کروڑ روپیہ

پانسو

دو ہزار

سات کروڑ روپے سے زیادہ کا

دو کروڑ بارہ لاکھ روپیہ

ایک کروڑ روپیہ

ایضاً

ایضاً

نوا لاکھ روپیہ

لے تختہ راجستان میں مولوی حمید اسد فرحتی نے صرف تخت طاؤس کی لاگت سات کروڑ روپے لکھی ہے۔

نگالی ہے جبکہ نادر شاہ قتل عام سے سیر ہو چکا تو محمد شاہ یا اسکے وزیر کی شفاعت سے غصہ اُسکا ٹھنڈا ہوا اور قتل عام کی ممانعت کا حکم سنایا گیا اور انتظام اُسکا ایسا معقول تھا کہ جس وقت قتل کی بندش کا حکم صادر ہوا تو اُسی وقت فوج نے تسلیم کیا اور کسی نے دم نہ مارا۔ قانون کے ہاتھ جہان کے تہاں رہ گئے۔

گردئی والوں کی تکلیفات اس پر موقوف نہ ہوئیں اس لیے کہ نادر شاہ کا بڑا مطلب ہندوستان کی چڑھائی سے یہ تھا کہ اُسکے مال و دولت سے اپنے اگلو مال مال کرے اور جب سے اُس نے فتح پائی تھی تب ہی سے روپے کے اخذ و جر کے رنگٹھنگ اُس نے ڈالے تھے جبکہ وہ خواہاں تھا چنانچہ پہلے شیر اُسکے سعادت خان ہوئے۔

نادر شاہ دہلی سے اپنا مال لے گیا

کرنال کے میدان میں بربان الملک سعادت خان نے نادر شاہ کو ترغیب دی کہ دہلی حلقہ روپیہ وصول کرے اور شہنشاہی کارخانوں اور خزانوں پر ہاتھ مارے لیکن یہ بدعتی اُن کو اس نہ آئی۔ دہلی کے پہنچنے پر تھوڑی مدت گزری تھی کہ وہ مگے یہاں ایک اور تہہ کار نادر شاہ کے حضور میں پیش ہو گیا اس گھر کے بھیدی نے ہر ایک چیز اور ہر ایک مالدار کا پتہ بتا کر نادر شاہ کا دست تصرف دراز کرایا اور ذرا بھی کوئی مالدار نظر آیا تو اُس پر ایک رقم مقرر کرادی نام اس شخص کا جگل کشور ہے تفصیل تمام زر نقد اور اسباب کی جو نادر شاہ نے لیا تاریخ تیموریہ سے نقل کرتا ہوں۔

قیمت یا تعداد روپیہ یا مال

زر نقد یا مال و اسباب کہاں سے لیا

ساڑھے تین کروڑ روپے نقد

(۱) خاص بادشاہی خزانوں سے

قیمتی پندرہ کروڑ روپے کا

(۲) جواہر خانہ خاص سے جواہر

بیان الواقع کا مؤلف کہتا ہے کہ علوی خان اتنے دلیر تھے کہ علاج کے معاملے میں نادر شاہ کا رعب نہیں منستے تھے علوی خان محمد بن خفییہ کی اولاد سے تھے جو حضرت علی علیہ السلام کے بیٹے ہیں سولہ جناب فاطمہ علیہا السلام کے ایک اور عورت سے اور آپ کی ایسی اولاد کو اصطلاح میں علوی عین اور لام کے فحون سے کہتے ہیں۔

ان کا نام ہاشم باپ کا نام حکیم ہادی دادا کا نام مظفر الدین حسین علوی ہے سلسلہ ہجری میں شہر شیراز ملک فارس میں پیدا ہوئے تھے علم کی تحصیل اپنے والد اور ملا لطف اللہ شیرازی اور اخوند مسیحی سے کی سالہ ہجری میں بمقام تیس سال وطن سے ہندوستان میں آئے اور قلعہ ستارہ کے پاس اورنگ زیب عالمگیر کی ملازمت حاصل کی خلعت و منصب ملا اور محمد اعظم شاہ ہزاڑے کے پاس متعین ہوئے حکیم محمد شفیع شوستری نے انکی نجابت اور کمالات پر نظر کر کے اپنی بیٹی انکے نکاح میں دی شاہ عالم ہمار شاہ بن عالمگیر کے عہد میں علوی خان خطاب ملا اور منصب میں اضافہ ہو کر جاگیر بائی جب محمد شاہ تخت نشین ہوئے تو علوی خان نے ان کے ایسے معرکہ الآراء علاج کیے کہ بادشاہ انکی حذاقت مان گئے اور سونے اور چاندی کی برابر ٹوٹوایا۔ اور ہشت ہزاری منصب دیا اور تین ہزار روپیہ مہینہ نقد بھی مقرر کر دیا اور مقدمہ الملوک خطاب بخشا اور صفائے رات دن مطلب جاری تھا ہزاروں آدمی علاج کے لیے ان سے رجوع کرتے تھے مگر تصانیف کا شغل نہ چھوڑا انشی برس سے عمر گزر گئی تھی اُس وقت تک عینک کی ضرورت نہ پڑی اور قوت باہ اتنی قوی تھی کہ باوجود بڑھاپے اور خفاہ جہانی کے ہفتے میں دو تین بار غسل احتلامی کرتے تھے لیکن اتنی قوت جماع اور عورتوں اور حرموں کی کثرت پر بھی کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی اور ۲۵ رجب ۱۱۲۲ ہجری کو دلی میں مرض مستسقا سے انتقال کیا اور اپنی وصیت کے موافق حضرت شاہ نظام الدین کی درگاہ کے حوالی میں

(۱۴) رے خوشحال چند بیشکاب بخشی گری سے
 شیخ سعد الدیوان تن سے
 پونے تین لاکھ روپیہ
 اڑھائی لاکھ روپیہ
 ساڑھے تین لاکھ روپیہ
 تین لاکھ روپیہ
 اڑھائی لاکھ روپیہ
 ڈیڑھ لاکھ روپیہ
 پونے تین لاکھ روپیہ
 رے نو ندرے بیشکاب خالصہ سے
 سیتارام خزانچی خزانہ عامرہ سے
 جگل کشور سے
 سبحان رے وکیل فاغہ دکن سے
 اسی طرح دوسرے اکابر و علماء و قاضی القضاۃ میں سے کسی کو نہ چھوڑا سبے

روپیہ وصول کیا ان لوگوں پر سزا دل اور چوبدار اور سپاہی نہایت سخت مزاج سلاطین
 جن سے خدا کی پناہ جو لوگ استطاعت اُس قدر روپے کے دینے کی نہ رکھتے تھے جس قدر
 اُن سے مانگا جاتا تھا تو انہیں سے کسی نے زہر کھا لیا کسی نے ہتھیار سے خودکشی کر لی چنانچہ
 الہ دردی خان قراول بگلی اور قمر الدین خان وزیر کے سارے کامیاب خان اور سعد الدخان
 دیوان تن کے بھائی ان تینوں نے مسموم پانی پیکر جان دی اور شیر افغان خان نے خنجر سے
 خودکشی کو لی اور خالق یار خان نے پیش قبض مار کر جان دی۔

نادر شاہ اور حکیم علوی خان

نادر شاہ کی طبیعت دلی میں علیل ہو گئی تھی حکیم علوی خان نے علاج کیا شفا پائی
 نادر شاہ ان سے بہت خوش ہوا اور اس وعدے پر ان کو ہندوستان سے اپنے ساتھ
 ایران کو لے گیا کہ وہاں سے حج کو رخصت کر دیگا چنانچہ نادر شاہ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ان کو
 حرمین کو روانہ کر دیا علوی خان حج سے انفرار کے بعد ہندوستان کو واپس چلے آئے

دیگر

شد آن روزے کہ نادر شاہ ایران بہ دہلی داخل و برپافاش
 بہ نواب سعادت خان کہ بودہ وکیل مطلق از شاہ زنانش
 مشقت در شد و آمد بہ فیروز شقا تو بس شد رخسار
 از ان صدمہ بہ لیل عید اضحیٰ روان در بیت جنت شد و نش
 ز روزے درد ہائے این ندا داد کہ فردوس جنان باد آشیانش

دیگر

نہم و بچہ را داخل بہ دہلی چو نادر شاہ شد عالم بمرزید
 وکیل مطلق از مردود دولت چو نواب سعادت خان بگردید
 ازین رواند ران روز و روز شقا تو بس کہ در پاداشت ان پیش
 بہ پایان زین تعب و نختہ گشتہ سوے جنت شتابندہ شب عید
 سر آہے کشیدہ گفت ہائے خداوند بہ جنت باد جاوید

سیر المتاخرین میں بیان کیا ہے کہ لڑائی سے چند روز کے بعد برہان الملک مرض سرطان کے صدمے سے جو انکے پانویں ہفتار ہی ملک آخرت ہوئے خزانہ عامہ میں مذکور ہے کہ نرین ذی الحجہ کو برہان الملک نادر شاہ کے حکم کے بموجب دن بھر اپنے گھر پر بادشاہی کام سرانجام دیتے رہے مگر شقا تو بس کا درد اور بے طاقتی بہت تھی کبھی غصہ آجاتھا کبھی افاتہ ہوتا تھا۔ عید قربان کی رات کو صبح سے پہلے انکی سانس نکل گئی۔ جس شب انتقال کیا نظام الملک آصف جاہ عیادت کے لیے گئے اور پیشتر سے ایک آدمی کو بھیج دیا کہ برہان الملک کے

مدفون ہوے۔

تاریخ وفات یہ ہے۔

برفلکے فت مسیحیے جدید

اپنی وفات سے ایک سال پیشتر اپنے کتب خانے کو وقف کر کے علی قلی خان کو اس کا ستولی کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ جو کوئی پڑھنے کے لیے کتاب مانگے اسے دیدی جائے اور انفرغ کے بعد واپس لے لی جائے چونکہ کوئی بیانا چھوڑا تھا اس لیے اقل احمد شاہ بادشاہ بن محمد شاہ نے حکم دیا کہ ان کا تمام مال و اسباب و زر نقد ضبط کر لیا جائے آخر ش نواب صفدر جنگ وزیر کی تجویز سے یہ مقرر ہوا کہ تمام نقد و جنس اور جواہرات اور ہتھیار مرحوم کے حقیقی بھائی علی نقی خان کے سپرد کر دیے جائیں وہ ان کے ورثہ کو جو شیراز اور بنگالے میں ہیں حصہ فرائض کے بموجب تقسیم کر دیں۔ مفتاح التواریخ میں غلط لکھا ہے کہ وہ امام ابو حنیفہ کی اولاد سے تھے۔

برہان الملک کی وفات

آخر الامرا وغیرہ میں ذکر کیا ہے کہ برہان الملک اس لڑائی کے زخمی ہوئے ۹ ذی الحجہ ۱۱۷۱ھ ہجری روز شنبہ کی شب میں مر گئے اور مرآت آفتاب نمایین لکھا ہے کہ جس دن نادر شاہ دہلی میں داخل ہوا اس کی صبح کو برہان الملک نے وفات پائی۔

تاریخ وفات

ہوئی جسم کتاب ابجد عمر	اویس بگ کے ہاتھوں سے بہتر
پنے تاریخ کی جو فکرشایان	ہو اس سال آسم ہی سے اُنکے انظر
قلم نے دال ملفوظی کے اعداد	کیے اسم سعادت خان سے باہر

تو تیری کھال نکھالو لگا آصف جاہ اور شاہ سے رخصت ہو کر برہان الملک کے پاس آیا اور
 اور شاہ کی ساری تقریریں سن کر کہا کہ بھائی! آج یہ آفت ہمارے سر پر ہے کل تمھاری خیر نہیں اب
 کوئی صورت آبرو بچانے کی باقی نہیں ہے میں وہی آصف جاہ ہوں کہ کئی بار دکن کو فتح کیا ہے
 مدۃ العمر میں ۸ لڑائیاں سر کی ہیں نف ایسی زندگی پر کہ بڑھاپے میں ایک گدلے قزلباش کی
 سبے نام و نشان اگر میرے ساتھ ایسا سلوک کرے میں تو اب اس بات کو بہتر جانتا ہوں کہ اپنی
 جان کو ہلاک کر ڈالوں اور نہ ہر کا پیالہ پی لوں میرے اوزار دکن کے سوال و جواب قیامت میں
 ہونگے برہان الملک صاف لے تھے انھوں نے آصف جاہ سے کہا کہ آپ اپنے مکان کو قشرف
 لگائے کہ میں بھی ایسا ہی کروں گا۔ آصف جاہ رخصت ہو کر اپنے مکان کو گیا اور برہان الملک نے
 ایک شربت کے پیالے میں زہر ملا کر پی لیا اور چادر تان کر سو رہے اور مر گئے مگر نظام الملک نے
 زہر نہیں کھایا آرام سے اپنے دیوان خانے میں سو گیا جب بیدار ہوا اور برہان الملک کی خودکشی
 کی خبر سنی تو نظام ہر طرف کیا اور باطن میں مسرور ہوا۔ عماد السعادت کا مولف کہتا ہے کہ
 یہ حکایت محض بے اصل ہے حقیقت حال یہ ہے کہ برہان الملک کے چند ماہ سے دُنبل نکلا تھا
 اور کترال کی جنگ میں وہ موجود تھا اُسی صدمے سے وہ مر گئے اُنکے اور آصف جاہ کے درمیان
 ہرگز عداوت نہ تھی اور دلیل اس پر یہ ہے کہ آصف جاہ کا پوتا عماد الملک ایک شب اپنے ایک دوست
 سے بیان کرتا تھا کہ برہان الملک بڑی خوبی کے آدمی تھے ہمارے دادا اٹکوتر الدین خان وزیر سے
 زیادہ عزیز رکھتے تھے کیونکہ قمر الدین خان تو ہمارے رشتہ دار تھے اور برہان الملک باوجود جنہیت
 کے بڑے بڑے سلوک کرتے تھے عماد الملک جب یہ بات کہ چکا تو اُسکے دوست نے کہا بھلا کوئی سلوک
 بیان تو کرو اُسے کہا کہ ایک بار محمد شاہ نے میرے والد کو بعض دشمنوں کے اغوا سے پیش خانے کے
 بیاد دکن کے جو لے کر دیا اور فرمایا کہ تاحکم ثانی اسے قید رکھیں۔ والد نے قمر الدین خان کو لکھا کہ آپ

منع کر دے کہ وہ تعظیم کو نہ اٹھیں انھوں نے نہ مانا جب آصف جاہ پہنچے خد متکا۔ دن کی اعانت سے تعظیم کو کھڑے ہوئے۔ علی قلی خان والدہ داغستانی اُنکے مرثیے میں کہتا ہے۔

رباعی

دور از تو سپہ رواز گون مے گرید بنگر کہ زمانہ بے تو چون مے گرید

رفتی ز جهان و پشت شمشیر شکست با قامت جسم ہمیشہ خون مے گرید

شیر جنگ جو کہ قزلباش سواروں کی جمعیت کے ساتھ نادر شاہ کی طرف سے برہان الملک کے پاس مامور تھا تاکہ دو کروڑ روپے جنگے نذر کرنے کا انھوں نے وعدہ کیا تھا وصول کر کے وہ اُن سواروں کو لیکر اودھ میں گیا اور صفدر جنگ سے وہ روپے وصول کر کے نادر شاہ کے پاس لایا۔

گیان پرکاش کے مؤلف نے برہان الملک کی وفات کا واقعہ اس طرح ذکر کیا ہے کہ ایک نادر شاہ نے سعادت خان برہان الملک اور آصف جاہ کو چند سخت اور ناملائم الفاظ کہے۔ نظام الملک آصف جاہ ایک عیار آدمی تھا اُس نے سعادت خان سے کہا کہ اب زندگی بے لطف ہے اور ایک شربت کا پیالہ دہر کے بہانے سے پی لیا۔ نواب سعادت خان کہ نہایت غیور تھے اور مردمی کا طعنہ نہ رکھتے تھے واقع میں نہہر کھا کر رگئے۔ نادر شاہ ابھی دلی میں مقیم تھا۔ مگر عہد السعادت سے گیان پرکاش کی روایت کی تردید ہوتی ہے اُسکے مؤلف کا بیان یہ ہے کہ ایک دن نادر شاہ نے نظام الملک کو جسکی اولاد میں اب حیدر آباد والے نواب ہیں طلب کیے فرمایا کہ اسے بوڑھے تو نے ہمو قندھار تحریر کیا تھا کہ اگر حضور انثرن ہندوستان تشریف لائیں گے تو پچاس کروڑ روپے کا انتظام کروں گا اور جو کچھ بادشاہ و امرا سے ہاتھ لگے گا وہ ملاؤں گا اب وہ روپے کہاں ہیں آج اور کل کی ہمت ہے پر سون تک اگر حاضر نہ کر سکے گا

کر کے کہا کہ والد صاحب اس حال کو ستر برہان الملک کے بہت ممنون ہوئے جب تھوڑے دنوں کے بعد دکن سے دہلی کو آئے اور برہان الملک اُن سے ملنے کو گئے تو بفرش تک استقبال کیا اور ایک مسند پر بیٹھے اور اُس دن سے دونوں میں محبت بڑھ گئی۔

برہان الملک کے طبعی عادات

برہان الملک عجیب سعید اور با وفا آدمی تھے اپنے مدام الحیات یہ دستور رکھا کہ جب عہدہ نواب سر بلند خان کی سواری ملتی تھی تو ہاتھی سے اتر کر انکو بڑے ادب سے سلام کرتے تھے جب مبارز الملک سر بلند خان دلاور جنگ ۳۲ء میں صوبہ داری انجرات سے معزول ہوا اور اُسکی جگہ ہماراجہ ابھے سنگھ پسر اجیت سنگھ والی جو دھپور مقرر ہوا تو سر بلند خان کی کیٹن ٹوٹا بادشاہ کے حکم سے اگرے میں ٹھہر گیا یہاں سپاہ نے تنخواہ کے لیے اُس پر لڑا کیا سعادت خان نے معرفت کی وجہ سے تنخواہ کو اپنے ذمے لے لینا چاہا مگر سر بلند خان نے نہ مانا اور اسباب فحش کر کے سپاہ کی تنخواہ ادا کی۔

۹۰
سید فتح علی شاہ

سعادت خان کی پیشانی پر یہ بنامی کا داغ ضرور رہا کہ انھوں نے نادر شاہ کے ہاتھوں کی گریہ یاد کرادیا تاریخ مظفری میں ہے روز دیگر فردوس آرام گاہ خلعت میرنجشی گری بنظام الملک فتح جنگ مرحمت فرمود سعادت خان برہان الملک کہ میڈار این خدمت بود از حبیبیہ خاطرست نادر شاد را برقتن دار الخلفہ شاہ جہان آباد ترغیب نمودہ داد نکحرامی ادا کرد و خزانہ و خانہ انجا گوش زد کرد و مفتاح التواضع میں بھی اس بات کی تصریح کی ہے از گفتن ادا نادر شاہ زمیندان قتال کرنال بہ بہانہ ضیافت در قلعہ شاد جہان آباد داخل شدہ و آلا را دہ نادر شاہ چنین بزد چنانچہ تاریخ و فائقش بزیادت یک عدد چنین یافتہ اندر ع
بے سعادت نمک حرام برد

اس وقت دستگیری فرمائیں کیونکہ والد تو دکن میں ہیں اور مخالف لوگ داکن میں لگے ہیں اور بادشاہ کو غصے کر دیا ہے آپ باپ کی جگہ ہیں انھوں نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت مختار اور جان و مال کے مالک ہیں ہم سب نکلے غلام ہیں وہ جو کچھ کرتے ہیں خوب کرتے ہیں۔ میں بندگان اقدس کی مرضی کے خلاف عرض کرنے کے طاقت نہیں رکھتا ہوں والد نے جب یہ جواب سنا تو زندگی سے قطع امید کی اور اس بات پر آمادہ ہوئے کہ انگوٹھی سے ہیرا نکال کر اور پس کر کھالیں اس اثنا میں برہان الملک جو دربار میں آئے ہوئے تھے انھوں نے بھی یہ حال سن لیا آتش غضب بھڑکنے لگی اور بادشاہ کے پاس پہنچے تو خشم آلود اور چین چوبین کھڑے رہے بادشاہ نے اس حال کا سبب دریافت کیا۔ برہان الملک نے عرض کیا کہ غلام سخت حیران ہے اور نہایت متعجب ہے کہ قلعہ کیوں نہیں منہدم ہو جاتا کہ آصف جاہ نے رکاب سعادت میں بڑی مستعدی سے خدمات کیں اور اُس کا بڑا بیٹا جو حضور کا جان نثار ہے ایک ادنی آدمی کی وجہ سے پیش خانے کے سپاہیوں کے پاس نظر بند ہے جو کچھ اُسکے باپ نے خدمات کیں اُن کو اس طرح یک نخت بھلا دینے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس غلام کی دائرہ بھی عنقریب اپنے خون سے رنگین ہوگی۔ یہ بات کسی اور پیش خانے میں آکر میرے باپ سے کہا کہ تم یہاں کیوں بیٹھے ہو تمھارا سسر نام دے اُس سے کچھ توقع مت رکھو میرے ساتھ چلو دیکھوں تو کون ایسی ہمت رکھتا ہے کہ مجھ سے تمکو چھڑ لے گا۔ اُس نے بہت الحاح کیا کہ بادشاہ کے بے حکم اٹھنا اچھا نہیں۔ برہان الملک نے نہ مانا اور اُسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں مضبوط کر کر اپنی بالگی میں بٹھا کر قلعہ سے نکال کر اسکی حویلی میں پہنچا دیا اور کہا کہ میرا سر آصف جاہ کے دروازہ پر نہار ہے۔ اگر اب کوئی فرج قلعہ سے آئے تو خد کے لیے یہ نکرنا کہ خاموشی کے ساتھ اُسکے ہمراہ چلے جاؤ۔ بلکہ مجھے خبر کر دینا اُسی وقت پونچ کر تمھارے باپ کی اُن مہربانیوں کا جو میرے اوپر ہیں حق ادا کرو گا۔ عمار الملک نے یہ قصہ بیان

بادشاہ کے ہاں سے خلعت عطا ہوا۔ قضا را وہ عارضہ چھپک یا کسی اور مرض میں بچپن ہی میں مر گیا تو مرزا مقیم کو جو نواب بُربان الملک کے دلاوت تھے اصالتہ خلعت مرحمت ہوا جنھوں نے اپنی یادری اقبال سے صفدر جنگ کا خطاب پایا۔

اولاد نواب سعادت خان

نواب سعادت خان بُربان الملک کے ہندوستان میں ایک بیٹا اور پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں بڑی بیٹی صدر جہان بیگم دوسری نور جہان بیگم تیسری ہما بیگم عرف بندہ بیگم چوتھی محمدی بیگم پانچویں آمنہ بیگم۔ اور بیٹا بُربان الملک کے بعد حالت طفلی میں مر گیا جب بُربان الملک کی بڑی بیٹی صدر جہان بیگم کی عمر ۱۳ برس کی ہوئی تو انگلی اول یہ منشا ہوئی کہ اپنے بھتیجے شہزادہ شیر جنگ سے بیاہ دیں لیکن چونکہ وہ لونڈے بازی میں مصروف رہتے تھے اسلئے اپنی بڑی بہن کے بیٹے مرزا مقیم ابن جعفر خان بیگ کو نیشاپور سے بلا کر صدر جہان کی اُن سے شادی کر دی انکا عرف نواب بیگم ہے اور جب نواب کی دوسری بیٹی نور جہان بیگم عرف ہنگا بیگم دس برس کی عمر کو پہونچی تو اپنی چھوٹی بہن کو جو میر محمد شاہ میر کی زوجیت میں تھی مع اس کے بیٹے نصیر الدین حیدر خان بیگ کے نیشاپور سے بلا کر نور جہان بیگم کی شادی اپنا س بھائی سے کر دی نواب کی تیسری بیٹی ہما بیگم نواب کے بھتیجے سید محمد خان سے منسوب ہوئی تھی جو اپنے باپ سیادت خان کے خطاب کے ساتھ نیا طلب تھے چوتھی بیٹی محمدی بیگم کا ازدواج نواب محمد قلی خان ابن مرزا محسن برادر مرزا مقیم کے ساتھ ہوا اور پانچویں بیٹی آمنہ بیگم کا بیاہ سید محمد خان سے ہوا جیسا کہ قیصر التواریخ میں ہے اگر یہ وہی سید محمد خان ہے جو نواب کا بھتیجا ہے تو ہما بیگم کے انتقال کے بعد آمنہ بیگم اس کے نکاح میں آئی ہوگی اور اگر کوئی دوسرا شخص ہے تو خیر یا کاتبوں کی غلطی سے نام بدل گیا ہے۔ انہیں سے صدر جہان بیگم زوجہ نواب صفدر جنگ خاں صاحبہ بنت نواب محمد نفی خان صوبہ دار

۵۲) الیم ایک دن برہان الملک اور عمدۃ الملک محمد شاہ کے حضور میں حاضر تھے نواب نے امیر خان پر طعن کر کے کہا ۵

پسر فوج بابدان بہشت خاندان نبوتش گم شد
یعنی تو کہ شاہ نعمت اللہ کی اولاد میں سے ہے نام مقول وضع رکھتا ہے امیر خان نے جواب میں کہا سچ ہے ۵

سب اصحاب کف اوز چند پے نیکان گرفت مردم شد
یعنی تم کہ گناہ تھے اس مرتبہ کو پہونچ گئے عمدۃ الملک زمانہ اطوار رکھتا تھا آنکھوں میں کاجل لگاتا تھا دانتوں پر سیسے لگاتا تھا ہاتھ پر دن میں مہدی لگاتا تھا انگوٹھی چھل اور تعویذ اور دو وزن کانین بالے پہنتا تھا۔

برہان الملک نہایت کار طلب امیر تھے جبروت کے ساتھ رعیت بددوری بھی مزل میں تھی نہایت مدد بر شجاع اور منتظم تھے۔ مرتے وقت خزانے میں نقد نوکر در روپے چھوٹے جیسا کہ عمارت سعادت میں لکھا ہے مگر یہ سراسر مبالغہ ہے۔

طبیعت موزون تھی شعر بھی کہتے تھے زمین تخلص کرتے تھے میر عبد العلی طالع تخلص ایک غزل کے مقطع میں لکھا ہے ۵

طالع این مصرع نواب دل از دستم ہر دو دل انگین بکے دادہ ام و یاد و نیت
دو سرا مصرع آہن کا ہے ریاض الشعرا میں علی قلی خان 'اُغستانی' نے ان کے نام سے یہ شعر لکھا ہے ۵
زکدام رہ بیایم کہ چشم تو در آیم کہ بگر چشم مست ہمہ نیرہ سپاہست
نواب سعادت خان برہان الملک کا جانشین
قیصر التواریخ میں لکھا ہے کہ نواب برہان الملک کے مرنے کے بعد ان کے بیٹے کو جو چھوٹا تھا

درجہ سوم نو ہزار سات سو روپیہ۔

پنجہزاری اسپ عراقی ۳۲ جنس ۳۳ ترکی ۶۸ یا بوبہ ۶۸ تازی ۶۷ جنگلہ ۶۶ ہاتھی شیرگیر ۲
سادہ ۳۰ منجھولہ ۲۰ کرہہ ۲۰ پھندر کیہ ۱۰ اونٹ ۸۰ خچر ۲۰ چکڑے اور گاڑی ۱۰۰
تنخواہ درجہ اول تیس ہزار روپیہ درجہ دوم آتیس ہزار روپیہ درجہ سوم ۲۸ ہزار روپیہ۔
ہفت ہزاری اسپ عراقی ۳۹ جنس ۴۹ ترکی ۹۸ یا بوبہ ۹۷ تازی ۹۸ جنگلہ ۶۸
فیل شیرگیر ۳۰ سادہ ۴۲ منجھولہ ۲۶ کرہہ ۲۶ پھندر کیہ ۱۱۲ اونٹ ۱۱۰ خچر ۷۰ گاڑی چکڑے ۳۳
ماہانہ ۴۵۰۰ روپیہ

نسب مرزا مقیم الخاٹب بہ نواب ابوالمنصور خان صفدر جنگ

قبل اسکے کہ امین خاندان کے حسب و نسب سے بحث کی جائے یہ امر ملحوظ رکھنا ضروری ہے
کہ والیان اودھ قوم کے مغل نہ تھے بلکہ انکی قوم ترکمان قبیلہ اقرا قویلو تھی قوم مغل اور قوم ترکمان
میں فرق کیا ہے اسکے سمجھنے کے واسطے یہ واقعات کہ تقسیم اقوام کس نے شروع ہوئی قابل ملاحظہ ہیں
ملک تاجیکو زمانہ قدیم میں سفید (سندیا) کہتے تھے جو بحر الکاہل سے بحیرہ خزر (جہاں چین) پہنچے
چین ہندوستان اور ایران کے شمال میں پھیلا ہوا ہے اس میں بہت سی خانہ بدوش قومیں
آباد تھیں اور وہ قومیں ان چار بڑے طبقوں پر منقسم تھیں جن سے یہ جدا جدا قومی سلسلے
قائم ہوئے۔

(۱) ٹنگس یا (مانچی) وہ ہیں جو مشرقی حصہ یعنی مانچوریہ میں آباد تھے اور جنہوں نے
چین فتح کر کے دوبارہ سترھویں صدی عیسوی سے اپنی سلطنت قائم کی۔

اکبر آباد کے بطن سے تھی اور باقی چار بیٹیاں بی بی صاحبہ سے تھیں بعض تو انجمن ایساہی
 لکھا ہے لیکن محمد فیض بخش نے فرج بخش میں والدہ شجاع الدولہ کی نسبت کہا ہے کہ بیمر
 ہفت سال ہزارہ والدین درسنہ یکہزار و یک صد و بیست از نیشاپور وارد شاہ جہان آباد
 شدہ بودند

منصب کی توضیح

برہان الملک کے بیان میں مذکور ہے کہ ایک بار انگو منصب ہزاری دوبارہ منصب ٹیپ ہزاری
 تیسری بار پنج ہزاری چوتھی بار ہفت ہزاری ملا۔ سمجھنے کے لیے ان منصبوں کی تھوڑی سی تفصیل
 آئین اکبری سے یہاں لکھا ہوں اس کتاب میں بیان کیا ہے کہ اکبر شاہ ہندوستان نے
 وہ ہزاری تک منصب مقرر کیے تھے پھر اس میں ہر ایک کے باعتبار تنخواہ کے تین تین درجے
 تھے ان منصبوں میں سے پنج ہزاری تک نو کردن کو ملتا تھا اس سے لگے بادشاہ کے بیٹوں کے واسطے
 مخصوص تھا۔ ہر ایک منصب والے کے لیے گھوڑے با تھی با و برداری اور تنخواہ خصوصیت
 کے ساتھ مقرر تھی مثلاً۔

منصب ہزاری کے لیے گھوڑوں میں عراقی ۱۰۔ جنس ۱۰۔ ترکی ۲۱۔ یا بوا ۲۱۔ تازی ۲۱۔
 جنگلہ ۲۱۔ ہاتھی و نمین شیرگیر ۶۔ سادہ ۸۔ منجھولہ ۶۔ کرہہ ۶۔ پھند رکیہ دو۔ بار برداری میں اونٹ ۲۱
 خچر ۵ گاڑی اور چھکڑے ۴۰۔ تنخواہ ماہانہ درجہ اول ۸۲۰۰ روپیہ درجہ دوم ۸۱۰۰ روپیہ درجہ سوم
 ۸۰۰۰ روپیہ۔

ڈیڑھ ہزاری گھوڑوں میں عراقی ۱۲ جنس ۱۲ ترکی ۲۴ یا بوا ۲۴ تازی ۲۴ جنگلہ ۲۴۔
 ہاتھی و نمین شیرگیر ۸۔ سادہ ۱۰ منجھولہ ۸ کرہہ ۶ پھند رکیہ ۳ بار برداری میں شتر ۲۴
 خچر ۵ گاڑی اور چھکڑے ۵۰ تنخواہ ماہانہ درجہ اول دس ہزار روپیہ درجہ دوم نو ہزار روپیہ

کے زمانے میں قراویوسف کو بھی ملک گیری کی ہوس ہوئی اور ترکمانوں کو جمع کر کے ٹوٹ مار شروع کی اور آذربائیجان و آرمینا وغیرہ بعض ملکوں پر قبضہ کر لیا امیر تیمور نے اُس پر اور سلطان احمد پسر سلطان اویس جلا کر پر چڑھائی کی اس وقت میں جیسا کہ کتاب ہفت اقلیم میں لکھا ہے بایزید ایلدرم نے جو سلاطین عثمانیہ روم کے اجداد میں سے ہے ان دونوں کی حمایت کی اور آخر کار مقابلے میں قید ہوا اور وہ دونوں بھی مصر کی طرف بھاگ گئے حبیب السیر کی جلد سوم کے جز سوم میں مذکور ہے کہ جس زمانے میں قراویوسف ترکمان مصر میں پناہ گزین تھا تو وہاں اُس کے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام پیر براق ہے احمد جلا کر بغدادی بھی ان دنوں وہیں پناہ گزین تھا جس نے اُس لڑکے کو اپنی فرزندگی میں لے لیا یہ لفظ غین معجز سے بدل غ بھی آیا ہے چنانچہ اس سے کہ اُس کا نتیجہ فکر ہے ظاہر ہے ۵

نامم بدلغ بندہ بادلغ حیدرم ہر جاشہ ست درجہ عالم ظلام ہست
 ۱۱۰۰ھ میں امیر تیمور کی وفات کے بعد قراویوسف نے پھر سر اٹھایا اور قلعہ آذربائیجان کو فتح کر لیا تیمور کے انتقال کے بعد مرزا ابو بکر بن میران شاہ اور اُس کے بھائیونین باہم جنگ و جدل شروع ہوئی تو قراویوسف اور سلطان احمد جلا کر نے ملکر کردستان میں بھی اپنی حکومت قائم کر لی سلسلہ ہجری میں قراویوسف نے لشکر عظیم لیکر تبریز پر یورش کی اور میان امیر تیمور کے بیٹے میران شاہ کو قتل کیا ۱۱۳۱ھ ہجری میں سلطان احمد جلا کر کو قراویوسف کی ملک گیری پر حسد پیدا ہوا اور اُس نے بغداد سے قراویوسف پر حملہ کیا جس میں وہ شکست کھا کر مارا گیا۔ جس نے خاندان جلا کر کا خاتمہ کر دیا۔ قراویوسف نے بغداد کو بھی فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا ۱۱۴۰ھ میں قراویوسف پر شاہ فخر مرزا بن امیر تیمور نے چڑھائی کی قراویوسف سانبوکان کے ساتھ مقابلے کو تبریز سے نکل کر مقام ادجان میں آیا اور ابھی دونوں لشکر طوائی میں مصروف

(۲) تنگت یا تبتی وہ قوم ہے جو ہندوستان کے شمال کی جانب تبت میں رہتی تھی اور جسے ساتویں صدی عیسوی میں مذہب بودھ اختیار کیا۔

(۳) مغل وہ ہیں جو پانچوریہ سے مغرب کی طرف افغانستان (منگولیا) میں رہتے تھے جو بڑے جنگجو تھے۔

(۴) ترک وہ لوگ ہیں جو منگولیا کے مغرب سے بحیرہ خزر اور کوہ ہمال تک آباد تھے۔ جنھوں نے خراسان، ماد النہر، شام، روم و مصر وغیرہ پر حکومت کی چنانچہ سلجوق، ایلک خوارزم شاہی، بادشاہ اورانگی تمام شاخیں اور ہندوستان کے وہ تمام مسلمان خاندان جو محمد عوزی سے ابراہیم لودھی تک ہند پر حکمران رہے۔ ترکمان بھی انھیں میں سے ہیں بعض نے وجہ تسمیہ ترکمان کی یہ لکھی ہے کہ جب ترکوں نے توران و روم سے ایران میں نقل مکانی کی تو انکی اولاد ابراہیم ترکمان کہلانے لگی اور صاحب صیب السیر نے لکھا ہے کہ چونکہ یہ لوگ بہ نسبت ترکوں کے کم رتبہ ہیں اسلئے ترکمان کہلاتے ہیں ان تشبیہ کا فائدہ دیتا ہے یعنی ترکوں کی مانند ترکمانوں میں دو قومیں ہیں ایک سفید اور دوسری سیاہ پہلی کو آق قویونلو اور دوسری کو قر قویونلو کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ جبکہ جھنڈون اور پھر بیرون پر سفید بھٹی کی تصویریں ہوتی تھیں وہ سفید بھٹی والے ترکمانوں کے نام سے مشہور ہوئے اور جبکہ جھنڈون اور پھر بیرون پر سیاہ بھٹی کی تصویریں ہوتی تھیں وہ سیاہ بھٹی والے ترکمان کہلاتے تھے ابو المنصور خان صفدر جنگ قرا یوسف بن قرا محمد بن بیرم کی اولاد سے ہیں جو سیاہ بھٹی والے ترکمانوں میں سے تھا مفتاح التواریخ میں لکھا ہے کہ قرا یوسف بن قرا محمد کے اسلاف خانہ بدوش تھے اور ترکستان کے جبال عارفین کہتے تھے سلطان اویس جلال بعد ادی نے قرا یوسف اور اسکے باپ اور دوسرے رشتہ داروں کو اپنے چوپانوں کے چرانے اور اعلیٰ نگہداشت و خدمت کے کام پر مقرر کر دیا تھا۔ امیر تیمور کی ملک گیری

نصف حصہ ملک پر قابض ہو گیا اسی سنین حسن علی شاہ کے انتقال کے بعد شاہ جہر مرزا تخت آباہی پر جلوہ افروز ہوا۔ مگر صرف ایک سال سلطنت کی تھی کہ انتقال ہو گیا۔ فضل اللہ تاریخ میں اس بادشاہ کا نام چھوٹ گیا ہے۔ ۵۸۰ھ میں شاہ منصور مرزا بن شاہ ناصر مرزا تخت نشین ہوا مگر اس کے عہد میں خاندان صفویہ کا ایران میں دور دورہ شروع ہو چکا تھا۔ عنان حکومت شاہ اسمعیل صفوی کے ہاتھ میں تھی خاندان صفویہ کا اقبال کمال عروج پر تھا چنانچہ پندرہویں صدی عیسوی کے شروع شروع میں شاہ صفوی نے ترکمانوں کی قوت کا استیصال کرنا چاہا اور منصور مرزا پر چڑھائی کر دی تھی یہ شخص دور اندیش تھا یہ سمجھ کر کہ میں تاب مقاومت نہ لاسکوں گا مقابلہ کرنا مناسب وقت نہ سمجھا بلکہ جس وقت شاہ اسمعیل داخل مملکت تبریز ہوا منصور مرزا نے نہایت تپاک کے ساتھ اس کا استقبال کیا اور بلا عذر عنان حکومت اُس کے ہاتھ میں دیدی بعض کہتے ہیں کہ شاہ عباس اول نبیرہ شاہ طہماسپ صفوی تبریز کو تسخیر کر کے منصور مرزا کو اپنے ساتھ منشا پور کو لے گیا اور اُس کے لیے جاگیر مقرر کر دی۔ لیکن اس قول کی صداقت میں کلام ہے اس لیے کہ شاہ عباس ماضی نے جب تبریز پر چڑھائی کی تو اُس وقت وہ سلطنت عثمانیہ کے قبضے میں تھا نہ منصور مرزا کے چنانچہ جلد مشتم روضۃ الصفا میں ذکر فتح آذربائیجان و تبریز کے ضمن میں لکھا ہے کہ آذربائیجان اور تبریز پر سلطنت عثمانیہ کا قبضہ تھا اور روم کی طرف سے علی پاشا یہاں حاکم تھا۔ اُس سے اور غازی بیگ کر دے اس زمانے میں جھگڑا پیدا ہو گیا علی پادشاہ نے اردان اور پنجوان اور تبریز کا لشکر جمع کر کے غازی بیگ پر چڑھائی کی اُس نے اپنے بیٹے ابدال کو شاہ عباس ماضی کے پاس استمداد کے لیے بھیجا۔ شاہ نے اس موقع کو نہایت غنیمت جانا کیونکہ اس وقت میں تبریز و میون سے خللی تھا اور تیاری کر کے ارادہ سفر نذران کی شہرت دیکر بائیں لٹانی

تین ہوتے تھے کہ قزاق یوسف کو بیٹھلا اور درویش کم کے صدر سے انتقال کیا۔ بایسنغر بن شاہ رخ نے تبریز پر قبضہ کر کے شاہ رخ کے نام کا خطبہ پڑھا جب شاہ رخ فتح تبریز سے فارغ ہو کر واپس ہوا تو قزاق یوسف کے بیٹے اسکندر نے جو شاہ رخ کی فوج سے بھاگ گیا تھا پھر آذربائجان پر قبضہ کر لیا شاہ رخ نے دوبارہ چڑھائی کی تو اسکندر ۲۹ رجب ۸۲۸ ہجری کو شکست کا مل پا کر روم کی طرف بھاگ گیا اور ۳۸ شہ ہجری تک بالکل کمزور ہو گیا اور اپنے بیٹے قباد کے ہاتھ سے ۸۲۸ شہ ہجری میں مارا گیا۔ آخر کار شاہ رخ نے اپنا بیچا چھڑانے کے لیے جہان شاہ براء اسکندر کو ملک واپس دیدیا بایسنغر جب تک زندہ رہا جہان شاہ زور نہ پکڑ سکا یہ شخص شاہ رخ مرزا کا بیٹا اور بابر کا باپ تھا یہ اسکا شعر ہے ۵

گداے کو سلاوشد بایسنغر گداے کوے جانان بادشاہیت
بایسنغر کی وفات کے بعد جہان شاہ نے بڑا عروج پایا۔

مفتح التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے بیٹے کا نام بھی پیر بدغ تھا اور آخزمین اپنے اس بیٹے سے ناراض ہو گیا تھا وہ باپ سے ڈر کر شیراز سے بھاگ کر بغداد کو چلا گیا جہاں شاہ نے اسکا محاصرہ کر لیا پیر بدغ نے عاجز ہو کر اطاعت کی لیکن ۲۴ ذیقعدہ ۸۲۸ شہ ہجری کو باپ کے حکم سے مارا گیا۔ بعد اسکے جہان شاہ نے دیار بکر کی تسخیر کا ارادہ کیا وہاں ستر برس کی عمر میں ۸۲۸ شہ ہجری میں امیر حسن بیگ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس موقع پر اسکے سب امرا اور اولاد ہلاک ہو گئے اس واقعہ کے بعد قزاق یوسف کی ثروت متناقص ہو گئی بعض کہتے ہیں کہ بدغ جہان شاہ کا بھتیجا تھا۔ عماد السعادت۔ قیصر التواریخ کی جلد اول اور دزیرائے وغیرہ میں لکھا ہے کہ جہان شاہ کے بعد حسن علی مرزا اپنے باپ کا جانشین تخت ہوا۔ ۸۲۸ شہ ہجری میں سفید بھیر والے ترکاؤں کا سردار اودھ و حسن اس بادشاہ کو شکست دیکر

بیٹی مرزا مینڈ و پسر نواب شجاع الدولہ سے بیاہی گئی اور مرزا رحیم خان کے بیٹے کا نام مرزا مسیح تھا جن کی پنشن ریاست لکھنؤ اور سرکار انگریزی سے سو سو روپیہ ماہوار کی مقرر تھی۔ سرکار انگریزی میں انھوں نے ضلع آگرہ میں تحصیل داری کی خدمات انجام دی تھیں جسکی وجہ سے وہ سرکار انگریزی سے پنشن پاتے تھے اور فساد لکھنؤ سے قبل مرگئے۔ شفیق خان بیگ کی دوسری بیٹی ہما بیگم کا میر عبدالمد سے بیاہ ہوا تھا جسکے بطن سے میر عبداللہ سے تین بیٹے پیدا ہوئے نصیر الدولہ نواب عبدالمطلب خان اور مرزا حیدر علی خان اور مرزا اکبر علی خان یہ سب بے اولاد مر گئے۔ بھجور مرزا عبدالمطلب خان کے چکی ایک بیٹی تھی جو مرزا مسیح ابن مرزا رحیم خان سے بیاہی گئی۔ میر عبدالمد کا نسب امام حسن علیہ السلام تک پہنچتا ہے اور تیسری بیٹی جو اپنی تمام بہنوں سے چھوٹی تھی مرزا یوسف سے منعقد ہوئی افضل التوابع میں لکھا ہے کہ یہ مومنہ نجف گڑھ میں خیمے کی چوب کے صدمے سے ہلاک ہوئی اس سے چار بیٹے پیدا ہوئے تھے (۱) سید محمد خان (۲) مرزا شاہ میر خان (۳) مرزا امیر خان جیسا کہ افضل التوابع میں ہے (۴) مرزا جعفر جو تھی بیٹی مرزا شفیق خان نے اپنے بھتیجے عزت الدولہ مرزا محسن سے بیاہی جو میر محمد امین سعادت خان برہان الملک کے بھانجے اور مرزا مقیم المخاطب بہ صفدر جنگ کے بڑے بھائی تھے۔

جعفر قلی خان بیگ ابن محمد قلی خان بیگ کی شادی میر محمد امین المخاطب بہ نواب برہان الملک کی حقیقی بہن سے ہوئی تھی جن کے دو بیٹے پیدا ہوئے بڑے بیٹے کا نام مرزا محسن تھا اور چھوٹے کا مرزا مقیم تھا یہی صفدر جنگ ہوئے۔ مرزا محسن ابھی چلہ برس کے تھے اور مرزا مقیم چھ مہینے کے جو انکی بان نے انتقال کیا۔ مرزا مقیم کو انکی خالہ نے جو محمد شاہ میر سپر میر محمد یوسف کے ساتھ منعقد تھی اپنا دو روہہ پلا کر پرورش کیا تھا اور یہ دونوں بھائی اپنی

۱۲۔ شہر ہجری کو صفہان سے کوچ کیا اور حدود قزوین سے گذر کر چھ دن میں تبریز پہنچ گیا اور گیارہویں دن تبریز سے ۳ فرسنگ کے فاصلے پر مقام کیا۔ رعایا یہاں کی تمام شیعہ تھی اسلئے وہ شاہ عباس کے آنے سے بے حد خوش ہوئی اور سہل طور پر اُسے وہاں قبضہ میسر ہو گیا تبریز نہایت خراب و ویران ہو رہا تھا اسلئے کہ عرصہ میں سال تک عثمانیہ فوج کے صدمات اُٹھاتا رہا علی پاشا غازی بیگ سے صلح کر کے عباس کے مقابلے کو آیا اور شکست پائی تبریز پر شاہ عباس کا قبضہ مستقل ہو گیا اب ہم اصل سلسلہ بیان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور انھیں معمولی تواریخ اودھ کی سند سے لکھتے ہیں کہ منصور مرزا کا بیٹا محمد قلی خان بیگ ہوا اس کا بیٹا جعفر خان بیگ تھا اور اس کا بیٹا محمد قلی خان بیگ ثانی ہوا اس محمد قلی خان بیگ دوم کے دو بیٹے تھے (۱) بڑا محمد شفیع خان بیگ (۲) چھوٹا جعفر قلی خان بیگ۔ بعض لوگ اس شخص تک منصور مرزا کی اولاد کو دانی نیشاپور لکھتے ہیں اور اسکی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

بہر صورت مرزا شفیع خان بیگ پسر محمد قلی خان بیگ کی چار بیٹیاں تھیں ان میں سے ایک بیٹی مرزا مسیح سے بیاہی گئی جس کی سیادت میں کلام ہے اس لڑکی کے مرزا مسیح سے دو بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام محمد علی خان اور دوسرے کا مرزا رحیم خان تھا محمد علی خان ابن مرزا مسیح کے بیٹے مرزا حسین خان کی شادی اب سالار جنگ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی اور وہ لاہور فوت ہوا اور محمد علی خان کی ایک بیٹی بھی تھی جو اب سالار جنگ کے فرزند سے منعقد ہوئی تھی اور اسکی اولاد عالم طفولیت میں مرگئی۔ مرزا رحیم خان سے ہندوستان میں ایک بیٹی پیدا ہوا

۱۵۔ اس نام کو کمین جعفر بیگ خان لکھا ہے ۱۲۔ اس نام کو کمین محمد بیگ قلی خان لکھا ہے اور کمین محمد قلی بیگ خان بھی آیا ہے ۱۲۔ اس نام کو کمین جعفر بیگ خان ثانی لکھا ہے ۱۲۔

جن کا نام جعفر قلی خان اور عرف مرزا بزرگ تھا میر شاہ میر کی چھوٹی بیٹی سے جو چھوٹی بی بی کے نام سے مشہور تھی بیاہے گئے لکنے ایک بیٹا مرزا شفیع خان نامی پیدا ہوا تھا جب مرزا شفیع خان نیشاپور سے ہندوستان میں آئے تو نواب شجاع الدولہ نے انکو اپنی سپاہ میں رسالہ دار کر دیا اور آئسنہ بیگم کی بیٹی کے ساتھ جو میر محمد امین المخاطب برہان الملک کی نواسی تھی انکی نسبت ہوئی لیکن ابھی شخصت عدوس نے پائی تھی کہ نواب شجاع الدولہ نے انتقال کیا اور مرزا شفیع خان دلی کو چلے گئے نجف خان ذوالفقار الدولہ کے انتقال کے بعد دلی کے امیر الامرا ہوئے محمد بیگ خان ہمدانی نے دعا سے مارڈالا مرزا بزرگ کے ایک بیٹا اور بھی تھا جو چھوٹی بی بی کے علاوہ ایک اور عورت کے بطن سے تھا اسکا نام زین العابدین خان تھا جو مرزا شفیع سے عمر میں بڑا تھا زین العابدین خان کا ازواج نواب محمد قلی خان کی بیٹی بڑھن بیگم کے ساتھ ہوا تھا بڑھن بیگم برہان الملک کی بیٹی محمدی بیگم کے بطن سے تھی زین العابدین خان کے بڑھن بیگم کے بطن سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئے۔ بیٹی بن بیاہی مرگئی بیٹے کو مرزا بزرگ کہتے تھے انکا عقد نکاح نواب شجاع الدولہ کی بیٹی سے ہوا مگر اس بیگم کے بطن سے مرزا بزرگ کے کوئی لڑکا نہ تھی البتہ دوسری بی بی سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوئے اور وہ خود حالت جنون میں مر گئے بیٹے کا نام قائم علی خان تھا جو مرزا برہان الدین حیدر عرف مرزا جھنگلی کی پوتی سے بیاہے گئے تھے اور قائم علی خان کی بہن مرزا جھنگلی کے بیٹے نواب مرزا کے ساتھ منعقد ہوئی تھی جس کے بطن سے تین بیٹے پیدا ہوئے اور نواب محمد قلی خان عرف مرزا کوچک بن مرزا محسن جو اپنے چچا صفدر خاں کی طرف سے الد آباد کے ناظم تھے اور شجاع الدولہ کے ہاتھ سے مارے گئے پہلے محمدی بیگم بنت نواب برہان الملک کے ساتھ بیاہے گئے تھے اُن سے ایک بیٹی بڑھن صاحبہ نامی پیدا ہوئی جس کا بیاہ زین العابدین پسر مرزا بزرگ بن مرزا محسن کے ساتھ ہوا۔ محمدی بیگم کے مرنے کے بعد محمد قلی خان نے

خالہ کے گھر میں جوان ہو۔

مرزا محسن (جنھوں نے ۲۹ ذی الحجہ ۱۲۱۰ھ ہجری شب چہار شنبہ کو عارضۃً مہیضہ میں انتقال کیا تھا) انکی شادی انکے چچا محمد شفیع خان بیگ کی بیٹی سے ہوئی تھی جیسا کہ اوپر بیان ہوا جس سے انکے دو بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں بڑے بیٹے کا نام جعفر قلی خان عرف مرزا بزرگ تھا۔ اور چھوٹے بیٹے کا نام محمد قلی خان عرف مرزا کوچک تھا اور جنھیں آغا بابا بھی کہتے تھے۔ مرزا محسن کی دونوں بیٹیوں میں سے بڑی بیٹی لا ولد فوت ہوئی اور چھوٹی بیٹی مرزا ابوتراب خان بن مرزا ابوطالب خان سے منعقد ہوئی جو نواب صفدر جنگ کے پھوپھی زاد بھائی تھے اور نسب ان کا سادات حسینی تھا اور انکے دادا مرزا فخر الدین محمد خان مشہد مقدس میں حضرت امام رضا کے ردضے کے متولی تھے۔ مرزا ابوتراب خان واما مرزا محسن کے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ بڑے بیٹے کا نام مرزا محمد ابراہیم خان اور عرف مرزا سید تھا اور چھوٹے کا مرزا ابوطالب خان نام تھا۔ ابوطالب خان کا بیاہ نصیر الدولہ محمد علی شاہ بن نواب سعادت علی خان بن نواب شجاع الدولہ خلف نواب صفدر جنگ کی حقیقی بہن فاطمہ بیگم نامی کے ساتھ ہوا اور انکے تین بیٹے پیدا ہوئے جنکے یہ نام ہیں مرزا ابوتراب خان اور مرزا ابوالقاسم خان اور مرزا ابوالحسن خان عرف مرزا امین النہیں سے مرزا ابوتراب خان کی شادی غازی الدین حیدر خان بن نواب سعادت علیخان کی نواسی حاجی بیگم سے ہوئی اور مفخر الدولہ ابوالقاسم خان حاجی بیگم کی دوسری بہن زہرہ بیگم سے بیاہے گئے یہ دونوں لڑکیاں نواب محسن الدولہ کی حقیقی بہنیں تھیں جو پتی بیگم بنت غازی الدین حیدر کے بطن سے تھیں۔ مرزا امیر الدولہ ابوالحسن عرف مرزا امین نصیر الدولہ محمد علی شاہ بن نواب سعادت علی خان کی چھوٹی بیٹی نواب روشن آرا بیگم سے بیاہے گئے مرزا محسن کے بڑے بیٹے

محمد شاہ نے انھیں ابوالمنصور خان صفدر جنگ خطاب عطا کیا اس خاندان میں نواب صفدر جنگ اپنی بیاتہا بیوی نواب صدر جہان بیگم بنت سعادت خان برہان الملک کے سوا مدت عمر میں کسی عورت سے واقف نہ ہوئے یہ بیگم نواب غالیہ کلاتی تھیں صفدر جنگ کے اکلوتے بیٹے کا نام جلال الدین حیدر تھا جبکہ صفدر جنگ نے پہلے پہل احمد شاہ بن محمد شاہ سے توپخانے کی داروغگی دلا کر نائب میزانش کر دیا تھا یہ شجاع الدولہ کے خطاب کے ساتھ مشہور و معروف ہیں۔

فائدہ جلیلہ یہ تمام حالات بیان کرنے کے بعد یہ بات بھی لکھنے سے چارہ نہیں کہ فرشتہ نامہ میں صفحہ ۱۷ پر لکھا ہے کہ پیر منصور علی خان کا سہ سارے بوڑھائی کتابوں میں دیکھا گیا ہے کہ ابوالمنصور کی جگہ منصور علی خان لکھا ہے اور یہ سہ ہے۔

صفدر جنگ کی مسند نشینی

جب برہان الملک نے انتقال کیا اور وہ دفن ہو چکے تو ان کے بھتیجے شیر جنگ نے طہاسپ خان جلالپور کے ذریعہ سے نادر شاہ کے حضور میں ایک عرضی بھیجی جس کا مضمون یہ تھا کہ میں سعادت خان کے بڑے بھائی کا بیٹا ہوں اور ان کی جانشینی میرا حق ہے اور ابوالمنصور خان صفدر جنگ ان کے بھائی ہیں بھتیجے کے موجود ہونے کے باعث میراث نہیں پہنچتی اس لیے امید دار ہوں کہ اپنے بھائی محمد شاہ سے غلام کی سفارش فرما دیں تاکہ صوبہ داری اودھ کی سند فدوی کو مرحمت ہو جائے اس اثنا میں راجہ گچھی نرائن پسر راجہ ہرن رائن کھیل نواب برہان الملک نے ایک عرضی اس مضمون کی تیار کی کہ نواب برہان الملک کو شیر جنگ کے ساتھ صفائی دلی حاصل نہ تھی اگر صفائی دلی حاصل ہوتی تو وہ اپنی بیٹی صفدر جنگ کو نہ دیتے۔ برہان الملک کے مال و اسباب کے مالک صفدر جنگ

میر شاہ میر سپر میر محمد یوسف کی بڑی بیٹی عرف بی بی کلان سے نکاح کیا جس سے نیشاپور میں
منسوب ہو چکے تھے اُس سے ایک بیٹا مرزا جعفر نامی پیدا ہوا۔ محمد علی خان کا ایک بیٹا اور بیوی
سے بھی تھا جس کا نام محمد علی خان ہے۔ محمد علی خان مرزا جعفر سے دو برس بڑا تھا۔ محمد علی خان کا بیٹا
نہو اگر بیویاں بہت تھیں۔ محمد علی خان کے ھیا بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں بڑا بیٹا مرزا احمد علی خان
جسکی شادی بھی بیگم بنت نواب سعادت علی خان سے ہوئی دوسرا مقرب الدولہ مرزا احمد علی خان
پوتی بیگم بنت غازی الدین حیدر سے جو بادشاہ بیگم کے بطن سے تھی منسوب ہوا۔ پوتی بیگم کا انتقال
نواب سعادت علی خان کے عہد میں ہو گیا ایک بیٹا محسن الدولہ اور دو بیٹیاں حاجی بیگم اور
زہرہ بیگم چھوڑیں۔ محسن الدولہ کی شادی نصیر الدولہ محمد علی شاہ کی بڑی بیٹی نواب
سلطان عالیہ بیگم سے غازی الدین حیدر کے عہد حکومت میں ہوئی تھی۔ محسن الدولہ کے ایک بیٹے مرزا
علی قدر کی شادی علی نقی خان وزیر و اجد علی شاہ کی بیٹی سے ہوئی اور محسن الدولہ کی
دونوں بہنوں کو بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر نے پرورش کیا تھا جسکی شادی ان مرزا
ابو تراب خان اور مرزا ابوالقاسم خان انبک مرزا ابوطالب خان کے ساتھ ہوئی۔ محمد علی خان
کا تیسرا بیٹا اکبر علی خان ہے جس کی شادی مرزا جعفر کی بیٹی سے جو غازی الدین حیدر کے بڑے
مقرب تھے ہوئی۔

فائدہ مفتاح التواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا محسن کے نکاح میں نواب نجف خان فی الواقع الدولہ
کی بہن بھی آئی تھی اور خطاب ان کا نواب عزت الدولہ تھا مرزا مقیم خلیف جعفر خان بیگ کو
انکے ماموں برہان الملک نے نیشاپور سے ہندوستان میں بلایا تو وہ حسب الطلب وطن سے روانہ نہ
ہوئے۔ سعادت خان برہان الملک نے اپنی بڑی بیٹی صدر جہان بیگم کا عقد ان سے کر دیا اور
تھوڑے دنوں کے بعد اپنے صوبے کی نیابت پر مقرر کر دیا۔ برہان الملک کی سفارش سے

صفدر جنگ بہت ڈر چوک تھے

فرخ بخش میں محمد فیض بخش نے لکھا ہے کہ نادر شاہ کے ہنگامے اور برہان الملک کی رحلت کے بعد سلطنت دہلی کے رعب و تاب میں فرق آنے ہی چاروں طرف ملک میں بد امنی پھیل گئی ہر طرف جھگڑے اور فساد کھڑے ہونے لگے ہر ایک زمیندار خود سری کا دعوے کرنے لگا ایک ادنیٰ آدمی جو تلوار کا استعمال بھی نہیں جانتا تھا وہ بھی امانیت کا دعوے کرتا تھا۔ اودھ میں لکھنؤ سے سات کوس کے فاصلے پر اٹیٹھی واقع ہے نصرت اسد اور فرحت اسد وہاں کے زمیندار تھے انھوں نے بھی فتنہ پردازی پر کمر باندھی اور ایک لاکھ گنوار جمع کر لیے اسی طرح حسنین اور ملوئی اور گڑھ اٹیٹھی کے زمیندار اور جگدیس پور کے نو مسلم بھی سرکشی پر آمادہ ہو گئے اور بنے اتفاق کر کے صفدر جنگ کی حکومت کو اُٹھا دیا۔ نواب کے پاس غلیہ فوج کثرت سے تھی تو بچانے بھی کافی تھا مگر بزدلی ذاتی کی وجہ سے سم گئے اور ان سرکشوں کے تدارک کے لیے لکھنؤ سے کوچ کرنے میں تامل کرتے تھے ان کے میدان میں نہ نکلنے سے زمینداران باغی کی اور بھی ہمت بڑھ گئی اور اب یہاں تک نوبت پہنچی کہ حکومت کے حق میں حقارت آمیز الفاظ علانیہ بولنے لگے نواب کی بیگم نے انکو سمجھایا اور بہت کچھ غیرت دلائی اور ان زمینداروں کی سزا دی کیلئے آمادہ کیا بیگم کی تاکید سے خیمے باہر نکلے نواب نے سپاہ کے ساتھ کوچ کیا اور بہت جلد ان بر معاشوں کا کام تمام ہو گیا۔

بن جی زمیندار کے بیٹے اور بھائیوں کا بغاوت کرنا صفدر جنگ

کا انکی تنبیہ کے لیے غزیت فرمانا

عزیز القلوب ہے مستفاد ہوتا ہے کہ بن جی نام ایک بہت بڑا زمیندار اودھ کے علاقے میں

ہین نہ شیر جنگ ملازمان بادشاہی مالک ہین۔ جسکو چاہین بخشین۔ صفدر جنگ مرو میں اور
خدا ترس اور صاحب لیاقت اور وعدے کے پابند ہین اور تمام سپاہ اُسے راضی ہے اور
دو کروڑ روپیہ حضور میں پیش کرنے کو انھوں نے مہیا کیا ہے۔ یہ عرضی عبدالباقی خان زکیہ کے
توسط سے نادر شاہ کے حضور میں بھیجادی نادر شاہ نے دونوں عرضیان ملاحظہ فرما کر محمد شاہ سے
صفدر جنگ کے واسطے خلعت حاصل کر کے اپنے ایک مصاحب کے ہمراہ اودھ کو صفدر جنگ
کے پاس بھیجا اور اپنے یہاں کے دو سو سوار بھی روانہ کیے تاکہ صفدر جنگ سے وہ زمین کش
وصول کر لائیں چنانچہ وہ خلعت صفدر جنگ کے پاس پہونچ گیا اور دو کروڑ روپے داخل
خزانہ نادری ہوئے اور صفدر جنگ صوبہ اودھ کی حکومت پر مستقل ہو گئے۔

تاریخ تقریر یہ ہے ۵

سعدت خان چوہدری غلہ دجنت	فشر و اختر نگر رادل محسرت
ابو المنصور خان وقتیکہ مامور	بجائش شمع الخیر وسعدت
فروغ تادہ تراختر نگر یافت	ز نور نظم و نسق ماہ طلعت
ز تاریخ جلو سمن با تف غیب	رقم کردہ زہے زیباہ خلعت

لیکن جہانگشاہ نادری اور درہ نادرہ میں لکھا ہے کہ برہان الملک کے مرنے کے بعد
اُس کے خزانہ اودھ سے ایک کروڑ روپیہ اور قیمتی جواہرات اور دسرا عمدہ اسباب اور ہاتھی نادر شاہ
کے پاس لائے اور بیان الواقع میں بیان کیا ہے کہ نادر شاہ نے نواب شیر جنگ کو برہان الملک کا
خزانہ لانے کے لیے اودھ میں ابو المنصور خان کے پاس بھیجا چنانچہ وہ وہاں سے ایک کروڑ تہائی لاکھ
روپے نقد لائے اور بیس لاکھ روپے جو دلی میں برہان الملک کے موجود تھے وہ ملاکر دو کروڑ
کی رقم پوری کی اور مورد اشفاق ہوئے۔

مین مہابت جنگ کی مدد کے لیے بھیجا تھا جس کا قافیہ مرہٹوں نے تنگ کر رکھا تھا اور اس مہم کے صلے میں قلعہ رہتاس اور قلعہ چنار گڑھ بادشاہ نے صفدر جنگ کو مرحمت کیا تھا بہر صورت صفدر جنگ آدھی فوج نورائے کی ماتحتی میں کر کے اور اُسے صوبہ اودھ کے انتظام کے لیے چھوڑ کر خود ^{۱۷۸۱} لاہوری مین عظیم آباد کو روانہ ہوئے۔ اُن دنوں اسد اللہ ولد بہت علیخان سہارنپوری مہابت جنگ کی طرف سے عظیم آباد میں نیابت کے طور پر صوبہ کا کام کرتا تھا اُس کی فوج کم تھی وہ صفدر جنگ کی آمد آمد سے گھبرا گیا اور پرتاب زائن معرون بہ پرتاب سنگھ ابن دیوان آتارام سے خط و کتابت کر کے اُسکی معرفت صفدر جنگ کی ملازمت حاصل کی نواب نے اُسکے حال پر مہربانی کی یہاں روایت کی دو صورتیں ہیں بعض کہتے ہیں کہ صفدر جنگ کی فوج عظیم آباد میں داخل ہوئی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ عظیم آباد کے باہر ہی تھی لیکن نزدیک تھا کہ داخل ہوا سیلے کہ کوئی مانع و مزاحم باقی نہ رہا تھا۔ مہابت جنگ کو جبکہ دفاع کا کی تحریر سے یہ حال معلوم ہوا تو مرہٹوں سے صلح کر کے عظیم آباد کی طرف لوٹا اور صفدر جنگ کو لکھا کہ مجھ کو حصہ دراز سے آپ کے ملنے کا اشتیاق ہے الحمد للہ کہ خود بدولت بہ نفس نفیس تشریف لائے اگر اُس جگہ یاد کرتے تو بندہ خود حاضر ہو جاتا اب امید دار ہوں کہ میرے پہونچنے تک وہاں سے روانہ نہ ہوں۔ نواب صفدر جنگ نے یہ تحریر دیکھ کر سمجھ لیا کہ مہابت جنگ دھمکی دیتا ہے اسلئے راجہ نورائے کو ایک شفق لکھا کہ تم وہاں کا انتظام کر کے تمام فوج کے ساتھ فوراً ہمارے پاس چلے آؤ کہ مہابت جنگ سے لڑائی درپیش ہے بادشاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے صفدر جنگ کو ایک شفق لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ مہابت جنگ سے جنگ کرنا ہماری مرضی کے خلاف ہے بہت جلد اپنے صوبہ کو لوٹ جاؤ بادشاہ نے ایک شفق مہابت جنگ کے بھی اس مضمون

تھا اور یہ شخص ساختہ و پرواختہ اسی خاندان کے ہاتھ کا تھا جب تک وہ زندہ رہا نہایت مطیع رہا اسکے بعد اُسکے بیٹے اور بھائیوں نے اس نعمت کی قدر بخانی اور کفران نعمت پر کمر باندھی مخالفت کرنے لگے صفدر نے اُنکی سزا دی کہ قصد کیا وہ نہایت مضبوط قلعوں میں رہتے تھے اس لیے اطاعت پر اُبل نہوے صفدر نے بارہ شبانہ روز اُنسے لڑائی جاری رکھی اور آخر کار اُنکے قلعے مفتوح ہو گئے اور اُنکے تمام ساتھی منہر ہوئے اور بن جی کا بھائی ایک محرمین کا مہلا اور دوسرا گرفتار ہوا اور تمام ہاتھی گھوڑے اور تین نواب کے قبضے میں آ گئے۔ اسی زمانے میں مرہٹوں کی آمد آمد کی شہرت ہوئی نواب نے اُنکے مقابلے کے لیے انتظام کیا اور نواب محمد خان بگلش والی فرخ آباد کو بھی لکھا اُسے صفدر جنگ کو جواب دیا کہ اگر وہ اصرار کا قصد کرینگے تو میں ضرور اُنسے جنگ کر کے سزا دوں گا۔

صفدر جنگ کا بادشاہ کے حکم سے بنگالے کو جانا

عماد السعادت دین لکھا ہے کہ سراج الدولہ کے باپ الہ وردی خان مہابت جنگ صوبدار بنگالہ کو مرہٹوں کی مہم پیش آئی اور وہ تمام فوج کے ساتھ اُنکے مقابلے کے لیے روانہ ہوا۔ نواب امیر خان عمدة الملک صوبہ دار الہ آباد نے محمد شاہ کو متواتر عرضیاں اس مضمون کی بھیجیں کہ ان دنوں مہابت جنگ دکنیوں کی مہم میں مبتلا ہے بنگالے کی تمام فوج اُسکے ساتھ ہے حضور صفدر جنگ کو حکم دین تو وہ اپنی فوج کے ساتھ اُس ملک پر قبضہ کر لیں اور ایسا ملک وسیع اولیاء دولت کے قبضے میں آجائے اگر حضور اُس ملک کی نیابت صفدر جنگ سے متعلق فراموش نہ کریں تو صفدر جنگ سال بہ سال زر خراج بخوبی ادا کرتے رہینگے اور اگر وہ ملک کسی دوسرے امیر شاہی کے سپرد ہو جائے گا تو وہ بھی ایسا ہی کرے گا۔ بادشاہ نے عمدة الملک کا معروضہ پسند کیا اور صفدر جنگ کو حکم دیا کہ وہ بنگالے کو فوج لیکر چلے جائیں۔

لیکن جام جہان نما اور آثار الامراء ثابت ہے کہ بادشاہ نے صفدر جنگ کو ۵۵ لاکھ ہجری

صفدر جنگ بہت ڈر چوک تھے

فرخ بخش میں محمد فیض بخش نے لکھا ہے کہ نادر شاہ کے ہنگامے اور برہان الملک کی رحلت کے بعد سلطنت دہلی کے رعب و تاب میں فرق آتے ہی چاروں طرف ملک میں بد امنی پھیل گئی ہر طرف جھگڑے اور فساد کھڑے ہونے لگے ہر ایک زمیندار خود سری کا دعوے کرنے لگا ایک ادنیٰ آدمی جو تلوار کا استعمال بھی نہیں جانتا تھا وہ بھی امانیت کا دعوے کرتا تھا۔ اودھ میں لکھنؤ سے سات کوس کے فاصلے پر ایٹھی واقع ہے نصرت آباد اور فرحت آباد وہاں کے زمیندار تھے انھوں نے بھی فتنہ پردازی پر کمر باندھی اور ایک لاکھ گنوار جمع کر لیے اسی طرح حسنین اور ملوئی اور گڑھ ایٹھی کے زمیندار اور جگدیس پور کے نو مسلم بھی سرکشی پر آمادہ ہو گئے اور بے اتفاق کر کے صفدر جنگ کی حکومت کو اٹھا دیا۔ نواب کے پاس مغلیہ فوج کثرت سے تھی تو بچانہ بھی کافی تھا مگر بزدلی ذاتی کی وجہ سے سہم گئے اور ان سرکشوں کے تدارک کے لیے لکھنؤ سے کوچ کرنے میں تاثر کرتے تھے ان کے میدان میں نہ ٹھکنے سے زمینداران باغی کی اور بھی ہمت بڑھ گئی اور اب یہاں تک ذہنیت پہنچی کہ حکومت کے حق میں حقارت آمیز الفاظ علانیہ بولنے لگے نواب کی بیگم نے انکو سمجھایا اور بہت کچھ غیرت دلائی اور ان زمینداروں کی سزا دی کیلیے آمادہ کیا بیگم کی تاکید سے خیمے باہر نکلے نواب نے سپاہ کے ساتھ کوچ کیا اور بہت جلد ان بر معاشوں کا کام تمام ہو گیا۔

بن جی زمیندار کے بیٹے اور بھائیوں کا بغاوت کرنا صفدر جنگ

کا اُنکی تنبیہ کے لیے غزیت فرمانا

عزیز القلوب ہے استفاد ہوتا ہے کہ بن جی نام ایک بہت بڑا زمیندار اودھ کے علاقے میں

ہین نہ شیر جنگ ملازمان بادشاہی مالک ہین۔ جسکو چاہین بخشین۔ صفدر جنگ مرد متین اور
 خدا ترس اور مصائب لیاقت اور دولت کے پابند ہین اور تمام چاہ اُٹے روئے ہین اور
 دو کروڑ روپیہ حضور میں پیش کرنے کو انھوں نے مہیا کیا ہے۔ یہ عرضی عبدالباقی خان زکیہ کے
 توسط سے نادر شاہ کے حضور میں بھیجی اسی نادر شاہ نے دونوں عرضیان ملاحظہ فرما کر محمد شاہ سے
 صفدر جنگ کے واسطے خلعت حاصل کر کے اپنے ایک مصاحب کے ہمراہ اودھ کو صفدر جنگ
 کے پاس بھیجا اور اپنے یہاں کے دو سو سوار بھی روانہ کیے تاکہ صفدر جنگ سے وہ زربش کش
 وصول کر لائیں چنانچہ وہ خلعت صفدر جنگ کے پاس پہونچ گیا اور دو کروڑ روپے داخل
 خزانہ نادری ہوئے اور صفدر جنگ صوبہ اودھ کی حکومت پر مستقل ہو گئے۔

تاریخ تقریر یہ ہے ۵

سعادت خان چوہدرہ مخلو دجنت	فشر و اختر نگر رادل محسرت
ابو المنصور خان وقتیکہ مامور	بجائش شمع الخیر وسعادت
فرغ تادہ تراختر نگر یافت	ز نور نظم و فسق ماہ طلعت
ز تاریخ جلوسش ہاتف غیب	رقم کردہ زبہ زیبہ خلعت

لیکن جہانگشاہ نادری اور درۂ نادرہ میں لکھا ہے کہ برہان الملک کے مرنے کے بعد
 اُس کے خزانہ اودھ سے ایک کروڑ روپیہ اور قیمتی جواہرات اور دس سواکھہ اسباب اور ہاتھی نادر شاہ
 کے پاس لائے اور بیان الواقع میں بیان کیا ہے کہ نادر شاہ نے نواب شیر جنگ کو برہان الملک کا
 خزانہ لانے کے لیے اودھ میں ابو المنصور خان کے پاس بھیجا چنانچہ وہ وہاں سے ایک کروڑ تہائی لاکھ
 روپے نقد لائے اور بیس لاکھ روپے جودلی میں برہان الملک کے موجود تھے وہ ملا کر دو کروڑ
 کی رقم پوری کی اور مورد اشفاق ہوئے۔

میں مہابت جنگ کی مرد کے لیے بھیجا تھا جس کا قافیہ مرہٹوں نے تنگ کر رکھا تھا اور اس مہم کے صلے میں قلعہ رہتاس اور قلعہ چنار گڑھ بادشاہ نے صفدر جنگ کو مرحمت کیا تھا بہر صورت صفدر جنگ آدھی فوج نو لاکھ کی ماتحتی میں کر کے اور اُسے صوبہ اودھ کے انتظام کے لیے چھوڑ کر خود ^{۱۱} لاہور کی بھری میں عظیم آباد کو روانہ ہوئے۔ اُن دنوں اسد اللہ ولد ہریت علیخان سہارنپوری مہابت جنگ کی طرف سے عظیم آباد میں نیابت کے طور پر صوبے کا کام کرتا تھا اُس کی فوج کم تھی وہ صفدر جنگ کی آمد آمد سے گھبرا گیا اور پرتاب زائن معروف بہ پرتاب سنگھ ابن دیوان آتارام سے خط و کتابت کر کے اُسکی معرفت صفدر جنگ کی ملازمت حاصل کی نواب نے اُسکے حال پر مہربانی کی یہاں روایت کی دو صورتیں ہیں بعض کہتے ہیں کہ صفدر جنگ کی فوج عظیم آباد میں داخل ہوئی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ عظیم آباد کے باہر ہی تھی لیکن نزدیک تھا کہ داخل ہوا اس لیے کہ کوئی مانع و مزاحم باقی نہ رہا تھا۔ مہابت جنگ کو جبکہ قلعہ بنگال کی تحریر سے یہ حال معلوم ہوا تو مرہٹوں سے صلح کر کے عظیم آباد کی طرف لوٹا اور صفدر جنگ کو لکھا کہ مجھ کو حصہ دراز سے آپ کے ملنے کا اشتیاق ہے الحمد للہ کہ خود بدولت بہ نفس نفیس تشریف لائے اگر اُس جگہ یاد کرتے تو بندہ خود حاضر ہو جاتا اب امید دار ہوں کہ میرے پہونچنے تک وہاں سے روانہ نہ ہوں۔ نواب صفدر جنگ نے یہ تحریر دیکھ کر سمجھ لیا کہ مہابت جنگ دھمکی دیتا ہے اس لیے راجہ نور اے کو ایک شفق لکھا کہ تم وہاں کا انتظام کر کے تمام فوج کے ساتھ فوراً ہمارے پاس چلے آؤ کہ مہابت جنگ سے لڑائی درپیش ہے بادشاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے صفدر جنگ کو ایک شفق لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ مہابت جنگ سے جنگ کرنا ہماری مرضی کے خلاف ہے بہت جلد اپنے صوبے کو لوٹ جاؤ بادشاہ نے ایک شفق مہابت جنگ کے بھی اس مضمون

تھا اور یہ شخص ساختہ و پرواختہ اسی خاندان کے ہاتھ کا تھا جب تک وہ زندہ رہا نہایت مطیع رہا اسکے بعد اُسکے بیٹے اور بھائیوں نے اس نعمت کی قدر بجا نہ کی اور کفرانِ نعمت پر کمر باندھی مخالفت کرنے لگے صفدر نے انکی سزا دی کہ قصہ کیا وہ نہایت مضبوط قلعوں میں رہتے تھے اسلیئے اطاعت پر اہل نہوے صفدر نے بارہ شبانہ روز اُسے لڑائی جاری رکھی اور آخر کار اُسکے قلعے مفتوح ہو گئے اور اُسکے تمام ساتھی نہر میں ہوئے اور بن جی کا بھائی ایک محرمین کا ملا اور دوسرا گرفتار ہوا اور تمام ہاتھی گھوڑے اور توپیں نواب کے قبضے میں آئیں۔ اسی زمانے میں مرہٹوں کی آمد آمد کی شہرت ہوئی نواب نے اُسکے مقابلے کے لیے انتظام کیا اور نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کو بھی لکھا اُسے صفدر جنگ کو جواب دیا کہ اگر وہ اودھ کا قصد کرینگے تو میں ضرور اُسے جنگ کر کے سزا دوں گا۔

صفدر جنگ کا بادشاہ کے حکم سے بنگالے کو جانا

عماد السعادت میں لکھا ہے کہ سراج الدولہ کے باپ الہ وردی خان مہابت جنگ صوبہ دار بنگالہ کو مرہٹوں کی مہم پیش آئی اور وہ تمام فوج کے ساتھ اُسکے مقابلے کے لیے روانہ ہوا۔ نواب امیر خان عمدة الملک صوبہ دار الہ آباد نے محمد شاہ کو متواتر عرضیاں اس مضمون کی بھیجیں کہ ان دنوں مہابت جنگ دکنیوں کی مہم میں مبتلا ہے بنگالے کی تمام فوج اُسکے ساتھ ہے حضور صفدر جنگ کو حکم دین تو وہ اپنی فوج کے ساتھ اُس ملک پر قبضہ کر لیں اور ایسا ملک وسیع اولیاء دولت کے قبضے میں آجائے اگر حضور اُس ملک کی نیابت صفدر جنگ سے متعلق فرمائینگے تو صفدر جنگ سال بہ سال زر خرچ بخوبی ادا کرتے رہینگے اور اگر وہ ملک کسی دوسرے امیر شاہی کے سپرد ہو جائے گا تو وہ بھی ایسا ہی کرے گا۔ بادشاہ نے عمدة الملک کا معروضہ پسند کیا اور صفدر جنگ کو حکم دیا کہ وہ بنگالے کو فوج لیکر چلے جائیں۔

لیکن جام جہان نادر اثر الامر سے ثابت ہے کہ بادشاہ نے صفدر جنگ کو سزا دہی

اور عمدۃ الملک صوبہ دار الہ آباد کو بھی لکھا کہ جس طرح ممکن ہو ابو المنصور خان کو مہابت جنگ کی مدد پر روانہ کرے وہ حیلہ نہ کرنے پائے یہ تعمیل حکم صفدر جنگ نے آخر سوال یا اول فی قعدہ ۵۵۰ ہجری میں فوج مغل اور ہندوستانی اور کسی قدر باز ماندہ مغلیہ فوج ناوری کے ساتھ جس میں مغل سات ہزار کے قریب ہو گئے اور ہندوستانی دس بارہ ہزار تھے اور دوسرا سامان تو پچانہ وغیرہ ہمراہ لے کر اپنی دارالامارت فیض آباد سے کوچ کر کے عمدۃ الملک کو لکھا کہ میں بادشاہ کے حکم سے مہابت جنگ کی مدد کو جاتا ہوں۔ گر مرہٹوں سے لڑنا آسان نہیں ہے۔ میرا صوبہ مفسد اور بد معاش زمینداروں کا آرام گاہ ہے۔ انکی وجہ سے ناموس کے بابت میں بڑا اندیشہ ہے تو انکو صوبہ اودھ میں چھوڑ سکتا ہوں۔ کیونکہ کوئی مستحکم جگہ اس صوبے میں نہیں ہے اور نہ ہمراہ لے جاسکتا ہوں پس اُمیدوار ہوں کہ قلعہ رتھاس اور چنار گڑھ عنایت ہوں تاکہ عیال و اطفال کی طرف سے دلچسپی کر کے مرہٹوں کی سزا دہی میں مصروف ہوں۔ عمدۃ الملک نے یہ امر منظور کر کے لکھا کہ بادشاہ سے عرض کر کے اجازت حاصل کرو اور اس بارے میں میں بھی بادشاہ کے حضور میں تحریک کروں گا۔ جب بادشاہ کی خدمت میں عرضی گئی تو انھوں نے قلعہ رتھاس اور چنار گڑھ کی قلعہ داری صفدر جنگ کے حوالے کی اور قلعہ دارون کو حکم بھیجا کہ ان قلعوں کو صفدر جنگ کے حوالے کر دین صفدر جنگ بنارس تک پہنچ کر پل باندھ کر دریائے گنگا سے اترے اور اپنے عیال و اطفال کو لیکر قلعہ چنار گڑھ میں آئے اور اُس کو دیکھ کر پسند کیا اور اپنی جانب سے اُس کی محافظت کے لیے آدمی مقرر کر کے آپ بہ کمال شوکت و جاہ عظیم آباد کا قصد کیا اور متعلقین کو عظیم آباد ہمراہ لے گئے اس ارادے سے کہ اگر عظیم آباد کے گرد و نواح میں مرہٹوں سے مقابلہ ہو جائے گا تو بہر صورت متعلقین کو قلعہ مذکور میں پہنچایا جائے گا۔ مہابت جنگ نے سید ہریت علی خان نائب عظیم آباد کو لکھا

بھیجا۔ چونکہ محکوم مرہٹوں کی مہم درپیش ہے اور تمام سپاہ کے ساتھ ان کے مقابلے کے لیے اپنے مقام سے کوچ کیا ہے کہ یہ محکوم یہ خبر ملی تھی کہ بنگالے میں سولہ فوج پیادہ محافظہ شہر عظیم آباد کے اور سپاہ نہیں اس لیے یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ مبادا مرہٹے وہاں پہنچ کر غارت گری کریں پس صفدر جنگ کو اس ملک کی حفاظت کیلئے مامور کیا تھا تا کہ مرہٹے اودھ کا رخ نہ کریں اس لیے تم کو احکاماً مقابلہ کرنا چاہیے بلکہ ان سے محبت سے پیش آنا چاہیے۔ صفدر جنگ اس شق کے پہنچنے کے بعد وہیں مقیم رہے جب دیکھا کہ مہابت جنگ مرشد آباد میں ٹھہر گیا اور جس عجلت کے ساتھ اودھ آ رہا تھا اب نہیں آتا تو اودھ کی طرف واپس ہوئے اس کے بعد مہابت جنگ عظیم آباد کو آیا اور بادشاہ کا شق اپنے خط کے ساتھ صفدر جنگ کو بھیجا کہ مہابت جنگ کے خط کا مضمون یہ تھا کہ آپ کی فوج کے دہرے سے مرہٹے بادشاہی ملک میں دخل نہیں کر سکتے بلکہ خاص آپ کی آمد کی وجہ سے صلح کے چلے گئے پھر اپنے اتنی جلدی کیوں مراجعت کی اتنا ضرور ٹھہرنا چاہیے تھا کہ میں وہاں پہنچ جاتا اور مرا اسم شکر گذاری بحال آتا اب محکوم نہایت شرمندگی ہے۔ غرض کہ صفدر جنگ نو مہینے کے بعد اپنے صوبے میں داخل ہو گئے۔ سید ہریت علی خان سہارنپوری ہمارا تھا۔

لیکن سید ہریت علی خان کے بیٹے نے سیر المتاخرین میں جو کچھ لکھا ہے وہ بیان عوامی اسعادت کی اس روایت سے بہت کم کتاب ہے وہ کہتا ہے کہ جب لکھنؤ جی بھوسلہ نے بھاسکر پٹنڈ کو بنگالے پر یورش کے لیے بھیجا تو مہابت جنگ نے بادشاہ کی خدمت میں لکھا کہ ایسے وقت میں کوئی خطر میری مدد کے لیے متعین فرمایا جائے۔ اگر خدا نخواستہ فدوی تباہ ہوا تو سلطنت کی شان و شوکت میں بل آجائے گا محمد شاہ نے اپنے امرا سے مشورہ لیا اور عمدة الملک صوبہ دار الہ آباد کو بھی لکھا سب نے عرض کیا کہ ضرور مدد دینی چاہیے بادشاہ نے نہایت جلد ایک شق خاص اپنے قلم سے ابو المنصور خان صفدر جنگ کو لکھا اور تاکید کی کہ جلد مہابت جنگ کی مدد کے لیے بنگالے کو چلے جاؤ۔

پیش آئے جس سے وہ لوگ بیدل اور ناراض ہوئے کچھ عرصہ ہاتھی اور بڑی بڑی سپہ سالار
مہابت جنگ عظیم آباد میں اسلئے چھوڑ گیا تھا کہ اگر مرہٹے اور مرہٹہ کرین تو انکے مقابلے میں
کام آئیں صفدر جنگ نے انکی تعریف منکر سید ہدایت علی سے فرمایا کہ وہ ہاتھی اور توپیں بہت مد
اور انکی قیمت ہم سے لے لو ہدایت علی خان نے جواب دیا کہ نہ تو میرا آسا سوداگر ہے اور نہ میں
اُس کا گماشتہ ہوں وہ بھی امیر ہے اور حضور بھی امیر ہیں اور باہم رابطہ اتحاد ہے پس اُس کا
اور آپ کا مال واسباب جدا نہیں جو چاہے نصرت میں لائیے مگر میں اپنی طرف سے بدلہ جاز
مالک کے نہیں دے سکتا۔ صفدر جنگ نے اس جواب پر کچھ التفات نہ کیا اور دو تین ہاتھی
تین چار توپیں لبنی سرکار میں داخل کر لیں اور یہ بات بالکل انکی شان کے لائق نہ تھی جب
یہ خبر مہابت جنگ نے سنی تو اُسپر بہت شاق گذرا اُسے خیال کیا کہ صفدر جنگ کی وضع مخالفانہ
ہے اسلئے صفدر جنگ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ آپ مرشد آباد کو نہ آئیے اپنے صوبے کو معاودت فرمائیے
اور بادشاہ کو بھی عرضی لکھی کہ مجھے صفدر جنگ ایسے لوگوں کی مدد کی حاجت نہیں باقبال حضور
جو کچھ ہوگا اپنی جانفشانی سے تعمیل کر دوں گا امیدوار ہوں کہ صفدر جنگ کے نام واپسی کا حکم
صادر فرمایا جائے ورنہ میری اور انکی صحبت موافق نہ آئے گی۔ بادشاہ نے بموجب گزارش
مہابت جنگ کے صفدر جنگ کے نام شفقہ خاص جاری کیا کہ بہت جلد اپنے صوبے کو لوٹ جاؤ۔
اور انکے وکلا کو بھی تاکید سخت ہوئی ابھی صفدر جنگ کے پاس بادشاہ کا شفقہ معاودت کے باب
میں نہیں پہونچا تھا کہ انکے وکلا نے انکو پیشتر سے اس امر کی اطلاع کر دی کہ مہابت جنگ کی
عرضی موصول ہونے پر بادشاہ نے معاودت کے واسطے آپ کو لکھا ہے اور صفدر جنگ کو ان کے
ہر کاروں کے ذریعے سے یہ بھی خبر پہونچی کہ حسب الحکم بادشاہ بالا جمی اؤ مہابت جنگ کی
الک کے لیے بھاسکر کے مقابلے میں اپنے مفروضہ دولت سے روانہ ہوا ہے چونکہ باجی راؤ اور بران ملک

کہ صفدر جنگ مدد کو آتے ہیں جب تبیب پہونچیں تو استقبال کرتا چاہیے تاکہ انکو کسی طرح کا
 ملال نہ ہو عظیم آباد میں صفدر جنگ کی فوج مغلیہ کی آمد آمد سے عجیب طرح کا زلزلہ اور غلغلہ
 پڑ رہا تھا گویا ایک قیامت برپا تھی۔ کیونکہ یہاں کے لوگوں نے دتی میں قتل عام نادر کی
 خبر سن رکھی تھی۔ سید ہدایت علی کے پاس جس قدر سپاہ اور سامان جنگ تھا صفدر جنگ کے
 ساز و سامان اور فوج کی آن بان کے رد و بر و اسکی کیا حقیقت تھی سید ہدایت علی چونکہ صفدر
 سے پہلے سے شناسائی نہیں رکھتا تھا حفظ آبرو کے خیال سے مرید خان کو ملاقات کے لیے
 واسطہ بنایا۔ یہ مرید خان چونکہ محمد شاہ کے اُمراء میں سے تھا اس لیے صفدر جنگ سے تعارف
 رکھتا تھا۔ مرید خان صفدر جنگ کی ملاقات کو گیا اور سید ہدایت علی کی ملاقات کے لیے
 تقریب کی اور صفدر جنگ کی طرف سے ایک پروانہ تشفی اور دل سے کے مضمون کالے کر سید
 ہدایت علی کے پاس پہونچا۔ سید ہدایت علی گھاٹ منیر تک اپنے ضروری سامان کے ساتھ
 استقبال کو گیا۔ صفدر جنگ نے اسپر بہت مہربانی کی بعد اسکے صفدر جنگ عظیم آباد کو آئے
 اور سید ہدایت علی کے طرز عمل سے بہت خوش رہے۔ صفدر جنگ نے عظیم آباد پہونچ کر حکم دیا
 کہ قلعہ مہابت جنگ کے اسباب اور مال وغیرہ سے خالی کر دینا چاہیے بلکہ اس حکم کے پیشتر ہی انکے نوکر
 قلعہ کے دروازہ پر بیٹھ گئے تھے۔ آدمیوں کا ٹھکانا اور اسباب کا باہر آنا منع ہوا۔ سید ہدایت علی نے
 حکم کی تعمیل کی۔ صفدر جنگ بڑے کروفر سے شہر عظیم آباد میں داخل ہوئے اور قلعہ کو منظر اجالی
 ملاحظہ فرما کر چند ہمارا ہیون کو متعین کیا اور خود اپنے ناناکا کی قبر پر واسطے فاتحہ کے گئے جو عظیم آباد
 میں مدفون ہیں۔ یہ جگہ سعادت خان کے باپ کے مقبرے کے نام سے مشہور ہے اور وہاں سے
 باقی پور میں جہان ان کا لشکر مُقیم تھا گئے۔ تلم منصب دار اور اُمراء و سیدار ان کے سلام کو
 حاضر ہوئے صفدر جنگ میں غرور و نخوت بہت تھی اکثر عالی شان آدمیوں سے نہایت بد رفتاری

عمدۃ الملک کی تحریک سے بادشاہ کا صفدر جنگ کو

دہلی میں بلانا

(جام جہان نامین ذکر کیا ہے کہ) عمدۃ الملک امیر خان نے قمر الدین خان وزیر اعظم کی نیش زنی کے خوف سے جسکی وجہ سے اُسکو دلی چھوڑ کر الہ آباد کی صوبہ داری پر چلنا پڑا تھا صفدر جنگ سے دوستی پیدا کر لی تھی ^{۱۵۷۶} لہذا بھری من بادشاہ نے عمدۃ الملک کو دلی میں طلب کیا تو اُسے بادشاہ سے عرض کر کے صفدر جنگ کو بھی اودھ سے بلوایا۔ ابتداً رجب ^{۱۵۷۶} لہذا بھری من بادشاہ کا شفقہ صفدر جنگ کی طلب میں پہونچا (سیر المتاخرین میں ہے کہ) بعد روڈ متفقہ بادشاہی صفدر جنگ نے جو کہ سابق سے عمدۃ الملک سے دوستی پیدا کر کے اپنے آپکو اس کا متوسل خیال کرتے تھے اُس سے حاضری کے بلے میں رلے لی۔ عمدۃ الملک نے ایسے مقتدر کا اتفاق اپنے ساتھ بلاؤں کے حضور میں ضروری سمجھ کر ترغیبات وین صفدر جنگ اُسے ایمل سے روانگی پر آمادہ ہوئے اور چلے گئے۔ جو سابق میں صفدر جنگ کی سرکار میں فی درجے کا ملازم تھا اور بتدریج ترقی کر کے اعلیٰ درجے پر پہونچ گیا تھا اپنی نیابت پر تجویز کیا اور چند روز افسران فرج اور اپنے سرداروں اور مستعدوں کے حاضر ہونے اور سامان سفر تیار کرنے کے لیے ٹھہرے رہے اور عمدۃ الملک سے اپنی حاضری کا وعدہ کیا عمدۃ الملک صفدر جنگ کی روانگی سے قبل الہ آباد سے کوچ کر کے رمضان ^{۱۵۷۶} لہذا بھری من دلی پہونچ گیا تھا۔

وسط شعبان میں صفدر جنگ تمام سامان تیار کر کے چلنے کو تیار ہوئے جب تمام فرج اور سامان روانگی کو تیار ہوا تو ایک گھڑی تک سمیع بیگ خان کے مکان میں ٹھہرے اور عبدالرحیم خان بنجم باشی نے آفتاب کو جسطراب میں دیکھ کر ساعت روانگی کی خبر دی صفدر جنگ سوار ہو کر

سے ۴۹ سال ہجری میں جھگڑا ہوا تھا اور چند مہینے سرداروں کو برہان الملک نے سیلن مع رک
 میں گرفتار کیا تھا کہ وہ اب تک صفدر جنگ کی قید میں تھے۔ ایسے صفدر جنگ بالاجی اڈ سے
 اندیشہ رکھتے تھے ایسے انھوں نے اپنا ٹوٹ جانا مصلحت سمجھا اور بہت جلد عظیم آباد سے
 کوچ کر کے گھاٹ منیر پر پل باندھ کر اتر گئے اور منیر سے سید ہدایت علی کو نصحت کر دیا صفدر
 نے محمد خان ننگین کو بھی لکھا کہ آپ مرہٹوں کو ادھر آنے سے روکیں۔ اگر ان ممالک میں پہنچ گئے
 تو انکے ہاتھ سے بڑا نقصان پہنچے گا جس کا جواب محمد خان نے یہ دیا کہ ہوا خواہ کی دوستی سے
 ہر طرح آپ اپنے دلوں مطمئن کھیں۔ کیونکہ کفار کے ہنگامے میں تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ
 متفق اللفظ والمعنی ہوں اور چونکہ ہمارے اور آپ کے درمیان مراتب ہمسائیگی کے علاوہ اتحاد دلی
 متحقق ہے پھر کس طرح کفار کی شورش کے وقت علیحدہ رہ سکتا ہوں اور پھر صفدر جنگ کے
 دوسرے خط کے جواب میں محمد خان یوں لکھا ہے کہ مرہٹوں کی تنبیہ اور گوشمالی ساز مسلمان
 سے تعلق رکھتی ہے اور خدا کے فضل سے آپ ہر طرح کا سامان اور اقتدار رکھتے اور توہین اور
 جزائل آپ کے پاس ایسی ہیں کہ اگر ان گراہوں کے ایک لاکھ سے زیادہ سوار مقابلے میں آئیں گے
 تو انکے صدمے سے مثل زراغان کمان دیدہ کے ٹھہر نہیں سکیں گے۔ اگرچہ میری خانہ نشینی اور بے سلامتی
 کی کیفیت چھپی ہوئی نہیں ہے لیکن پہلے اس سے بھی کرر آچو لکھا گیا اور اب پھر تحریر کرتا ہوں
 کہ میں ہر طرح آپ کا شریک ہوں اگر فرض کر لیا جائے کہ مرہٹے جتنا عبور کریں گے تو اول ان کا مقابلہ
 میرے ساتھ واقع ہو گا اور خدا کی عنایت سے ان کو سزا میں ایسی اچھی طرح دیدہ بجائے گی کہ
 پھر ان کو گنگا کے عبور کرنے کی مجال نہ ہے گی۔

نواب نامدار سلامت - شمشیر خود را در میان کین و گرنہ آب نخواست ہد ماند۔
محمد خان نے اپنے دیوان صاحب راے کو جواب ترکی بترکی لکھ دینے کا حکم دیا مثنیٰ نے
اُس خط کی پشت پر اس طرح جواب لکھا۔

”نواب نامدار سلامت۔ این شمشیر مردان در معرکہ میدان بیخون چسبیدہ بیان نمی آید
صفدر جنگ نے یہ جواب پا کر چاہا کہ شمشیر خان کے ساتھ مقابلہ کریں لیکن اُنکے مشیروں
نے اُنکو لڑنے کی راے نہیں دی اور یہ کہا کہ بادشاہ کی ناخوشی کا سبب ہوگا اور لوگوں نے
یہ بھی کہا کہ اگر آپ لڑے اور فتحیاب ہوئے تو کہا جائے گا کہ چیلے کے ساتھ لڑے سقے اور
اگر خدا نخواستہ فوج دیگر معاملہ ہوا تو ہمیشہ کے لیے بدنامی کا ٹیکا آپکے ماتھے رہے گا چنانچہ وہ
اُس قرب و جوار سے فی الفور روانہ ہو کر دہلی چلے گئے۔ شمشیر خان کے اشارے سے اُن کی
خاص فوج کا اسباب لٹ گیا کہتے ہیں کہ اسی نزاع کی وجہ سے لکھنؤ کے حکام اور محمد خان
کے خاندان میں باہم طال پیدا ہو گیا یہ بیان آرون صاحب کی تاریخ کے مطابق ہے
مگر عزیز القلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب محمد خان بنگش اور صفدر جنگ میں اُس وقت تک
نہایت دوستی اور تپاک تھا اور نواب محمد خان بنگش کی عین خوشی یہ تھی کہ صفدر جنگ
اُنکے سفر میں فرخ آباد میں بھی نزول اجلال فرمائیں اور صفدر جنگ کا بھی اہتمام یہ ارادہ
تھا مگر پھر محمد شاہ بادشاہ کی تاکید کی وجہ سے وہ فرخ آباد کو نہ جاسکے جسکی معذرت اُنھوں
نے محمد خان کو لکھی تو اُسے شمشیر خان اور افضل خان کو مراتب اشتیاق گذارش کر نیکیاے
صفدر جنگ کے شکر میں بھیجا تھا بلکہ جب صفدر جنگ کے دہلی کو روانگی کے ارادے سے
گنگا کو عبور کرنے کا حال محمد خان کو معلوم ہوا تو خود اُس کا جی چاہا کہ فرخ آباد سے چل کر
صفدر جنگ کے پاس ملنے کو جائے مگر بوجہ علالت کے خود تو نہ جاسکا اپنی طرف سے عطا اللہ خان کو

اپنے پیش خیمہ میں داخل ہوئے جو تھوڑی مسافت پر استادہ تھا یہاں چند روز قیام کر کے
 اوائل ماہ رمضان میں کوچ کیا اور مع اہل و عیال کے روانہ دہلی ہوئے (گیان پرکاش
 میں بیان کیا ہے کہ) سواری فیض آباد سے سات آٹھ کوس پر نکلی تھی کہ وہاں بھٹے
 اثنائے راہ دہلی میں شجاع الدولہ کی ولادت کی خبر سنی تمام رسالہ داروں اور جامہ داروں
 اور امیروں نے مبارکباد کی نذرین دکھائیں ایک شخص نے تاریخ تولد اس طرح نظم کر کے
 نذر کی ۵

بدولتخانہ نواب منصور برآمد آفتاب از مطلع نور

نواب نے ناظم کو پانچ ہزار روپے نقد دیے اور پانچ گاونوں جاگیر میں حاکم مقرر کیا۔ جس مقام پر
 یہ خبر سنی تھی وہاں مبارک گنج آباد کیا۔ اس شعر کے دوسرے مصرعے گیارہ سو چالیس
 نکلتے ہیں اور یہ سفر گیارہ سو چھپن میں واقع ہوا تھا گیان پرکاش کے مولف سے غلطی ہوئی۔
 حقیقت میں شجاع الدولہ ۱۲۸۱ھ ہجری میں پیدا ہوئے تھے لیکن یہ وہ زمانہ تھا کہ صفدر
 ابھی مسند نشین نہیں ہوئے تھے۔ بڑبان الملک زندہ تھے صفدر جنگ نے ٹانا موگھاٹ
 واقع پرگنہ بلہور ضلع کانپور پر پہونچ کر چار روز تک قیام کیا اور کشتیوں کا پل بندھوا کر گنگا کو
 عبور کیا۔ شمشیر خان چلیہ نواب محمد خان والی فرخ آباد کی طرف سے پرگنات موسے نگر۔
 بلہور۔ اکبر پور اور قنوج کا عامل تھا اُس نے کہا کہ جب تک اُس نقصان کی بابت جو فصلوں
 کو پہونچے معاوضہ نہ دیا جائے تب تک میری عہداری کی حدود میں صفدر جنگ کے خیمے
 کھڑے نہوں یہ حکم شمشیر خان کا صفدر جنگ کو ناگوار گذرا اور انھوں نے ایک سالہٹی سوار
 اس مضمون کا خط لکھ کر فرخ آباد کو بھیجا۔

۱۲۔ یہ پرگنہ قنوج کے مشرق میں ہے

احراز سعادت قدیم بوس اقدس علی عبارت از ان سستے شود و بگرامی دریافت
 و خیرہ اندوز بہتلاج می گردد بالفعل سیادت و رفعت پناہ سید عطا اللہ را روانہ ساختہ
 کہ حالات نجستہ سمات را بہ چشم خود بلا واسطہ معائنہ نمودہ بر نگار و مترقب کہ تا انقضای ایام
 سباعدت مدام بارقام خیریتما قرین مسرت و شادمانی با باید داشت۔

خط سوم زبانی رستم بیگ انچہ حوالہ شدہ بود بار از نامبردہ دریافت شد کہ تشریف آوری
 شریف باین راہ اتفاق می شد لوازم ضیافت قسمی کہ دل می خواست بمرصہ ظہور
 می رسید لیکن چہ توان کرد بنا بر تاکید حضور انور عزیمت سامی از ہمان راہ صورت گرفت
 باین مسافت رسیدن طعام بختہ متعذر بود لہذا رفعت پناہ شمشیر خان و افضل خنن را فرستادہ
 شد مراتب اشتیاق را بگذارش خواهند آورد امید کہ ہنگام مواصلت مسرت مسالمت ہموارہ
 بہ صحائف نشاط آگین انبساط تزیین خاطر دوستی دوست را مسرور و منبسط باید داشت۔
 اب ہم پھر اصل بیان کی طرٹ رجوع کرتے ہیں کہ نذرانے جو صفدر جنگ کے ساتھ تھا
 اسکو صفدر جنگ نے گنگا کے گھاٹ سے اودھ کو رخصت کر دیا اور سید ہدایت علی کو خیر آباد
 کی فوجداری دیکر نذرانے کے ہمراہ کیا اور کہا کہ تھے سفر کا بیچ اٹھالیہ چند روز آرام کرو
 اگر راجہ سے صحبت برآر نہ تو ہمارے پاس چلے آنا۔ مگر سید ہدایت علی نے راجہ کی ماتحتی قبول
 نہ کی اور صفدر جنگ کے ہمراہ رہے کوہ جالیسر کے نواح میں عید آئی صفدر جنگ نے
 ان مقام کیام اسم عید ادا ہوئے پھر کوچ کر کے دہلی کے نزدیک پہونچے۔ نثار محمد خان بہادر
 شیر جنگ ولد سیادت خان براہ سعادت خان برہان الملک جو کہ صفدر جنگ کے مامون
 اکائیٹا تھا اور بجائے خود ایک میر قانع راجہ بھی زرائن وکیل صفدر جنگ کے دو تین منزل شیر
 استقبال کو آیا اور صفدر جنگ دریائے جمنائے کنارے پہونچے اور یہاں مقام کیا اور

صفدر جنگ کے لشکر میں اگلی خیر و عافیت کے استفسار کے لئے بھیجا چنانچہ محمد رفیع خان کے تین خطوین اس کا ذکر ہے جنکو عزیز القلوب سے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

خط اول انجہ بخت تشریف بردن محضو را نور کمون خاطر بودہ باشد مطلع باید ساخت لیکن یک مرتبہ تشریف بردن پیش گاہ فلک کار گاہ اصلح واصوب ست کہ درین صورت ہم نظام مہام مغلوبی و منکوبی مخالفان و ہم سرکہ گلوے تحریرین طرازان خواہد بود بہ فضل الکی ایملات قلوب و مجتہات روحانی آنقدر استحکام و اسلوب پذیرست کہ شمرہ ازان تقریر و تحریر نے توان نمود انجہ بہ بنیان اتحاد موکد باشد اہتمام تام بر آن لازم و ضرور و پاس این مراتب بروقت احتیاج از جانبین مراسم احاط ہد گراز قوت بفعل رسد یعنی خدا نخواہد اگر در نواح مفوضہ کار پر و ازان شریف شورے بروے کار آید ازین طرف بہ فرستادن فوج وغیرہ تشدید مبانی و داد و لعلہ طور دہد و بر تقدیرے کہ درین ضلع غبار آشوبے بر خیزد بہ نشانمن آن کار پر و ازان ایشان بہ مسابحت و مراقبت پر وازند۔

خط دوم ذواب صاحب مہربان سلامت۔ درین ہنگام نشاط آغاز بخت انجام تشریف بردن این روے دریلے گنگ بعزیمت حضور پر نور مسامع افروز گردیدہ دل اتحاد منزل را افادہ فراوان بخت و سرور ساخت اگرچہ تمنائے باطن آن بود کہ بہ صد ورناساثر مہبات تحمیر فوراً باستان بوس سمیت مانوس پر وازد لیکن بنا بر کثرت عارضہ و قلت توانائی بہشت و برخاست لاچار چندے از دریافت این دولت عظمیٰ مقصر و معذور ماند انشاء اللہ المتعال قسے کہ درین روز با طبیعت رو بہ ہی دار و دہمین کہ از قرار واقع رفع مرض سے شود و ناتوانی بتوانائی ابدال سے پذیرد و بر جہاج استعجال شافتہ کامیاب و درین آرزو کہ

اور انکے پیچھے سے صفدر جنگ بڑے کروفر کے ساتھ سوار ہو کر شام کو بادشاہ کی خدمت میں پہنچے اور مستفیض کو ریش ہو کر داراشکوہ کی حویلی میں داخل ہوئے یہ حویلی بربان الملک کے عہد سے بادشاہ کی عنایت سے انکے قبضے میں چلی آئی تھی آخر ہندو بیچ نام لشکر اور فوج شہر میں داخل ہو گئی۔

نول راے کا حال و انتظام

یہ نول راے صفدر جنگ کا دیوان یعنی بخشی تھا اور سکینہ کا بیٹہ چکوا اور پراسنا خاندان سے تھا اور پرگنہ اٹا وہ کامور وٹی قانون گو تھا۔ اپنی خوش لیاقتی سے صفدر جنگ کا دیوان ہو گیا تھا۔ اول اول رتن چند دیوان اعظم عبدالعہد خان حسین علی خان قاتلان فرخ سیر کی نظر عنایت کی جانب نہ مانے ۱۲۱۰ء میں ہوتی تھی۔ گدیان پرکاش میں لکھا ہے کہ جب نواب صفدر جنگ محمد شاہ کے پاس چلے گئے تو نول راے نے اودھ میں سپاہ کو ترقی دی حالت گنتی کے ساتھ حکم چلایا مزاج مستقل تھا جو بات منہ سے نکالتا اسپر جرم جانا قوم مغل اور ہندوستانی کو ایک نظر سے دیکھتا تمام ملازمین کو ماہ بہ ماہ تنخواہ دست بستہ تقسیم کرتا۔ اسکی سرکار میں پانچ ہزار نوٹش اسپر وچو اسپر ملازم تھے اور پیادوں کی فوج بھی بھاری تھی اور توپخانہ اور شتر مال اور زنبورچی اور شیر بچے بہت کثرت سے رکھتا تھا۔ جزائل انداز اور بان انداز اور کمان انداز علی کثرت سے جمع کیے تھے جب کبھی اسکو یہ خبر پہنچتی کہ فلاں جگہ کے زمیندار نے سرکشی کی ہے تو فوراً دو منزل لیاں کرتا ہوا وہاں پہنچتا اور اسکو قرار واقعی مزا دیتا زر تحصیل میں اُسے نہایت آسانی کر دی تھی اور تنخواہ سب کو خزانے سے نقد دیتا تھا اور ماہ اساطرہ میں ہر ایک پر گئے اور کانوں کی تشخیص کرتا اور تشخیص سے ایک جہہ زیادہ نہ لیتا رعایا اور آبادی کی کوشش دن رات دن کو تھکن ہستمال ملک میں بڑھاتا اُس کے عہد حکومت میں سب خوش تھے۔

اپنی فوج مغلیہ و ہندوستانی کو تیار کر کے جنگ کے پاس بانائی و ردی اور ولایتی گھوڑے
 نفری ساز سے آراستہ تھے اور ہاتھیوں کو زری کی جھولوں اور گنگا جمنی حوضوں سے سجا کر
 بڑے بھل اور شوکت سے اپنے مقام سے سوار ہو کر قلعہ شاہی کی طرف روانہ ہوئے صفدر جنگ
 کے ہمراہ دس بارہ ہزار آدمیوں سے کم ہجوم نہ تھا صفدر جنگ قلعہ بادشاہی کے مقابل ہو چکر
 حسب ضابطہ دیوان خاص کے طوائف بچ مشمن کے سامنے جو خورشید کی طرح دمکے ہاتھ ساری
 سے اترے اور آداب تسلیمات اربعہ بجالا کر تھوڑی دیر کھڑے رہے اور پھولوں کا ہار لیکر بادشاہ
 نے کسی خواجہ سراے محل کے ہاتھ بھیجا تھا سوار ہو کر اپنے قیام گاہ کو لوٹ آئے بادشاہ صفدر
 کی طرز سوار سے نہایت محفوظ رہے جمعات کے دن ۱۵ شوال سنہ مذکور کو جبکہ ملازمت
 کا وقت تھا قلعہ بادشاہی کے پاس جنگ کے کنارے پر دو درجے کے خیمے بڑے ہوئے اور
 صفدر جنگ تمام خدم و حشم اور فوج دسامان کے ساتھ کشتیوں کے پل پر سے عبور کر کے
 اپنے خیمہ گاہ میں جا آئے۔

وزیر عظم قمر الدین خان چین بہادر نصرت جنگ استقبال کو آئے خیمہ اول ملازمان
 صفدر جنگ سے بھرا ہوا تھا حکم دیا کہ یہ سب آدمی خیمے سے ٹھکرا میدائیں نین پو شونیز میٹھ جان
 اور خیمے کو ہراہیان وزیر کے لیے خالی کر دیں وزیر کے ہمراہیوں نے اُس خیمے میں پہنچ کر
 ہجوم کیا وزیر صفدر جنگ کے خاص خیمے کے دروازے پر پہنچ کر وہاں ذرا اٹھ رہے اور
 چند مصاحبوں اور اُمرا کو ہمراہ لیکر اندر گئے صفدر جنگ بھی چند مصاحبوں کے ساتھ خیمے
 میں انتظار کرتے تھے جب وزیر کو دیکھا تو مسند سے اُٹھے اور وسط صحن تک استقبال کر کے
 بعد معانقہ ایک مسند پر آ بیٹھے گھڑی بھر احتیاطاً باپھر عطر و پان کی مدارات ہو کر جواہرات اور
 کپڑوں کے خوان اور ہاتھی گھوڑے پیش کش میں دیے گئے اسکے بعد وزیر رخصت ہو کر پتھر چلے

صفدر جنگ کو میر آتش یعنی توپخانے کی افسری کا خلعت عطا کیا اس موقع پر بادشاہ نے وفاداری اور حقوق نمک خواری کی بقا اور توقعات کے الفاظ اپنی زبان سے ارشاد کیے صفدر جنگ نے اپنا پیش خانہ جو میر آتش کے لیے ضروری ہوتا تھا قلعہ میں آراستہ کر کے اپنی سکونت وہاں قرار دی اور سید ہریت علی کی بادشاہ سے سفارش کر کے چکھ سکندہ کی سند اُسکو ولادی اور بادشاہ کی کورنش سے مشرف کرایا اور خدمت کو وہاں خلعت دلایا ۲۷ شعبان ۱۱۷۵ھ ہجری کو بادشاہ نے اسد اللہ و اسد یار خان کو صوبہ داری کشمیر سے معزول کر کے یہ خدمت صفدر جنگ کو عطا کی جنھوں نے اپنے امون کے بیٹے شیر جنگ کو مع فوج مغلیہ اور ہندوستانی کے وہاں کے بند و بست کو روانہ کیا۔ شیر جنگ نے وہاں پہونچ کر میر العد کو جو بڑا بہادر اور متمرد تھا جھوٹے عہد و بیمان کے ساتھ دہلی کو لے اپنے پاس بلا لیا اور قید کر دیا اور تھوٹ دنوں وہاں رہ کر انتظام کر کے صفدر جنگ کے ایک رفیق افراسیاب خان نامی کو صفدر جنگ کے حکم سے اُس صوبے کی نیابت پر چھوڑ کر خود دلی کو لوٹ گیا۔

نواب سید محمد علی الخاطب بہ نواب علی محمد خان

معروف بہ روہیلہ

(۱) نواب موصوف ^{۱۱۷۵ھ} ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔

(۲) داؤد خان بڑیچ نے جنھوں نے روہیلہ کھنڈ میں روہیلوں کی ریاست قائم کرنا چاہی تھی بوجہ لادلی کے چھٹپن میں آپکو متنبہ کیا یہ ہونہار لڑکا داؤد خان کے سامنے میں پرورش پلنے لگا اور بڑا ہو کر ایسا نکلا کہ مورخ اُسکی اولوالعزمی جو افردی اور

اُسکے انصاف کی ایک حکایت یہاں بیان کی جاتی ہے کہ ایک بار نول رے کا مقام پر گئے سائیکہ
 میں قصبے سے چار کوس کے فاصلے پر وہاں اُسکے سفر کا یہ قاعدہ تھا کہ بہیر اور سامان اور تمام لشکر کو
 رات سے روانہ کر دیتا اور خود غسل اور پوچھا کر کے اور کھانا کھا کر پیر دن چڑھے سوار ہوتا ہے دن
 اپنی ضروریات سے فرصت پا کر کر بازہ حکم ہتھیار لگا کر خمیے سے نکل کر ہاتھی پر سوار ہونا چاہا کہ
 اسی وقت پر گئے سائیکہ کی رعایاے اہل حرفہ نے اگر دہائی دی اور فریاد کی کہ سلام اللہ چوڑی
 نے ڈاکہ مارا ہے ہمارا مال لوٹ لے گیا ہے راجہ نے حکم دیا کہ سلام اللہ کو فوراً حاضر کرین غول سے
 دو شتر سوار ملے اور اُسکے لانے کے لیے شتر دوڑا کر گئے ابھی راجہ کھڑا تھا کہ فراشون نے فریاد
 کر سی اور موڑ دے اور فرش لا کر بچھایا راجہ اور رسالہ دار و حمامہ دار و صاحب گھوڑے اتر کر بیٹھے
 اور بادشاہوں کا تذکرہ باہم ہونے لگا ایک پہر نہ گذرا تھا کہ سلام اللہ کو شتر سوار لے آئے
 راجہ نے اُس سے بلند آواز کے ساتھ کہا کہ ”یہ آدمی تیر فریاد میں تینے کیون ان کو لوٹا ہے“
 سلام اللہ نے عرض کیا کہ غلام گنہگار ہے حکم ہوا کہ راضی نامہ لاؤ اسی وقت سب کے سامنے
 عاجزی کر کے راضی کیا اور اُسے راضی نامہ حاصل کر کے نذر کیا نول رے نے رعایا سے
 دریافت کیا کہ راضی ہو گئے عرض کیا کہ ہمارا جسکی بدولت اپنی داؤ کو پہونچے۔ اُس وقت لاجہ
 سوار ہوا نقارہ آگے تھا نقارچی نے دنگے پر چوٹ ماری عرض کہ راجہ نول رے ایسا داؤ گستر
 تھا کہ رعایا اور سپاہ دونوں اُس سے راضی تھے۔

صفدر جنگ کو تو بچانے کی افسری اور کشمیر کی

صوبہ داری ملنا

عمدۃ الملک کی سفارش سے، صفر ۱۱۸۵ ہجری روز یکشنبہ کو اول روز میں بادشاہ نے

دار الحکومت قرار دیا یہاں تک کہ قمر الدین خان وزیر اعظم سے بھی تعارف حاصل ہو گیا اور اب بہت سا خالصے کا علاقہ اور امر کی جاگیریں نواب کو ٹھیکے میں حاصل ہوئیں اور زر مستاجری کو ایسی خوش دہندی سے ادا کیا کہ تمام ملک میں آپ کی ساکھ بندھ گئی اور امدت کا سامان جمع ہونے لگا اور بادشاہی اُمر سے خط و کتابت کر کے تحفے تحائف بھیج کر اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

(۵) شہلا بھری میں اعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر ہندوستان نے اپنے بھائی عظیم السد خان کی ماتحتی میں سیف الدین علی خان رئیس جانشین برادر حسین علیجان امیر اللہ پور بادشاہی فوج روانہ کی تو نواب سید علی محمد خان کو بھی دو ہزاری منصب علم و فہارہ بادشاہ کے حضور سے بھیجا اگر اُن کی رفاقت میں جانے کا حکم دیا جیسا کہ منتخب العلوم میں ہے اور اس مہم کے فتح ہونے کے بعد وزیر اعظم نے نواب سید علی محمد خان کو جلدات جانشینانی کے صلے میں محمد شاہ کی جانب سے نوابی کا خطاب اور نوبت اور طوغ و علم و راہی مرتب اور منصب پنجہزاری ذات اور پانچہزار سوار کا بھیجا جیسا کہ جلد سوم تنقیح الاخبار فی آثار الوداع میں ہے۔

(۶) نواب سید علی محمد خان چونکہ صاحب عزم و ارادہ تھے ہر ایک تقریب اور تہنیت کے ساتھ محالات قرب و جوار کو مسخر کرنے لگے آرام طلب جاگیر داروں اور وزیر سے ٹھیکے میں علاقہ لے لیا ہزاروں چٹھان اطراف قندھار کے افواج ایرانی کی یورش کی وجہ سے اپنے ملک سے نکل آئے تھے وہ نواب محمود کے پاس آکر جمع ہو گئے کیونکہ اُن کی شجاعت اور افتخانی دوستی کا حال دُور دُور مشہور ہو گیا تھا اور سید علی محمد خان کی حمیت و سہیلوں

تذکرہ کی گواہی دیتے ہیں

(۳۲) نسب ان کا سادات بارہہ کو پہونچتا ہے جیسا کہ عماد السعادت تاریخ مالوہ مؤلفہ سید کریم علی۔ اور آئینہ محمدی مؤلفہ شاہ آل احمد صاحب خلف شاہ حمزہ صاحب سجادہ نشین مارہرہ وغیرہ سے مستفاد ہوتا ہے تاریخ سادات بارہہ مؤلفہ سید مظفر علی خان صاحب رئیس جانشہ ضلع مظفر نگر میں آپکا آبائی شجرہ اسطرح لکھا ہے۔

نواب سید علی محمد خان بن سید دلاور علی بن سید یعقوب علی بن سید دلدرا علی بن سید یونس بن سید ابراہیم بن سید فتح محمد بن سید احمد بن سید حمزہ بن سید یوسف عرف سید گدزن بن سید ابی طالب بن سید تاج الدین بن سید حسین عرف سید حسّے بن سید علی بن سید اوی عرف سید ہدیا بن سید فخر الدین بن سید محمد بن سید علاء بن سید ابوالحسن بن سید ابوالفتح بن سید ابوالفضل بن سید ابوالفرح واسطی بن سید داؤد بن سید حسین بن سید تکیہ بن سید زید ثالث بن سید عمر بن سید زید ثانی بن سید علی بن سید حسن بن سید علی عراقی بن سید حسین بن سید علی بن سید محمد بن سید عیسیٰ مؤتم الاشبال بن زید شہید بن جناب امام زین العابدین علیہ السلام بن جناب امام مظلوم سید معصوم حسین شہید کربلا علیہ السلام بن جناب امیر المومنین شیریزدان شاہ مردان علی علیہ السلام۔

(۳۳) راجہ کماؤن کے حکم سے داؤد خان کے مقتول ہونے کے بعد میں سال سے کچھ زیادہ عمر میں نواب سید علی محمد خان لنگے قائم مقام ہوئے اور اپنے خداداد جوہر قابلیت کی بدولت ایکدم سے روہیلون پر حکومت کرنی شروع کر دی اور تمام کٹھری کشنیر کا آہنگ کیا اور آٹولہ اور اُسکے قرب وجوار پر بزور شمشیر قبضہ و تصرف کر کے آنولے کو اپنا

انھوں نے نواب موصوف کی شکایات محمد شاہ کے حضور میں کیں بادشاہ نے قمر الدین خان
 وزیر اعظم سے فرمایا کہ روہیلوں کی تدبیر کرنی چاہیے قمر الدین خان نے مشک اللہ ہجری
 میں اس مہم پر راجہ بہرند نامی کھتری کو مامور کیا اور سبب جنگ جیسے تو پچانہ اور بانوں
 نافذیہ اور دوسرا سامان اپنی سرکار سے دیکر حکم دیا کہ جتنی فوج کی ضرورت سمجھے اور
 انتظام صوبہ مذکور کیلئے ضروری ہو نوکر رکھ لے بہرند سنگھ نے اطراف و جوانب کے راجوں کو
 بھی لک کے یہ بلا لیا اگرچہ نواب کو اپنی فوج کی دلاوری پر اعتماد کلی تھا اور خدا کی
 کست سے وہ ہمیشہ اپنے دشمنوں پر غالب رہتے تھے گرچہ ناکہ ہمیشہ واقعات جنگ میں
 شہرہ رکھتا ہے اسلئے وہ لڑائی سے پہلو بچاتے تھے اور نواب محمد خان ٹکٹش دلی فتح آباد سے
 بس امر کی درخواست کی کہ آپ ہمارے اور راجہ بہرند کے درمیان میں پڑ کر تصفیہ کر دیں
 مگر خدا کو تو منظور ہے دشمنوں کی نخوت و غرور کا توڑنا اور امکا قدم اس ملک میں جانا تھا
 اسلئے وزیر نے مانا اور بادشاہی تو پچانہ راجہ کی کمک کے لیے بھیج دیا اور اپنے بیٹے
 میر معین الدین خان کو بادشاہ سے اجازت لے کر ایک بھاری لشکر کے ساتھ راجہ کی مدد کو
 روانہ کیا۔ نواب نے صلح سے مایوس ہو کر بہرند پر ایسے زور شور کے ساتھ حملہ کیا کہ اُس کی
 تمام قوت کا شیرازہ کچھ گیا اور اُسکی قریب پچاس ہزار کے سپاہ میدان جنگ میں نواب
 کے ہاتھ سے ہارل اور مغلوب ہو گئی اور راجہ کے عین میدان جنگ میں اسے جلنے لے اس
 فتح کی عظمت کو دوبالا کر دیا اس فتح کے بعد نواب نے قریب قریب تمام روہیلکھنڈ قبضہ
 کر لیا آخر کار راکین سلطنت بے بسی کی حالت میں نواب سید علی محمد خان سے صلح کا موجدانا
 مثل فتح کے سمجھے نواب نے اس طرح کی فتوحات سے سلطنت مغلیہ کے اُمرا کو مغلوب کر دیا تھا۔
 (۹) واقعہ بہرند سے چھ ماہ کے بعد نواب سید علی محمد خان نے راجہ کمایوں پر

کے نام سے مشہور ہوئی۔ ۳۵ء میں انکی قوت بہت زیادہ ہو گئی کیونکہ سلطنت کی حکومت دم بدم انخطاط پر مبنی جو مجرم سلطنت کے خون سے بھاگتا تھا وہ انکے پاس اگر پناہ گزین ہوتا تھا۔ ۱۱۵۰ھ بمطابق ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ کی چڑھائی کے وقت دہلی ٹٹ لگا کر سلطنت کی حالت بہت ضعیف ہو گئی ایسی ابتری کے وقت میں نواب سید علی محمد خان کو اپنے ملک کی ترقی اور اپنی قوت کی دُرستی کا بڑا موقع ملا اس نے نظمی سلطنت کے باعث بہت سے پٹھان دہلی سے بھاگ کر انکی فرج میں شامل ہونے لگے۔

(۷) بظاہر نواب سید علی محمد خان کے حالات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ بادشاہ اور وزیر کے مکرر ٹلانے سے دلی چلے جاتے اور وہاں دربار میں حاضر ہوتی کرتے تو بادشاہ کے دل کو عمدۃ الملک امیر خان اور صفدر جنگ اور برہان الملک سعادت خان اور صمصام الدولہ اور نظام الملک آصف جاہ اور اعتماد الدولہ قمر الدین خان کی طرح پیارے ہوتے کیونکہ جبکہ انکو گھر بیٹھے پنجرہ زاری تک منصب لگیا تو وہاں رہنے اور آنے جانے سے اور بھی محبت اور درجہ امارت و تقرب شاہی بڑھتا لیکن جب ہم غور سے دیکھتے ہیں تو ان کا وہاں نہ جانا اور نالے بلے بتا دینا یہی بہتر ہوا کیونکہ اُس بذلہ سخی اور لطیفہ بازی کے دربار میں عیش و عشرت کی بہار تھی وہاں امیر خان جیسے شخص کی باتوں کی قدر تھی اور نواب سید علی محمد خان نبرہ آزمائی و کشور کشائی کے جوہر و ن کے آدمی تھے انھیں بظاہر ایسی باتیں کہان بنانا آتیں کہ بادشاہ اور اہل دربار کو ہر وقت ہنساتے رہتے انھوں نے تو ملک گیری اور ملک داری اور صوم و صلوة کی پابندی کے اوصاف سے پورا پورا حصہ پایا تھا وہ ایسے آدمیوں میں جو شراب و کباب اور عیاشی میں متفرق ہوتے ہوں کیسے نہہ سکتے۔

(۸) ابو المنصور خان صفدر جنگ کو نواب سید علی محمد خان سے دلی عداوت تھی

خواہند نمود۔

بنام نواب سید علی محمد خان القاب کے بعد لکھتے ہیں بقیمہ مسئلہ سامی موصول
مطالعہ گردید۔ حقیقت مندرجہ حرف بہ حرف پیرایہ انضیاح پوشیدہ نوشتہ بودند کہ ہر نند
باوجود اودن فارغ علی خریف الحال کہ ارادہ پر خاش دار و باعث آن دریافت نئے شود اگر
بہ طبق ایماے نواب وزیر الممالک بہادرست از نیجا بہ نواب موصوف نگارش رود۔ پیشتر
در باب ست بردشتن از خلش براجہ ہر نند کر مر قوم گشتہ وہ بہ نواب بہادر بدفعات تمام فیتہ
کہ بہ نواب وزیر الممالک بہادر ظاہر ساختہ نوشتہ ممانعت از آوینہ شہابہمراشان بنام ہر نند رود
بفرسند چنانچہ دیدہ وز کہ چارم محرم روز پنجشنبہ بودرقیمہ نواب بہادر وصول یافت کہ ہر چند
از نواب موصوف گفتہ شد ایشان خواہ مخواہ میر معین الدین خلف خود را از پیش گاہ والا
بمحبت پشت گرمی ہر نند رخصت دہانیدند و از نواب بہادر ہم برائے ہمراہ کردن جمعیت گفتند
چون عذر قلت مردم در میان آوردند گفتند کہ لین جانب بزرگازند کہ اذان طرف فرج رسید
چنانچہ براین ہمہ مراتب محمد ولیر را مطلع کردہ ہمراہ فلائے کہ از فلائے مدارمات ہر نند حساب
برادری و قرابت قریبہ دارد و فرستادہ شد کہ ببالغہ و استبداد فرمانیدہ ہر نند را از سر بخاش
بازدارد وہ بہ ترتیب معاہلت آورد وہ نواب وزیر الممالک ببالغہ کمال نوشتہ شد کہ این
ہر دو فوج خود را کہ عبارت از ان مہربان و راجہ مذکور باشد درین وقت کثرت شویش کفار
از گزند آوینش ہمد گیر مصئون داشتن مناسب ست و مہمذا فلائے یعنی آن مہربان اسوخ مصیم
ایشان دارند و فوجہائے شان ہر سال برائے خدمتگذار می بخد مت مے رسد ہنگام مجاہدہ
سیف الدین علی خان خود شان رسیدہ مصدر تردد گردیدہ بودند الحال کہ در جلد وے
این ہمہ خدمتگذار یہا انتزل ریاست و برآوردن شان از وطن مخطور خاطر گردیدہ جائے تعجب

علی محمد خان بهادر که هفت هشت کرده پیشتر از آنکه سکونت داشت سیده با وجود این حالت
 سزا دلان دوستدار نواب محمد علی خان بهادر را نمی گذاشتند که از آنکه بر ایند بسبب
 کر رسیدن خطوط مردم آن فوج متضمن خطر ارب اختیار در فوج خود رسیدند و شیت ایزدی
 آوینش بر روی کار آمد و آنچه پیش نهاد خاطر آن بود بعرضه ظهور رسید احوال هم نواب
 محمد علیخان بهادر مراتب رسوخ و خلوص خود بسامی خدمت می نویسد که درین مقدمه
 تقصیر بنده نیست. هر چند محبت معامله و آتشی خوارستم. زمینداران اخراجی راجه بهرند
 بر سر معاملات آمدن ندادند و لاچار ب حفظ جان و ناموس ایستادم و سابق هم پر خد متگذاری
 نواب وزیر الممالک حاضر بودم و احوال نیز در صورت عفو تقصیر وجودن بر مکان وطن و نه
 بهر خد متگذاری نواب جان نثاری خواهم نمود و معذرا آنچه مرضی سامی باشد بر آن اطلاع رود.
 ایضا. پیش ازین دو قطعه رقاقه که پیش از وقوع مجاریه نواب محمد علی خان و بهرند
 و دویمی بعد روداد ستیزه و آوین بسامی خدمت بلای یافته تا حال خاطر دوستی فخر ابر و حصول
 جواب آن انتظار دارد. شاید که خطوط مذکور از دست قاصدان بعرضه تلف در آمده یا آنکه
 بکواه دستی نامه بران فرین مطالعه لامعه نشد و الا چه احتمال که جواب آن رقم پذیر خاتم
 اشفاق طراز گردد و دوستدار در باره نواب محمد علی خان بهادر اصلاً نگاہی عرضداشت
 بقدر سی جناب ارسال نداشته گرد و دفعه در مقدمه شان بسامی خدمت مرصع شده.
 کیفیت شورش و بکار و استیلا و غلبه کفار بر ضمیمه روشن و مبرهن اول نواب محمد علیخان بهادر
 از اهل اسلام و معتمد از متوسلان قدیم آن مهران اند اگر رقم عفو بر صفای جرائم شان
 کشیده شود و بجای و مکان خود سکونت پذیر توانند ماند بمقتضای صدق رسوخ
 که از دل و جان بسامی خدمت متحقق دارند و نه بکار شریف خواهند آمد و جان نثاری

آن طرف دریائے سر جو بنابر اس دھراس فوج اسلام و رسیدن زمیندار سری نگر سر مور بٹ
 بہ اجماع و فرستادن او خسر پورہ خود را برائے مصالحت و اینکه سبب ریش برف بمقتضای
 مصلحت و مشورت یکدیگر از انجام راجحت نموده در رُوز رسیده شدہ در چندے بہ آنولہ
 مے رسند بمطالعہ در آمد حقیقت مندرجہ حرف بہ حرف بوضوح پیوست کیفیت سمیت آب و
 ہوائے کوہستان و قلت حاصل آن ملک پر ظاہر بود کہ پیش ازین ہم نگارش رفتہ اگر حفاظت
 امکان ماخوذہ کوہستان از قرار واقع متصور باشد استحکام آن مضائقہ نلکد و اگر از ناموافقت
 آب و ہوائے آنجا صورت بہت این معنی متعذر باشد باز زمیندار آنجا دار مدار نمودہ اورا از خود
 باید ساخت آن مہربان نظر بہ آل کار و خوشی ارکان حضور کہ دار مدار کردہ بفتح و فیض مری
 معاودت نمودند و بمقتضای مشورت وقت بکار پرداختند مستحسن و مناسب بحضور انور بادشاہ
 کہ بروفق مرضی اعیان حضور پر نور از مداخلت امکان کوہستان دست در آستین کشیدہ
 در آنولہ رسیدہ شدہ۔ درین صورت حصول رضامندی ارکان حضور و ہم ظہور نقیاء و فساد
 در پیش گاہ والا خواہد گردید فقط

ان خطون کو کاتبون نے بحد غلط لکھا ہے اسلئے مطلب نکالنے میں دقت بہت ہوئی اور
 بعض الفاظ میں قیاس کو مداخلت دی اور غور و خوض سے لفظون کو موقع پر جانے کی کوشش
 عمل میں آئی مکن ہے کہ اصل عبارتوں کے بعض الفاظ بدل گئے ہوں مگر مطلب ہاتھ سے
 نہیں جانے دیا۔

ملازمان نواب سید علی محمد خان کے ہاتھ سے دار و تحہ عمارت
 صفدر جنگ کو ہزیمت پہونچنا صفدر جنگ کا محمد شاہ کو

و آئینہ دیگران را از نتائج خدمت مایوس نمودن بلکه از خدنگداری بازداشتن است
 زدودن بهر نیند باید نوشت که دشت از پر خاش باستین کشد و معاملات نماید و به نواب بهادر
 هم بتاکید نگارش یافته که اگر ارقام اینجا و اظهار ایشان نواب موصوف بمعصا جاد دهند
 خیر والا بالا اجناب ارفع و اعلیٰ عرض نمایند که حضرت بدولت ازین عزیمت مانعت فرمایند
 آن مهربان هم بر قلیل و کثیر نظر کرده و روپیہ را اعزیز داشته بمعاملت پردازند و بهر پنج که
 باشد سر رشته سلوک و آشتی از دست ندهند۔

ایضا فرج ہمراہی ایشان کا ہے بمعاینہ در نیامده یقین است کہ مردم خوب معنی خواہند
 از رفاقت و نفا و نزد و محنت آن ہا ہمہ مقدمات رو بہ اسلوب آرد و کار ہا بخوبی سر انجام
 مے پذیرد مکان ہا مستحکم و جمیع جمعیت و لوازم جاریہ درست باید داشت و فوجا کہ در تھا پاتا
 و اطراف و جوانب متفرق بودہ باشد ہمہ را یک جا فراہم و مجتمع باید ساخت کہ در صورت ملات
 کسے زمین را برداشتہ نخواہد بود باز استحکام تھا پاتا مے تواند شد و اگر جمعیت جا ہا منتشر
 و متفرق باشد بنا بر بعد مسافت بروقت خبر گیری ہمہ گر متعذر و معہذا اگر طر فی بیک فوج
 چشم زخم برسد دیگر افواج را دل سردی رو مے دہا ین قسم مقدمات خیلے با متخان و تجربہ
 این جانب آمدہ است لہذا بمبالغہ و اغراق نوشتہ مے شود کہ اولاً بہر قسم کہ ممکن باشد
 بہ سخنان آشتی آمیز و ہم ہزار ہا رفع پر خاش نمودہ این آتش را فرو باید نشانیہ سال الزمان
 محالات طبع باید برداشت در صورتیکہ این معنی صورت پذیر نہ شود و خواہ مخواہ مقدمہ بہتیز
 و آویز کند در صورت استعداد و مضبوطی با ہم مصالحت و معاملت بآئین ہین میرے تواند شد
 و ہم مقدمہ جنگ بآئین بہتر برصہ ظہو مے تواند رسید زیادہ چہ نگارش رود۔

ایضا رقمہ رسلہ سامعی متضمن رسیدن در الموڑہ پنجم رمضان : ما من گرفتار کہ بیان

سوار ہو کر لوئی باغ میں ٹھہرے وزیر الممالک اعتماد الدولہ اور عمدۃ الملک امیر خان اور ابو المنصور خان میر آتش وغیرہ امرا ہر کاب تھے۔ ماہ صفر میں بادشاہ نے امر اکو جمع کر کے سید علی محمد خان کی تنبیہ کے لیے رائے قرار دی۔ لشکر کی ہرادی وزیر الممالک کو ملی ۱۲ صفر کو پانچ گھڑی ن چھٹے بادشاہ نے تخت روان شکاری پر سوار ہو کر فرحت افزائے کوچ کر کے دریائے ہیڈن کے پاس خمیون میں مقام کیا۔ اکو جشن نوروز کی مہل منعقد ہوئی جس کا رنگ سبز پستی تھا اور وہ مراد ہے تحویل آفتاب سے بیت الشرف میں اور بیت الشرف ایسے برج کو کہتے ہیں جس میں کوئی سیارہ پہنچ کر شرف اور سعادت پاتا ہے پس ہر سیارے کے لیے بیت الشرف علیحدہ علیحدہ ہے چنانچہ آفتاب کا بیت الشرف برج حمل ہے۔ وزیر اور صفدر جنگ اور عمدۃ الملک نے ایک ایک سو ایک ایک اشرفیان نذر دکھائیں اور تہنیت کے آداب بجالائے۔ ۱۹ صفر کو بادشاہ نے پرگنہ ڈاسنہ میں پہونچ کر حکم دیا کہ میر بحر دریائے گنگا کے پل کی درستی کو روانہ ہو اور بادشاہ رام گھاٹ ضلع بدایون کی راہ گنگا کو عبور کر کے پرگنہ گنور میں آ پہونچے۔ اس وقت نواب سید علی محمد خان نے آنولہ کو چھوڑ کر بن گڑھ عرف سفنگ میں پناہ لی۔ ۹ ربیع الاول سے ۱۶ ربیع الاول تک شہباز پور میں بادشاہ کا مقام ہوا۔ اکو آگے روانہ ہو کر صفدر جنگ کے قریب باش ملازم گاؤں میں جا کر لوٹ مار کرتے تھے اور جانور اور آدمی پکڑ لائے۔ تھے وزیر الممالک نے بادشاہ سے عرض کر کے کھیتوں اور دیہات کی حفاظت کیلئے فوج مقرر کر دی اور حکم دیا کہ اگر کوئی قریب باش رعایا کو تسکے تو اس کو سزا دی جائے اور باندھ کر لانا چاہیے۔ ایک دن صفدر جنگ کی سرکار کے چالیس ہاتھی کھیتوں کے چارے سے لہے ہوئے تیس قریب باشوں کے ساتھ لشکر میں آ رہے تھے فوج محافظ انکو وزیر الممالک کے پاس پکڑ لائی وزیر نے انکو بادشاہ کے حضور میں پیش کر دیا حکم ہوا کہ ہاتھی جسکے ہیں اس کے پاس پہونچا دو

نواب موصوف سے ناخوش کر دینا۔ بادشاہ کی
نواب صاحب پر چڑھائی طول طویل محاصرے کے بعد
نواب سید علی محمد خان کا بادشاہ کی اطاعت کر لینا۔

۳۶ء میں داروغہ عمارات نواب صفدر جنگ سال کے ٹٹھے کاٹنے کیلئے دہن کوہ کامیون
میں آیا تھا نواب سید علی محمد خان روہیلہ کے ملازم تھلے میں متعین تھے اُن سے لڑائی ہو گئی
اور کئی آدمی دونوں طرف سے مارے گئے اور ملازمان صفدر جنگ بہت مغلوب کیے گئے۔
داروغہ کارخانے کو جنگل میں چھوڑ کر دتی پہونچا اور صفدر جنگ سے کہا کہ آپ کی عمارت کا تمام کارخانہ
روہیلوں نے برباد کر دیا اور نوکرین کو مار ڈالا صفدر جنگ کو بہت غیظ پیدا ہوا کہنے لگے
کہ اب ہماری یہ ذلت ہو گئی کہ روہیلوں نے ہمارے کارخانہ عمارت کو لوٹ لیا اعتماد الدولہ
قرال دین خان سے کہلا بھیجا کہ اگر آپ ہماری رفاقت اس بات میں کریں اور بادشاہ کو
نواب سید علی محمد خان کی سزا دی ہو تو بہتر ہے ورنہ میں ضرور بادشاہ سے
عرض کر دوں گا اعتماد الدولہ نے اگرچہ بظاہر اسے بے کر دیا لیکن صفدر جنگ سے دلی عناد
کی وجہ سے درپردہ نواب سید علی محمد خان کے طرفدار رہے۔ صفدر جنگ کو جب پنجابی یقین
ہو گیا کہ اعتماد الدولہ تہ دل سے نواب علی محمد خان کی جانب داری کرتے ہیں قعدۃ الملک
امیر خان اور غازی الدین خان فیروز جنگ اور محمد باق خان اور حیدر قلی خان اور مصمام الدولہ
بیرم خان اور کامیاب خان وغیرہ کو موافق کر کے ایک بڑا لشکریہ آمیز واقعہ بادشاہ کے سامنے پیش کر کے
بادشاہ کو روہیلوں کے ہتھیار پر توجہ کیا چنانچہ محمد شاہ ایک لاکھ جمیع کے ساتھ بٹن خاں میں ہم پر کاہہ ہوئے۔
اندرام خالص نے اس مہم کے سفر نامے میں لکھا ہے کہ ۲۴ محرم ۱۱۷۱ھ ہجری کو محمد شاہ دہلی سے

امراء بادشاہی نے سید علی محمد خان کے مغلوب کرنے میں نہایت کستی اور کالمی کا بڑا ڈکڑا۔
 اندر رام اس امر کی نہایت شکایت کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ معلوم نہیں ہوا کہ عمراءے خلافت
 دیر گزیدہ ہے دولت کے کیا مد نظر ہے بلکہ ہجری میں انکی بودی تہذیب کی وجہ سے
 لشکر نادر شاہی ہندوستان پر مسلط ہو گیا اور اُسے تباہ کر دیا۔ نواب سید علی محمد خان پر بادشاہ
 نے بہ نفس نفیس چڑھائی کی اور اُنکے قیام گاہ سے تین کوس کے فاصلے پر پہونچ گئے مگر وہ تنگ
 مطیع نہ ہو سکے امراءے شاہی روز حملے کے لیے سوار ہوتے ہیں اور کچھ دور جا کر لوٹ آتے ہیں اور
 اسی سردر پر ان سرداروں نے کفایت نہیں کی بلکہ ایک یہ افسوس کی بات ہے کہ بادشاہ کو
 بعض امراءے بے سرد پا اور بھوڑے سے خواص اور چند خواجہ سرا کے ساتھ تنہا چھوڑ کر خود لے کر ہٹ کر
 دیوے کر دیے ہیں میر آتش کا یہ حال ہے کہ وہ تو پچانے کے افسرین کو سب سے زیادہ کابل مزاج
 اور بے پروا ہیں۔ بالآخر الامر میں لکھا ہے کہ وزیر کے متصدی ہرند کو نواب سید علی محمد خان نے
 تباہ کر دیا تھا مگر پھر بھی وزیر عہدۃ الملک اور صفدر جنگ کے برخلاف نواب سید علی محمد خان
 کی طرفدار سی کرتے تھے۔ سیر المتاخرین کا مؤلف بھی کہتا ہے کہ وزیر عہدۃ الملک اور صفدر جنگ
 کے ساتھ نفاق رکھتے تھے اس لیے نواب سید علی محمد خان کے در پر وہ طرفدار تھے ان دنوں امیرین
 نے بھی بیٹھا دن کی مہم کو وزیر کی مرضی پر چھوڑ کر آپ ڈھیل ڈال دی تھی۔ بنگلہ کے گرد
 ہندو گنجان بانس بوئے ہوئے تھے کہ کسی صورت سے گو لہ اُنکے پار نہ جاسکتا تھا۔ بان بٹے بٹے
 گولے شاہی توپوں کے بن گڑھ میں پہونچتے تھے اور طول محاصرہ سے گھوڑوں وغیرہ کو
 گھانس چلے کی تکلیف ہونے لگی تھی آخر الامر ٹھانوں نے نواب سید علی محمد خان کو صلاح دی
 کہ صلح کر لینی چاہیے کیونکہ جو اپنے سلطان سے جنگ کرتا ہے اُسپر اُسکی عورت حرام ہو جاتی ہے
 یکم جمادی الاول ۱۱۷۰ کو نواب سید علی محمد خان نے نواب قائم خان دلی فرخ آباد کی معرفت

لیکن آئندہ ایسا ہوگا تو جملہ چیزیں سرکار میں ضبط کر لی جائیں گی صفدر جنگ نے اُن فرما بشون کو اتنا پٹوایا کہ دو آدمی صدے سے مرگے۔ پہلی ربیع الثانی کو سنہ ۱۱۰۷ھ سے بادشاہی فوج آگے بڑھی۔ ۱۱۰۷ھ ربیع الثانی کو ایک مقام پر امرا بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے۔ جو کہ تھوڑے عرصے سے صفدر جنگ اور قائم جنگ والی فرخ آباد میں ملال تھا اس لیے وزیر اعظم نے بادشاہ کے حکم سے دیوان خاص کے خیمے میں بادشاہ کے پس پشت دونوں کے ملاپ کر کے بغلیہ کرادیا۔ ۲۳ ربیع الثانی کو بادشاہی فوج بن گڑھ سے چار پانچ کوس کے فاصلے پر جا پہنچی۔ سہ پہر کے وقت نواب سید علی محمد خان کی فوج شاہی فوج پر حملہ کرنے کے لیے قلعہ سے نکلی اور آگے بڑھی۔ عہدۃ الملک امیر خان اور صفدر جنگ حاکم توپخانہ اور نواب وزیر الممالک مقابلے کو روانہ ہوئے اور گولہ اندازی شروع کرائی۔ نواب سید علی محمد خان کی فوج پسپا ہو کر قطعہ میں گھس گئی۔ ۲۶ ربیع الثانی کو یہ خبر مشہور ہوئی کہ نزل رائے نائب نظامت صوبہ اودھ بادشاہ کے حضور میں آتا تھا کہ اُسکی اور سید علی محمد خان کی سپاہ سے لڑائی ہو گئی اور پابندہ خان سید علی محمد خان کا سردار مارا گیا۔ صفدر جنگ یہ خبر سن کر مدد کو سوار ہوئے۔ نواب وزیر نے اپنی سرکار کے بخشی اول صوفی بیگ خان نامی کو حکم دیا کہ فوج لیکر صفدر جنگ کے ساتھ جائے اور وزیر آپ سوار نہ ہوئے۔ اس لیے کہ ہر کار دن کی زبانی معلوم ہو گیا کہ لڑائی ہونے کی خبر غلط ہے۔ اصل اس واقعہ کی اس قدر تھی کہ نزل رائے کی آمد کی خبر سن کر صفدر جنگ اس خیال سے سوار ہوئے تھے کہ مبادا نواب سید علی محمد خان اُس کا راستہ روکیں ان سب باتوں کے علاوہ صفدر جنگ کی اصلی غرض یہ تھی کہ وہ بادشاہ سے عرض کر چکے تھے کہ ملک اودھ کا نائب لیک بھاری جمعیت لکھتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہ تھا پس اُسکو ہمراہ لانے میں اُسکے ہمراہیوں کی تعداد کھلے گی نہیں مخالطہ باقی رہے گا اور یہ رائے اُن کی بہت مناسب تھی غرض کہ صفدر جنگ نزل رائے کو ساتھ لیکر سہ پہر کے وقت لشکر شاہی میں داخل ہوئے۔

یہ بیان انند رام کے بیان کے سامنے جس سے ہم نے اقتباس کیا ہے صحیح نہیں معلوم ہوتا اور نہ یہ قیاس میں آتا ہے کہ نواب سید علی محمد خان پہلے سے بچگی کیے بغیر یوں ہی قائم خان کے پیشے چلے جاتے خلاصہ کلام یہ ہے کہ نواب سید علی محمد خان نے اپنی فوج کو نواب قائم خان کے کیمپ میں چھوڑا اور دو تین سو سواروں کے ساتھ نواب وزیر الممالک کے لشکر میں گئے۔ عمدۃ الملک اور ابو المنصور خان صفدر جنگ اور قائم خان مورچوں سے سوار ہو کر بادشاہ کے پاس چلے گئے اور سہ پہر کے وقت نواب وزیر نواب سید علی محمد خان کو اپنے ہمراہ لیکر مورچوں سے سوار ہوئے وزیر الممالک پہنچے تو بادشاہ حرم سرے سے نکلے اور دیوان خاص میں سندرین پر بیٹھے اول عمدۃ الملک مدار المہام اور پھر دوسرے اُمراء سلطنت باریاب بجزا ہوئے۔ بعد اسکے بادشاہ نے سید علی محمد خان کی حاضری کا حکم دیا انتظام الدولہ خلف وزیر اعظم انکے درون ہاتھ رومال سے باندھ کر حضور میں لے گئے بادشاہ نے فرمایا کہ اسکو آزاد اور اسکی تقصیرات کو معاف کیا اسکے ہاتھ کھول دینا چاہیئے۔ نواب سید علی محمد خان آداب بجالائے اور ہزاراثر بیان نذر گذارنیں جو منظور ہوئیں۔ نواب سید علی محمد خان کو رخصت کر دیا اور حکم دیا کہ! بفضل قائم جنگ کے پاس میں پانچ جمادی الاولے الیکشنبہ کو چھ گھڑی ن چڑھے بادشاہ نے کوچ کر دیا تمام لشکر کے پیچھے عمدۃ الملک تھے اور نواب سید علی محمد خان سو سوار اور سو پیادوں کے ساتھ عمدۃ الملک کے ہمراہ تھے اور انکے تمام عہدے پر فرید الدین خان بن نواب عظمت الدخان سابق حاکم مراد آباد مقرر کیے گئے۔ اور بادشاہ نے قائم خان کو قائم الدولہ خطاب عطا کیا۔ واپسی کے وقت گدگد کے پُل کی تیاری کا کام علی محمد خان جارجی ملازم صفدر جنگ کے سپرد ہوا تھا۔ پُل کی تیاری میں بڑی دیر اور وقت واقع ہوئی۔ سلج جمادی الاولے ۱۱۷۷ھ ہجری کو بادشاہ دلی میں پہنچ گئے۔ ابو المنصور خان صفدر جنگ روہیلون کی خرابی کے نہایت درپے تھے چاہتے تھے کہ انہیں کا ایک متغضاتی بیجا

بادشاہ کی خدمت میں اطاعت اور عفو قصور کی درخواست کی اور بادشاہ کے بعض شرائط کی بجا آوری پر راضی ہوئے اور کہا کہ اپنی مقتد کے موافق زر نقد بھی منکر و لگاؤ وزیر الممالک نے مورچون سے ایک عرضی اس مضمون کی بادشاہ کے حضور میں بھیجی۔ بادشاہ رضامند ہو گئے اور وزیر الممالک کو اختیار دیا کہ جو مختاری لے لے اسکے مطابق کارروائی کرے اور دوسرے دن سوال وجواب ہو کر صلح قرار پائی اور طرفین سے گولہ باری موقوف ہوئی۔ ۳ جمادی الاول ۱۰۷۰ روز جمعہ کو نواب سید علی محمد خان بنگرہ سے بادشاہ کی قدمبوسی کے لیے سوار ہوئے اس عرصے میں آندھی چلنے لگی پھر کچھ بوندا باندی ہوئی انکی سواری آہستہ آہستہ چل کر قائم خان کے خیمے کے پاس پہنچی وہاں تھوڑی دیر قیام کیا اور اپنی گرد آلود اور بھیگی ہوئی پوشاک بدلی۔ سناندرام خلص نے بنگرہ کے سفر نامے میں اسی طرح لکھا ہے۔ یہاں ایک بات جان لینے کے قابل ہے کہ تاریخ فرخ آباد میں آرون صاحب نے بیان کیا ہے کہ نواب سید علی محمد خان صفدر جنگ کے ذریعہ سے حضور سلطانی میں حاضر ہونا چاہتے تھے اور نواب صفدر جنگ کے دیوان نولرے کے توسل سے معاملہ عہد و پیمان شروع ہوا تھا۔ قائم خان کی فوج صفدر جنگ کے واسطے ہاتھ کی طرف تھی ایک دن نواب سید علی محمد خان بارہ ہزار زرہ پوش چٹھانوں کی ہمراہی میں صفدر جنگ کے پاس جلتے تھے جب انکی نظر قائم خان کے خیمے پر پڑی تو پوچھا کہ یہ خیمہ کس کا ہے جواب ملا کہ قائم خان کا تب انکے خاص خاص سرداروں نے کہا کیا ضرور ہے کہ معاملہ صلح کا اعتبار ایک مغل اور اسکے دیوان نولرے پر رکھا جائے یہاں آپ کے ہم قوم نواب قائم خان موجود ہیں ان سے سفارش کے واسطے درخواست کیجیے نواب نے اس بات کو قبول کیا اور قائم خان کے پاس گئے قائم خان ان سے نہایت تپاک سے ملے جب صفدر جنگ نے جو منظر تھے یہ مضمون سنا تو نہایت برہم ہوئے اور تمام عمر نواب قائم خان سے بغض رکھا

نہ ہوا تھا۔ بادشاہ نے عروس کی جانب سے عمدۃ الملک امیر خان کو کفر کیا تھا۔
 آنحضرت مین مولوی محمد حسین آزاد نے لکھا ہے کہ معتبر لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ جب
 گناہیگم دختر قزلباش خان امید کے حسن و جمال اور سلیقے اور سنگھڑاپے اور حاضر جوابی اور موزنی طبع
 کی شہرت ہوئی تو نواب شجاع الدولہ نوجوان تھے اُس سے شادی کرنی چاہی بزرگوں نے
 حسب آئین بادشاہ سے اجازت مانگی فرمایا کہ اُسکے لیے ہنسنے تجویز کی ہوئی ہے ایک خاندانی
 سید زادی لڑکی کو حضور نے بمنظر ثواب خود بیٹی کر کے پالا تھا اُسکے ساتھ شادی کی اور اس
 دھوم سے کی کہ شاید کسی شاہزادی کی ہوئی ہو یہی سبب تھا کہ شجاع الدولہ اور تمام خاندان انکی
 بڑی عظمت کرتے تھے دھن بیگم صاحبہ اُن کا نام تھا اور آصف الدولہ کی والدہ تھیں۔

اس بیان میں بعض باتیں غلط ہیں اور غلطی انکی ایسی ظاہر ہے کہ تشریح کی محتاج نہیں۔

بخم الدولہ اسحاق خان بن موتن الدولہ اسحاق خان کا حال

اسحاق خان موتن الدولہ کا باپ شوستر سے ہندوستان میں آیا اور دہلی میں ٹھہرا۔
 محمد شاہ کے عہد میں بادشاہی نوکر ہوا اور غلام علیخان خطاب پایا۔ جاوہلی کا تعلق اُسکے سپرد ہوا۔
 اسحاق خان ہند میں پیدا ہوا محمد شاہ نے غلام علیخان کو خانسانانی کی خدمت میں مرزا حسن اُسکے باپ
 کا نام تھا۔ اسحاق خان نے کمالات میں خوب دستگاہ حاصل کی نظم و شعر عربی و فارسی میں مہارت
 کامل رکھتا تھا۔ محمد شاہ کی خدمت میں اس کا تقرب بہت بڑھ گیا موتن الدولہ خطاب پایا۔
 دیوانی خالصہ کی خدمت اُسکے سپرد ہوئی۔ اُسکے رسالے میں کئی ہزار سوار بادشاہی نوکر تھے۔
 جنگ گھوڑوں کا داغ حرف ق مقرر تھا۔ جو اسحاق خان کے نام کا حرف آخر ہے۔ بادشاہ کو
 جس قدر اُسپر اعتماد تھا اُنکا کسی دوسرے امیر پر نہ تھا اُسکی ناک میں چند پھنسیاں لگیں تھیں کہ

اسلئے بادشاہ سے کہی بار عرض کیا کہ حضور نواب سید علی محمد خان کو میرے حوالے کر دین مگر وزیر اعظم انکے ہمیشہ آئے آتے رہے اور صفدر جنگ کی کوئی بات نواب موصوف کے برخلاف بادشاہ کے حضور میں نہ چلنے دیتی۔

شجاع الدولہ کی شادی

محمد شاہ نے اس خیال سے کہ صفدر جنگ اور نجم الدولہ میں قرابت پیدا ہو جائے ایک دن صفدر جنگ سے فرمایا کہ شجاع الدولہ کا کمان بیاہ کر دو گے۔ عرض کیا کہ میرے ناموں سیاہ خان کی بیٹی آگے اس سے نامزد ہوئی تھی مگر اس لڑکی کی بیٹھ پر ایک خطا منحوس ظاہر ہو گیا ہے اسلئے شجاع الدولہ کی ماں اس نسبت پر راضی نہیں ہے۔ بخورے عرصے سے نسبت کا پیغام علی قلی خان دہستانی شش نگشتی کے گھر سے آئے۔ اگرچہ علی قلی خان سید عباسی ہے اور حسن علی خان کا بھتیجا ہے جو شاہ طہماسپ صفوی کا وزیر تھا لیکن جو کہ اسکی بیٹی گناہ گیم ایک کسی کے بطن سے ہے اسلئے شجاع الدولہ کی ماں اس قرابت سے بھی راضی نہیں اب دیکھیے کمان قرار پائے بادشاہ نے ارشاد کیا کہ نجم الدولہ کی بھی ایک بہن موجود ہے اور اس کا سلسلہ نسب حلیمہ مرضیہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ بہتر ہے کہ شجاع الدولہ کا بیاہ نجم الدولہ کی بہن کے ساتھ ہو جائے صفدر جنگ نے عرض کی حضور کا حکم غلام کے سر و چشم پر بادشاہ نے فرمایا کہ وہ لڑکی میری لڑکی ہے صفدر جنگ نے آداب تسلیم ادا کیا چنانچہ شہ ماہ بھری میں شادی قرار پائی بڑی دھوم سے شادی ہوئی ۴۶ لاکھ روپے صرف ہوئے صفدر جنگ نے اپنی خوشی اور بادشاہ کی خوشنودی کے لیے بڑا تکلف اور کروڑ کیا تھا۔ یہاں تک کہ ساجی کے دن ایک ہزار اور کہی سو گھڑے چاندی کے تیار کر کے عروس کے گھر بھجوائے کہ ہر ایک گھر اسور روپے سے کم میں تیار

احمد شاہ ابدالی کے مقابلے کے لیے صفدر جنگ کا سر ہند
کو جانا اور قمر الدین خان وزیر اعظم کی مقتولی کے بعد نمایان
دکھانا صفدر جنگ کی کوشش سے احمد شاہ کا شکست پانا
صوبہ الہ آباد بھی صفدر جنگ کو مل جانا

تأثر الامراءین لکھا ہے کہ ۱۱۵۶ھ ہجری میں بادشاہ نے صوبہ الہ آباد عہدۃ الملک سے نکال کر
صفدر جنگ کے سپرد کر دیا۔ اور خزانہ عامہ میں ذکر کیا ہے کہ ۱۱۵۹ھ ہجری میں عہدۃ الملک
اپنے ایک نوکر کے ہاتھ سے مارا گیا تو بادشاہ نے صوبہ الہ آباد بھی صفدر جنگ کے حوالے کر دیا۔
۱۱۶۱ھ ہجری مطابق ۱۱۷۱ھ میں احمد شاہ درانی نے صوبہ لاہور و ملتان پر چڑھائی کی
اور اُس ملک کو دل کھو لکر ٹوٹا جب اُسکو سلطنت ہند کی بد نظمی اور دربار کی یخیری کی خبر پہنچی
تو دلی کی تسخیر کا ارادہ کیا اور لاہور سے دلی کی طرف کوچ جاری کیا۔ محمد شاہ نے احمد شاہ کے
مقابلے کے لیے اپنی تمام فوج اور توپخانہ اپنے ولی عہد شاہزادہ احمد کے ساتھ کر کے اور وزیر الملک
اعتماد الدولہ قمر الدین خان اور ابوالمنصور خان صفدر جنگ اور راجہ ایسری سنگھ ولد راجہ جے سنگھ
سوانی دالی جے پور وغیرہ کو اُسکے ہمراہ کر کے روانگی کا حکم دیا ایسری سنگھ نے اس وقت پر بادشاہ
عرض کرایا تھا کہ قلعہ رتھنپور مجھے عطا ہو جائے اور اُس قلعہ کے ٹٹے تک جانے میں ڈھیسل کرتا تھا
بہت سے امرا کی مرضی ہوئی کہ قلعہ راجہ کو دیدیا جائے مگر قمر الدین خان وزیر اور صفدر جنگ نے کہا
کہ ایسا قلعہ دنیا چاہیے اگر کبھی مخالفت ہو گئی تو راجہ پوتن کے ہاتھ سے اُس کا ٹکنا شکل ہو گا۔
۱۱۸۰ھ محرم ۱۱۸۱ھ ہجری کو بادشاہ نے صفدر جنگ اور ذوالفقار جنگ اور معین الملک وغیرہ کو

پانچ چھ روز تک آئی ۲ صفر ۱۱۵۲ھ کو دوشنبے کے دن انتقال کیا یہ شعر اسکا ہے ۵
 زبکہ در دل نگم خیال آن گل بود نفیر غراب من اشب صغیر بلبل بود
 موتن الدولہ نے تین بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی۔ ۹ صفر روز جمعہ کو تینوں بیٹے بادشاہ
 کے سلام سے مشرف ہوئے۔ موتن الدولہ کی اس بیٹی کی شادی محمد شاہ نے شجاع الدولہ کے ساتھ
 کرائی۔ بیٹوں کے یہ نام ہیں۔

(۱) مرزا محمدیہ دونوں بھائیوں سے بڑا تھا بادشاہ نے اول اسکوا اسحاق خان خطاب دیا
 جو اس کے باپ کا خطاب تھا اور آخر میں نجم الدولہ خطاب پایا بادشاہ اسپر بجد مہربانی کرتے تھے
 ایک بار مرزا محمد کو بادشاہ نے بطور سلاطین کے عہد طفلی میں تخت پر اپنے رو برو خلاف ضابطہ
 بٹھالیا۔ کہتے تھے کہ اگر اسحاق خان کے ہاں مرزا محمد نہ پیدا ہوتا تو میں نہیں جانتا کہ میری بیست
 کیونکر ہوتی۔ نجم الدولہ بخشی چارم ہوا محمد شاہ کے انتقال کے بعد احمد شاہ کے عہد میں بھی بخشی گری
 کی خدمت پر رہا۔ اور دلی کے محاصلات پر مٹ کی خدمت بھی اُس سے متعلق رہی صفہ جنگ
 کے ہمراہ احمد خان بگش بن نواب محمد خان بگش الی فرخ آباد کی لڑائی میں ۲۲ شوال ۱۱۵۳ھ ہجری کو
 مارا گیا اور دلی میں مدفون ہوا۔

(۲) مرزا علی افتخار الدولہ۔

(۳) مرزا محمد علی سالار جنگ یہ دونوں بھائی عالمگیر ثانی کے عہد میں اودھ کو چلے گئے
 صفہ جنگ کا انتقال ہو چکا تھا شجاع الدولہ حکومت کرتے تھے پھر شاہ عالم ثانی نے سالار جنگ کو
 تن بخشی گری کا خلعت دیا۔ یہ واقعہ ۲۴ رجب ۱۱۵۴ھ ہجری کا ہے۔

دریائے لطافت میں میرا نشاۃ احمد خان نے لکھا ہے کہ یہ تینوں بھائی نہایت عیاش تھے اسلئے
 دلی کے لطیفہ گو اور خوش کلام اور پری پکیر طوائف انکی صحبت میں رہتی تھیں۔

اور خود پیادہ پا ہو کر لہنی فوج کے پھلے اور بان اور جزا اُٹل اپنے سامنے کر کے معین الملک اور ابدالی کے درمیان میں حاکم ہو گئے اور بڑی دلاوری کے ساتھ لڑائی کی۔ اُدھر تو ابدالی کی فوج معین الملک کی جنگ کا صدمہ اٹھا چکی تھی کہ یکایک صفدر جنگ بہت سی فوج اور توپخانہ آتشبار کے ساتھ آگئے اور اس گرما گرمی میں ہندوستانی توپخانے کا ایک گولہ شاہ ابدالی کے توپخانے میں جا کر جس سے توپوں کی گاڑیوں میں آگ لگ گئی ہزاروں بان چلنے لگے ابدالی کے بہت سے آدمی خاک پر لوٹ گئے اور اُسکی فوج کی ساری جو اُمزدی ختم ہو گئی یہاں تک کہ میدان جنگ سے قدم اٹھ گئے۔ رات کو احمد شاہ نے کچھ پیام صفدر جنگ کے پاس بھیجے اور صبح کو میدان جنگ سے کوچ کر گیا۔ محمد شاہ مرہٹہ فتح و فیروز کی اور وزیر کی جان بٹاری اور صفدر جنگ کی جو اُمزدی اور کوشش کا حال سُکر بہت مسرور ہوئے۔

چونکہ بادشاہ کی طبیعت ان دنوں علیل تھی اس لیے شاہزادے اور صفدر جنگ کو عجلت کے ساتھ اپنے پاس طلب کیا میدان جنگ سے شاہزادہ مع صفدر جنگ کے روانہ ہوا محمد شاہ کا مرض دم بدم زیادہ ہوتا تھا اس لیے شاہزادے اور صفدر جنگ کی طلب میں متواتر شفعہ صادر ہونے لگے اور یہ لوگ جلدی روانہ ہوئے ابھی پانی پت کے متصل پہنچے تھے کہ ۲۴ ربیع الثانی ۱۱۶۱ ہجری مطابق ۵ اپریل ۱۷۷۷ء کو محمد شاہ نے انتقال کیا۔ ۲ جمادی الاول ۱۱۶۱ ہجری کو صفدر جنگ نے مقام پانی پت میں چتر شاہی اور اوزم جلوس آراستہ کر کے بادشاہ کی نذر سے گزرانا اور سلطنت ہندوستان کی مبارکباد دی اور آداب بجالائے بادشاہ نے کہا کہ وزارت تمکو مبارک ہو۔

اس بادشاہ کی حقیقی بان کا نام اودھم بائی تھا جو ان خان قوال کی بہن تھی احمد شاہ نے

پہر دن چڑھے فتح پیچ عنایت کر کے رخصت فرمایا۔ اور نوکھڑی ن چڑھے بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے وزیر اعظم کے سر پر سر بیج باندھا اور بادشاہ کا طرہ اپنی دستار سے نکال کر انکی دستار میں لگا دیا اور ابدالی سے جنگ کرنے کے لیے رخصت فرمایا۔ تاریخ سلاطین متاخرین ہند سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شجاع الدولہ صفدر جنگ کے ہمراہ نہیں گئے تھے بادشاہ کے حضور میں یہ ہے تھے۔ شاہزادہ احمد تمام لشکر اور امر کے ساتھ سر ہند سے گذر کر دریلے تلج کے کنارے باجی ٹٹے میں پہونچا اور احمد شاہ ابدالی لودھیانہ کی راہ بالا بالاد داخل سر ہند ہوا اور ۱۳ ربیع الاول کو اس مقام کو لوٹ لیا شاہزادہ یہ خبر سن کر ابدالی کے تدارک کے لیے اس طرف کو روانہ ہوا۔ اور اپنی فوج کا پڑاؤ ڈال کر ابدالی کے لشکر کے خوف سے اپنی سپاہ کے گرد خندق کھدوائی۔ ۱۵ ربیع الاول سے ۸ تک لڑائی جاری رہی۔ کسی قدر رسد کی گاڑیاں اور بافون کے چھکرے اور توپوں کی گاڑیاں شاہزادے کے لشکر سے پیچھے رہ گئی تھیں ان پر ابدالی کے لشکریوں نے قبضہ کر لیا۔ ہندوستانی فوج اور بہیر بہت تھی مگر افغانی فوج کے خوف سے خندق میں محصور تھی۔ ۲۲ ربیع الاول کو اعتماد الدولہ قمر الدین خان اپنے خیمے میں چاشت کی غار پڑھ رہے تھے کہ ابدالی کے لشکر میں سے ایک گولہ آرائے لگا اور وہیں رہ گراے ٹک بھا ہوا راجہ سیر سنگھ وغیرہ راجپوت سردار جنگلے ساتھ میں تیس ہزار آدمی تھے وزیر کے مقتول ہونے ہی بھاگ نکلے۔ صفدر جنگ اور معین الدین عرف میر منوبن قمر الدین خان نے مع شاہزادے کے پادداری کی۔ ۲۸ ربیع الاول کو احمد شاہ ابدالی نے فوج ہند کے مورچے پر دھاوا کیا۔ معین الملک نے بڑی جواغردی کے ساتھ مقابلہ کر کے مخالف کے اکثر آدمیوں کو ٹک عدم کو پہونچایا مگر ہندوستانی بہت کثرت سے کام آئے چونکہ افغانی فوج قریب آگئی تھی اس لیے قریب تھا کہ ہندوستانیوں کو شکست عظیم ہو۔ صفدر جنگ نے یہ حال دیکھ کر تھوڑی فوج شاہزادے کی کمک کیلئے روانہ کی

مرحمت ہوا اگر آپ بھی تشریف لا کر ہمارے شریک ہوں تو ہم آپ کی اعانت قرالین خان سے زیادہ کریں گے۔ نواب سید علی محمد خان دنون محمد شاہ کے مرنے اور نئے بادشاہ کے مستنشین ہونے کی وجہ سے یہ چاہتے تھے کہ اپنی طرف سے کوئی آدمی دئی بھیج کر کسی لیکن سلطنت کی معرفت اپنے معاملے کی سختی بادشاہ کے حضور سے کرا لیں صفدر جنگ کی تحریر کو غنیمت سمجھ کر ان کو اپنا طرہ دار بنانا مناسب جانا مگر اس وقت نواب سید علی محمد خان کی یہ حالت تھی کہ مرض مستقامین مبتلا تھے۔ قوت سامعہ میں بھی بڑا خلل آگیا تھا دوسرے قوتے بھی بیکار تھے اس لیے آپ نے ہانہ سکے حافظ رحمت خان کو ہزار سوار دیکر دئی کو روانہ کیا حافظ صاحب دئی کے قریب پہنچے تو صفدر جنگ نے جنکو بڑا انتظار تھا حافظ صاحب کے درود کی خبر سنکر اپنے بیٹے شجاع الدولہ کو اسحاق خان کے ساتھ استقبال کو بھیجا یہ دونوں سردار حافظ صاحب کو اپنے ہمراہ دئی میں لینگے اور ان کے خیمے شیر جنگ کے لغ میں نصب کر کے صفدر جنگ نے تمام لشکر کے لیے ضیافت بھیجی دوسرے دن صبح کو صفدر جنگ نے حافظ صاحب کو اپنی ملاقات کے لیے بلایا اور بہت تعظیم و تکریم سے گلے لگایا اور تخلیہ کر کے تورانیوں کی مخالفت اور ایرانیوں کی موافقت کی ساری داستان بیان کی۔ حافظ صاحب صفدر جنگ سے یہ کہا کہ میں آپ کی مرضی کا تابع ہوں آپ جو حکم دیں گے اسکی تعمیل کر دوں گا اور اپنے قیام گاہ کو لوٹ آئے اور روزانہ حافظ صاحب صفدر جنگ کی ملاقات کو جانے لگے کئی دن کے بعد صفدر جنگ نے حافظ صاحب کو طلب کر کے کہا کہ کل میں خلعت حاصل کرنے کے لیے قلعہ کو جاؤں گا۔ پانچ ہزار تورانی انتظام الدولہ کے ہمراہ میرے روکنے کی کوشش کے لیے قلعہ کے دروازے پر کھڑے ہوں گے اور یہ چاہیں گے کہ مجھ پر سخت کر کے انتظام الدولہ کو خلعت دلوادیں اس لیے کل صبح آپ اپنے سواروں کو ساتھ لے کر میرے پاس آجائیں چنانچہ دوسرے دن صبح کو کہ رجب کی چوتھی تاریخ اور دوشنبہ کا دن تھا حافظ صاحب

اپنی تخت نشینی کے بعد اُسکو نواب بائی خطاب دیا۔ پھر تھوڑے دنوں کے بعد نواب قدسیہ صاحب الزمان خطاب ہوا^۱

نواب سید علی محمد خان کی مدد سے صفدر جنگ کو دلی کی وزارت ملنا احمد شاہ اپنے باپ محمد شاہ کے جانشین ہوئے وہ احمد شاہ درانی کی قوت کی دھوم دھام ہونے سے ترسان اور لرزان رہتے تھے اور انھوں نے فیروز مندوں کی لوٹ مار سے سلطنت کو حفظ و حراست میں رکھنے کی غرض سے وزارت کا عہدہ آصف جاہ کے سپرد کرنا چاہا مگر جبکہ آصف جاہ نے انکار کر دیا اور صفدر جنگ کو لکھا کہ جو بہتر سمجھو کر جسکے بعد ہی اُسنے وفات پائی تو بادشاہ نے ناصر جنگ آصف جاہ کے جانشین کو اپنی امداد و اعانت کے واسطے اس فوج سمیت بلایا جو اُسکی سعی و ہمت سے فراہم ہو سکتی تھی مگر تھوڑے عرصے میں یہ بات دریافت ہوئی کہ احمد شاہ درانی اپنی قلمرو کے مغربی حصے میں مصروف و مشغول ہے چنانچہ اس خبر کو سکر احمد شاہ ہندوستانی کے اوسان درست ہوئے اور انتظام اپنی قلمرو کا اپنی مرضی کے موافق پورا کر لیا اور اب اُسکی مدد کی کچھ ضرورت نہ رہی۔ اس وقت جدید وزارت قائم کرنے کی تجویز پیش ہوئی صفدر جنگ کو خلعت وزارت کی بڑی خواہش تھی اور طح طح کی کوششیں اس کامیابی کے واسطے کر رہے تھے۔

نواب سید علی محمد خان کو جوابدہ الی کے حلقے کے موقع پر دوبارہ روسیگھنڈ کی حکومت پر قائم ہو گئے تھے ایک خط انھوں نے اس مضمون کا لکھا کہ احمد شاہ محمد شاہ کی جگہ تخت نشین ہوئے مگر اب تک عہدہ وزارت کسی امیر بادشاہی کے نام قرار نہیں پایا ہے بظاہر مد نظر بادشاہ کی میرٹ ہے مگر اُمراے تورانی چاہتے ہیں کہ خلعت وزارت انتظام الدولہ بن اعتماد الدولہ قمر الدین خان کو

نے دیا۔

صفدر جنگ کی ہلاکت کے لیے سازش ہونا اور اُن کا
اُس حادثے میں صحیح و سالم رہنا۔ صفدر جنگ کا بادشاہ
سے روٹھ جانا بادشاہ کا اُن کو مٹانے کے لیے انکی جلی پر
آنا۔ اکبر آباد۔ ملتان۔ اجمیر اور الہ آباد کی حکومتوں
کا انتظام

۱۱۔ بھری میں ایک عجیب سانحہ واقعہ ہوا یہ کہ نواب صفدر جنگ عید الضحیٰ کے دن
عید گاہ سے لوٹ کر گھر کی طرف آئے تھے کہ قلعہ کے پاس چھتے میں جو نکود کے نام سے مشہور ہے
جس قدر سربراہ مکانات پر چھپرے آنگو آگ لگ گئی اور اُس آگ میں بان اور گولے چلنے لگے
۱۲۔ رات آفتاب غائب ہو گیا تھا کہ درجہ تہہ کہ نکود مشہور سے عرض راہ کسر تھی چھپرے دست است۔ ا
آتش گرفتہ بان و گولہ دہشت و تفرنگ الی آخرہ اور احوال سلاطین متاخرین ہند میں یوں لکھا ہے در اخلے
را و چھتہ نکود کیا رگی آواز بان دلیا پتہ و بندوق بیامد و گولیا افتادند و آتش ریخت اور تانچ مظفری میں ہے
در کلبہ سا با نکود قریب قلعہ بادشاہی از زمین پر بندہ می کاری فیل چون اسپ صفدر جنگ محاذی کلبہ مذکور آمد آنرا
آتش دادند۔ سا با حسین مہر متفرح الفاسا کن اور بے موجدہ مفتوح اور طلے طلی سے تھی الارب میں پوش لگند
کے معنی میں لکھا ہے تانچ مظفری کا مؤلف یہ لفظ چھتے کی جگہ بولا ہے۔ چھتہ ایسے رستے کو کہتے ہیں جو دھنکا ہوا جو اکثر شہروں
میں چھتے کے بازار ہوتے ہیں تانچ مظفری میں ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ اس چھتے پر سے ہو کر قلعہ میں بانی جایا

تیار کر کے صفدر جنگ کے دروازے پر پہنچے صفدر جنگ قبل سے اپنی فوج کو تیار کر کے حافظ صاحب کے منتظر تھے انکے پہنچتے ہی نہایت ترک و شان کے ساتھ قلعہ کو روانہ ہوئے توراتنی قبل سے پانچ چھ ہزار کے قریب جمع ہو کر چاہتے تھے کہ قلعہ میں گھس جائیں مگر جاوید خان قلعہ دار نے صفدر جنگ کا طر فدار تھا انکو قلعہ میں داخل نہیں ہونے دیا کہ اتنے میں صفدر جنگ کی سواری جا پہنچی توراتنی صفدر جنگ کی جمعیت دیکھ کر دم بخود ہو گئے اور کچھ نہ بولے صفدر جنگ قلعہ کے دروازے پر پہنچے اودھم بائی النخاطب بہ قدسیہ بیگم والدہ بادشاہ کے حکم سے جاوید خان نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور صفدر جنگ کو تھوڑے سے خدمتگاروں کے ساتھ قلعہ میں لے لیا حافظ رحمت خان دروازے پر توراتنیوں کے مقابلے کیلئے کھڑے تھے بادشاہ نے صفدر جنگ کو خلعت ہفت پارچہ چار قب و وزارت و قلمدان و مرصع و دیگر جواہر کے دیا اور جملۃ الملک مدار المہام وزیر الملک برہان الملک ابو المنصور خان بہادر صفدر جنگ سپہ سالار خطاب عطا کیا اور منصب ہشت ہزاری ذات اور ہشت ہزار سوار کا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد صفدر جنگ خلعت وزارت ہندوستان پہنکر قلعہ سے نکلے اور اُس جمعیت کے ساتھ اپنی جوہلی کو چلے گئے تیسرے روز صفدر جنگ نے حافظ رحمت خان کو امیر شاہ کے دربار میں پیش کر کے خلعت اور نوبت اور خطاب حافظ رحمت خان بہادر نصیر جنگ دلایا پھر باہم دوستی کا عہد و پیمان کر کے اپنی طرف سے خلعت گھوڑا باقی حافظ صاحب کو دیکر رخصت کیا اور نواب سید علی محمد خان کے لیے تمام روہیلکھنڈ کی حکومت کی منظوری کا حکم بھی سلطنت کی طرف سے جاری کر دیا۔ میر آتشی کا خلعت صفدر جنگ پر بحال رہا اور تھوڑے دن کے بعد انکی استدعا کے موجب میر آتشی کی نیابت کا خلعت اُن کے بیٹے شجاع الدولہ کو باؤٹلا

اپنے جگہ سے دوسرے سال صفدر جنگ کے مشورے سے شاہ نواز خان پسر دہلی عزالدولہ
ذکر یا خان کو صوبہ داری ملتان کا خلعت دیا۔ کیونکہ معین الملک سے صفدر جنگ کو ملال تھا
شاہ نواز خان پندرہ سولہ ہزار پیادہ و سوار کی جمعیت سے لاہور کی طرف گیا ملتان
کے متصل معین الملک کے نائب کوڑا مل کے ہاتھ سے شکست پائی اور مارا گیا۔

صفدر جنگ کا نواب قائم خان نگیش والی فرخ آباد کو روہیلون
سے لڑا دینا قائم خان کا مارا جانا صفدر جنگ کا ریاست
فرخ آباد کو مضبوط کر لینا۔ اور خاندان نگیش کی بربادی فریٹ
مین فریب اور حیلے کام میں لانا۔

صفدر جنگ خاندان نگیش کے دشمن جانی تھے انھوں نے ایک فرمان قائم خان کی طلبی
میں جاری کروایا قائم خان نے بادشاہ کو جواب بھیجا کہ مذہبی خاکسار صفدر جنگ پر اعتماد
نہیں رکھتا ہے وہ اُسکے خاندان کے دشمن ہیں اس جواب سے بادشاہ اور وزیر دونوں
سخت ناراض ہوئے وزیر نے جاوید خان سے صلاح پوچھی کہ اب اس کا انتقام کیونکر لینا چاہیے
اُس وقت صفدر جنگ کو یہ سوچا کہ قائم خان کو روہیلون سے لڑا دو دونوں میں سے جسکو
ہوگی اُس میں اپنا مطلب نکلتا رہے گا کیونکہ نواب صفدر جنگ روہیلون سے بھی دلی عداوت
رکھتے تھے اور اپنے ملک کے قریب اُن کا جاؤ ہونا اُنکو پسند نہ تھا۔ قمر الدین خان وزیر اعظم اور
نواب سید علی محمد خان جب تک زندہ ہے صفدر جنگ اپنے دل کا بخار روہیلون سے نہ نکال سکے۔
جبکہ ۳ شوال ۱۱۶۲ھ ہجری مطابق ۲۴ ستمبر ۱۷۷۸ء نواب سید علی محمد خان کا آنسوئے زمین منقطع

۱۱۶۲ھ کی تاریخ ذکر کر کے مولف حاجی محمد رفیع الدین خان مراد آبادی کشف الاستار میں شاہ حمزہ صاحب کتبہ میں کہ دوزخ کے آگ میں جہنم کی حالت کی ۱۱۶۲ھ

صفدر جنگ کی سواری کا گھوڑا اور دو تین خدمتگاراُن کے صدمے سے مر گئے اور صفدر جنگ گھوڑے سے گر پڑے مگر کوئی صدمہ نہ پہنچا بعد اُسکے صفدر جنگ بڑی احتیاط کے ساتھ سوار ہوتے۔ بہت سی تحقیقات کی اس سانحہ کے متعلق کوئی راز نہ کھلا تاریخ مظفری میں لکھا ہے کہ اس واردات کا گمان نظام الدولہ خلف کلان قمر الدین خان کی طرف پیدا ہوا اور وہ چند روز کے بعد اس منظرہ کے رفع کرنے کے لیے وزیر کے گھر پر معذرت کو آیا گو ظاہر میں صفائی ہو گئی مگر طرفین کے دل صاف نہ ہوئے۔ مرآت آفتاب نمایین بیان کیا ہے کہ صفدر جنگ کے دل میں بادشاہ کی طرف سے کدورت پیدا ہو گئی اور تین مہینے تک بادشاہ کے حجرے کو نہ گئے بادشاہ نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ صفدر جنگ کے مکان کو خود تشریف لینگئے اور ہر طرح سے نظمیں کر دیا مگر چونکہ جاوید خان خواجہ سرا کو بادشاہ کے مزاج میں بہت دخل حاصل ہو گیا تھا اور بادشاہ نے اُسکو نواب بہادر خطاب دیا تھا بادشاہ کے تمام احکام اُسکی مرضی کے موافق صادر ہوتے تھے ایسے صفدر جنگ کے دل میں کدورت بڑھتی ہی۔

تاریخ مظفری میں بیان کیا ہے کہ صفدر جنگ کے خلع ہونے کے چند روز بعد ۱۱ رجب ۱۱۱۱ ہجری کو اگرے اور الہ آباد کی صوبہ داری کا خلعت سید صلابت خان بہادر ذوالفقار جنگ خلف سادات خان فرخ سیری کو مرحمت ہوا اور روز چہار شنبہ ۲۰ رجب کو صوبہ داری اجمیر کا خلعت اور اودھ کی صوبہ داری کی مستقلی کا فرمان اور غسل خانے اور تسبیح خانے کی داروغگی علاوہ پہلی عطیات کے صفدر جنگ کو بادشاہ نے عطا کی مگر پھر یہ تجویز قرار پائی کہ صوبہ اجمیر جو صفدر جنگ کو مرحمت ہوا تھا صوبہ الہ آباد سے جو ذوالفقار جنگ سے متعلق تھا تبدیل ہو کیونکہ الہ آباد کو اودھ سے قرب تھا پس اودھ اور الہ آباد صفدر جنگ کے پاس رہے اور اجمیر و اکبر آباد امیر الامرا ذوالفقار جنگ کو مل گئے تاریخ مظفری میں ذکر کیا ہے کہ بادشاہ نے

بادشاہ با افواج بشمار از برائے تنبیہ و تسخیر و ہیلہ ہانہضت فرمودہ و سرداران قوم روہیلہ بہر مہی گری نواب صفدر جنگ از مکان خود حرکت نمودہ متوجہ حریف شدند و چون فرار غرور نزدیک بودند کہ با سرداران روہیلہ ملحق شود قائم خان بہادر بار فقلے خود مشورہ نمودہ کہ در صورت اتفاق افواج نورائے باروہیلہ ہا مقابلہ دشوار خواہد شد انسب این ست کہ قبل رسیدن افواج نورائے برسر انیشان برویم۔

قائم خان کانگڑ روہیلکھنڈ سے بالکل ملا ہوا تھا اس واسطے اسکے اور روہیلوں کے درمیان بہت موافقت تھی۔ روہیلے نواب قائم خان کی طرف سے حملے کی صورت دیکھ کر خوفزدہ ہوئے اور اس کلبائے ملنے کے لیے انھوں نے نواب قائم خان کو لکھا کہ جتنے پرگنے دریائے گنگا کے کنارے پر واقع ہیں چھوڑ دیں گے اور ایک رقم معقول دیں گے مگر نواب نے بخشی محمود خان کے بہرگانے سے صلح نامہ منظور کی اور روہیلوں کی سفارت ناکامی کے ساتھ آؤنے کو واپس آئی روہیلے فوراً اپنی فوج جمع کر کے جس میں پچیس ہزار آدمی سے کم اور چالیس ہزار آدمی سے زیادہ نہیں جتنے ہیں ڈوری رسولپور کے باغات میں جو بدایوں سے چار میل جنوب و مشرق میں ہے خیمہ زن ہوئے نواب قائم خان پچاس ساتھ ہزار سپاہ اور بڑے توپخانے کے ساتھ آگے بڑھا اور منزل بنزل کوچ کرتا ہوا دریائے گنگا کے کنارے قادر گنج میں پہنچا اور یہاں کشتیوں کے پل کے ذریعہ سے گنگا کو عبور کر کے ضلع بدایوں میں داخل ہوا روہیلوں نے راہ فرار مسدود دیکھ کر اپنے خیموں کے گرد دھندل کھودنی شروع کی۔ نواب قائم خان نے ۱۵ ماہ ذی الحجہ ۱۱۶۲ھ ہجری کو علی الصبح حکم جنگ کا دیا اور خود لباس رزم پہن کر مع اپنے بھائیوں اور خاص سرداروں اور رشتہ داروں اور ان راجوں کے جو کمک کو آئے تھے ہاتھی پر سوار ہوا۔ روہیلوں کی طرف سے بھی فوج مقابلے کو تیار ہوئی اور بہت بڑے کشت و خون کے بعد قریب ڈیڑھ گھنٹہ دن چڑھے قائم خان مارا گیا اور

سے (نہ مرض سرطان سے جیسا کہ سیر المتاخرین میں ناواقفی سے لکھ دیا ہے) انتقال ہو گیا تو صفدر جنگ کی رائے سے روہیلکھنڈ کی گورنری کا فرمان قائم خان کے نام اس مضمون کا تیار ہوا کہ ایک بڑا کاراہم تھکائے فتنے کیا گیا ہے یعنی بہت سے محال بریلی و مراد آباد کے جو محمد شاہ کے زمانے میں مختاری مدد سے حاصل ہوئے تھے انپر دوبارہ نواب سعد اللہ خان ولد نواب علی محمد خان روہیلہ نے قبضہ کر لیا ہے لہذا یہ ملک تھکائے حوالے کیا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ جاگر اُسپر قبضہ کر لو۔ یہ فرمان شیر جنگ ولد سیادت خان برادر گلان برہان الملک سعادت خان کے ہاتھ روانہ کیا گیا۔ شیر جنگ فرخ آباد کے قریب پہونچا اور دو کوس کے فاصلے پر ٹھہرا قائم خان نے بڑے تزک و احتشام سے استقبال کیا فرمان اُسکو پڑھ کر سنایا گیا قائم خان آداب بجالایا اور خلعت سرفرازی کو زیب تن کیا بعد ازاں قلعہ کو واپس آیا یہاں شہنشاہ اور عہدہ داروں نے آکر نذرین گزرا نین اور مبارکباد دی۔ آدھون صاحب نے تاریخ فرخ آباد میں لکھا ہے کہ اُدھر خفیہ صفدر جنگ نے روہیلوں کو اشارہ کر دیا کہ تم مقابلے میں کمی نہ کرنا یہ حال تاریخ بیان الواقع سے بھی تصدیق کو پہونچتا ہے۔ لیکن اُس میں یہ عجیب بات لکھی ہے کہ بادشاہ اور ارکان دولت نے سوائے صفدر جنگ کے تو قائم خان کو روہیلوں کے تباہ کرنے کے واسطے کہا اور صفدر جنگ روہیلوں کے طرفدار تھے بلکہ اُنکی مدد کے لیے اپنے نائب نولرے کو حکم دیا تھا اُس مقام کی کتاب کی اصل عبارت یہ ہے جناب بادشاہ و ارکان دیگر قائم خان بہادر را برین آوردہ کہ پسران نواب علی محمد خان روہیلہ را قتل و غارت و اسیر سازند کہ ملک مقصود آہنا باختیار شما خواہیم گذشت و نواب صفدر جنگ پسران نواب علی محمد خان را پشت گرمی دادہ کہ با قائم خان بنحاطر جمع محاربہ نمایند و بہ راہہ نولرے نائب نظامت صوبہ اودھ وغیرہ نوشتہ کہ قہجیل خود را بواسطہ ملک سرداران روہیلہ رسانند مختصر کلام آنکہ نواب قائم خان حسب الارشاد

ہو رہے تھے جو تدا بیر دزیر نے پیش کین سب پر بے تامل راضی ہو گئے اور سلج ذمی الحجہ ۶۳۳ھ ہجری مطابق نومبر ۱۷۹۹ء پنجشنبہ کو احمد شاہ دہلی سے روانہ ہو کر کوئل پہنچے اور صفدر جنگ نے بادشاہ کو اس مقام پر چھوڑا جو میان سے دلی کو لوٹ گئے اور خود تھانہ دریائے گنج کی طرف بڑھے یہ تھانہ پر گنہ اعظم نگر ضلع ایٹھ مین فرخ آباد سے ۳۵ میل کے فاصلے پر گوشہ شمال و مغرب مین واقع ہے دزیر کے ہمراہ چالیس ہزار ایرانی مغل تھے اور یہ سب اُنکی قرابت داروں مرزا نصیر الدین حیدر و نواب شیر جنگ و نواب اسحاق خان وغیرہ کے زیر حکم تھے۔ باوجود اسکے دزیر نے راجہ نولرے کو یہ حکم بھیجا کہ تم فی الفور اکرمیہ شریک ہو کر نولرے نے صوبہ اودھ کو چھوڑ کر فرخ آباد کی طرف کوچ کیا۔ ۱۶ محرم ۱۲۰۰ھ ہجری مطابق ۱۵ دسمبر ۱۷۹۹ء کو مع رام نرائن کے جو دس ہزار جوانوں کے ساتھ اُس سے آئے ملا تھا دریائے گنگا کو عبور کیا اور دوسرے دن کالی ندی کے کنارے کی طرف جو اُس مقام سے چار پانچ کوس کے فاصلے واقع ہے روانہ ہوا۔ اسکے دوسرے روز نولرے اور بقا الد خان ایک گھاٹ سے ندی کے پار ہو کر پاپیادہ کھڑے ہوئے اور اپنے سپاہیوں کو ہمت دلانے لگے کہ خوب قدم جاکر لڑنا اور بڑی بہادری سے مقابلہ کرنا ندی اُس وقت بڑے جوش و خروش سے جا رہی تھی۔ پانی شدت برس لہا تھا اور ہوائے شمال خوب سردی چمکا رہی تھی اور سردی کی نہایت قلت تھی۔ غلہ زعفران کے بھاؤ تھا ایک دن کپڑوں اور اسباب کے خشک کرنے مین گذر ابدلے کے فوج نے خدا گنج کی طرف تین کوس کا کوچ کیا۔ بیان افغان مع فوج تعدادی ۲۹ ہزار توپچانہ کے مقیم تھے نولرے کی فوج نے ڈیڑھ کوس کا اور کوچ کیا اور فی الفور جنگ کی تیاری ہونے لگی۔ میر محمد صالح اور راجہ پریتھی پت پیش لشکر پر متعین تھے قلب لشکر خود نولرے کے زیر حکم تھا میرزا نواب بقا الد خان کے تحت مین اور میمنہ رام نرائن کے حکم مین تھا۔ کل لشکریں پچیس ہزار سوار

اُسکے باقی ماندہ سردار کچھ زخمی اور خستہ و خراب ہاں سے بھاگے اور دھیلون نے قائم خان کے کیمپ پر قبضہ کر لیا اور قائم خان کی لاش کو تلاش کر کے پالکی میں رکھوا کر چند معتمدوں کے ساتھ میدان جنگ سے فرخ آباد کو روانہ کیا۔ لڑائی سے تیسرے روز وہ لاش فرخ آباد پہنچی اور اُسکے باپ محمد خان کے پہلو میں دفن ہوئی۔

قائم خان کی تجہیز و تکفین کے بعد مالیہ بیگم عرف بی بی صاحبہ والدہ قائم خان نے نواب محمد خان کے گیارہویں بیٹے امام خان کو قائم خان کی جانشینی کے لیے نامزد کیا۔ جب قائم خان کی شکست و موت کی خبر دلی میں پہنچی تو اکثر دنوں کو سخت صدمہ ہوا سو اسے ابو المنصور خان صفدر جنگ کے کہ وہ اس خبر سے نہایت شاد ہوے اور خوب ہنسنے اور کلمات ہزل آمیز زبان پر لائے کیونکہ صفدر جنگ قائم خان سے ابتدا سے عداوت رکھتے تھے اور وجہ عداوت کی یہ تھی کہ جب قائم خان محمد شاہ کی ملازمت کو جاتا تو دیوان عام میں گھوڑے پر سوار ہو کر آتا تھا۔ حالانکہ ہندوستان کا قاعدہ تھا کہ وزیر اور بخشی اور تمام اہل انکار خانے کے دروازے سے پیادہ پا دیوان عام میں داخل ہوا کرتے تھے محمد شاہ نے قائم جنگ کو یہ خاص اعزاز عطا کیا تھا جبکہ صفدر جنگ اپنے بڑے مطلب یعنی روہیلون کی شکست سے مایوس ہوئے تو انھوں نے اپنی بوجہی کے نقصان کو یوں پورا کیا کہ قائم خان مقتول کے ملک پر قبضہ و تصرف کرنے کا ارادہ کیا اور بادشاہ کو اس امر کی ترغیب دی کہ خود بدولت بہ نفس نفیس فرخ آباد کی طرف نصرت فرمائیں تاکہ بقیہ سردارانِ بنگش کو عذر باقی نہ رہے اور سب مطیع ہو جائیں اور اگر کوئی بُندگی سے انحراف کرے یا روپیہ داخل کرنے سے انکار کرے تو اُس کا دہی انجام ہو جو قائم خان کا ہوا وہ سب بھگائیے۔ بانیگے اور اُنکی بنیاد ملک سے مستاصل کر دی جائے گی۔ بادشاہ چونکہ وزیر کے بندے

لے دیکھو درج بخش مولفہ شیو پرشاد ۱۲۵۵ھ دیکھو تاریخ ہندوستان مولفہ منشی صاحب کا

جنبل ازین ایک درخواست بہمن گذارنس خدمت سلطانی میں پیش کی جبکہ ہون اور جہان پانہ نے بفضل نامتناہی ایک فرمان بھی نسبت بعطائے ریاست بنام امام خان مین بہ مستطاب عنایت فرمایا ہے وہ مین اپنے ساتھ لایا ہون اُس زمانے میں یہ دستور معین تھا کہ جس کسی کو ایسی غرض پیش آتی وہ وزیر کے قیام گاہ میں بذات خود حاضر ہوتا اور ایک ہم کشیزد نے کی پیش کرتا وزیر کو توکل اختیار حاصل تھا ہی فوراً فرمان شاہی اُسکے ذریعہ سے صحال متجا بلکہ خلعت سرفرازی بھی ملتے تھے اور مراتب سابق بحال ہو جاتے تھے صرف اُس وقت حسب مذکورہ بالا اپنے تخمین مطیع سرکار ظاہر کرنے کی شرط تھی۔ نیز یہ اُس وقت کا قاعدہ تھا جو مذکور ہوا وزیر کے خط مین اور بھی مکر اور خوشامد کے الفاظ تھے یعنی انھوں نے تحریر کیا کہ قائم خان کی وفات سے مجھ کو کمال صدمہ ہوا میں اُس کو اپنا برابر حقیقی سمجھتا تھا اب گویا میرا دھنا بازو ٹوٹ گیا۔ لیکن اگر فضل اکملی مل حال ہے تو میں روہیلون کا نام و نشان ملک ہندوستان مین باقی نہ رکھوں گا بی صاحبہ نے اُنکی تحریر کو راست تصور کر کے اور اُنکے مواعید فریبی پر بھروسہ کر کے اُنکے لشکر گاہ مین جانے کی تیاری شروع کی اور ایک شتر سوار شیر خان و جعفر خان کو خدا گنج سے واپس لانے کے واسطے دوڑایا یہاں یہ دونوں نولے کو روکے ہوئے تھے ان دونوں کو یہ بھی حکم بھیجا کہ نولے سے بھی حتی المقدور اس باب مین کچھ قول و قرار ضرور کرنا چاہیے کیونکہ یہ شخص وزیر کے مزاج مین بہت خیل ہے۔ یہاں نولے نے دیکھا کہ بے جنگ و جدل رہتہ پابست شکل ہے فوراً اُس نے ایک تحریر اس مضمون کی شمشیر خان اور جعفر خان کے پاس بھیجی کہ مین غضنفر جنگ کے خاندان کا بھوخواہ ہوں اور جس وقت مین وزیر کے پاس پہنچوں گا تا بمقدور تمھاری بہت کچھ سفارش کروں گا اور تمھاری منشا دلی کے حصول مین کوئی وقت واقع نہ ہوگی اُن چلیون نے اپنی

تھے اور ایک سو ساتھی اور متعلقین لشکر کا کچھ شمار ہی نہ تھا خیمے پانچ چھ کوس کے میدان میں
استادہ تھے بلکہ جہان تک نظر جاتی تھی خیمے ہی خیمے دکھائی دیتے تھے۔ شرائط عہد و پیمان باہم
شروع ہوئیں اور پٹھان فرخ آباد کو واپس گئے۔ ۲۳ محرم ۱۰۶۳ھ ہجری مطابق ۲۲ دسمبر
۱۶۹۱ء کو نولہرے خد اگنچ کو پہونچا اس وقت یہ مشہور ہوا کہ نواب وزیر کاسگنج میں پہونچ
گئے ہیں اور فرخ آباد کا محاصرہ کرنے کی گفتگو ہو رہی ہے۔

اب یہاں فرخ آباد کے حالات مذکور ہوتے ہیں اگرچہ قائم خان کے چھوٹے بھائی اور
بہت سے کار آزمودہ چلیے زندہ موجود تھے۔ مگر ابتدا میں کوئی تیاری نہ کی گئی۔ مگر آخر کار چلیے
شمسیر خان کی کوشش سے کچھ آدمی فراہم ہوئے اور کالی ندی کے کنارے پر خد اگنچ کے متصل
شہرے، امیل کے فاصلے پر جنوب و مشرق کی طرف متعین کیے گئے تاکہ نولہرے کو بڑھنے سے
باز رکھیں مقیم خان چلیے شمس آباد کا عامل مقرر ہو کر دوسری سمت بھیجا گیا۔ داؤد خان۔
سعادت اللہ خان۔ اسلام خان اور دوسرے چلیے شب دروز شہر کے گرد گشت کرتے تھے اور
بی بی صاحبہ اور امام خان درگاہ باری تعالیٰ میں دست بردار تھے کہ بار خدایا ایسا منو کہ بادشاہ بربندیش
وزیر کی صلاح پر عمل کر کے ہمارا قصد کرے۔ اور محمد خان بگلش غضنفر جنگ کا ملک ہمارے خدین
سے چھین لے۔ ازراہ پیش بینی بطور تقدم بالحفظ ایک تحریر دوستانہ اس مضمون کی ابوالمصنوع خان
صفدر جنگ کے نام نہایت عجز و انکسار کے ساتھ روانہ کی کہ زانہ سابق میں یہ قاعدہ تھا کہ
اگر کوئی امیر میدان جنگ میں آجائے تو اس کے خزانے ضبط ہو جایا کرتے تھے مگر اس
کے مراتب بدستور اس کی اولاد پر برقرار رکھے جاتے تھے۔ لہذا امیر احمد خسر دانہ سے امید کی جاتی
ہے کہ عرض نہ بیوہ کی درجہ اجابت کو پہونچے اور ایک فرمان مشعر بے جہانم سابقہ و عطا
ریاست امام خان مرحمت ہو۔ وزیر نے اپنے لشکر گاہ مقام دریا گنچ سے یہ جواب بھیجا کہ میں

اور اورگوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ ملک و معانی کی گفتگو شروع ہونے سے قبل ایک کروڑ روپے داخل خزانہ شاہی ہونا چاہیے۔ تھوڑی دیر بحث کے بعد شمشیر خان و جعفر خان نے علیحدہ ہو کر باہم کچھ مشورہ کیا اور اگر نول روپے سے کہا کہ ہم تیس لاکھ روپے دینے کا اقرار کرتے ہیں انہیں سے نو لاکھ سروسٹ کچھ نقد اور کچھ اسباب کی قسم سے حاضر کرتے ہیں اور باقی تیس لاکھ تین سال کی مدت میں ادا کر دینگے مگر شرط یہ ہے کہ فرمان شاہی بطلے حقوق نواب سابق و خلعت سرفرازی حاصل ہونا چاہیے۔ نول روپے وہاں سے یہ کہتا ہوا اٹھا کہ جو کچھ تم کہتے ہو ویسا ہی ہو میں وزیر سے اطلاع کیے دیتا ہوں اور جو کچھ حکم ہو گا آج شام کو اس سے مطلع کروں گا یہ کہہ کر وزیر کے پاس گیا اور کل ماجرا بیان کیا۔ انھوں نے باہم صلح و مشورہ کر کے ناظر یعقوب خان کو بی بی صاحبہ کے پاس بھیجا جس وقت بی بی صاحبہ کی نظر یعقوب خان پر پڑی ان کو اپنا چیلہ یعقوب خان و خان بہادر یاد آیا اور ان کو یاد کر کے خوب دین ناظر نے یعقوب خان و خان بہادر مرحوم کی یاد پر بی بی صاحبہ کو بہت تسلی دی۔ بعد ازاں جس پیغام کے واسطے آیا تھا اس کا مذکور شروع کیا کہ وزیر نے فرمایا ہے کہ میں آپ کو اپنی ان کی برا بھلا ہوں غضنفر جنگ اور قائم خان بڑے رتبے کے امیر تھے۔ اور ضرور ہے کہ ان کے جانشینوں کو بھی یہی رتبہ حاصل ہے۔ بالفعل خزانہ شاہی میں ایک کروڑ روپہ داخل کرنا چاہیے۔ بی بی ججیا نے نے سمجھے بوجھے اور بغیر بی بی صاحبہ سے مشورہ کیے کہہ دیا کہ بی بی صاحبہ اس عالم مجبور میں کیا کریں نصف کروڑ یعنی پچاس لاکھ روپہ دینگے۔ ناظر نے تب ایک سلاخ کاغذ سجل بہ نمبر بی بی صاحبہ سے طلب کیا۔ اور بی بی صاحبہ نے اس امر کی اطلاع بھی شمشیر خان اور جعفر خان کو نہ کی اور کاغذ نمبر کے ناظر کے حوالے کر دیا ناظر کاغذ وزیر کے پاس لے گیا اور وزیر نے ساٹھ لاکھ روپے کا اقرار نامہ لکھ دیا اور بی بی صاحبہ سے کہا کہ فرخ آباد جاؤ اور ناظر یعقوب و جگل کشور کو روپہ

صدائق شکاری کے سبب سے اُسکے سخنان فریب آمیز کو بھی سچ جانا اور چونکہ اس وقت اُنکو یہ بھی معلوم ہوا کہ بی بی صاحبہ وزیر کے لشکر گاہ میں جانے کا قصد رکھتی ہیں لہذا اور بھی اُسکے اقرار و ن پر بھروسہ کیا اور فی الفور خدا گنج سے کوچ کر کے فرخ آباد کو واپس آگئے۔ اُنکے پہونچنے ہی بی بی صاحبہ نے مع اپنے چلیون کے وزیر کے لشکر گاہ کی طرف کوچ کیا۔ جس وقت مؤمن پہونچیں سب پٹھان خدمت میں حاضر ہوئے اور جس وقت دہان سے روانہ ہوئیں سب بیس چلو میں اُن کے ساتھ ہوئے جب وزیر کے لشکر گاہ کے قریب پہونچیں سب پٹھان سردار و ن نے دہان مقام کیا وزیر نے جس دم بی بی صاحبہ کے آنے کی خبر سنی شیر جنگ کو استقبال کے واسطے بھیجا۔ جس وقت شیر جنگ قریب پہونچا اپنے ہاتھی سے اتر کر ہاوب کھڑا ہوا اور آنکھوں میں آنسو بھریا اور قائم خان کے قتل پر بڑا افسوس ظاہر کیا وہ خوب رویا اس وجہ سے کہ وہ دونوں ایک طور سے بھائی ہوتے تھے کیونکہ اُنھوں نے اہم گڑھی برلی تھی۔ بی بی صاحبہ نے کہا کہ میں تمکو بجائے قائم خان کے بھتی ہوں اس صیبت کے وقت میرے کام آؤ اُس نے جواب دیا میں بہرہ چشم حاضر ہوں جان تک دریغ نہ کرو گا۔ بعد ازاں لشکر کے بی بی صاحبہ وزیر کے قریب اپنی فرد و گاہ کی طرف گئیں۔ اب تو سب شیر جنگ بشرائط عہد و پیمان شروع ہوئیں۔ تھوڑی دیر بعد نول رل دہان پہونچا جب وہ وزیر کے دربار حاضر ہوا اُس نے اُن قول و قرار پر بیان بالکل عمل نہ کیا جو اُس نے خدا گنج میں کیے تھے بلکہ جو کچھ دہان وعدہ کر آیا تھا یہاں بالکل اُسکے خلاف گفتگو کی اور بجز بُرائی کے ایک بات بھی خاندان بگیش کے حق میں بھلائی کی منہ سے نہ نکالی۔ چونکہ اسکو بھابے اور نوکروں کے وزیر کے مزاج میں زیادہ رسوخ تھا پس جو کچھ بُرائی اُس نے بیان کی وزیر نے تسلیم کر لی۔ وقت شیر جنگ سے کچھ کام نہ ہا اور معاملہ نول رل کے توسط سے شروع ہوا۔ اُس نے شمشیر خان اور جعفر خان

یہ بھی ظاہر کر دیا کہ بی بی صاحبہ کے ساتھ ایک انبوہ پٹھانوں کا آیا ہے اُس وقت چلیوں سے کھلا بھیجا کہ آج رات تم یہیں رہو تمہارا معاملہ کل پر ملتوی کیا گیا ہے۔ اول نولہ راسے نے اس احتمال سے نظر احتیاط کہ شاید پٹھان بمقابلہ پیشائین بی بی صاحبہ کے خیمے کے دُور چند تو بہین زنجیروں سے جکڑی ہوئیں تمام رات قائم رکھیں رات کی تاریکی بیان سے باہر ہے اب بی بی صاحبہ سے یہ دریافت کر بھیجا کہ آپ بغرض تصفیہ شرائط آئی ہیں باقصد جنگ اگر بہ ارادہ صلح آئی ہیں تو ان مسلح افغانوں کو جو آپ کے ہمراہ آئے ہیں اپنے اپنے مکانون کو واپس بھیج دیجیے۔ بی بی صاحبہ نے ہر ایک تن کے سردار کو بلوا کر حکم دیا کہ سب منوکو واپس جاؤ پٹھانوں نے عرض کیا کہ ہم ملازم موروثی ہیں ہم سے نہیں ہو سکتا کہ آپ کو اس صورت سے دشمن کے قابو میں چھوڑ جائیں کیونکہ تمہا چھوڑنے سے ہمیں خوف ہے کہ کچھ آسیب اچکونہ پہونچے بی بی صاحبہ نے جواب دیا کہ کوئی قاتل رقم کثیر دینے پر رضامند ہونے کے بعد پھر لٹھاؤں گا پسند نہ کرے گا جب پٹھانوں نے دیکھا کہ بی بی صاحبہ کے عزم میں ہماری عرض کارگر نہو گی تلابا جا منوکو واپس گئے اور باغات میں بغرض حفظ اپنی جائداد و خاندان کے قیام کیا اور یہاں شب و روز مسلح کھڑے رہتے تھے شمشیر خان اور دوسرے چار چلیوں کو زیرِ حراست رکھنے کا حکم دیکر وزیر نے مشرق کی طرف کوچ کیا۔ جب یہ خبر فرخ آباد کے پٹھانوں کو پہونچی کہ پانچ چلیے گرفتار ہو گئے ہیں اور وزیر مشرق کی طرف بڑھتے آتے ہیں سب شہر کو چھوڑ کر مع متعلقین منوکو اٹھ گئے اور ایک متنفس بھی شہر میں باقی نہ رہا جب وزیر مع لشکر منوکو کے قریب پہونچے تو نولہ راسے نے اجازت چاہی کہ حکم ہو تو میں منوکو کو جلا کر خاک سیاہ کر دوں کہ نام و نشان اس قوم کا باقی نہ رہے ہر چند کہ وزیر کی دلی آرزو یہی تھی مگر ازراہ دوراندیشی یہ جواب دیا کہ ہنوز پٹھانوں میں بہت زور باقی ہے۔ اور بہت کثرت سے ہیں شاید ان کو غلبہ حاصل ہو جائے اسلئے بھی حکم کرنا چاہیے

لانے کے لیے ساتھ کر دیا نولرے نے شمشیر خان و جعفر خان کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ بی بی صاحبہ نے خود اپنی زبان سے ساٹھ لاکھ روپیہ دینے کا اقرار کیا ہے چنانچہ یہ قسم خزانہ شاہی میں داخل کرینگے۔ تم جواب دہ ہو اس کے عوض لقب اور معافی حصول کا وعدہ کیا گیا ہے۔ شمشیر خان اور جعفر خان بی بی صاحبہ کے پاس گئے اور شکایت کی کہ ہم نے تو بیس لاکھ روپیہ پہ تصفیہ کر لیا تھا آپ نے ساٹھ لاکھ کا اقرار کیوں لکھ دیا بی بی صاحبہ نے جواب دیا کہ اس میں اصل امیر اقصور نہیں ہے جو کچھ کیا بی بی جیائیں نے کیا خود کردہ راعلانج نیست ناچار بی بی صاحبہ ہی ناظر یعقوب خان و جنگل کشور فرخ آباد کی طرف روانہ ہوئیں۔ وہاں پہنچ کر جب کچھ از قسم نقد و جواہر تھی مویشی اسباب خانہ داری اور چھانے کے برتن وغیرہ اتھ لگا سب فیر کے مختاروں کے حوالہ کیا وہاں خواجہ سرلوان نے ہر چیز کو جانچا اور ہر شے کی نصف قیمت لگائی۔ اور جو قیمت اسطو سے شخصوں میں آئیں سے بچا س ہزار منہا کر لیا یہ سب سبب و علل لاکھ کا ٹھہرات مختاروں نے باقی لاکھ کا شمشیر خان و جعفر خان سے مطالبہ کیا مگر انھوں نے یہی جواب دیا کہ تین سال میں ادا کرینگے ناظر نے کہا کہ بی بی صاحبہ وزیر کے لشکر گاہ کو چلیں جو کچھ سفارش وغیرہ ہونا ہوگی وہیں ہو جائے گی دوسرے روز بی بی صاحبہ مع بیٹوں اور چیلوں کے وزیر کے لشکر گاہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ جب مؤمن پہنچیں پٹھان استقبال کو آئے اور وہاں سے انکی جلوسین ہمراہ ہوئے جب وزیر کے لشکر کے قریب پہنچیں وہاں اپنا پڑاؤ قائم کیا۔ دوسرے روز نولرے نے شمشیر خان اور دوسرے چیلوں کو بلا بھیجا اور باقی رقم کا مطالبہ کیا اور تمام دن چکنی چڑی باتوں میں گزارا اور شام تک وہ اس امید میں بیٹھ رہے کہ تصفیہ حسب دلخواہ ہو جائے گا سب نولرے بذریعہ ہر کارے کے اول اطلاع بھیج کر وزیر کے پاس گیا اور کل حال بیان کیا۔ قریب دس بارہ ہزار ہر کاروں کے ساتھ رہتے تھے یہ جاسوسی یا قاصدی کے کام پر متعین تھے چیلوں کے مذکورین وزیر سے نولرے نے

محمود آباد و سرائے اگھت کی راہ سے دلی کی طرف روانہ ہوئی وزیر کی رودانگی کے بعد نولرے نے قائم خان کے پانچوں بھائیوں حسین خان - اسماعیل خان - امام خان - فخر الدین خان اور کریم داد خان کو طلب کیا اور انکے رو بہ و از راہ کرانے خاندان کی سخاوت و شجاعت و صولت و دبدبہ کی بڑی تعریف کی اور بعد اسکے خود کسی حیلے سے اٹھا اور ایک معتمد سے یہ کہتا ہوا چلا کہ صاحبزادوں کے واسطے خلعت لاؤ یہ کمزورہ تو چلا گیا اور فی الفور میر محمد صالح چند مسلح جوان اور ایک لوہار لیکر مع زنجیروں کے آمو جو ہوا۔ نواب حسین خان کہ وہ بھی امانیہ مذہب تھا میر محمد صالح سے کہنے لگا کہ میر صاحب کیا کوئی اور موجود نہ تھا کہ اس کا ہرنے یہ کام آپ کے سپرد کیا جائے تعجب ہے کہ آپ سید ہو کر ایسے نالائق کام کو اختیار کریں گش ہائے تنہا ہمارے پاس اس وقت موجود ہوتے تو نوار کا نطف دکھاتے یہ کمزور پانچوں بڑھا دیا ہلکے بھائی نے بوجہ باہمی محبت کے کہا کہ پہلے بیڑیان میرے پانچوں میں ڈالو بعد ازاں ان کو زیر حراست کے الہ آباد کے قلعہ میں بھیج دیا۔ جب انکی گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی تو افغانوں کو بڑا اڑتشار پیدا ہوا۔

وزیر کا نولرے کو قائم خان گش کے ملک پر اپنی طرف سے حاکم کرنا نولرے کا پٹھانوں کو بڑی قلت پہنچانا

نواب وزیر کے حکم سے نولرے نے قنوج میں قیام اختیار کیا یہ شہر فرخ آباد سے سمت جنوب و مشرق چالیس میل کے فاصلے پر دریائے گنگا اور کالی ندی کے اتصال پر واقع ہے۔ یہ شہر اس وجہ سے پسند کیا گیا کہ صوبہ اودھ والہ آباد اور ریاست فرخ آباد کے وسط میں واقع ہے نولرے نے مرنی محل میں حکومت اختیار کی اس عمارت کو میران کی مرلے کے بانی نے تعمیر کرایا تھا

اس ارادے کو کسی موقع مناسب پر موقوف رکھنا چاہیے یہ بڑے شکر کا مقام ہے کہ قاضی خان کی ماں اور اُس عورت کے بیٹے اور چلیے ہمارے ہاتھ آگئے ہیں جب وزیر ملک کے قریب پہنچے تو جو اندیشہ کہ اُنھوں نے اپنے دل میں تصور کیا تھا اُسکو بالکل صحیح پایا۔ تمام افغان کیا پیدل کیا سوار سب تیر تیر زبان اور بندوق سے مسلح پایادہ صفین باندھے کھڑے تھے وزیر اُسے جنگ کی کوشش نہ کر کے مشرق کی طرف دریائے گنگا کے کنارے بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ یاقوت گنج میں داخل ہوئے یہ مقام فرخ آباد سے چھ میل کے فاصلے پر جنوب و مشرق کی طرف واقع ہے۔ یہاں وزیر نے پڑاؤ ڈال دیا۔ نول راتے شمس آباد سے گذر کر فرخ آباد پہنچا اور قلعہ میں داخل ہوا اور وہاں بوجہ چند مقام کیا جب اُس نے قلعہ اور مکانات کو دیکھا تو کہا کہ انھیں مکانات کے بھروسے پر باون ہزاری بنے تھے قلعہ تو چھوٹے سے زمیندار کی گڑھی کی برابر بھی نہیں ہے اور اسی طرح کے الفاظ تہ تک آمیز زبان پر لایا۔ دوسرے روز کوچ کر کے یاقوت گنج میں وزیر سے جا ملا۔ جیسے کہ چربیاں چربون کو دام میں لانے کی غرض سے دانہ ڈالتا تھا اُسی طرح وزیر بی بی صاحبہ اور چلیون کو طرح طرح کی نعمتیں کھلاتے تھے اور رسد وغیرہ باخراط مہیا کر دی تھی اور تصفیہ معاملہ میں آج کل کرتے تھے اور بی بی صاحبہ وغیرہ کا ہر روز اُسی امید میں گذرتا تھا کہ آج ہم بے طاع خلعت و خطاب نصرت کیے جائیں گے ان بیچاروں کے کئی روز اس امید موہوم میں کٹے۔ ایک رات وزیر نے نول رات سے صلاح پوچھی کہ اب کیا کرنا چاہیے اُس نے رات دی کہ چلیون کو پابز بخیر کر کے اپنے ساتھ لیکر آپ دہلی کی طرف روانہ ہوں اور بعد اچکی روانگی کے میں بی بی صاحبہ اور اُنکے پانچون بیٹوں کو گرفتار کر کے الہ آباد کے قلعہ میں بھیج دوں گا وزیر نے اس عرض کو منظور کیا۔ اور دوسرے روز پانچون چلیون یعنی شمشیر خان و جعفر خان و مقیم خان اسلام خان سردار خان کو گرفتار کر کے ہتھی پر سوار کیا اور فوج منزل بنرل

نقصان نہوا۔

بی بی صاحبہ والدہ قائم خان کی رہائی

پٹھانوں نے بی بی صاحبہ کی رہائی کے لیے یہ تجویز کی کہ غشی صاحبہ اسے قدیم ملازم بنگلش کو جو دہلی سے فوراً اسے سنا سانی رکھتا تھا فوراً اس کے پاس روانہ کیا فوراً اور صاحبہ اسے دونوں ایک قوم کے تھے اسنے فول اس کے پاس پہنچ کر تھوڑے دنوں میں اس قدر بار بار نہ ہم پہنچا یا کہ صحبت سے نوشی میں بھی آنے جانے لگا۔ اور یہ صحبت شہر کو بعد انصرام امور منصبی کے رنگ محل میں ہوا کرنی تھی ایک دن صاحبہ اسے رخصت کرائے میں عرضی لکھ کر ایک ذرا سی جگہ چھوڑ کر اپنے مکان میں لیکرات کو صحبت سے نوشی میں راجہ کو پیش کی اور عرض کیا کہ شادی و پیش ہے داروغہ کے نام رخصت کی اجازت چاہتا ہوں اسنے حکم دیا کہ رخصت کر دیں اس طرح حکم لکھا کہ رخصت ہو کر اپنے مکان پر آیا اور عرضی میں جو جگہ ذرا سی سفید چھوڑی تھی وہاں بی بی صاحبہ والدہ قائم خان کا نام لکھ کر داروغہ کے پاس جا کر دو ہزار روپے بی بی صاحبہ کی طرف سے بطور انعام کے دیے اور پھر بھرات باقی ہے رہے پر سوار کر کے روانہ کیا۔ اور کہنے لگا کہ اپنی جان سے ہاتھ دھو کر یہ کام کیا ہے جب صبح کو راجہ فول اسے دربار میں بیٹھا داروغہ نے مجھ عرض کر کے وہ عرضی دکھائی راجہ حکم اور دستخط دیکھ کر دیلے حیرت میں ڈوب گیا اور سوچنے لگا کہ اگر یہ کہتا ہوں کہ مخالطہ دیکر دستخط کر لیتے ہیں تو بدنامی ہے اور جس شخص نے یہ کام کیا ہے اسنے اپنی جان سے ہاتھ دھو کر اپنے آقا کے ساتھ نمک حلائی کی ہے راجہ نے صاحبہ اسے کو بلوا کر کہا کہ تیری نمک حلائی پر آفرین ہے کہ جان کا خون نہ کیا ایسے آدمی جہان میں کم ہوتے ہیں۔

اس مکان کو نورائے نے رنگ محل کے نام سے موسوم کیا تھا۔ خاص نورائے کے حکم میں چالیس ہزار سوار تھے ان کے سوا بہت سی فوج بقاؤ الدین خان و امیر خان و عطاء الدین خان حاکم سلیق عظیم آباد و مرزا علی قلی خان و مرزا محمد علی خان کوچک و مرزا بخت بیگ و مرزا مشہدی و آغا محمد باقر و مرزا قدرت علی خان داٹی پوری و میر محمد صالح میران پوری کے زیر حکم تھے و زیر نے تمام ریاست فرخ آباد کو خالصہ کر لیا مگر شہر فرخ آباد مع بارہ موضع کے جو عہد فرخ سیر سے افغانہ کے آل تمنگ تھے قائم خان کی والدہ کے نام بحال رکھے۔ قنوج کے عامل و مرزا دل و لکھے گئے کہ وہ کوچہ کوچہ ہر ایک گاؤں میں افغانوں کی شکست مذلت کی منادی کریں ان طلبہ نے اس حکم پر اور بھی حاشیہ چڑھایا کہ شہر شمس آباد و عطائی پور و قائم گنج کے علاقے میں جو ہستیاں ہیں وہاں سے جراتہ بھی وصول کیا۔ فقط مٹواں ظلم سے مصنون رہا۔ اور یہ بھی من اس باعث سے حفاظت میں تھا کہ یہاں ہیشمار چھاننگش خاندان کے ادا قوام آفریدی و طوٹہ و جنک و غلزی و درکنی و گوجر و خلیل و مہمند بستے تھے یہ سب شب و روز مقابلے کے واسطے آمادہ رہتے تھے مگر اس خوف سے اپنی جانب سے جنگ کی ابتداء نہیں کرتے تھے کہ مہاداد دشمن بی بی صاحبہ کو ضرر پہونچائیں جو نورائے کے اختیار میں تھیں

گیان پرکاش کا مولف اس مقام پر نورائے کے وڈے اور ریاست کے متعلق ایک بات بیان کرتا ہے کہ راجہ اکبر بابہ خان کو فرخ آباد میں چھوڑ کر خود قنوج کو گیا معلوم ہوا کہ چوروں اور ڈاکوؤں کے خوف نے شہر کے دروازے شام سے بند ہو جاتے ہیں راجہ نے منادی کرادی کہ جو کوئی دروازہ بند کرے گا وہ مجرم متصور ہوگا اور کو تو ال کو یہ حکم دیا کہ اگر اب شہر میں چوری ہوئی تو سخت سزا دیں گا۔ جب تک راجہ کا عمل دخل رہا کسی شخص کا ایک پانی کا

طے کیا اور منو پونچر ایک بیل گر کر مر گیا۔ جب قنوج میں صبح ہوئی تو صاحب رے نے سب کو گنگو
 خاموش رکھنے کی غرض سے خود نول رے سے پشت پر سے پوچھا کہ تم نے کل رات کوئی حکم بی بی صاحبہ
 کی رہائی کا دیا ہے جب نول رے نے انکار کیا تو اسے حکم تحریری نکال کر دکھلایا۔ اُس وقت
 نول رے نے صاحب رے کو بہت ملامت کی کہ تم نے اپنے دوست قدیم کو فریب دیا اُس
 نے جواب دیا کہ حق تک حق دوستی سے بڑھ کر ہے تب نول رے نے خفا ہو کر کہا کہ ہمارے
 سامنے سے چلے جاؤ یہ کہہ کر اُسے حکم دیا کہ پانسو سوار پٹھانی کو گرفتار کر لانے کے لیے فوراً
 روانہ ہوں یہ سوار نبی گنج وکالی ندی تک گئے گراؤ سکو کہیں نہ پایا۔ اب نول رے نے کل اعجاز
 وزیر کو لکھ بھیجا مگر اس طرح بنا کر لکھا کہ کسی طرح سے اپنے اوپر حزن نہ آئے۔

نول رے کی حکومت کی سختی سے پٹھانوں میں بغاوت

کے خیالات پیدا ہونا

نول رے کے اہلکاروں و ملازموں کا ظلم حد سے گذر گیا یہاں تک کہ عاجز آکر افغانوں نے
 مقابلے کی فکر شروع کی آخر ایک ایسی واردات ظلم کی پیش آئی جس سے افغانوں کو مجبوراً
 آمادہ جنگ ہونا پڑا۔ صورت اسکی یہ ہے کہ ایک روز کوئی عورت بازار میں سوت بیچنے کے واسطے
 گئی ایک ہندو ملازم نول رے نے اُس کا سوت خرید کیا اور قیمت دیکر چلا گیا۔ عورت وہ روپیہ
 اپنے خرچ میں لائی۔ بعد ایک مہینے کے وہ ہندو سوت واپس لایا اور عورت سے کہنے لگا کہ اپنا سوت لے
 اور میرے دام مجھے واپس دے عورت نے جواب دیا کہ اب تو میں واپس نہیں دے سکتی ہوں اور نہ زمانے
 میں ایسا دستور ہے کہ ایک مہینے کے بعد سود واپس دیا جائے۔ پس ہندو نے اُسے گالی دی
 اُسے بھی جواب تر کی بڑی دیا تب ہندو نے پاٹوں سے جوتا اتار کر اُس غریب عورت کو مارا تب

مگر اردن صاحب نے تاریخ فرخ آباد میں اس حکایت کو دوسرے طور پر بیان کیا ہے اُسے
لکھا ہے کہ ایک رات نول رے بدست ہوا اور گو کہ دھرم شاستر کا اُسکو ذرا بھی علم نہ تھا مگر
اُس وقت حالت نشہ میں کچھ مذکور دھرم کا اور کچھ بڑائی اپنی بھاری کی کرنا شروع کی
صاحب رے بھی اُس وقت متوالا بنا اور اس طرح سے گفتگو کرنے لگا کہ یہ سب صحیح ہے لیکن
جب تک قول اور فعل یکساں نہ ہوں تو سب دھرم بیچ ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں تمھارے
سب کام شاستر کے خلاف ہیں نول رے نے جواب دیا کہ میں نے آج تک کوئی کام ایسا نہیں کیا
جو شاستر کے خلاف ہو صاحب رے نے کہا کہ اچھا بتاؤ کہ شاستر میں کہاں لکھا ہے اور
کس مثنیٰ یا شے کا قول ہے کہ بیگناہ بیوہ عورت پر ظلم روا ہے اگر کوئی اشلوک شاستر کا تم کو
معلوم ہے تو سنناؤ۔ نول رے نے جواب دیا کہ میں نے کسی عورت کو ایذا نہیں دی ہے
صاحب رے نے موقع دیکھ کر کہا کہ میں نے ایک چٹھانی کو قید میں دیکھا ہے اور لوگ کہتے
ہیں کہ اُس کا کچھ بھی قصور نہیں ہے پھر یہ ظلم نہیں تو کیا ہے اب جو تم دھرم کی باتیں کرتے ہو
سب فضول ہیں۔ اور فرض کیا جائے کہ اُسے حضور بھی کیا ہے لیکن اب تو تمام ملک تمھارے قبضے
میں ہے اور تم نے اس میں بھی قائم کر لیا ہے پھر ایک بیگناہ بیوہ عورت کو قید میں رکھنا کیا ضرور ہے
صاحب رے کی یہ تقریر نول رے کو مستول معلوم ہوئی اُس وقت آدمی رات تھی اُس نے
صاحب رے سے کہا اچھا تم جا کر اُسکو چھوڑ دو صاحب رے نے کہا کہ بغیر تمھارے تحریری حکم کے
سپاہی ہرگز نہ چھوڑینگے۔ فوراً نول رے نے مدہوشی میں ایک تحریری حکم رانی پر اپنی مرثبت کر کے
صاحب رے کے حوالے کیا صاحب رے فی الفور چٹھانک پر پہنچا سپاہیوں کو حکم دکھلایا اور
انکو کچھ انعام بھی دیا اور بی بی صاحبہ کو دہان سے نکال کر تاحید کی کہ فوراً اپنے رتھ پر سوار ہو کر
جلدی یہاں سے روانہ ہوا انھوں نے اس قند جلدی کی کہ اکٹھ میل کا فاصلہ نہ گھنٹوں میں

لیکن آدمیوں کے ہجوم کی وجہ سے کبھی تنہائی پتھر نہ آئی کہ عرض کر سکتا آپ اُن سے عرض کر کے اجازت لے لیں شاہ حمزہ صاحب نے اپنے والد کی خدمت میں احمد خان کا پیام بیان کیا انھوں نے فرمایا کہ صبح کو آئیے اور کچھ تبرک بھی یہاں کھائیے چنانچہ دوسرے دن احمد خان بڑے سویرے پہونچا شاہ حمزہ صاحب کے والد اُسکو دیوان خانے میں لیگئے اور کئی قسم کے کھانے دیے اور اُسکے حال پر بہت مہربانی فرمائی احمد خان نے کھانے سے فارغ ہو کر عرض کیا کہ آپ ایسی تدبیر کریں کہ میرا بھائی قائم خان باقی رہے تاکہ باپ کا قائم مقام بن ہو جاؤں شاہ صاحب ہنسے اور کہا کہ تم لوگ بٹھاؤں کے فرقے سے ہو جن کا کام گایوں کا فوج کرنا آدمیوں کو مارنا اور قتل کرنا ہے فقیروں کو بھی تم مردم کشی کی تعلیم کرتے ہو تمھارے بھائی میں کے قریب ہیں اور خدا کے فضل سے وہ سب صاحب لیاقت و شجاع و سخا ہیں اگر قائم خان مر بھی گیا تاہم مسند فرمانروائی تم کو کیسے پہونچ سکتی ہے احمد خان بہت عجز و زاری کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میں سوائے آپکی ذات باہر کات کے دونوں جہان میں کوئی وسیلہ نہیں رکھتا میری ارادت سچی ہے اس خاندان کا غلام ہوں شاہ حمزہ صاحب بھی احمد خان کی حمایت میں کھڑے ہو گئے اور سفارش کرنے لگے اُس وقت اُنکے والد بزرگوار نے ارشاد کیا کہ تمھارا فریم شیخ حافل نے ترک دنیا کی ہے ہمارا فریہ ہو گیا ہے اُسکو تربیت کرے گی تکمیل مراتب کے بعد اُسکے سپرد تمھارا کام کیا جائے گا وہ تمھارے مقاصد کی اصلاح کو بگا خاطر جمع رکھو شاہ صاحب نے اس شیخ حافل کو اسرار اللہ کا لقب عطا کیا تھا احمد خان اس جواب سے خوش ہوا اور سر شاہ صاحب کے قدموں پر رکھ دیا بعد اسکے باہر آیا شاہ صاحب سے کہنے لگا کہ اب مجھ کو یقین آیا کہ میری آرزو سے دلی برائے گی اس وقت احمد خان کی عمر سولہ یا ستوبیس کی تھی نواب محمد خان نے انتقال کیا تو قائم خان نے مسند نشین ہو کر احمد خان کو قید کرنا چاہا وہ بھاگ کر دلی میں نواب

وہ عورت سر اور چھائی پہنتی ہوئی افغان رئیسوں کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی کاش محمد احمد خان کو قتل
 یسٹیان دیتا لعنت خدا کی تمپر کہ گڑھی باندھتے ہو اور تمھارے کیے کچھ نہیں ہوتا کہ کو تو والی کے
 ایک ادنیٰ ہندو نے آفریدی کی جو رو کو جوتی سے مارا جب پٹھانوں نے یہ ماجرا سنا ان کو
 تاب نہ رہی اور رستم خان ایک متمول آفریدی اور دوسرے افغان جو تین کے سردار تھے
 سب لکمر بی بی صاحبہ کی ڈیوڑھی پہ گئے اور عرض کیا کہ اب ہم سے نولرے کے جوڑ سے
 نہیں جلتے بی بی صاحبہ نے پوچھا کہ آخر صلاح کیا ہے تب انھوں نے جواب دیا کہ اگر آپ
 اپنے ایک بیٹے کو ہم پر سوار کریں تو ہم نولرے سے جنگ کریں اُس نے جواب دیا کہ یہ خیال
 اپنے دل سے دور کر دیں تمکو کیسے لڑاؤں میرے پانچ بیٹے تو الہ آباد کے قلعہ میں ہیں اور میں
 چیلے دہلی میں قید ہیں جب رستم خان نے دیکھا کہ بی بی صاحبہ کچھ خیال ہی نہیں کرتیں تو
 اُسے دوسری تدبیر سوچی

نواب احمد خان غالب جنگ برادر قائم خان نگش کی نشینی اور نولرے سے جنگ کی تیاری

احمد خان نواب محمد خان نگش مالی فرخ آباد کا دوسرا بیٹا تھا۔ جب وزیر بعد ضبطی ریاست
 فرخ آباد کے دلی کو واپس آئے تو اُس نے اپنے سے احمد خان نے اپنے گھر کے گوشہ عافیت میں سکونت
 اختیار کی یہ مکان فرخ آباد میں واقع ہے اس وقت اُسے صرف اس قدر مقدرت تھی کہ اُس
 کی خدمت میں فقط دو نوکر اور ایک چھوکرار مضانی نام تھے۔

کشف الاستار میں شاہ حمزہ صاحب کہتے ہیں کہ ایک دن احمد خان خلیفہ نواب محمد خان نگش
 اُن سے کہنے لگا کہ میں ایک آرزو جناب اقدس (شاہ حمزہ صاحب کے والد) سے رکھتا ہوں

اُسکے مکان کو گھوڑوں پر سوار اور ایک ایک غلام ہمراہ لیے ہوئے عین دوپہر کے وقت پہنچے
 اُنکو دیکھ کر احمد خان نے متحیر ہو کر پوچھا کہ اس وقت کس ضرورت سے آئے ہو اُنھوں نے
 نول رات کے جاسوسوں کے خوف سے کہ شب دروز شہر میں گشت کیا کرتے تھے جواب دیا
 کہ ہم شادی کے واسطے سامان خریدنے کو آئے ہیں نواب نے اُنکے واسطے کھانا تیار کرنے کا
 حکم دیا بعد اسکے افغانوں نے کہا کہ ہم آپ سے خلوت میں کچھ کہا چاہتے ہیں۔ دونوں خادم اور
 رضائی کو باہر کر دیا اور باہم بات چیت شروع ہوئی یہ سب نے اُن کے مکان میں تھے اور بیخبر
 اندر سے بند تھی۔ پانچ چھ گھنٹے تک گفتگو رہی۔ آخر الامریہ معلوم ہوا کہ نواب نے اُن سے کہا
 کہ مجھے تم پر اعتبار نہیں ہے جیسے تم نے قائم خان کو میدان جنگ میں تنہا چھوڑ دیا تھا یہی سچ
 میرا ساتھ بھی چھوڑ دو گے اُنھوں نے عہد کیا کہ ہرگز ہم سے ایسا نہ ہوگا اور ہاتھ جوڑ کر کہا کہ
 ہم کسی حال میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑینگے یا جان دینگے یا فتح حاصل کریں گے نواب نے اُن سے
 قسم چاہی اُنھوں نے قرآن مجید کی قسم کھا کر کہا کہ ہم اپنے عہد پر ثابت قدم رہیں گے
 قریب بچھان رخصت ہوئے اور کہا کہ ہم کو کل مٹو پہونچنا ضرور ہے دن بہت کم ہے اور
 سودا سلف کرنا ہے وہاں سے تروپ لیا بازار کو پہونچے جو جوشے جس جس کو مطلوب تھی خرید کی
 نول رات کے جاسوسوں اور سپاہیوں نے اُنھیں روکا اور پوچھا تم کہاں آئے ہو اُنھوں نے
 جواب دیا ہم بازار سے کپڑا خریدنے آئے ہیں یہ سب ستم خان اور دوسرے پھان تھے۔
 یہ رات کو احمد خان کے مکان پر ہے اور اپنے حسبِ منشا اُس سے عہد و پیمان کر کے مٹو کو واپس
 آئے مٹو نے دن بعد گل میان نام ایک قاصد مٹو سے بی بی صاحبہ کے پاس سے احمد خان کے پاس آیا اور یہ پیام لایا
 کہ بی بی صاحبہ نے آپ کو بلایا ہے احمد خان مٹو کو چلا وہاں پہونچ کر بی بی صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوا
 اور مذکر گدازنی شاید اس باب میں بی بی صاحبہ سے پیشتر سے گفتگو ہو چکی تھی لہذا جو کہ احمد خان مغلیہ تھاکر ستم خان اور

ابوالمنصور خان صفدر جنگ کے پاس چلا گیا اور شاہ حمزہ صاحب کے بھائی بندون کے توسط سے نواب موصوف سے ملکر سالیانہ وغیرہ حاصل کیا۔ نواب صفدر جنگ نے اسکو فرخ آباد کی ریاست کا اُمیدوار بھی کیا آخر کار قائم خان نے احمد خان کے لیے ایک اچھی جاگیر یعنی پست بین مقرر کر کے اُسکی سند دکی میں اُس کے پاس بھیجی اور بلایا۔ اس وقت احمد خان کے پانوں میں رہ گئے تھے اس لیے وطن کو لوٹ جانا مناسب سمجھا۔ سفر کے دوران میں یا قوت گنج پو پچا میاں سے ایک نیاز نامہ اپنی حالت زبوں کے بیان میں شاہ حمزہ صاحب کے والد کی خدمت میں مارہرے کو بھیجا اور شاہ حمزہ صاحب کے واسطے شاہ نامہ بالتصویر اور دوسری تصویریں بطور تحفے کے ارسال کیں۔ اندرون شاہ اسرا اللہ یا قوت گنج میں رہتے تھے جو احمد خان کے ندیم قدیم تھے۔ احمد خان ان سے ملکر رویا کہ تم عبث میرے احوال کی اصلاح کے لیے دوسری کر رہے ہو میں کام سے جاتا رہا اب زندگی وبال ہے چند روز اس تکلیف سے دنیا میں بسر ہو گئے۔ صبح کے وقت احمد خان شاہ موصوف کو ساتھ لیکر یا قوت گنج سے روانہ ہوا اور قصبہ بدوین میں مقام کیا شاہ اسرا اللہ عصر کے وقت وضو کے واسطے بچت پر چڑھتے تھے کہ تلے اُپرے سینے میں سخت ضرب آئی اور مر گئے احمد خان بہت رویا اور اُنکی لاش کو پالکی میں رکھوا کر یا قوت گنج کو بھیجا اور شاہ حمزہ صاحب کے والد کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا مضمون اُس کا یہ تھا کہ جس درویش کو میرے واسطے دعا کے لیے مقرر کیا تھا وہ بھی عالم آخرت کو سدھارا۔ میرے تمام بھائی مسلط اور متحد مست ہیں اور میں لنگڑا اور مُفلِس ہوں۔ شاہ صاحب نے جواب میں تشفی آمیز کلمات تحریر کیے اور مسند نشینی فرخ آباد کی مبارکباد دی اور خط میں مثنوی روم کا یہ شعر لکھ بھیجا ہے

بعد نومیدی بس امید ہاست در پس ظلمت بسے خورشید ہاست

اگر وہ صاحب تاریخ فرخ آباد میں کہتے ہیں کہ جولائی سنہ ۱۱۷۰ھ میں پندرہ جولان مسموے

پہونچی جو پرگنہ گوراوی ضلع میں پوری میں کالی ندی کے اُس طرف مقیم تھا اور صفدر جنگ
 اُس کو فوٹل رے کی نیابت میں بیس ہزار سواروں کے ساتھ مقرر کر گئے تھے۔ تو اُس نے وہاں
 سے کوچ کر کے علی گنج میں جو مٹو سے چھ سات کوس کے فاصلے پر ہے پڑاؤ ڈالا۔ ایک ٹکیش سردار
 فتح نامور خان نامی صفدر جنگ کی سرکار میں چار سو سواروں کی افسری پر مقرر تھا اور
 اکبر یار خان کے ساتھ متعین تھا۔ رستم خان نے ان دونوں میں فساد اور بدظنی پیدا کرنے
 کے لیے ایک خط اس مضمون کا فتح نامور خان کے نام لکھا کہ آپ کے اس ارشاد کے بموجب کہ
 تم تیار ہو جاؤ میں خان صاحب اکبر یار خان کو عبور دریا کر کے لاتا ہوں اس طرف سے میں اور
 اُدھر سے تم انکو گھیر کر پکڑ لو۔ سب انتظام درست کر لیا ہے جس وقت آپ لکھن سوارے کر
 پہونچو۔ اور اکبر یار خان کو گھیر لوں۔ رستم خان نے یہ خط اپنے ہرکے کو دیا اور اُس کو
 ہر گت کر دی کہ اکبر یار خان کے کیمپ میں پہونچ کر اٹھنی ڈیوڑھی پر فتح نامور خان کا خیمہ
 دریافت کرنا۔ چنانچہ ہر کار وہ خط لیکر وہاں پہونچا اور اکبر یار خان کی ڈیوڑھی پر فتح نامور خان
 کا خیمہ دریافت کیا۔ اکبر یار خان کے ہر کاروں نے خط اُس سے لیکر اکبر یار خان کو دکھایا
 اُس نے دل میں سمجھا کہ بیشک ایسا ہی ہو گا اور اُسی وقت چوکی کے ہاتھی پر سوار ہو کر گوراوی
 کی طرف چلا گیا۔ فتح نامور خان نے اس بات سے تعجب کیا اور آدمی بھیج کر اُس سے دریافت کیا
 کہ اس طرح یکایک کہاں جاتے ہو اور اپنی روانگی کے ارادے سے محکوم اطلاع بھیجی کی اکبر یار خان
 نے جواب دیا کہ تم بھی سوار ہو کر میرے پاس جلد چلے آؤ سب حال رہو۔ دکنو گکا آدمی جب یہ جواب
 لایا تو فتح نامور خان نے روانہ ہو کر اُس سے ملاقات کی اُس نے خط دکھایا اور کہا کہ پڑھو فتح نامور خان
 نے پڑھ کر ناتواں ہوا کہ زبردستی ہے میں نکھر نہیں ہوں آپ بغیر میرے مشورے کے
 بیرون روانہ ہوئے اب آپ لٹ چلے میں ہرادل ہوتا ہوں آپ مجھے چار کوس پیچھے رہیے۔

دوسرے پٹھانوں کی رے اور بنی بی صاحبہ کی اجازت سے سردار بنایا گیا۔ اس وقت تا پٹھان پسر محمد وہ ہے کہ فول رے پر حملہ کیا جائے صرف اس قدر وقت تھی کہ ان غریبوں کے پاس روپیہ نہ تھا۔ رستم خان نے اس اقرار پر چند ہزار روپیہ دیا کہ جس قدر ریاست واپس لے اُس میں سے نصف حصہ مجھے ملے یہ روپیہ بحسب ضرورت اُسکے بھائیوں اور متدار و نین تقسیم ہوا۔ دس ہزار روپیہ احمد خان کو بھیجا گیا کہ اپنی اشد ضرورت میں صرف کرے بعض اسکے احمد خان نے رستم خان کو سپہ سالار مقرر کیا اور خلعت ہفت پارچہ مرحمت کیا۔ موضع قائم گنج کے مشعل موضع چلوئی کے ایک دو لٹمنہ گھستا نامی کورمی نے کئی ہزار روپیہ اس اقرار پر پیشگی دیا کہ بعد فتح موضع مذکور کی معافی دی جائیگی اور ایسا بھی کہنے ہین کہ کچھ روپیہ لوٹ سے بھی حاصل ہوا یعنی ایک مہاجن کا مکان جو منوسے سولہ میل پہ تھا لوٹ لائے یہاں شتر توڑے روپیوں کے اور ایک توڑہ اشرفیوں کا ملا جب اس صورت سے کچھ روپیہ فراہم ہو گیا تو احمد خان نے چلوئی کے پاس موتی باغ میں جھنڈا لگا کر قریب چھ ہزار کے فوج مجتمع ہو گئی اور افواہ یہ مشہور ہوئی کہ پچاس ہزار فوج جمع ہوئی ہے۔ بنی بی صاحبہ نے احمد خان کو خلعت بہ تقرر نواب عنایت کیا اور پٹھانوں نے نذیر گندھینا گھسا کورمی شمس آباد کے تھانے پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ شمس آباد منوسے پانچ میل سمت مشرق واقع ہے۔ اس روز لوگوں نے جو خاص اس واسطے مقرر ہوئے تھے فول رے کے سب تھانوں پر حملہ کر کے اُسکے ملازموں کو بھگا دیا آنا دگی سے فوروز کے بعد احمد خان نے اپنا روپیہ خیمہ میں لا کر رکھا اور منادی کرا دی کہ جس کسی کو نہایت احتیاج ہو تیسرے فلتے اس میں سے پانچ پیسہ فی پیادہ اور تین آنہ فی سوار لے اس سے زیادہ کوئی نہ لے اور جسکے پاس کچھ موجود ہو وہ کچھ نہ لے اب قریب بارہ سو سوار اور بارہ ہزار پیادوں کے مجتمع ہو گئے جب یہ خبر کہ احمد خان کو

آتا ہوں جب تک میں پہنچ نہ جاؤں جنگ ملتوی کھنا وزیر نے اپنے خط میں یہ بھی تحریر کیا تھا کہ اگر ان جانوروں یعنی افغانوں میں سے بعد جنگ زندہ رہے ہینگے تو سب کے سب گردن میں پتھر باندھ کر ندی میں ڈبا دیے جائینگے یہاں تک کہ ان کا تخم سرزمین ہند میں باقی نہ رہے۔ نولرے نے تعمیل حکم اپنے پڑاؤ کے گرد خندق کھدوائی اور خندق پر توپیں لگا دیں اور سب کو زنجیروں سے باہم جکڑ دیا اور نقیبوں کو حکم دیا کہ خیمہ بہ خیمہ وزیر کے حکم کی منادی کر دیں اور کہہ دیں کہ اگر کوئی دشمن سے جنگ کا عزم کرے گا تو وزیر دراجہ کے عتاب میں پڑے گا اس عرصے میں احمد خان نے حسب تجویز مستم خان کے مشرق کی سمت کوچ کا حکم دیا اسکی ذاتی فرج اس کے بیٹے محمود خان کے زیر حکم تھی جبکی عمر اُس وقت صرف پندرہ سال کی تھی اور باقی سپاہ ذوالفقار خان و خانسان خان و جمال خان و بہادر خان و محمد خان و بازخان وانی پوری و روشن خان و کھن خان و عبدالرحیم خان و ابراہیم خان کشمیری و مرزا نور بیگ کے تحت میں تھی۔ اور محمد خان غضنفر جنگ کے چیلے مندرجہ ذیل بھی شامل جنگ تھے۔ یعنی حاجی سرفراز خان۔ ورن مست خان و سرت خان و نامدار خان کلان و نامدار خان و شیردل خان و ناہر دل خان و جواہر خان و حافظ احمد خان و صلابت خان و بازخان و پٹاخان اور پانچ بیٹے شمشیر خان کے اور دو بیٹے مقیم خان کے و عثمان خان و لد اسلام خان و مہتاب خان و دلاور خان جنوبی افغانوں نے نولرے کی فوج سے دو میل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا یہ پڑاؤ راجے پور کی بچتہ شرک پر خدا گنج سے بفاصلہ تین میل شمال و مغرب میں واقع ہے۔ نولرے کی کمک کے واسطے وزیر نے ۲۸ و ۲۹ شعبان ۱۰۲۳ھ ہجری مطابق ۲۱ و ۲۲ جولائی ۱۸۰۵ء کو فوج تعدادی تیس ہزار با تختی نصیر الدین حیدر بیگ خان جو وزیر کا ہنزلف تھا و تھیل بیگ کابل جو وزیر کی فوج کا سپہ سالار اور اُن کا چیلہ مشہور تھا۔ اور راجہ دیپ دت فوجدار کوئل اور

اکبر بارخان کے دل میں ایسا خوف جبر گیا تھا کہ نہیں لوٹا۔ اور اسی طرح کورادلی کو چلا گیا۔ جب بکرم خان نے یہ خبر سنی تو دو ہزار پیادہ و سوار کے ساتھ گلیاس کوسمی پر دھاوا کر کے تمام بازار لشکر کو جو بخیری کی حالت میں تھا لوٹ لیا اور وہاں سے شمس آباد کو آیا۔

نواب احمد خان نے موتی باغ سے کوچ کیا۔ پانچ روز میں پٹھان فرخ آباد پہنچے بھادون کا مہینہ تھا بارش بہت ہو رہی تھی یہاں پہ صلا ح ہونے لگی کہ اول رشید پور کے بم ٹیلہ پر جسے کسی قلعہ پر قبضہ کر لیا تھا حامیہ کرنا چاہیے مگر احمد خان نے اس تجویز کو نا منظور کیا اور کہا کہ ابھی اس الجھاؤ میں نہ پڑو جب تک نولہ کے کوٹہ نہ کر لو پھر کوچ کر کے دوسرا مقام لانا۔ پھر گنہ بھو چور میں کیا جو فرخ آباد سے چھ میل کے فاصلے پر جنوب کی طرف کانپور کی سڑک پر واقع ہے۔

جنگ خدا گنج و قتل نولہ

پٹھانوں کے سر اٹھانے سے تھوڑے ہی دنوں بعد نولہ کو خبر پہنچی کہ مٹو کے افغان جنگ پر آمادہ ہوئے ہیں اور تھکے سب تھانے لوٹ لیے ہیں نولہ نے گالیان و مہنا شروع کیں اور کہنے لگا کہ ان نان پزدن اور کو خجرون کو مع انہی عورتوں کے برہنہ کر کے سب کو ماتمی کے پاؤں تلے روندوا ڈالوں تو سہی یہ کہہ کر مع اپنے توپخانے و لشکر کے قنوج سے مغرب کی جانب کوچ کیا۔ اُسکے ساتھ بیسار فوج اور چھوٹی بڑی سب ایک ہزار توپیں تھیں اُسے جسے المقدور تعجیل تمام کالی ندی کی طرف کوچ کیا اور اُس ندی کو اتر کر اُس کے بائیں کنارے پر خدا گنج میں پڑاؤ والا جو فرخ آباد سے جنوب و مشرق کی طرف بفاصلہ امیل اور قنوج سے شمال و مغرب کی طرف بیس میل کے فاصلے پر ہے۔ نولہ نے نواب ابوالنصور خان صفہ جنگ کو تمام حال لکھا۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد نواب وزیر کے پاس سے راجہ کو یہ حکم پہنچا کہ میں خود

فوج کے آگے بولیا اور نہایت ہوشیاری سے غنیم کی فوج سے تین کوس الگ لیچلا تاکہ
 گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز دشمن کے کان تک نہ پہنچے۔ اس صورت سے نولہرے کی فوج
 کے سامنے کاٹخ چھوڑ کر ٹھیک اُسکے عقب میں کالی ندی کے کنارے جہان پانسو بندوچی
 متعین تھے جا پہنچے۔ قصبہ خدا گنج سے ایک میل مغرب کی سمت درمیان حدود دو موصنون
 گھنٹیا دگنٹنی کے یہ پڑا واقع تھا۔ طلوع آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل گل میان نے نواب سے
 کہا کہ دیکھو تو یہاں سید مین اور سید ون نے آواز سُکر آپس میں کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے
 کہ چٹھان حملے کے ارادے سے آئے ہیں یہ کمکر خوب ہوشیار ہو گئے۔ اب افغانوں نے حملہ کیا اور
 دو دنوں جانب سے بندوچین چلنے لگیں اور تلوار بن بھی نکلیں۔ لشکر میں منادی ہو گئی کہ
 افغان ایک جانب سے گھس آئے ہیں بانی اس قدر شدت سے برس رہا تھا کہ کسی کی آواز
 سمجھ میں نہ آتی تھی اور تاریکی اس قدر تھی کہ دوست و دشمن میں فرق نہ معلوم ہوتا تھا تو بین
 نور آؤ غنہ لکین مگر بالکل باد ہوائی یعنی جس سمت کو لگی ہوئی تھیں اُس طرف سرکروی
 گئیں بیڑن نے اول حملے میں چٹھانوں کو ہٹا دیا۔ چٹھان کچھ دور بھاگ گئے۔ قوام خان
 نے انکو نعتِ طاعت کرنا شروع کی کہ تم مجھ کو امواسطے لائے ہو کہ میں تمکو نامردوں کی طرح بھاگے
 دیکھو کل تمہاری عورتیں بے آبرو کی جائینگیں اور تم برہنہ کیے جاؤ گے یہ کہہ کر اُس نے اپنا بھرا
 نکالا اور چاہا کہ اپنے تئیں ہلاک کرے کیونکہ وہ اس مقام سے واپس جانا پسند نہ کرتا تھا۔ مگر
 رستم خان وغیرہ مانع ہوئے تب اُسے کہا کہ تم جان دینے اور لڑنے کی غرض سے آئے ہو تو اپنے
 گھوڑوں پر سے اتر پڑو اور پیدل آگے بڑھو تاکہ میں جانوں کہ تم قتل کرنا یا قتل ہونا چاہتے ہو
 رستم خان راضی ہوا اور سب اپنے گھوڑوں پر سے اتر چکے۔ ظاہر ہے کہ جب سوار سیدان جنگ
 میں گھوڑے سے اتر رہے تو گویا جان دینے پر آمادہ ہو رہے کیونکہ اُس وقت بھاگنے کے ارادہ

محمد علی خان ولد پائندہ خان اکوڑنی کے روانہ کی۔ جو کہ اسماعیل بیگ کو راجہ سے دلی نبض
 سنا اسلئے اُسے پہونچنے میں تساہل کیا جب جسوقت سنگھ راجہ میں پوری نے سنا کہ یہ فوج
 سکیت پہونچی تو اُسے نواب احمد خان سے کہلا بھیجا کہ یہ فوج عنقریب میں پوری
 پہونچے گی اگر اس کے پہونچنے سے قبل تم نے نورالے کو سمجھ لیا تو بہتر ورنہ دو طرف سے تم پر
 حملہ ہو گا۔ صاحبزادے نورالے کے کیمپ میں موجود تھا احمد خان کے ہر کام سے خفیہ اُس
 کے پاس آتے جاتے رہتے تھے اُسے بھی ایک پرچہ پر یہ شعر لکھ کر احمد خان کو بھیج دیا۔
 لے مر خورشید تھارود بیارود بیا دیر مکن مہر خدائود بیارود بیا

یہ خبر سنتے ہی نواب احمد خان نے رستم خان و سردار خان کو طلب کیا اور اُن سے کہا کہ یہ اجرا
 ہے اور اب تمہاری صلاح کیا ہے انھوں نے جواب دیا کہ ہم حاضر ہیں نواب نے کہا کہ کل
 نائید آئی پر پھر وہ کہہ کے حملہ کرینگے کہ جو کچھ ہونا ہو سو ہو جائے۔ گل میان کہ بڑا عاقل جاہلوں
 تھا فقیری بھیس کر کے دشمن کا بھید لینے کے واسطے روانہ ہوا یہاں اُس نے دیکھا کہ سب طرف
 توہین چڑھی ہوئی ہیں اور کوئی جانب غیر محفوظ نہیں ہے کہ جس طرف حملہ کیا جائے۔
 صرف ایک طرف خندق پر بلے کے سید متعین کیے گئے تھے اس جانب البتہ توہین نہ تھیں
 یہ پڑاؤ کی پشت تھی اور اسی طرف کالی ندی کا کنارہ تھا گل میان نے واپس آکر نواب کو
 اطلاع دی کہ یہی ایک جانب ہے کہ جہاں صرف پانسونہ دو فوج متعین ہیں اور یہاں پہونچنے
 میں تین کو س کا چکر پڑے گا۔ لیکن میں اقرار کرتا ہوں کہ میں وہاں تک آپ کو ضرور پہونچاؤں گا۔
 ۹ رمضان ۱۱۳۰ھ چری مطابق یکم اگست ۱۷۱۷ء شب جمعہ کو نواب احمد خان بسم اللہ کر کے
 غروب آفتاب سے تین گھنٹہ بعد اپنی بالکی میں سوار ہوا اور بہرا ہی بارہ ہزار پیدل اور بارہ ہزار
 دشمن کی طرف روانہ ہوا۔ رستم خان اُسکی بائیں جانب تھا منہ شدت برس ہا تھا گل میان

یہاں سرداران فرج کھڑے ہیں۔ الفوزہ بچنے کی آواز تو سب نے سنی مگر اُس کا کہنا کوئی سمجھا
 محمد خان کے بھائی نے جو حال میں افغانستان سے آیا تھا اُس جیلے کا ترجمہ کر کے اپنے ساتھیوں کو
 سنایا۔ محمد خان نے اپنے سواروں کو حکم دیا کہ تم اس جماعت کی طرف بڑھو اور پیدوں سے
 کہا کہ بارہ مارو دشمن کے بہت سے آدمی بیکار ہو گئے مگر باقی آگے بڑھے جب نولرے کے فیلبان
 نے دیکھا کہ لڑائی سخت ہے تو راجہ سے کہا کہ یہ ہاتھی چالیں فرسنگ چلنے کا دم رکھتا ہے اگر
 حکم ہو تو یہاں سے کھال لیچلون۔ نولرے نے اُسکی کمر بولات باری اور کہا کہ ہاتھی بڑھا جنگو
 لڑائی سخت ہے ہو۔ ہاتھی بان نے ہاتھی بڑھایا اُس وقت نولرے نے گالی دیکر کہا کہ کوئی خبر دو
 میں منکوار واقعی سردار ہو گا کہ رفتہ رفتہ تم میں سے اس ملک میں ایک بھی باقی نہ رہے گا یہ کہہ کر
 اُسے تیرا مارا جو محمد خان کے سینے میں لگا۔ محمد خان نے تیر کو ہاتھ میں لیکر کہا کہ تیر تو کس نام و
 کے ہاتھ سے آیا ہے کہ مجھ میں کچھ بھی زور نہ تھا نولرے نے یہ سن کر دوسرا تیر مارا مگر خوبی تقدیر سے
 پھر محمد خان کے نہ لگا ایک سوار کی گردن میں لگا جو گھوڑے سے لڑ گیا اُس وقت ہارے کے
 ایک سید محمد صالح نام کے نولرے سے کہا میں نہ کہتا تھا کہ پٹھان دھوکا دینگے ان پر ذرا رحم
 کرنا چاہیے اب جہاں تک ممکن ہو انھیں خوب ست کیا جائے وہ اس لفظ پر سوچا تھا کہ جڑخان
 کے والد کے ایک غلام نے اُسپر بندہ وق جلانی گولی پشانی پر لگی اور وہ حوضے میں سر ہو گیا
 اُس وقت ایک پٹھان آفریدی نے نولرے کے گولی لگائی کہ وہ بھی مر گیا۔ پھر پٹھانوں نے دشمن کو
 تواری پر رکھ لیا اور ہزاروں کو خاک و خون میں ملا دیا۔ نولرے کے فیلبان نے جب اپنے راجہ کو
 مڑھو پایا اُسے ہاتھی کو ہانکا اور کالی ندی پر لے گیا اور قنوج جا پہنچا جب راجہ کی فوج نے
 نولرے کے ہاتھی کو نہ دیکھا اُنکے دل میں خیال گذرا کہ یہ دو حال سے خالی نہیں ہمارا سردار
 یا تو زخمی ہوا یا مارا گیا پس فوراً مکمل فرج نے پیٹھ پھیر دی ہزاروں سوار و پیادوں نے بھاگنا

بالکل منقطع کر کے سرکبھ ہو کر لڑتا ہے۔ چٹھانوں نے اپنے جامے کے دامن کر سے باندھے اور
 ڈھال تلوار لیکر گھس پٹے کچھ سید تو اسے گئے باقی فرار ہوئے اور راستہ کھل گیا تب راجپوتان
 اندر گھس گئے اور ڈولرے کے سرپے کے پاس جا پہنچے یہاں فوج بھی کم تھی کیونکہ اصل فوج
 حفاظت کے واسطے جا رہا تھا منقسم تھی۔ قاصد نے نول رات کو خبر کی کہ چٹھان سیدوں کو مار کر
 اور بھگا کر اندر گھس گئے ہیں اور آپ کے سرپے کے قریب ہتھیار چل رہے ہیں چونکہ نول رات
 بغیر پوچھا کیے کبھی نہ نکلتا تھا یہ خبر سنکر وہ پوجا کے واسطے بیٹھا اور کہنے لگا کچھ مضائقہ نہیں میں
 اُن کو نچر دین کو بہنی کمان کے گوشے سے باندھ کر لادینگا۔ دوسری مرتبہ قاصد نے بے ادبی سے
 آکر کہا اے بیوقوف تو یہاں بیٹھا ہے اور چٹھان تیرے دروازے تک آپہنچے ہیں۔ یہ سن کر
 نول رات مسلح ہوا اور اُن دونوں ہاتھیوں میں سے جو اُس کے دروازے پر بندھے رہتے تھے ایک
 ہاتھی منگوا یا اُن ہاتھیوں پر شب و روز زور بھگاتا تھا اور حوضے میں دکانیں
 اور ترکش تیروں سے بھرے ہوئے گئے رہتے تھے ڈولرے نے دو تیر ایک ساتھ چلے میں رکھ کر
 اور بڑی فصاحت سے یہ الفاظ زبان مبارک پر لاکر ”مار مئے سالے کو بھڑوں کو“ چلائے۔
 ۱۰ رمضان کو بروز جمعہ علی الصبح لڑائی خوب ہو رہی تھی نواب احمد خان اپنی بالگی میں سوار
 تھا اور اُسکی حفاظت کو چٹھان ڈھال تلوار سے کھڑے تھے تاکہ کوئی تیر یا گولی اُس کے نہ لگے
 پچاس ساتھ کھار بالگی کے ساتھ تھے اُن میں سے ایک زخمی بھی ہوا۔ رستم خان اور میر خان فریدی
 مع ایک ہزار سوار اور چار ہزار پیدل کے اُس جگہ آپہنچے جہاں ڈولرے بہرہی تین چار سو جوان
 وچھ سات ہاتھیوں کے ہاتھی پر سوار کھڑا تھا اس تھوڑی جمعیت کا کچھ خیال نہ کر کے نول رات
 کی تلاش میں بڑھے وہ چند قدم گئے ہوئے کہ ڈولرے کے ہمراہی کے ایک چٹھان نے انھوں
 کے اندر پشتوزبان میں کہا اے کافر دکان چلا آتے ہو خبردار یہاں کوئی نہ آئے پائے۔

پٹھانوں نے اس بات کو بہت پسند کیا اور فیلبان کو لاکھٹیوں کے ہولے سے گرا دیا اس صورت سے
 جس کی جان بچی۔ ~~وہ صحن پہنچ کر وہ نواب احمد خان کے ایک بڑے چھوٹے گھر کو پہنچا تھا اس~~
 وقت نواب کی بالکی پکڑے ہوئے ساتھ موجود تھا نواب نے اسکو حکم دیا کہ ہاتھی پر سوار ہو لے
 گو وہ کبھی سوار نہ ہوا تھا مگر اسوقت سوار ہو کر بخوبی ہانک لے گیا۔

اب ٹوٹ شروع ہوئی نواب نے حکم دیا کہ سولے ہاتھیوں اور توپوں اور خمیوں اور بلنگی
 کے جڑے جس کے ہاتھ آئے وہ اس کا مالک ہے مال غنیمت اس قدر ہاتھ آیا کہ بعض بعض کو
 ایک ایک لاکھ کا مال ملا اس لڑائی میں علاوہ نذرانے اور محمد صالح کے اور بہت سے بڑے
 بڑے عہدہ دار مثل عطاء اللہ خان وغیرہ کے مارے گئے۔ مصنف بتصرۃ الناظرین نے
 فقط بلگرام کے سید و شیخ کے ۳۷۰ بڑے عہدہ داروں کے نام گنوے ہیں جو جنگ میں کام
 آئے۔ نواب بقاۃ اللہ خان جو نہایت عجلت میں طلب ہوا تھا اور رمضان ۱۱۶۳ھ ہجری کو کن پور
 سے روانہ ہوا کن پور قنوج سے چودہ میل جنوب کی طرف واقع ہے اس رات وہ قنوج رہا
 اور دوسرے روز علی الصباح وہ سب روانہ ہوئے جب نذرانے کا لشکر چار کوس رہ گیا ہو گا کہ
 ایک بیک مفردین انبوه انبوه پہنچنا شروع ہوئے۔ رات پر تاب سنگھ جو زخمی ہو کر بھاگا
 تھا اول اُسے کیفیت مشرح اس صیبت کی بیان کی بقاۃ اللہ خان نے دو تین گھنٹہ مقام
 کیا مگر یہ خیال کر کے کہ پاس فوج نہایت قلیل ہے قنوج کی طرف واپس چلا تا کہ راجہ کی
 مستورات و بچوں کو کہیں لیجائے ان سب کو مجتمع کر کے مع راجہ کی لاش کے اور جس قدر
 ہاتھی گھوڑے و اسباب وغیرہ مل سکا انکو ساتھ لیکر وہ وہیں روانہ ہوا۔ مفردین بھی اُسکے ساتھ پہنچے
 ان میں پر تاب سنگھ و حسن علی خان بھی تھے جو دو دن زخمی تھے راستے میں جو ممکن تھا ہمیر
 سے ہمراہ لیا۔ روز شنبہ تاریخ ۱۱ رمضان ۱۱۶۳ھ ہجری مطابق ۳ اگست ۱۷۷۷ء کو وہ

شروع کیا۔ جو شناسوری میں مشتاق تھے یا جو گھوڑے پر اچھا بیٹھ سکتے تھے وہ تو ندی پر پہلے اور
 جو شناسوری سے نا آشنا تھے یا اچھے سوار نہ تھے وہ دریا میں ڈوبے یہ فتح افغانوں کی نولرے
 کی فوج پر گویا نعمت غیر مترقبہ تھی ٹیل فتح بچنے کے قبل گردشمن کی ہزیمت کے بعد محمد خان
 اتفاق سے صرافون کے خیموں کی طرف جانکلا ایک چھوٹے سے خیمے میں چند موٹے موٹے بنیے
 چور پکھیل رہے تھے انھوں نے اُسکو نولرے کے ملازمین سے تصور کیا اور پوچھنے لگے
 بتاؤ تو سہی پٹھان بھاگے یا ابھی موجود ہیں ان بیچاروں کو فتح و شکست کی کیا خبر تھی انکو تو
 خواب میں بھی ایسا خیال نہ گذرا تھا کہ احمد خان کو کبھی فتح نصیب ہوگی۔ اُس نے جواب دیا
 کہ نولرے مارا گیا اور دور تک نواب احمد خان کی عملداری ہو گئی اور تم ابھی تک اس خیال
 میں غرق ہو انھوں نے جو خبر متوحش شناسوری سب کا چہرہ زرد ہو گیا اتنے میں چالین پچاس افغان
 آؤر آپہنچے اور چاہا کہ انکو قتل کر ڈالیں یہ گرد گردانے لگے کہ ہمارے پاس روپوں اور شرفوں
 کے صندوق ہیں سو ہم حملے کیے دیتے ہیں ہم کو کیوں مارتے ہو۔ نواب صفد جنگ کی رعایا
 تھے اب نواب احمد خان کی رعایا ہیں۔ چٹھانوں نے یہ ارادہ کیا کہ پہلے روپیے لین پھر ان کو
 قتل کر ڈالیں مگر محمد خان نے انکو اس ارادے سے باز رکھا جب محمد خان نے دیکھا کہ لوٹنے والے
 سبٹن سے جمع ہوتے ہیں تب اُس نے اُس غلام کو جس نے محمد صالح کو مارا تھا اور چند آفریدیوں کو
 کل نقد کی حفاظت کے واسطے متعین کیا اور بنیوں کو لشکر میں لے گیا یہاں آکر اُس نے رستم خان کو
 اطلاع دی چنانچہ رستم خان نے تین سو جوان اُس روپے کے لانے کے واسطے بھیج دیے ان صندوق
 میں افغانوں کو رقم کثیر ہاتھ آئی اس حصے میں نولرے کا ایک ہاتھی جس پر طبع کار حوضہ اور
 زربفت کی جھول تھی نظر آیا افغانوں نے چاہا کہ فیلبان کو قتل کریں مگر اُس نے جلد ہاتھی کو نواب
 احمد خان کی بالکی کے قریب لیجا کر فتح کی مبارکباد دی اور کہا کہ آپ اس ہاتھی پر سوار ہو جیے۔

تھے طباق اور سرپوش سونے چاندی کے بعض بعض جڑاؤ بھی لگتے ہوئے تھے۔ جو مالیت
 کہ دلاور خان حسب اجازت قلعہ دار کے وہاں سے لے آیا تھا اُس سے تمام عمر بے عیش گذر گئی
 اور ایک مکان عالی شان اور کچھ اشرفیان ایک برتن میں بھری ہوئی چھوڑا۔ نواب احمد خان
 بڑی شان و شوکت سے فرخ آباد میں داخل ہوا بی بی صاحبہ اپنی سوتیلی ماں کو مٹو سے بلوا
 بھیجا اور نذر گذرانی۔ اور ۳۳ محال کے تھانوں پر اپنے آدمی متعین کیے اور جو کچھ ضبط کیا تھا
 سب قنوج سے منگوا بھیجا۔

قائم گنج کے ایک بھاٹ مسے بھبھوتی نے اس موقع پر ایک گیت بنا کر سنایا جس پر نواب
 احمد خان نے خوش ہو کر ایک موضع بطور ناکار انعام دیا۔ وہ گیت یہ ہے۔

عجب ہ صاحب قیامت ہے جس نے جگ سنوڑا ہے	خدا ہے پاک مولا ہے وہی پروردگار ہے
کھڑا باندھا کر کس کر غنیم او پر لیے لشکر	لگے اُسکے عجب چکرِ غزوری کا خارا ہے
نزل سے مرد غازی کو نہ پوچھے بات پاجی کو	نزل سے مرد غازی کو پہنچ گولی سے مار ہے
نزل ہوئے سے منگھ موڑا کہیں اتھی کہیں گھوڑا	مقابل بھی کہیں چھوڑا نہ سرچرا سنھا رہا ہے
چلین تو بین دھڑا دھڑے پہلے بھی پڑا ہے	شتر نالین پڑا پڑے تہور کا پٹاڑا ہے
چلین تیرن سناسن سے چلین گولی مناسن سے	کٹین بکتر جھنا جھن سے پڑی توار دھار ہے
بھبھوتی نام ہے میرا عطائی پور میں ڈیرا	یہی ہے مٹو کا کھیرا تلے گنگا کٹا رہا ہے

صفدر جنگ کی احمد خان پر چڑھائی

افغانوں کی آمادگی جنگ کی خبر متھوئے ہی دنوں میں دلی پہنچی۔ صفدر جنگ نے
 بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ احمد خان برا در قائم خان ننگش ملک و پرگنات کی آبوی
 میں خلل انداز ہوتا ہے اگر چند روز اسی طرح رہے گا تو اُسکا مقابلہ مشکل ہو جائیگا۔ بادشاہ نے

محسن پور پہونچے یہ مقام کانپور سے بہ سمت مغرب پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہے دوسرے روز
جہاں جو مین پہونچے یہ مقام کانپور سے بہ سمت مشرق چھ یا سات میل گنگا کے کنارے پر واقع
ہے نولہارے کی لاش کو صندل کی لکڑیوں میں گنگا کے کنارے جہلا دیا نولہارے کے لئے جانے
کی تاریخ ایک شخص نے "لے نول سرخ روئے نکال لی ہے

روان کر خون ملان جو بھو ادا کر حق نمک موبو

زیر دان رسید نہر دولک بیار و بروں نول سرخ رو

۳۱ رمضان مطابق ۶ اگست کو کانپور پہونچے یہ کوٹ سے پانچ کوس ہے یہاں سے راجہ
ستونی کے گھربار کو گھنٹو بیسجد یا اور بقا اللہ خان نے کوڑے میں قیام کیا۔

فتح سے دوسرے روز احمد خان کے پاس ساٹھ ہزار فوج مجتمع ہو گئی اس میں صاحبزادے
اور چیلے اور بنگش کے خاندان کے بہت سے لوگ اور شہساز تاجرادر گانون والے ہر قوم کے
لوگ شریک تھے۔ جب بم تیلون نے اس فتح کی خبر سنی خوف زدہ ہو کر فرخ آباد کا قلعہ چھوڑ کر
اپنے اپنے گاؤں کو بھاگ گئے۔ جنگ کے بعد احمد خان نے بھوئے خان نام اپنے باپ کے ایک مقبر
چیلے کو پانسو بند و فوجیوں کے ساتھ قنوج پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا اور اس کو حکم دیا کہ
نولہارے کے رنگ محل پر جا کر قبضہ کر لے اور وہاں کی ہر چیز کی حفاظت کرے اس حکم کی تعمیل
حرف بہ حرف کی گئی۔ یہاں لاکھوں روپے نقد تھے اور غلہ با فراہم تھا۔ رحم خان چیلے اکثر
کہا کرتا تھا کہ فتح سے چند روز بعد میرا باپ دلاور خان قنوج کو گیا اور حسب الطلب وہاں
کے حاکم کے رنگ محل میں بھی گیا اس وقت یہ مکان بالکل خالی پڑا تھا مگر روپے اور اثاثہ فین
کے توڑے جا بجا پھیلے ہوئے تھے یہاں زربفت طلائی کے پڑے پڑے تھے دروازوں اور چوکھٹ
سُونے چاندی کے پتر چڑھے تھے۔ ایک پٹنگ جڑاؤ بچھا ہوا تھا اس پر نخل کے ٹکے دھرے ہوئے

نے ملک کا انتظار نہ کیا۔ اگر تھوڑا بھی توقف کرتا تو ان کسانوں کو فتح نصیب نہوتی۔ یہ کمکر
 کثرت الم سے پٹنگ پر ہاتھ دے مائے اور تیکے پر سر رکھ کر بیہوش ہو گئے جب وزیر نے تیکے سے
 سر اٹھایا اور اُن کو غش سے افاتہ ہوا تو ایک منشی کو بلایا اور حکم دیا کہ ایک پروانہ الہ آباد
 کے قلعہ دار کے نام اس مضمون کا روانہ کرو کہ اس حکم کے صادر ہوتے ہی محمد خان غضنفر جنگ
 کے پانچون بیٹوں کو جو وہاں مقید ہیں بڑی عقوبت سے قتل کرے اور دوسرا حکم وزیر نے
 اپنے بیٹے جلال الدین حیدر کے نام جو بعد از ان شجاع الدولہ کے نام سے مشہور ہوا تو دینی بیجا
 کہ پانچون چلیون کو قتل کر کے سران کے میرے پاس بھیج دو۔ جو جب حکم وزیر کے قلعہ دار الہ آباد
 مع چند جوانوں کے قیدیوں کے پاس بارادہ معلوم کیا۔ جس وقت ان مصیبت زدوں نے
 جلا دون کو دیکھا تو امام خان نے قلعہ دار سے مخاطب ہو کر کہا کہ بعد وفات قائم خان کے
 میں منتخب ہو کر جہاں کیا گیا جو کچھ سزاوار ہوں تو میں ہوں ان بیچاروں کا کیا تصور ہے۔
 ایسے وزیر کو اس امر کی اطلاع دو اور تا صدمہ و حکم ثانی ان کا قتل ملوثی رکھو قلعہ دار نے
 ایک نہ سنی آخر جلا د اکی طرف بڑھا ہر ایک اپنے قتل میں بتقابل اپنے دوسرے بھائیوں کے
 پیش منستی چاہتا تھا۔ غرض سب کے سب قتل ہو کر قلعہ میں مدفون ہوئے جس وقت وزیر کا حکم
 جلال الدین حیدر کو پہنچا تاریخ ۲۰ رمضان ۱۱۷۰ ہجری مطابق ۱۲ اگست ۱۷۵۷ء کو اُس نے
 زین العابدین خان داروغہ محبس سے کہا کہ پانچون چلیون کو باہر لاؤ۔ زین العابدین پالی لیکر
 محبس میں گیا اور کہا کہ شمشیر خان وزیر کے پاس سے تمھاری تبدیلی جاے کا حکم آیا ہے ایسے
 میں پالگی لیکر آیا ہوں شمشیر خان نے جواب دیا کہ میں خوب جانتا ہوں جہاں ہمیں پہنچانے کا
 حکم ہے خیر چار کو تم لجاؤ اور مجھے اتنی مہلت دو کہ میں غسل کر کے کپڑے بدل لوں اور اپنے جوار
 کی ناز بڑھ لوں۔ زین العابدین خان شمشیر خان کو بہت عزیز رکھتا تھا مگر وزیر کے حکم سے

عرض سن کر وزیر کو باغیوں کی سرکوبی کی اجازت دی۔ وزیر نے دس ہزار سپاہ بارہ ہزار سوار
 و توپخانہ و خزانہ اور دوسرا سامان جنگ لیکر ۱۲ شعبان ۶۳۳ھ ہجری مطابق ۶ جولائی ۱۷۱۵ء کو
 دہلی سے کوچ کیا اور دریائے جمناسے اتر کر اپنی تیاری میں مصروف ہوئے۔ ۲۸ و ۲۹ شعبان کو
 انھوں نے کچھ فوج نصیر الدین حیدر اور اسماعیل بیگ خان چیلے کے زیر حکم نالراے کی ملک کو
 روانہ کی۔ سلج تارہ رمضان بروز پنجشنبہ ۶۳۳ھ ہجری مطابق ۲۳ جولائی ۱۷۱۵ء کو وزیر نے
 دہلی میں واپس آکر بارہ دیگر بادشاہ سے رخصت حاصل کی اور نجم الدولہ محمد اسحاق خان اور
 میر نظامی اور میر بقا پسران اعتماد الدولہ قمر الدین خان اور نواب ناصر خان صوبہ دار کابل
 وغیرہ امر اور دوسری فرج بادشاہی انکی مدد پر مقرر ہوئی اور بدقت رخصت وزیر کو سپہ اور
 شمشیر اور پھوٹو کھا بار مرحت ہوا۔ اور نجم الدولہ فتح پیچ مع شمشیر اور میر بقا کو فتح پیچ عنایت
 ہوا۔ وزیر نے بڑے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور راوگھا سٹیہ کو جمعیت دویہزار سواروں کے
 اپنے شامل کیا اور سولج کل بن بدن سنگھ جاٹ والی بھرت پور کو بذریعہ خط مدد کے دہلی
 طلب کیا اور یہی لکھا کہ میری اس تحریر کو حا کما نہ تصور نہ کریں بلکہ دوستانہ خیال کریں جو بوج مل
 سہا اور کے مقام پر تھا اُسے آپ سے اجازت چاہی بدن سنگھ نے جواب لکھا کہ حسب الطلب
 نواب جانے کا مضائقہ نہیں مگر نظر دور اندیشی ہو شیادہ ہونا چاہیے اور مسلمانوں کے قول پر
 اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ سو بوج کل پندرہ ہزار سواروں کی جمعیت سے مدد کے لیے روانہ ہوا۔ وزیر
 کی فرج پر سرداران مفضلہ ذیل حکمران تھے۔ نجم الدولہ محمد اسحاق خان داروغہ نزول۔
 شیر جنگ۔ مرزا محمد علی خان کوچک۔ عیسے بیگ خان چیلہ۔ آغا محمد باقر میرنی۔ مرزا شہدئی بیگ
 اور نعیم خان دہلی سے چل کر تین چار روز میں دو منزل آئے تھے کہ انھوں نے نالراے کی
 شکست کی خبر سنی۔ وزیر کو سنتے ہی کمال غم و غصہ آیا اور کہنے لگے افسوس اس خونین الم انحر

ایک ہی مشرب بین سترن سے جہاد کر دیا۔ لاش کلمہ پڑھتی ہوئی کبے کی طرف دس قدم چکر
کھڑی ہو گئی۔ انگلیاں دونوں ہاتھ کی اٹک دھانے تسبیح پر جنبش کرنی تھیں یہ حالت
دیکھ کر مغل اسکی طرف متوجہ نہ ہوا اور پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ خان صاحب تم بیشک شہید
جوہن یہ الفاظ نے زبان سے نکلے لاش اسکی طرف پھری اور رکوع میں آئی مغل یہ حالت
دیکھ کر ڈار زار رونے لگا اور جلال الدین سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے ملون تو نے کس شخص کو
میرے ہاتھ سے قتل کر دیا اور پھر اپنی تلوار پر تھرپ توڑ کر اور کپڑے بھاڑ کر جھگ کو بھاگ گیا۔
شمشیر خان کے لے جانے کی تاریخ یہ ہے۔ ۵

خجروت عدد گوہر جانش سے شفقت حور از گیسوے خود خاک رہش لے رفت
سال تاریخ وفاتش ز خرد بر جستم ہلفے صاحب شمشیر بہادر سے گفت
مفتاح التواریخ میں یہ تاریخ راجہ پر تھی پت کے واقعہ کی لکھی ہے اور کہا ہے کہ وہ
صفدر جنگ کے ایام سے ۶۳۳ ہجری میں مارا گیا۔ مگر کہنے اُس تاریخ کو شمشیر خان کے واسطے
بہتر جانا کئی وجہ سے ایک تو یہ کہ شمشیر کا لفظ اس کے ملے میں آیا ہے اور وہ شمشیر خان کیلئے
مناسب ہے اور پر تھی پت کی اس میں کوئی بھی رعایت نہیں۔ دوسرے مسئلہ ہجری
میں دوبارہ صفدر جنگ نے پٹھانوں پر مرہٹوں کی امداد سے حملہ کیا تھا تو اس یورش
کے درمیان میں راجہ مارا گیا تھا اور راجہ جادوی الاوی مسئلہ ہجری مطابق اپریل
۱۷۷۸ء تک تو احمد خان کے ساتھ رہا البتہ شمشیر خان ۶۳۳ ہجری میں شہید ہوا تھا۔
جلال الدین نے پانچوں لاشوں کو کنوین میں ڈلو کر کنواں پتھرون سے پٹوا دیا۔
وزیر نے مقام مارہر کے باغات میں پڑاؤ ڈال کر دوسری فوج کی حاضری کا حکم دیا
نصیر الدین حیدر اور اسماعیل بیگ خان جو راجہ نول رے کی کمک کے واسطے بھیجے گئے تھے۔

مجبور تھا۔ شمشیر خان کو چھوڑ کر باقی چاروں کے ہاتھ لگی بین بٹھا کر لے گیا۔ سب یہ قتل میں برکت
 جلاوٹ نے بڑھکر چاروں کے سر تن سے جدا کر دیئے۔ اس عرصے میں شمشیر خان نے نہاد و حوکر
 نئی پوشاک پہن کر خوشبو لگائی اور اپنے جانے کی غماز بڑھکر تلاوت قرآن میں مشغول ہوا
 زمین العابدین ہاتھی لیکر وہاں پہنچا اور کہا ہاتھی پر سوار ہو کر تشریف لے چلے تب اُس نے
 قرآن مجید کو جو ودان میں رکھ کر زمین العابدین خان کے حوالے کیا اور یہ پاس اشرفیاء میں
 کہ کسی سید کے ذریعہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فاتحہ کرا دینا اور جو تے لپٹے ہاتھوں سے
 نکال کر دیا کہ کیسی غریب برہمنہ پا کو دیدینا اور اپنی مہر کی انگشتی اُتار کر اپنے نوکر کے حوالے
 کی کہ یہ میرے بیٹے حسن علی کو دیدینا اور اپنی تسبیح مع قرآن دی اور کہا کہ اگر شیر علی کے کوئی
 اولاد ہو تو اُسکے گلے میں ڈال دینا یہ سب وصیتیں کر کے برہمنہ پا قتل کی طرف روانہ ہوا
 زمین العابدین نے ہر چند کہا کہ ہاتھی پر سوار ہو جاؤ مگر اُسے منظور نہ کیا اور کہا کہ بہتر ہے
 میرے غلام ہاتھی نشین کیا فیل نشین بھی ہو گئے ہیں۔ مگر میرے کل دنیوی حوصلے اب ختم ہوئے۔
 جب قتل میں پہنچا اور چاروں لاشوں کو دیکھا کہ لگا بھائیو انا انشاء اللہ کم لاقون۔
 جلال الدین نے اُسکو دیکھ کر کہا شمشیر خان تمہاری شمشیر اس وقت کہاں ہے جواب میں اُس نے
 یہ اشعار پڑھے۔

ہُمان شیر و شمشیر بڑا ن منم چہ سازم کہ قبضہ نہ دارد سرم
 و گرنہ ترا خان دمانت حریف بیکدم تہ خاک کردم عدم

یہ منکر جلال الدین نے جلا کو اشارہ کیا کہ اس کا سر تن سے اڑا دے جلاوٹ نے توار کا ہاتھ
 لٹکایا مگر خطا کی دوسرا تھک لٹکایا پھر بھی خطا کی۔ تب جلال الدین نے ایک مغل سے جو وہاں
 کھڑا تھا کہا تو اسے قتل کر پہلے تو مغل متاثر ہوا لیکن اُسکے اصرار سے توار ہاتھ میں لی اور

امنیت کا حکم شکر مغل شہر سے نکلے اور شہر کو بہت خرابی پہنچی۔ صبح کے وقت جب لشکر کے امیر شاہ حمزہ صاحب کے والد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے بہت کچھ عتاب آمیز باتیں اُن سے کیں وزیر کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے بدرالاسلام و نواب رعایت السدخان و مہارائے کو جُدا جُدا بھیج کر معذرت چاہی اور کہلایا کہ جنگجو اس کا حال معلوم نہ تھا شاہ صاحب نے فرمایا کہ وزیر غلط کہتے ہیں انھوں نے ہلکے شہر کو ~~بلا کر دیا اور وزیر نے اپنے ایک رشتہ دار کو شاہ صاحب کے پاس بھیجا جسے یہی پتا~~ سرے آثار کر زمین پر رکھ دی اور بہت الحاح و زاری کی شاہ صاحب نے یہی کہا کہ جیسا وزیر نے ہمارے شہر کے ساتھ کرایا خدا اُس کا انگو بڑا دیگا۔ پھر دوسرے حالات پر دھکے اُس شخص کو رخصت کر دیا نواب نے تین ہزار روپے مظلوموں کو دینے کے لیے بھیجے شاہ حمزہ صاحب اور اُن کے بھائی سید نور الحسن نے اُنکے دادا کی درگاہ میں ٹھیکر شہر لوہا کے نام لکھ کر ہر ایک کی حالت کے موافق دلوادیئے اکثر سیدوں اور شیخوں اور کنبہوں کی عورتیں قید ہوئیں۔ نصیر الدین حیدر نے تمام شب ان عورتوں کو پکڑنے والوں کے ہاتھ سے لیکر طلحہ و خیمے میں جمع کیا اس سانچے سے صفدر جنگ تمام شب لول رہے اور زار زار روایکیے اور کھانا نہ کھایا۔ صبح ہوتے ہی تمام عورتوں کو اُنکے گھروں پر پہنچا دیا مشغولوں نے لوگوں وغیرہ کو گڑھوں میں چھپا دیا تھا اُن کو تلاش کر کے اُنکے والدین کے سپرد کیا اُس روز قصبہ مارہرہ میں قیامت برپا رہی اور سب کہتے تھے کہ وزیر کو فتح نصیب نہو گی۔ وزیر بعد اطمینان کلی مارہرہ میں ایک عینہ مقام کے مشرق کی طرف بڑھے وزیر کو شٹھی بھر ٹچاؤن سے بہت خوف تھا

! دیکھو وزیر کے پاس ستر ہزار سے زیادہ آدمی جمع ہو گئے تھے جیسا کہ سیر المتاخرین

جب مین پوری کے قریب پہنچے تو جاسوسوں کی زبانی نول رات کی شکست موت کی خبر معلوم ہوئی فوراً واپس ہو کر وزیر کے لشکر سے آن لے جو اس وقت مارہرہ کے قریب مقیم تھا۔

وزیر کی فوج کے ہاتھ سے قصبہ مارہرہ کا غارت ہونا
نجیب و شریف کابل میں مبتلا ہونا

۸ رمضان ۱۱۳۱ھ ہجری کو کسی نفل کے ساربان نے عنایت خان کے دروازے کا درخت کا آگاہ شخص وزیر کا نوکر اور اسی قصبہ کا رہنے والا تھا عنایت خان نے وزیر کی ملازمت کے غرض میں ساربان کو سزا دی تمام ساربان جمع ہو کر اپنے آقا کے پاس فریاد لیکر گئے چونکہ وہ شخص جامعہ دار مغلیہ تھا اس نے حکم دیا کہ عنایت خان کو کچھ لاؤ اس کے سوار و پیادے عنایت خان کے گھر پر دوڑ پڑے یہ حال جبکہ وزیر کے دوسرے سپاہیوں نے دیکھا تو وہ یہ سمجھے کہ شاید قصبہ مارہرہ کی لوٹ کا حکم ہے تمام فوج مغلیہ تیار ہو کر عصر کے وقت قصبہ پر جا پڑی اور طرفہ العین میں اسے تباہ کر دیا اور عنایت خان کو مع اس کے نو جوان کسب ساریشہ کے قتل کر ڈالا شاہ حمزہ صاحب کشف الاسرار میں کہتے ہیں کہ سو آدمی کے قریب لے گئے اور زخمی ہوئے انہیں سے مقتولوں کی تعداد ستر کے قریب ہے شاہ حمزہ صاحب کے بھائی سید نور الحسن خان نے نواب کو اس حال کی عرضی لکھی تھی اور خود مع دوسرے بھائیوں کے مسلح ہو کر شاہ صاحب کے مکان کی حفاظت کے لیے پہنچ گئے جب نواب نے عرضی دیکھی تو بلکہ نصیر الدین حیدر کو مارہرہ میں بھیجا اور ستر سوار اور چوبدار اور ہر کارون کو دوڑایا کہ جا کر لوٹنے والوں کو منع کریں جب تک یہ لوگ پہنچیں وہاں کام تمام ہو چکا تھا غرض کہ

مختص ہو کر چلا گیا اور وزیر سے تمام حال بیان کر دیا۔ اب وزیر نے یہ کیا کہ سید احمد خان کو
 (جو سادات بارہہ سے تھا اور اُسکی جاگیر مارہرے میں تھی اور اگرچہ منصب چھوٹا رکھتا تھا
 لیکن جو ہر ذاتی اور شجاعت کی وجہ سے اُمرا اُسکی توقیر کرتے تھے اور شاہ حمزہ صاحب کے
 والد کی اُسپر بڑی مہربانی تھی) شاہ حمزہ صاحب کے والد کے پاس بھیجا کہ اسے علی گڑھ
 کرادین اُسکے کر عرض کرنے سے حضرت شاہ صاحب نے شیخ محمد اصغر کو جو اُحماد آباد اور
 خادم تھا اور پیغام رسانی کا سلیقہ خوب رکھتا تھا وزیر کے دو خریطے کہ ایک احمد خان کے نام
 اور دوسرا رستم خان کے نام تھا اُسکو دیکر افغانوں کے لشکر میں بھیجا وزیر کا پیغام یہ تھا کہ
 قصبہ پٹیالی سے اُس طرف اپنا ملک لے لین اور اس طرف کے پرگنے ہم سے نقل رکھیں
 چھ ماہ کے بعد پٹیالی واثوہ بھی تمکو دیدیا جائیگا۔ ہماری طاقت قبول کریں اور ہلے ہمراہ
 بادشاہ کے پاس چلین منصب و جاگیر سب سے مست کر کے دیدی جائیگی اس محلے میں فرانس لکھکر
 اور اپنی مہر اُسپر لگا کر پنجہ حضرت مر قاضی علی کو درمیان میں دیا تھا رستم خان نے جو لشکر افغانہ
 کا سرغنہ تھا اور جو کچھ تھا وہی تھا وزیر کی بات قبول نہ کی لیکن خریطے کا جواب مضمون لیت لعل
 کا لکھ کر قاصد کے حوالے کیا احمد خان نے اپنے جواب میں لکھا کہ میں سرکار کا نوکر ہوں لیکن
 خود معذور ہوں رستم خان مختار ہے احمد خان کے لشکر کے پٹمانوں پر خون غالب تھا
 اور یہ کل دس بارہ ہزار جوان تھے اور تمام خود سر تھے اور نواب وزیر کی فوج ستر ہزار سے
 کم نہ تھی۔ شیخ محمد اصغر کے ساتھ شاہ حمزہ صاحب کے والد کا عنایت نامہ بھی احمد خان کے نام
 تھا نواب وزیر کے خریطوں کے سوال و جواب کے بعد رات کے وقت تخلیے میں اُس نے وہ خط
 احمد خان کو دیا اور زبانی بھی حضرت شاہ صاحب کا یہ پیام پہنچایا کہ خدا پر بھروسہ کر کے
 بغیر کسی اندیشے کے وزیر کا مقابلہ کر دنا درمطلق کے حکم سے ضرور فتحیاب ہو گے اب دعا کی

مین ہے اور گیان پرکاش کے قول کے مطابق اُن کے ساتھ ایک لاکھ سوار اور چالیس ہزار
 پیادے تھے پھر بھی بوجہ جن ذاتی کے احمد خان کے نام سے کانپتے جاتے تھے چنانچہ
 شاہ حمزہ صاحب کے والد کے پاس مارہرے کے مقام پر اپنے مصاحبوں میں سے میردار اب
 کو کہ اچھا آدمی تھا بھیج کر عرض کرایا کہ بھلا جہزادہ حکم شود کہ درمیان ماورافغان صلح کردہ
 دہند جناب عالی قبول نفرمودند لیکن دوبارہ وزیر نے میردار اب کو عصر کے وقت
 خود شاہ حمزہ صاحب کے پاس بھیجا وزیر کو معلوم تھا کہ شاہ حمزہ صاحب کے والد کے ساتھ
 احمد خان کو بہت عقیدت ہے میردار اب نے کئی دلچسپ باتیں کر کے دشمنانہ طور پر
 نواب وزیر کا پیغام بیان کیا کہ دو گروہ اسلام میں صلح کرنا بزرگون اور سادات کا کام
 ہے تکلیف کر کے ہمارے پاس تشریف لائیے اور صلح کرو دیجیے حمزہ صاحب نے جواب دیا
 کہ یہ قضیہ جناب عالی کے اختیار میں ہے اُسے جواب دیا کہ حضرت صاحب تو انکار کرتے ہیں
 شاہ حمزہ صاحب بولے کہ پھر میں کیسے اس بات کو قبول کرنے کی جہارت کر سکتا ہوں۔
 پھر قاصد نے کہا کہ نواب وزیر آپ سے ملنے کی نہایت آرزو رکھتے ہیں اور آپ کے واسطے
 نقد و جنس کی کشتیاں اور بالگی تیار رکھی ہے اور صلح کرنا دو گروہ اسلام میں ہمیشہ سے
 بزرگون کا دستور رہا ہے اس قسم کی بہت سی باتیں کیں جب شاہ حمزہ صاحب اس مقصد پر
 راضی نہ ہوئے تو قاصد نے کہا کہ آپ پر نواب وزیر کا بہت ساقی ہے اسلئے کہ دس سو روپے
 آپ کے واسطے سرکار قنوج سے مقرر کروا دیے۔ شاہ حمزہ صاحب نے جواب دیا کہ یہ دوسرے
 لیکن فقیر نے کبھی یومیہ مقرر کرنے کے لیے اُسے درخواست نہ کی تھی نہ اس بارے میں وزیر کو
 کبھی کوئی خط لکھا نہ از کان دولت سے سفارش کرائی انھوں نے خود بخود ہوا خواہی سے
 ایسا کیا ہے میں بھی شب و روز انکی دعا میں مصروف رہتا ہوں۔ مغرب کے بعد میردار اب

کل مال و اسباب نذر کیا اور بادشاہ کی خدمت میں معاملہ پیش کیا وزیر نے ظاہر داری سے خاطر و تسلی کر کے قسم کھائی مگر دل سے کینہ نہ کیا اور مطلق رحم نہ کر کے ہمسے اور انکی شریعت کی ہے آپ ایسے بے ایمان کی مدد کرتے ہیں بیچنا زیبا ہے مناسب یہ ہے کہ ایسے معاملے سے آپ علیحدہ ہو جائیں۔ سو بیچ مل نے جواب دیا کہ اب ہر سر مقابلہ آگے صلح کی گنجائش نہیں ہے اگر پیشتر سے کہتے تو ایسا کیا جانا۔ احمد خان نے شاہ جہان پور و تلمر و بریلی و آٹونہ و جوہنپور کے پٹھانوں سے امداد کی درخواست کی۔ جوہنپور میں احمد خان کے چند احباب آکر آباد ہوئے تھے۔ گل رحمت میں لکھا ہے کہ احمد خان نے بی بی صاحبہ والدہ قائم خان کی طرف سے ایک ایچی روہیلوں کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ بھی مدد کرین حافظ رحمت خان نے جوہنپور سید سعد الدین خان کے مدارالمہام تھے پٹھانوں کی تباہی پر خیال کر کے پر مول خان اور دور خان اور دوسرے جامعہ دارون کو چیدہ سپاہ کے ساتھ احمد خان کی کمک کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ کڑے کڑے کوچ کر کے جلد احمد خان سے جا ملین اور آپ بھی دنگی کے ارادے سے شہر بریلی سے خیمے باہر نکلا کر کھڑے کرائے۔ مگر اس بات کی تحقیق کے لیے کہ وزیر فرخ آباد کے قریب پہونچے یا نہیں تو حتم کیا اور سپاہ کی فراہمی میں مشغول ہوئے۔ اس مقام پر یہ بات قابل غور و لحاظ ہے کہ ابھی ابھی نور و مہلون اور فرخ آبادیوں میں ایک خونریز اور بربادی پنجش معرکہ پیش ہو چکا تھا اور ابھی سے روہیلوں نے انکی مدد شروع کر دی کیا روہیلے اتنی سی ننھی سی سمجھ کے ساتھ حکمرانی کرتے تھے باوجودہ وقت ہی اسی قسم کا تھا۔

احمد خان اُس وقت مع رستم خان کے مغرب کی سمت روانہ ہوا جبکہ دو فوج لشکر مقابل ہوئے تو نواب احمد خان نے رستم خان سے کہا کہ چونکہ نواب وزیر اور سب چل دو فوج

قبولیت کا وقت پہنچا ہے محمد مہر لوط کے وزیر کے پاس آیا اور عرض کیا کہ افغانوں کے لشکرین کوئی دم نہیں غنیمت حضور کی چڑھائی سے خون زدہ ہو کر متفرق ہوئے ہیں۔ نواب وزیر محمد اصغر کی بناوٹی باتوں میں آگئے اور خوش ہو کر آگے کو کوچ کیا۔

شکست وزیر

واقعہ راجپوتانہ میں لکھا ہے کہ کنور سوچ مل جاٹ اپنی جمعیت کے ساتھ مقام کول میں وزیر سے آکر ملا نواب وزیر نے اسماعیل بیگ کو استقبال کے لیے بیجا صاحب نواب وزیر سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے عند الملاقات کہا کہ آپ کے چاروپ سنگھ اور ہمارے والد سعادت خان کے درمیان قدیم سے محبت بھی اب وہ زیادہ مستحکم ہوئی دوسرے روز نواب نے ملاقات بازو دیکھی اس کے بعد کوچ کر کے نو لکھا غ میں ڈیرہ کیا اور فوج کو سنبھالا تو کل فوج لاکھ سے زیادہ تھی کالی ندی عبور کر کے رام چٹوٹی مقام میں قیام پذیر ہوئے اور گرد و لشکر کے خندق کھدوائی۔ رام چٹوٹی سہاؤ سے میل مشرق میں اور پٹیالی سے پانچ میل مغرب میں واقع ہے۔ سوچ مل اپنی فوج سمیت وزیر کے دلہنے بازو پر پیش لشکر کے قریب تھا اور اسماعیل بیگ خان سوچ مل کے بلٹن جانب تھا اور بہت سنگھ بھدور یہ بھی وزیر کے ہمراہ تھا احمد خان نے سوچ مل کے پاس کیل بھیج کر کہلا یا کہ بھائی قائم خان نے روسیوں کی جنگ میں وفات پائی اس موقع کو غنیمت سمجھ کر صفدر جنگ نے بادشاہ سے اس ملک کی ضابطی کی اجازت لی اس بات کو سن کر والدہ صاحبہ اور میرے بھائی وزیر کے پاس گئے اور

۱۵۱ اتھے ۱۳۱۵ اب سہادر کرسان کے نام سے مشہور ہے ضلع ایٹہ میں ہے اور پٹیالی بھی

ضلع ایٹہ میں واقع ہے ۱۲

توپوں پر قبضہ کر لیا۔ رستم خان نے غور سے فاصلے پر بہت فوج دیکھی کہ صف باندھے کھڑی ہے اسے حکم دیا کہ حملہ موقوف ہو۔ یہ سو راج مل کی فوج خاص اسی کے زیر حکم تھی سو راج مل نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ تم بچاؤن سے دست بردست مت رو دیکو نہ انگو شمشیر زنی میں مہارت کامل حاصل ہے بلکہ تیرہ ہندوق سے جنگ کرو اور اسمعیل خان و ہمت سنگھ بھدور یہ سے جو عقب میں بطور کمک کے مقیم تھے مشورہ کرنے لگا ان کی بھی صلاح ہوئی کہ پتھان قریب نہ آنے پائیں بلکہ ہم انکو داہنی اور بائیں طرف سے گھیر لیں ایسے یہ اپنی فوج کو بصورت ہلال قائم کر کے پتھانوں کی طرف بڑھے انھوں نے توپ اور بندوق اور تیر سے افغانوں پر آگ برسانا شروع کی رستم خان اسم باسنی تھا تیر و کمان لیکر پالکی سے اتر پڑا اور تلوار لیکر مع اپنی فوج کے جو گھوڑوں سے اتر پڑی تھی کسے بڑھا اور بہت سے دشمنوں کو قتل کیا اور بہتروں کو ہلاک کیا۔ افغانوں نے اس فتح میں بھی کوئی قبضہ اتنی نہ رکھا مگر چونکہ غنیم کی تعداد زیادہ تھی رستم خان مع چھ سات ہزار جوانوں کے اس معرکہ میں قتل ہوا سو راج مل اور اس کے رفیقوں نے باقی لوگوں کا علی گنج کی طرف بہت دور تک تعاقب کیا۔ یہ مقام میدان جنگ سے چوبیس میل جنوب مشرق میں واقع ہے اس ٹرائی بین سو راج مل کے ہمراہ بوسنگھ چودھری بلب گڑھ والا دھین سنگھ و صاحب رام و سنگھ رام و کھوٹہ برہمن و ہری سنگھ و صورت رام و تلوک چند قریب تھے کہ انہیں سے بوسنگھ و صورت رام و کھوٹہ و تلوک چند و ہری سنگھ ملے گئے۔

اُس وقت رستم خان کی داہنی جانب چند کوس کے فاصلے پر نواب احمد خان وزیر سے لڑ رہا تھا ایک قاصد نے آکر اسے کہنا کہ رستم خان نے شکست پائی اور قتل ہوا اسے آثار خوف یا رنج ملے چہرے پر نمایاں ہونے دیے اور عالم سکوت میں اپنے سرداروں

ایک ساتھ ہم پر چڑھائی کے لیے آتے ہیں لہذا مناسب یہ ہے کہ فوج علیحدہ علیحدہ کر کے اپنا اپنا حریف پسند کر لیں رستم خان نے جواب دیا ہاں خوب نواب نواب سے لڑے اور سپاہی سپاہی سے۔ لہذا میں سو رچ مل کا مخالف ہو گا۔ تاریخ ۲۲ شوال ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۳ ستمبر ۱۷۷۷ء کی شب کو وزیر نے سید ہدایت علی سے جو کہ نجم الدولہ محمد سہاکی خان کی فوج کے ہراول میں تھا اور بریلی میں رہ کر چٹانوں کی لڑائیاں اور ان کے داؤن گھات کو کچھ چکا تھا مشورہ لیا۔ اُسے کہا کہ یہ لوگ اکثر کمین گاہ تیار کر کے دشمن پر حملہ کرتے ہیں اگر اُس وقت طرف ثانی پانڈاری کرے تو خود مغلوب ہو جاتے ہیں اس لیے تین چار ہزار سپاہ اپنی سواری کے ماتھی کے سامنے مع بندوق و جزائل کے رکھنا چاہیے کہ اُن کی شورشن کے وقت آپ کے سامنے جگر افاغنے کے حملے کا تذکرہ کریں اسمعیل بیگ خان نے عرض دینا کر کہا کہ کل دیکھو کیا ہوتا ہے احمد خان کیونکر گرفتار ہوتا ہے سید ہدایت علی خاموش رہا صبح ہوتے ہی بعد نماز وزیر نے لڑائی کا حکم دیا اور تو پچانے اپنے روبرو رکھا اور سو رچ مل چٹا و اسمعیل بیگ خان مع پچاس ہزار جوانوں کے رستم خان کی جانب بڑھے اور حملہ شروع ہوا اسکی دائیں جانب یک ویران گاؤں کی بلندی تھی اسمعیل خان اور سو رچ مل اس بلندی کے دامن میں مقیم ہوئے اور چوٹی پر چند توپیں قائم کیں جہاں سے رستم خان کا لشکر بھٹیک زد پر تھار رستم خان نواب احمد خان کے پاس گیا اور حملے کی اجازت چاہی نواب کا منشا یہ تھا کہ جنگ میں تھوڑا سا وقفہ ہونا چاہیے لیکن رستم خان نے جواب دیا کہ التوا غیر ممکن ہے کیونکہ دشمن فوری ہے اس لیے اُس سے لڑائی شروع کر دینا فوری صلیحت ہے وہ اپنی پانگی پر سوار ہو کر واپس آیا اور اپنے آدمیوں کو جنگ کے واسطے آمادہ کیا جو میں بڑھنے کا حکم ہوا پٹھان فوراً شیربہست حملہ کرتے ہوئے بلندی پر جا پہنچے اور

اور اُسکے پیچھے کچھ سوار بھی تھے۔ جب پٹھان قریب آپہونچے تو نور الحسن خان اور اُس کے سپاہیوں نے کمان اٹھائی اور عبدالنبی خان کے بند و فوجیوں نے بند و قین سرکین اس سے بہت سے پٹھان مارے گئے اور منتشر بھی ہو گئے مگر پھر فی الفور مجتمع ہو گئے اور برابر بڑھتے چلے آتے تھے محمد علی خان کے واسطے ہاتھ میں گولی لگی اور نور الحسن خان کے ہاتھی کے پانچ زخم تھوڑے گئے۔ اس مقابلے میں میر غلام نبی و میر عظیم الدین سید بگرامی مارے گئے اور ناصر خان بھی کام آیا۔ جس وقت نواب احمد خان میدان میں پہونچا مغلون نے چھٹی پر سب توہین کیا بارگی سرکین اُنہیں گوکھروا اور لوہے کے ٹکڑے بھرے تھے انکی آواز سے ساری زمین تزلزل اُٹھی مگر افغانوں کو کچھ بھی نقصان نہ پہونچا فقط پر مول خان کی ایک انگلی کی کھال اڑ گئی۔ مگر زمین و آسمان دھوان دھار ہو گیا بالکل تاریکی چھا گئی احمد خان نے تھوڑی دیر توقف کیا جب دھوان کم ہوا تو ڈھاک کے درختوں کی آڑ میں پھنسا شروع کیا سواروں نے گھوڑوں سے اتر کر تلوار ہاتھ میں لی اور آگے ہوئے نواب احمد خان کساروں سے آواز کہتا جاتا تھا کہ میری بالکی جلد بڑھائے چلو اور دشمن کی فوج میں پہونچو اور کمان سے بھی اشارہ کرنا تھا۔ جب پٹھان توپوں کے قریب پہونچے بند و فون سے گولہ اندازوں کو بھگا دیا زنجیریں لشکر گاہ کی تلواروں سے کاٹ دیں اور وہاں جا پہونچے جہاں وزیر کھڑے تھے اور تیر و گولی برسا نا شروع کی نواب احمد خان بھی ایک ککی فوج لیکر فوراً اُسے آملو نواب تانک کر وزیر کی طرف تیر لگاتا تھا۔ پٹھانوں نے تلواریں ہاتھ میں لین اور کشتوں کے پستے لگا دئے لاش پر لاش گرتی جاتی تھی اُس وقت تلہر کا ایک روہیلہ پٹھان وزیر کے عقب میں آپہونچا اور لڑائی ہوتی دیکھ کر اُس نے ایک شتر سوار خبر لانے کے واسطے روانہ کیا اُسکو حکم ملا کہ تم اُس جانب سے حملہ کرو جس طرف چھتر وار حوضے کا ہاتھی کھڑا ہے۔

کی طرف پھر کر بہ آواز بلند کہا کہ رستم خان نے فتح حاصل کی اور سوچ مل و اسماعیل خان و ہمت سنگھ تینوں کو گرفتار کر لیا چلو ہم بھی کوشش کریں نہیں تو وہ بہادری میں ہرگز ہمت لے گیا ہم وزیر سے جنگ کرتے ہیں اگر ہم اُس پر غالب آئے تو ہمارا بڑا نام ہو گا اور اگر اسے تو ہم میں سے کوئی غیر کو مُنہ دکھلانے کے قابل نہ ہے گا سرداروں نے جواب دیا اگر فضل آگہی شامل حال ہے اور نواب کا اقبال یا در ہے تو ابھی جو کچھ ہوتا ہے ہم دکھلا دیتے ہیں جب کل فوج نے یہی بات کہی تو نواب نے کہا خدا سے دعا کہ سب نے ہاتھ اٹھا کر خدا سے دعا مانگی اور اپنی جان کو اُسکی حفظ و امان میں سپرد کر کے دشمن پر حملہ آور ہوئے جب دونوں فوجیں مقابل ہوئیں تو نصیر الدین حیدر نے جسکی فوج آگے تھی تو پہن چھوڑنے کا حکم دیا مگر چھانٹوں نے ایسی عجلت کی کہ اُن کا کچھ بھی نقصان نہ ہوا جب وہ قریب پہنچے تو مصطفیٰ خان نے جو جنگ تنہائی میں مشہور تھا اپنا مرد مقابل طلب کیا نصیر الدین حیدر اُس کا مقابل ہوا اور دونوں مڑ مڑ گھوڑوں سے گرتے رہے جب نصیر الدین حیدر کی فوج نے اپنے سردار کو مردہ پایا تو اُسکے پاؤں اکھڑ گئے اور سب نے راہ فرار کی لی اُسوقت احمد خان اُس مقام پر آپہنچا جہاں مصطفیٰ خان اور نصیر الدین حیدر کی لاشیں پڑی تھیں وزیر کو یہ شکست بالخصوص کامگار خان بروج فوجدار شہر دہلی کی بغاوت سے ہوئی اُسے احمد خان کا مقابلہ نہ کیا بلکہ پھر کر بھاگا جبکہ وزیر نے دیکھا کہ اُسکے آدمیوں نے مُنہ پھیر لیا ہے تو اُنھوں نے بوجلت تمام محمد علی خان رسالہ دار اور نور الحسن خان جامعہ دار لکھنؤ وغیرہ و عبدالبنی خان چلیہ محمد علی خان کو یہ حکم دیا کہ جلد بڑھ کر پیش لشکر کو کمک پہنچائیں چونکہ مغلوں میں ہر طرف پریشانی پھیل گئی تھی لہذا اس تازہ وارد فوج کی کوششیں محض بیکار ہوئیں محمد علی خان اُنیں بازو پر گیا یہاں تین ہزار فوج پیدل صف باندھے کھڑی تھی

اس بندہ عاصی کی عزت و آبرو دتیرے ہاتھ ہے میرے سوا اُس کو اس آفت سے بچاؤ والا کون ہے۔ دوا یک لمحہ کے بعد وزیر کی ہزیمت کی خبر ان تینوں سرداروں کو پہونچی اُن کے حواس جاتے رہے انگلی خوشی مبدل بہ رنج ہوئی اور مالے خوف کے ہانپتے کانپتے دلی کی طرف اہی ہوئے احمد خان شکر خدا بجالایا اسنے مین جو لوگ وزیر کے تعاقب سے لوٹے ہوئے آتے تھے اُن سے اور نواب اسحاق خان سے مقابلہ ہو گیا اُس نے بہادری سے کہا کہ مین وزیر ابو المنصور خان ہیں یہ شکر افغانوں نے اُسے گھیر لیا اور اٹھی پر سے اُسکو پھینک کر اُس کا سر کاٹ لیا اور لا کر نواب احمد خان کے قدموں پر ڈال دیا اور کہنے لگے یہ وزیر کا سر ہے جب نواب نے اُس پر نظر کی تو معلوم ہوا کہ یہ اسحاق خان کا سر ہے نہ وزیر کا۔

سید ہریت علی نے کل لشکر کے بھاگ جانے کے بعد وزیر کے توبہ خانے کی نوہن جس قدر ساتھ چل سکین ہمراہ لیکر اور متفرق آدمیوں کو جمع کر کے ساتھ لیا شام کے وقت وزیر نے قصبہ مارہرہ مین پہونچ کر جو میدان جنگ سے اکیس میل کے فاصلے پر سمت مغرب واقع ہے سید نور الحسن کو حکم دیا کہ تمہید و خم کی فکر کرے۔ سید مذکور نے سینکنا شروع کیا۔ اکثر مغلوں ہی نے وزیر کے لشکر کے آدمیوں کو لوٹا اور جو بچے اور گائون والوں کے ہاتھ لگے تو انھوں نے انکو لوٹ لیا۔ ان مارہرہ سے دلجمعی کی صورت ہوئی یہاں وزیر نے ایک شب مقام کیا اور یہاں سے دلی کو روانہ ہوئے۔ مگر وہ ابھی ڈی نہ پہونچے تھے کہ انگلی شکست و مذلت کی خبر جا پہونچی اُمرائے منافق اور بادشاہ اور انگلی بان اودھم بائی اور جاوید خان وزیر کے مال و اسباب کی ضبطی کی فکر کرنے لگے مگر کچھ دہشت کھا کر انتظار تحقیق کر رہے تھے جب سنا کہ وزیر زندہ نزدیک آپہونچے تو انکے پہونچنے کے منتظر ہوئے وزیر کی بیوی نے وزیر کے پہونچنے سے قبل اپنے بیٹے اور افسروں کو حکم دیدیا تھا کہ جس قدر آدمی موجود ہیں

اسمیں وزیر سوار میں اُس طرف آدمی بھی کم ہیں اس سے امید کی جاتی ہے کہ کوئی تھاری روک نہ کر سکے گا۔ تھرکا افغان تین سو جوانوں کے ساتھ اس طرف گس آیا جہاں وزیر کھڑے تھے۔ اُسکے بند و چوپن نے بند و قین مارنا شروع کیں وزیر کا فیلبان مارا گیا۔ اور اُن کے بیٹے شجاع الدولہ کا استاد مرزا علی نقی بھی جو وزیر کی خواصی میں بیٹھا تھا زخمی ہوا اور وزیر کے بھی خیف زخم لگا گولی جڑے اور گردن کو چھیلیتی ہوئی واسنے جڑے کے نیچے سے نکل گئی اور وہ غش کھا کر حوضے میں گر پڑے اُن کا حوضہ نہایت مضبوط آہنی پتروں کا بنا ہوا تھا اور اس قدر لمبہ تھا کہ فقط سر اوپر نظر آتا تھا اس سبب سے وہ اور زخمون سے محفوظ ہے۔ پٹھانوں نے حوضہ خالی اور ہمتی کو ملے مالک دیکھ کر اُس کا کچھ خیال نہ کیا اور مغنوں کے تعاقب میں بڑھتے چلے گئے فقط نور الحسن خان و محمد علی خان اپنے حال میں رہے یہ دونوں سردار وزیر کے پاس آئے اور پوچھا کہ اب کیا حکم ہے وزیر نے کہا کہ طبل فیروزی بجوادو گر باد جو اس طبل کے بجنے کے سوا دوسو جوانوں میں ایک شخص وزیر کے پاس آیا۔ اس بات ہونے لگی۔ تب لچھی زرائن جگت زرائن کا بھائی بھالے نہایت مقتول کے دیکھے تھی پھر سوار ہوا۔ گو وزیر کا ارادہ والہی کا نہ تھا مگر یہ مجبوری میدان جنگ سے باز ہرے کی طرف واپس چلے کہتے ہیں کہ جب وزیر کو ہوش آیا تو دارتھی کے بال کھسوٹے اور دانٹون سے ہونٹ کاٹے اور دونوں ہاتھ وزیر کے بھاگنے سے تھوڑی دیر بعد سوجھل جاٹ اور اسمیل خان دراجہ بہت ننگے رستم خان آفریدی کی فوج کو شکست کامل دیے ہوئے اور اُس کو منتشر کیے ہوئے خوشی خوشی وزیر سے ملنے کو آئے تھے۔ ذاب احمد خان مع چند جوانوں کے اُس وقت وزیر کی لشکر گاہ پر قبضہ کیے ہوئے تھا جب اُسکی نظر لشکر عظیم پر پڑی نہایت پریشان ہوا اور درگاہ جناب باری کی طرف رجوع کر کے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کی کہ بار آگیا

سے صلاح پوچھی کہ اگر احمد خان دلی پر چڑھ آئے تو کیا کرنا چاہیے اُس نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو کچھ اتنا س کروں بادشاہ نے اُس کو اجازت دی تب فیروز جنگ نے کل کیفیت مشجہ بیان کی اور بنگلش خاندان کی خدات شائستہ معرض بیان میں لایا اور کہا کہ یہ سب وزیر کی شرارت کا باعث تھا جس سے وہ آمادہ جنگ ہوا۔ ورنہ وہ مطیع سرکار تھا۔ بہت سی گفتگو کے بعد اُس نے کہا کہ اب آپ ہی انصاف کیجیے اس میں کس کا قصور ہے۔ بادشاہ نے تسلیم کیا کہ بیشک جو کچھ تم نے عرض کیا سب صحیح ہے۔ محمد خان غضنفر جنگ اور اُس کے خاندان نے کوئی گستاخی سرکار کے ساتھ نہیں کی یہ جب شرارت صفدر جنگ کی ہے لیکن تمھاری کیا رائے ہے اگر نواب احمد خان قابو پا کر صفدر جنگ کا تقاب کر لیا دلی کا عزم کرے تو اُس وقت کیا کیا جائے گا۔ فیروز جنگ نے اتنا س کیا کہ صلاح دولت یہ ہے کہ نواب احمد خان کو ایک فرمان شاہی مع خلعت و فیل داسپ و شمشیر بھیجا جائے اور اُس کو لکھا جائے کہ اب تک جو کچھ ہوا اُس کا کچھ علم بادشاہ سلامت کو نہ تھا سب زیر کی شرارت سے ہوا وہ اپنے کیفر کردار کو پہونچا۔ اب اگر تم مطیع سرکار ہو تو قصہ دلی کا کچھ نہ فرخ آباد کو واپس جاؤ یہ صلاح بادشاہ کو نہایت پسند آئی فرمان شاہی مع خلعت احمد خان کو بھیجا گیا اور احمد خان فرخ آباد کو واپس چلا گیا۔ حافظ رحمت خان مدار المہام نواب سید سعد اللہ خان کے افسروں نے بھی اس جنگ میں بڑی دلاوری دکھائی تھی۔ نواب احمد خان نے صفدر جنگ پر فتویٰ کی کے بعد حافظ الملک کے جامہ داروں کو خلعت اور ہاتھی گھوڑے اور نقد و جنس دیکر رخصت کیا اور حافظ الملک کو شکر گزاری کا خط لکھا۔ اور اُس میں یہ بھی تحریر کیا کہ اودھ کے فتح کرنے کا ارادہ ہے اگر آپ اپنی سپاہ خیر آباد تک جو آپ کے ملک کی سرحد پر ہے بڑھائیں تو بہتر ہو حافظ صاحب نے شیخ کبیر اور پرپول خان کو

انگوہر وقت لڑنے مرنے کے لیے تیار رکھیں۔ ۲۹ شوال ۱۱۳۳ھ ہجری مطابق ۳ ستمبر ۱۷۲۰ء کو وزیر دریلے جہنا کے کنائے دتی کے مقابل پہونچے اور بادشاہ سے سوال وجواب شروع ہوئے حکم نہ تھا کہ شہر میں داخل ہوں۔ قاضی نے فتوے دیدیا تھا کہ اگر وزیر شکست پا کر لوٹے تو ہاتھی سے باندھ کر شہر کے کنار کرنا چاہیئے۔ شیو پرشاد فرج بخش مین کہتا ہے کہ بادشاہ نے صفدر جنگ کو حکم دیدیا تھا کہ دریلے جہنا کے پارہین ٹی مین انیکا قصد کریں اسکے بعد بادشاہ نے کوئی تعرض نہ کیا اور وزیر شہر میں داخل ہوئے جب اُمرے منافق کی حرکات سنیں اور دیکھیں تو نواب بہادر جاوید خان اور والدہ بلوشتا کو جنگی سازش سے یہ تجویز ہوئی تھی کہ صفدر جنگ کی جائداد ضبط ہو جائے اور بجائے اسکے وزیر سابق قمر الدین خان اعتماد الدولہ کا بیٹا انتظام الدولہ خان خاٹان مقرر ہو) پیام دیا کہ ہنوز میرا مردہ زند و پیرا گران ہے اور مجھ سے کج بازی دوسرے۔ انھوں نے وزیر سے معذرت کی۔ شیو پرشاد نے فرج بخش مین لکھا ہے کہ محمد اسحاق خان کی لاش اُسی طرح میدان جنگ میں پڑی رہی تھی محمد علی خان جو پابندہ خان اکوڑی نواب سید علی محمد خان کے ایک سردار کا بیٹا ہے اور دلی میں سالار جنگ اور مرزا علی خان کی رفاقت میں رہتا تھا اسحاق خان کی مقتولی کا حال سُکر اور معلوم کر کے کہ اُسکی لاش اُسی طرح میدان جنگ میں پڑی ہوئی ہے دلی سے میدان معرکہ میں آیا اور جو افراد نہ لاش کو اٹھالے گیا اور وہ سالار جنگ کے پاس پہونچا دی جسے اُسکی تجہیز و تکفین کی۔

وزیر کی شکست کے بعد بادشاہ نے غازی الدین خان فیروز جنگ ولد نظام الملک

۱۷۲۰ء جیسا کہ سیر المتاخرین میں ہے اور اردن کی تاریخ میں ۱۹ ہے ۱۲۷۵ء دیکھو گیان پرکاش ۱۲

۱۲۷۵ء دیکھو سیر المتاخرین ۱۲

محلہ بجلہ کوچہ کوچہ مستعد مقابلہ ہوئے مگر لگرا م کے سن رسیدہ لوگ جوا محمد خان سے ربط ضبط رکھتے تھے وہ محمود خان کے پاس گئے اور یہ صلاح کر کے اس فتنہ پر خاستہ کو خاموش کیا۔ محمود خان نے پھا پھا سٹو کی طرف آکر اپنے کسی بنی اعلیٰ کو مع میں ہزار سوار و پیادہ کے لکھنؤ پر دھاوا کرنے کا حکم دیا اور اُسے پانچ ہزار فوج کسی سردار کو دیگر لکھنؤ کی طرف روانہ کیا سردار مذکور نے شہر کے باہر پڑاؤ ڈال کر ایک کوتوال اپنی طرف سے مقرر کر کے شہر میں بھیجا۔ شہر اس وقت صفد جنگ کے علے سے خالی تھا کیونکہ متوسلان صفد جنگ خبر شکست و زیرِ سرِ بقاؤ اللہ خان کے ہمراہ قلعہ الہ آباد میں تھے اکثر مغل اپنا اسباب شیخ معز الدین کے گھر امانت رکھ گئے تھے۔ اُسکو اُسکے دوستوں نے منع کیا تھا کہ ان دو گون کا مال گھر میں رکھنا چاہیے کیونکہ افغانوں کو دعوے پیدا ہوگا۔ مگر شیخ مذکور نے اپنی شجاعت کے گھنڈے میں اگر نہ مانا۔ معز الدین خان بمقتضائے وقت سردار افغانہ کی ملاقات کو بیرون شہر گیا اُسے بڑی عزت کے ساتھ ملاقات کی۔ کوتوال نے شہر میں بیجا حرکات اور سختیان شروع کیں شیخ نے اُس کو سمجھایا۔ اس ضمن میں کسی مُفتری نے سردار افغانان سے ظاہر کیا کہ شہر وادوں نے آپ کے کوتوال کو بھرت کیا ہے۔ معز الدین اُس وقت سردار کے پاس بیٹھا ہوا تھا اُس نے کہا کہ کیا مجال کوئی ایسا کر سکے میں جاتا ہوں اور مفسدون کو سزا دیتا ہوں اور فوراً رخصت ہو کر شہر میں آیا۔ شیخ نے خیال کیا کہ اس فرقہ افغانہ کی امان کا اعتبار نہیں پس شہر کے شرفا کو طلب کر کے کہا کہ یہ فرقہ وعدے کا پابند نہیں ہے انکی اطاعت سے بجز مذہب کے کچھ حاصل ہوگا اسلیے بہتر یہ ہے کہ سب لکرا لگو یہاں سے نکال دیں بعض تو خوف کھا کر جان بچا گئے۔ بعض طاقت پر آمادہ ہوئے۔ معز الدین نے زیور فروخت کر کے روپیہ مُمیتا کیا اور شیخ زادہ شہر کو جمع کر کے لنگو کہا کہ کوتوال کو نکال دیں شیخ زادوں نے ایسا ہی کیا۔ معز الدین نے کشتی کو

سپاہ دیکر سرحد ملک اودھ کی طرف یورشین کرنے کے لیے بھیجا جنھوں نے حد شرعی خیر آباد تک فوج کر کے نواب سید سعد اللہ خان کے ملک کا ضمیمہ کیا۔

اُدھر احمد خان نے اپنے بٹے بیٹے محمود خان دجھان خان چلیے کو مع دس ہزار سوار و پیشہار پیادوں کے لکھنؤ صوبہ اودھ پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا اور شادی خان اور کالے خان کو کوٹے کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ محمد امیر خان کو غازی پور پر روانہ کیا۔ نورائے کی شکست و موت سے الہ آباد کے بٹے حصے میں بد انتظامی واقع ہو گئی تھی۔ روپ گنگہ کھنجر جو پر گنہ گردانی پر قابض تھا کہ زمانہ حال میں ضلع الہ آباد میں واقع ہے دسمیر گنگہ ولد ہندو گنگہ چندیلہ و گھنسا گنگہ رکھنئی جو سابق میں پٹھانوں کے دوست تھے ان سب سے مرہٹوں نے سازش کی اور مثل سالگندشتہ اب بھی مرہٹوں کو ندی کے اس پار بلانے کا ارادہ کیا۔ ماہ ذیقعد ۱۱۶۳ ہجری میں پٹھانوں نے طبع آباد میں تھانہ قائم کیا جو لکھنؤ سے مغرب سمت ھا کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور سانڈی کو جواب ضلع ہردوئی میں ہے گڑ بڑ کر دیا اور اٹیٹھی کو جواب ضلع سلطان پور میں واقع ہے لوٹ لیا اور بڑی فوج سے دال گنڈو اور رائے بریلی پر قبضہ کرنے کا سامان کیا۔

نواب احمد خان کی فوج کی اودھ پر یورش

محمود خان اپنے باپ نواب احمد خان کے حکم سے اودھ کو چلا ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۱۶۳ ہجری کو بگرام کی غریبی طرف فروکش ہوا اسکی فوج کے پٹھانوں نے لوٹ کھسوٹ شروع کی اور چند لوگوں کو زخمی کیا وہاں کی رعایا شریف اور سپاہی پیشہ تھی ان کو بھی تاب نہ آئی چند پٹھانوں کو زخمی کیا اور محمود خان کے لشکر کے دوسرا س بار بردار لوٹ لے گئے۔ محمود خان نے دفور غدر سے مع جملہ فوج تیار ہو کر شہر کا محاصرہ کیا اور اس کے لوٹنے کا ارادہ کیا وہاں کے لوگ

لے لگا کے کناے واقع ہے ۱۲

اور بھاری حکومت یہاں سے اٹھ گئی ہے جلدی بہان سے چلے جاؤ چنانچہ دوسرے دن
 پٹھانوں کے بارود خانے میں آگ لگ گئی ایک بارگی بڑی آواز ہوئی صدرا آدمی اُڑ گئے
 تین تین چار چار کوس پر جا کر گرے علی الصبح محمود خان نے لکھنؤ سے کوچ کر دیا اسی کلام
 اگرچہ اس قول میں یہ بیان سچا نہیں کہ محمود خان لکھنؤ میں گیا تھا مگر اس سے سیرالمنانین کے
 مؤلف کے قول کی تغلیط تو کھل گئی کہ شیخ زادوں کی تلوار کے خوف سے محمود خان اپنے ملک
 کی طرف بھاگ گیا اور ان دونوں کے بیانون میں کتنا تناقض ہے ایک کہتا ہے کہ وہ
 پھا پھا منوں کے گھاٹ سے آگے نہ بڑھا تھا دوسرا کہتا ہے کہ لکھنؤ میں مقیم تھا۔

محاصرۃ قلعہ الہ آباد

بعد انتظام مہام احمد خان بذات خود فوج کو گیا اُسکی آمد سنکر نواب بقا اللہ خان
 ولد مرحمت خان جو عہدۃ الملک امیر خان کا حقیقی بھتیجا تھا اور اپنے چچا کے عہد سے کوٹے
 کا فوجدار تھا اور پر تاب نرائن اور خان عالم دامیر خان سرداران و زیر جوڈیڑھ ہزار سپاہ
 کے ساتھ دزیر سے ملنے آتے تھے لکھنؤ کی راہ سے جھونسی بھاگ گئے۔ تب علی قلی خان دغستانی
 صوبۃ الہ آباد کا نائب اُنسے ملنے کو آیا اُس وقت اُنھوں نے معلوم کیا کہ شادی خان میں ہزار
 سپاہ کے ساتھ آیا ہے۔ علی قلی خان اپنی فوج اور کچھ راسے پر تاب نرائن کی فوج لیکر شادی خان
 کے مقابلے کو بڑھا دونوں فوجوں کا کوڑھ جہاں آباد میں مقابلہ ہوا اور جنگ شروع ہوئی
 شادی خان شکست کھا کر لوٹا جب اس شکست کی خبر نواب احمد خان کو پہونچی تو اُسے ارادہ کیا
 کہ بہت سی کمک بھیجے مگر صلاح کاروں نے کہا کہ آپ خود وہاں چلیے کیونکہ آپ کی آمد سن کر
 دشمن فی الفور الہ آباد کا قلعہ خالی کر دیں گے بقا اللہ خان و علی قلی خان نواب احمد خان کی

مغلئی لباس پہنا کر اپنے مکان میں بٹھا دیا اور صفدر جنگ کی منادی کرا دی اور اعلان کیا کہ یہ مغل صفدر جنگ کا بیٹھا ہوا کو تو ال ہے اور ایک سبز جھنڈا حضرت علی کے نام کا ستادہ کیا جو اُس جھنڈے کے نیچے آتا اُس سے رفاقت کی امید ہوتی سردار نے یہ خبر سنی تو شہر پر حملہ کیا دو سو شیخ زادوں نے مقابلہ کیا دریائے گومتی کی طرف سخت لڑائی ہوئی پٹھان بھاگ نکلے وہ سردار بھی جسکے ہمراہ پندرہ ہزار سپاہ تھی بھاگ گیا تمام توپخانہ اور اسباب شیخ زادوں کے ہاتھ لگا۔ محمود خان نے جو پٹھان پھانسیوں کے گھاٹ پر مقیم تھے یہ خبر سن کر لکھنؤ کی طرف کوچ کا ارادہ کیا۔ معز الدین خان نے اُس کو پیام دیا کہ آپ لوگ اپنی حماقت سے اس درجے کو پہنچے اب بندہ خود ہی آپکے پاس پہنچتا ہے چندے وقف کیجیے ابھی محمود خان دہن مقیم تھا کہ یہ مفرد افغان جا پہنچے اور شیخ زادوں کی بہادر کا حال بیان کیا محمود خان خوف زدہ ہو کر اپنے ملک کی طرف واپس ہوا شیخ زادوں نے تمام پٹھانوں کو اودھ کی حملہ آوری سے کال دی یا یہ بیان سیر المتاخرین کے مؤلف کا ہے جس نے ان پٹھانوں کی ترقی کو نیچ و بغض کی نظر سے دیکھا ہے۔ اور تعصب قومی مذہبی کی جو سے ان جو انہر دون کے کارناموں کی جا بجا بد رنگ تصویر کھینچی ہے حقیقت حال یہ ہے کہ جو وقت لکھنؤ کے شیخ زادوں نے سر اٹھایا تو اُس وقت میں وزیر نے مرہٹوں کی امداد و اعانت سے فرخ آباد پر دوبارہ چڑھائی کی تھی سو جس نے ہتھام مکن نہ تھا یہ نوجوان نوب زادہ فرخ آباد کی طرف لوٹ آیا تھا۔

گیان پرکاش کا مؤلف کہتا ہے کہ محمود خان نے لکھنؤ میں بہت ظلم کیا ایک مقدس آدمی نذران محل واقع لکھنؤ میں رہتا تھا اُس کا نام شاہ سبحان تھا اور بہت پاک باطن تھا۔ محمود خان اُسکے پاس کبھی کبھی جایا کرتا تھا ایک روز اُس نے بڑے جوش کے ساتھ کہا کہ تم ہم پر تعدی کرنے سے باز نہیں آنے کل کو شعلہ آتش اُسے گا جو صد آدمیوں کو ہلاک کرے گا۔

اور قلعہ کے درمیان میں ٹھہرایہ فقیر وزیر کے لوگوں کی جانب شریک ہوئے۔ وزیر کے آدمیوں نے اندر گر کر بہتیرا کہا کہ قلعہ میں رہنا چاہیے اُسے منظور نہ کیا باہر ہی رہا۔ بقاء السدخان جنگ آزمودہ آدمی تھا۔ فن حرب میں مہارت کامل رکھتا تھا اُسے دربار ایک پل اُس مقام پر باندھا جو درمیان ترمینی (کہ قلعہ کا پھاٹک ہے) اور قصبہ اراکل کے واقع ہے یہ قصبہ گنگا کے دہنے کنارے پر گنگا و جہنا کے اتصال کے نیچے ہے اُسے اپنا لشکر گاہ تو اُس قصبے میں چھوڑا اور خود مع فوج صبح و شام قلعہ کو آتا جاتا رہا۔ اسوقت فصیل سے برابر توپیں نواب احمد خان پر چھوٹی رہیں۔ اُسکی جانب سے راجہ پر تھی پت اور اُسکے سردار دن نے قلعہ کے لینے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہے۔ راجہ بلونت سنگھ جسے بذات خود آنے کا حکم ہوا تھا اُس وقت جھونسی میں پہنچا اور نواب احمد خان کے بیٹے محمود خان کے توسط سے نواب احمد خان کے پاس حاضر ہوا۔ محمود خان حال میں لکھنؤ سے آتا تھا۔ راجہ بلونت سنگھ نے ایک لاکھ روپیہ نذر گزارنا۔ اُسکو خلعت مرحمت ہوا اور نصف اُسکی ریاست اُسکے نام کر دی۔ باقی نصف ملک پر صاحب زمان خان دلاک زئی جو بہوری نواب کی کسی بیگم کا رشتہ دار مقرر ہوا۔ نواب نے راجہ بلونت سنگھ کو حکم دیا کہ تم محمود خان کو ساتھ لے کر اراکل کو جاؤ اور دشمن کو وہاں سے بھگا کر اپنی فوج کا پڑاؤ وہاں ڈالو تاکہ قلعہ کی آمد و رفت اُسکے اور بابا سد مسدود ہو راجہ نے منظور کیا اور اپنی لشکر گاہ مقام جھونسی کو آکر نادین ہتیا کرنے کا حکم دیا۔ جب نواب بقاء السدخان کے جاسوسوں نے اس ارادے کی خبر اُسکو پہنچائی تب اُسے فکر کرنی شروع کی اور باہم اپنے لوگوں سے مشورہ کیا کہ کیا ایسی تدبیر ہونی چاہیے جس سے دو جانب سے ہر حملہ منہ پائے آخر اسپرادیون کا اتفاق ہوا کہ دوسرے روز مقابل کی فوجوں سے جنگ کریں۔ بقاء السدخان بھی فوج لے کر

آمدنکر وہاں سے پہرے اور الہ آباد کے قلعہ میں پناہ گزین ہوئے انکے ساتھ راجہ پدم سنگھ اور پسران راجہ نور لے بھی تھے احمد خان نے کوڑھ جہان آباد میں پہونچکر چند روز قیام کیا اور یہ عزم کیا کہ خود وہاں سے گھر کو واپس آئے اور جنگ ان تین سرداروں یعنی منصور خان و رستم خان بگلش و سعادت خان آفریدی کے ہاتھ میں چھوڑ دے۔ ان تینوں سرداروں کے پاس بہت سی سپاہ نوکرتھی۔ لیکن مشرقی صوبجات کے حاکموں یعنی پرتھی پت ولد چتر دھاری ولد جے سنگھ سوم ہنسی حکمران پر تاپ گڑھ اور راجہ بلونت سنگھ والی بنارس کے وکیل جو اس کے پاس پہونچے تو اسکو آگے بڑھنے کی ترغیب ہوئی۔ خطوں کا مضمون یہ تھا کہ اگر آپ الہ آباد کی طرف بڑھینگے تو ہم لوگ کوشش کر کے بہت جلد قلعہ خالی کرالینگے پس تمام مشرقی حصہ ملک کا آپکے قبضے میں آجائے گا ان خطوں کے پہونچنے سے نواب احمد خان الہ آباد کی طرف بڑھا۔ راجہ پرتھی پت پر تاپ گڑھ سے اپنی فوج لا کر گنگا کے کنارے خیرن ہو ا نواب نے اسکو خلعت عنایت کیا اور خود اسکی درخواست پر اسکو پیش منکر میں قائم کیا الہ آباد پہونچکر نواب احمد خان نے دریائے گنگا کو عبور کیا اور وہاں سے جھونسی کو گیا اور اس مقام پر اپنی توپیں ایک بلندی پر نصب کیں اس بلندی کا نام قلعہ راجہ ہر پنگ تھا تمام الہ آباد کو خلد آباد سے لیکر قلعہ تک جلا دیا اور لوٹ لیا اور چار ہزار عورتوں اور بچوں کو قید کیا کوئی جگہ بجز شینج محمد فضل الہ آبادی کے مسکن و دریا باد کے لوٹ سے باقی نہ رہی ان دونوں جگھوں پر پٹھان قابض تھے۔ بقاۃ اللہ خان و علی قلی خان وزیر کی جانب سے قلعہ کی حفاظت کرتے تھے اور یہ دونوں نوابان بگلش کی اطاعت سے عار رکھتے تھے چونکہ جنگ میدان کی تاب نہ تھی اس لیے قلعہ الہ آباد میں پناہ گزین ہوئے۔ اتفاقاً اندر گرسنیا ہی کہ مہادیو پرست تھا مع پانچ ہزار برہمنہ جنگ جو فیرون کے وہاں تیرتھ کو آیا اور پڑانے شہر

یہ لوگ مُقیم ہوئے وہاں سے پُل تمام و کمال نظر آتا تھا جس وقت لڑائی شروع ہوئی سعادت خان منصور علی خان کی فوج سے آگے اپنی فوج کو دشمن پر چڑھا لیا گیا جب منصور علی خان کے لوگوں نے یہ حال دیکھا اذراہ رشک جلدی بڑھ کر اُن لوگوں کے آگے ہوئے ان کا یہ قصد تھا کہ پُل کے سرے پر جائیں راجہ پر تھی پت کی بھی رلے ہوئی۔ لیکن جس وقت نواب احمد خان نے خبر فتح کی سنی فوراً ایک شتر سوار نواب منصور علی خان کو واپس بلانے کے واسطے دوڑایا اور کہلا بھیجا کہ آگے جانا گویا پتھر پر سرے مارنے کے برابر ہے حکم پاتے ہی منصور علی خان نے قصد لوٹنے کا کیا مگر پتھی پتے کے آگے قریب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ خالی ہو گیا ہے سپاہین کیا قنات ہے ہم پُل کے سرے تک جائیں اگر قلعہ میں کوئی تنفس باقی ہوگا تو بیشک ہم کو آتے دیکھ کر کوئی چلائے گا۔ پس اگر ہم پر کوئی نہ چلائی جائے گی تو تصور کریں کہ قلعہ خالی ہے اور اُس پر قبضہ کر لیں گے۔ منصور علی خان نے جواب دیا کہ میں خلاف حکم ایسا تصور نہیں کر سکتا ہوں یہ لکھنؤ شادیاں فتح کے بھوانے اور نواب کی خدمت میں واپس آکر مع دوسرے سرداروں کے نذر گذرائی۔

نواب احمد خان ابھی قلعہ الہ آباد کا محاصرہ کیے پڑا تھا کہ تھوڑے عرصے بعد یہ خبر سن کر کہ صفدر جنگ اور مرہٹے فرخ آباد کی طرف بڑھ گئے ہیں اُس طرف روانگی پر تیار ہوا احمد خان نے یہ خیال کیا کہ اگر یکایک یہاں سے کوچ کیا تو قلعہ کی فوج تعاقب کرے گی اس لیے بادشاہ کا فرمان پہنچنے کی خبر اُڑادی اور فرمان باڑی سات آٹھ کوس کے فاصلے پر ٹھہری کر کہ شب کو رہا لہ دارون جماعہ دارون اور مصاحبون سے بلند آواز سے فرمایا کہ فرمان باری دور ہے۔ رات سے سوار ہو نکام سامان روانگی کا تیار کر لو۔ اس تدبیر سے وہاں سے کوچ کیا جب وزیر کی چڑھائی اُلی خیر مشہور ہوئی راجہ پرتاب گڑھ بھی لوٹ گیا۔

پہلے سے پار ہوا اور فوج قلعہ سے باہر آکر اُس سے متفق ہوئی۔ اندر گر سنیا سی بھی حکم پا کر شہر چھوڑنے کے واسطے قلعہ کی آڑ میں آگے بڑھا اور گنگا کے کنارے چلنے لگا۔ شہر سے قلعہ تک نصف میل کا فاصلہ تھا۔ معزم جنگ کھڑا ہوا جس وقت نواب احمد خان نے یہ خبر سنی خود سوار ہو کر اپنی لشکر گاہ کے کنارے آیا اور وہاں سے اُسے نواب منصور علی خان و نواب شادی خان کو سپاہ پر حکومت کرنے کو بھیجا۔ بوجہ حکم کے وہ آگے بڑھے۔ علاوہ ازیں اُن کے ساتھ اپنی سپاہ کے دس ہزار جوان زیر حکم رستم خان بنگش اور چار ہزار سعادت خان آفریدی کی ماتحتی میں اور دو ہزار منگل خان کے حکم میں اور تین ہزار یکہ جوان محمد خان آفریدی کے زیر حکم اور دو ہزار آدمی عبدالرشید خان چیلے کے حکم میں تھے اس کے سوا اور بھی سردار ساتھ تھے یعنی نامدار خان برادر غیرت خان۔ نور خان ولد خلیل خان متنبی۔ نامدار خان برادر بہت خان متنبی اور عبداللہ خان ورکزی۔ نواب احمد خان نے ان سب کو حکم دیا کہ اپنی فوج کے ساتھ بڑھ کر دشمن کو بھگا دیں۔ راجہ پریتی پت سے نواب احمد خان نے کہا کہ تمہارا مقام پیش لشکر ہے وہاں جاؤ راجہ گلے میں آگے ہوا تین گھنٹہ توپ و بندوق وہاں کا ہنگامہ گرم رہا آخر کار راجہ پریتی پت جو آگے تھا قابو پا کر دشمن کی سپاہ میں در آیا یہ دیکھ کر منصور علی خان اور دوسرے سردار اُسکی مدد کو بڑھے۔ راجہ ماتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوا تب اُسکے ہمراہی اپنے گھوڑوں سے اتر کر شمشیر بدست دشمن پر چھپے اس مقام پر پہونچ کر منصور علی خان بھی اپنے ماتھی سے اتر کر راجہ کے لگے پہونچا۔ بقا اللہ خان کے چیدہ چیدہ آدمی کام آئے یا زخمی ہوئے اور جب بقا اللہ خان نے دیکھا کہ فتح کی امید نہیں ہے اپنی سپاہ کے ساتھ پہلے کے پار گیا اور گورانداز تو بہن قلعہ میں چھوڑ کر پہلے کے پار بھاگ آئے اور بھاگتے وقت اپنے کنارے کی طرف پہل توڑ دیا۔ نواب احمد خان کی فوج کو اس صورت سے یہ فتح نصیب ہوئی اور میدان پر قابض ہوئی۔ اور جس جگہ

اُسکی فرج میں بابت بقایاے تنخواہ کے بلوا ہو گیا اور وہ تنہا اعظم گڑھ کی طرف روانہ ہوا بلونت سنگھ نے تب اُس کا گھر لوٹ لیا صاحبِ مان خان اعظم گڑھ میں اپنے آپکو محفوظ بنایا ملک بنیا کو گیا اور وہاں کے راجہ نے اُسکو پناہ دی۔ تھوٹے عرصے کے بعد وہ جونپور کو واپس آیا۔ لیکن بلونت سنگھ نے پھر اُسے مقرر کر دیا۔

نقل ہے کہ جب بنارس کے مہاجنون نے پٹھانوں کی آمد سنی وہ بھولپور پر چڑھ کر اُسے آٹھ کوس کے فاصلے پر پہنچ گئے اور کہا کہ ہم دو کروڑ روپیہ بطور محصول داخل کرتے ہیں اس شرط پر کہ پٹھان ہمارے شہر میں نہ آئیں ان کا یہ حال تھا کہ کہتے تھے اگر ہم پٹھان کو خواب میں بھی دُور سے دیکھتے ہیں تو کانپنے لگتے ہیں۔ غرض کہ دو کروڑ روپیہ دیا گیا اور پٹھان واپس گئے۔

وزیر کا بادشاہ سے عفو قصور کرانا اور اُن سے
احمد خان پر چڑھائی کی اجازت لینا۔ مرہٹوں اور
بھرتپور کے جاٹوں کو اپنی مدد کے لیے بلانا

وزیر رام چٹونی میں شکست کھا کر ۲۹ شوال ۱۱۳۳ھ ہجری مطابق ۲۰ ستمبر ۱۷۵۰ء کو دہلی واپس آئے اور یہاں پہونچ کر انھوں نے دیکھا کہ بادشاہ مجھ سے سخت ناراض ہیں تو نہایت غمگین ہوئے ایک عرصے تک وہ گھر سے نہ نکلے ہر وقت سر پر ہاتھ رکھتے بیٹھ رہتے تھے آخر الامکانی بیگم نے انکو ڈھارس دی اور اقرار کیا کہ جتنا روپیہ میرے پاس ہے سب تم کو دیتی ہوں یہ سنکر انکو ہمت ہوئی اور انھوں نے راجہ ناگرل۔ اور بھی نرائن اور

نواب احمد خان کے افسر سے بلونت سنگھ راجہ

بنارس کی مخالفت

جبکہ نواب احمد خان الہ آباد کے محاصرے میں مصروف تھا تو اُنے یہاں سے صاحبزادہ خان
ولا زاک جو پوری کو مقامات جو پور۔ اعظم گڑھ۔ اکبر پور و دیگر مقامات میں اپنا نائب
مقرر کیا تھا۔ بلونت سنگھ نے نصف یا ست کے فینے سے انکار کیا اور صاحب زمان خان کو حکم
پہنچا کہ اُسکو ملک سے بھگا دو۔ اُسکو ملک بھی گئی۔ اور اکبر شاہ راجہ اعظم گڑھ اور شمشاد جہان
زمیندار مول اُس کے آکر شریک ہوئے۔ اول اعظم گڑھ سے تیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔
فوج اکبر پور میں جمع ہوئی اور ایک چھوٹا سا قلعہ سرانپور کا پندرہ روز کے محاصرے کے بعد
منفوج ہوا زمان بعد جو پور کی طرف بڑھے اور چھ گھنٹہ سخت لڑائی کے بعد حملہ آور ہو کر گھس آئے
اور اُس مقام پر قابض ہو گئے صاحب زمان خان نے آپ ہی بٹھنے میں تاخیر کی اور نظام آباد
کی طرف کوچ کیا یہ مقام جو پور سے تیس میل شمال و مشرق میں ہے بلونت سنگھ سے عہد پر بیان
ہونے کے بعد جس کا ذکر پیشتر ہو چکا ہے صاحب زمان خان مع حاجی سرفراز خان کے اُس حصہ
ملک پر قبضہ کرنے کے واسطے روانہ ہوا جو دریائے گنگا کے شمال کی طرف واقع ہے بلونت سنگھ گنگاپور
سے جو بنارس سے تھوٹے فاصلے پر مغرب میں واقع ہے روانہ ہو کر مرہا ہوس پہنچا یہ مقام
جو پور سے بارہ میل جنوب میں ہے اور صاحب زمان خان سے پنے ملک کی واپسی کا مطالبہ
کیا ہر دو متخاصمین کا تصفیہ جنگ پر منحصر ہوا۔ بلونت سنگھ کے افغان سرداروں نے اپنے
ہم قوم افغان یعنی صاحب زمان خان سے جنگ کرنے سے انکار کیا۔ لاچار ہو کر بلونت سنگھ نے
معاملہ صلح ہی کو مناسب جانا صاحب زمان خان نے چاندی پور میں پڑاؤ ڈالا۔ دوسرے روز

اُس کا پیام بیان کیا۔ چہار شنبہ کو جاوید خان حضرت نظام الدین کے مزار کی زیارت کے بعد پوشیدہ وزیر کے مکان پر آیا اور دھڑ دھڑ کی باتوں کے بعد ناظر نے وزیر سے کہا کہ بادشاہ سلامت کا مزاج تمھاری طرف سے بالکل پھر گیا ہے کسی کو جرأت نہیں کہ کوئی بات بہتری کی تمھاری بہت حضور میں عرض کرے اور نواب فیروز جنگ نواب احمد خان کے واسطے سعی کرنے پر اس قدر مستعد ہے کہ کسی کی مجال نہیں ہے کہ اُس کے خلاف ایک بات بھی منہ سے نکال سکے۔ وزیر نے بعض الفاظ قریب الفہم جاوید خان سے کہے اور کہا کہ اگر آپ اس معاملے میں دست اندازی کریں اور بعنوان شائستہ بادشاہ سلامت سے عرض معروض کریں تو خوب ہو۔ تاریخ مظفری سے معلوم ہوتا ہے کہ وزیر نے اُسکو ستر لاکھ روپے بطور نشت کے دینے پر راضی کر لیا۔ نواب ناظر نے اپنی بات پر بھروسہ کر کے اقرار کیا کہ جب موقع مناسب ہوگا۔ تمھارے حق میں سفارش کروں گا۔ اور انشاء اللہ بادشاہ سلامت کے مزاج کو تمھاری طرف رجوع کروں گا بعد اس گفتگو کے وہ سوار ہو کر اپنے گھر روانہ ہو ایتین روز کے بعد ایک اخبار نویس کے پاس سے جو احمد خان کے لشکر گاہ میں متعین تھا ایک خط اس مضمون کا آیا کہ صوبہات مشرق کے زمیندار راجہ پر تھی پت دراجہ بلونت سنگھ اور دوسرے زمیندار مع زکثیر نواب احمد خان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے تئیں نواب کا مطیع قرار دیا یہ بھی الہ آباد کے محاصرے کے واسطے نواب کے شریک ہوئے جن بڑی فوج جمع ہو گئی ہے اور روز بروز جمع ہوتی جاتی ہے ایک لاکھ سوار اور بیسٹھار سپیدل زیر لوئے نواب احمد خان مجتمع ہو گئے ہیں۔ دیکھا جاہیے بعد فتح قلعہ الہ آباد کے پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ نواب ناظر نے موقع پر جس طرح وزیر سے اقرار کر لیا تھا کہنا شروع کیا اور جو باتیں ازراہ دور اندیشی اُسکو سکھلائی تھیں اُس نے بادشاہ سے بیان کیں۔ ناظر ایسے الفاظ سے کہ

اسمعیل بیگ خان کو طلب کیا اور سید عبدالعلی کو بھی جو انھیں دلاؤن اجمیر سے پہونچا تھا شرکب مشورہ کیا۔ اسمعیل بیگ خان نے صلاح دی کہ افغانستان سے فوج منگانی چاہیے۔ ناگرل کی رہے ہوئی کہ روہیلون کو تباہا چاہیے اور کہا کہ قائم خان کے حملے کے سبب سے روہیلے فرخ آباد کے پٹھانوں سے عداوت کھتے ہیں وزیر نے اس تجویز کو ناپسند کیا اور کہا کہ اگرچہ افغان باہم لڑتے ہیں لیکن اگر کوئی اور غنیمت اُنسے لڑنے جائے گا تو سب متفق ہو جائیں گے۔ تب وزیر نے سید عبدالعلی سے صلاح پوچھی اُنسے کہا کہ آپ کے ساتھ فوج سابقین میں بھی کم نہ تھی اور اب بھی جس قدر درکار ہو مہتیا ہو سکتی ہے گورسہ داران جنگ دیدہ و آزمورہ کو رفیق کرنا چاہیے وزیر نے کہا بتلایے کون ایسے لوگ ہیں۔

جواب دیا کہ بخت سنگھ اور سرداران مرہٹہ اس کام کی لیاقت رکھتے ہیں اور راجہ بھی نرائن نے بھی مرہٹوں کی فوج کثیر کا مذکور کیا اور کہا کہ آپا سندھیا اور لہماراؤ کے پاس ستر اسی ہزار فوج اس وقت کوٹے کے قرب جوار میں ہے ایک ہزار مرہٹے دس ہزار افغانوں کے واسطے ہیں اور پٹھان مرہٹوں کے نام سے چونک بڑھتے ہیں اب وزیر نے مرہٹوں سے مدد مانگنے کا ارادہ کیا۔

وزیر کو دوسرا بڑا کام اہم یہ باقی تھا کہ بادشاہ کو کسی صورت سے رضامند کرنا چاہیے اس غرض سے وزیر نے راجہ جگل کشور وکیل مہابت جنگ کو نواب ناظر جاوید خان کے پاس بھیجا اور اُس سے اعانت چاہی۔ اس جاوید خان خواجہ سرکار بادشاہ نہایت عزیز رکھتا تھا وزیر کا حال بالتصریح سننے کے بعد جاوید خان نے کہا کہ ایسے معاملہ کی محنت بالموافقت ہونی چاہیے۔ بروز چہار شنبہ میں بغرض فاتحہ خوانی۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا کی درگاہ میں جاؤنگا۔ بوقت والہی وزیر کے مکان پر آؤنگا اسوقت جن چیدگیوں کو وہ سیکھنا چاہیں مجھ سے بیان کریں جو گل کشور نے واپس اگر وزیر سے

آپاسیندھیا اور ملہاراؤ جو اس وقت راجپوتانے میں ہیں وہ اگر طلب کیے جائیں تو حضور عالی کی نوکری کر لینگے۔ اور اپنے ہتھیار کی اُمید پر جو حکم ان کو دیا جائے گا اُس کی تعمیل و فاداری کے ساتھ عمل میں لائینگے۔ سو راج مل جاٹ کی فوج بھی اگرچہ صفدر جنگ کے ساتھ گئی تھی مگر اُس نے شکست پائی نہ منتشر ہوئی سو اسکے نواب سید سعد اللہ خان کا مدار الملہام صفدر جنگ کا و دست ہے آخر الامر بادشاہ جاوید خان کی باتوں میں آگئے اور حکم دیا کہ صفدر جنگ سے کہو کہ اُس کا قصور معاف ہو گیا ہے اور کل دربار میں حاضر ہو جاوید خان خوش خوش اپنے گھر کو گیا اور رات کو وزیر کے مکان پر پہنچا۔ پہلے دو نوں باہم بے لگیر ہوئے بعد ازاں جو گفتگو بادشاہ سے ہوئی تھی سب وزیر سے دُہرائی اب جاوید خان جو گل کشور کو ساتھ لے کر اپنے مکان کو گیا اور اُس سے کہا کہ وزیر سے کہدینا کہ کل دربار میں حاضر ہوں اور فی الفور ایک فردنڈرانی کی تیار کروں۔ تعداد نڈرانی کی عیسے لاکھ روپے سے کم نہ ہو۔ جو گل کشور نے واپس آکر وزیر سے کہا کہ عیسے لاکھ نڈر مقرر ہوئی ہے کہ جاوید خان سے ملاقات کے وقت دینا چاہیے جیسا کہ آرون صاحب کی تاریخ میں لکھا ہے پھر یہ بات تاریخ مظفری کی کیسے قابل پذیرائی ہوگی کہ جاوید خان کو ستر لاکھ روپے رشوت میں دینے ٹھہرے تھے جبکہ خود بادشاہ کی نڈر کے لیے عیسے لاکھ روپے کی فردنی اور نہ وزیر اُس وقت اس قابل تھے کہ ستر لاکھ دے سکتے۔ القصہ دوسرے روز علی الصباح بادشاہ نے محل سے برآمد ہو کر دیوان عام میں سنگ مرمر کے فرش پر جلوس فرمایا۔ اُمرا و اراکین مع میر تنزک حاضر ہوئے اور آداب بجالا کر اپنے اپنے پائے پر کھڑے ہوئے اُس وقت ناظر جاوید خان کو حکم ہوا کہ وزیر صفدر جنگ کو بارگاہِ سلطانی میں حاضر کرے جس وقت جاوید خان وزیر کے مکان پر پہنچا تیس خوان جواہر و پارچہ لے قیمتی کے اُس کے روبرو

جن سے دل پر بڑا اثر پیدا ہو کئے لگا کہ جب ملکی معاملات کی طرف خیال کرتا ہوں تو مجھے سخت تردد ہوتا ہے۔ میری نیند جاتی رہتی ہے۔ صفدر جنگ کے شکست کھا کر واپس آنے کے بعد فیروز جنگ نے ایک فرمان گویا بصورت تمنیت نامے کے احمد خان کے نام باستقرار ریاست موروثی بھجوا یا تھا اُس پر قناعت نکر کے اُسے ریاستہائے خالصہ پر بھی قبضہ کر لیا ہے اور اپنے بیٹے کو ملک اودھ کی تسخیر کے لیے روانہ کیا ہے اور خود الہ آباد کو محاصرہ کیے ہوئے اس کے بعد بنگال کا عزم کر گیا اور اخبار نویسوں نے حضور عالی کو بخوبی اطلاع دی ہے کہ اُس نے لشکر عظیم اکٹھا کیا ہے علما یہ کہتے ہیں کہ کتاب اخون درویزہ مرشد ملی فغانان میں یہ لکھا ہے کہ کوئی افغان سردار ہر جمعیت زائد از دوازدہ ہزار مرتبہ شاہی کو پہنچے گا پس اس صورت میں احمد خان جسکے پاس ایک لاکھ سے زائد فوج ہے اور سات سو بے قبضے میں ہیں اپنے تئیں بادشاہ بنانے سے کیونکر باز رہ سکتا ہے جب جاوید خان نے اس طوالت کے ساتھ یہ قریب آمیز گفتگو کی تو بادشاہ سخت متروک ہو کر پوچھنے لگے کہ اب اس مشکل سے نکلنے کی کونسی صورت ہے یہ سنتے ہی جاوید خان نے عرض کیا کہ صفدر جنگ کا حضور معان ہو اور احمد خان کو مطیع کرنے کا کام اُسکے تفویض کیا جائے۔ بادشاہ نے یہ جواب دیا کہ صفدر جنگ سے کچھ بھی امید نہیں ہے کیونکہ وہ فوج کثیر بندوق بان یہ سب کچھ لیکر گیا تھا مگر احمد خان نے تھوڑی سی فوج سے اُسکو شکست فاش دی اور اب جبکہ احمد خان کی طاقت بہت بڑھ گئی ہے تو صفدر جنگ اُس نال باری فوج سے اب کیا کر سکتا ہے۔ زدہ را بایر زو مثل مشہور ہے بادشاہ نے جاوید خان سے کہا کہ میری رائے میں تمہاری غیبت بالکل خیال خام ہے میں اسے ہرگز منظور نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ اچھی تجویز میں کبھی رنجیت ہوگی۔ جاوید خان نے جواب دیا کہ کترہن کی اس تجویز کے متعلق اور بھی مذاہیر ہیں۔

۱۰
 بان ہندوستان میں راجا کجاہک
 راجا تھا جو ہونے لگا ہوتا تھا
 کہ آتش بازی کی چیز تھی
 میں بارود دھری ہوئی تھی
 دیکھنے کی چیز کی ہونے لگی
 تھی اور اس کے تھکنے کی کوئی
 نقصان پہنچا تھا اور انفجار کی بان
 بہت تھی تاکہ کہتے ہیں وہ بان پر
 نہیں بہتیر میں نہیں
 حکیم سے جاری ہے
 جکیا بدھ کی بجائے ہونے لگی
 اسلئے جواب دینے میں بان
 موہنے کا حال ہے جن میں
 بارود تھی تو اس سے ملنے لگا
 اور کچھ زمانے کی طرح
 بیان میں بان سے وہی تیار
 ہوتا چار دھن کے زونے میں
 کی فوج میں چھپا تھا
 از تسبیل الفات موثر
 تاریخ ہذا

پچاس لاکھ روپوں کے لیے چار لاکھ چھانڈوں سے لڑائی کرین جنگ دوسم دار دیہ کیونکر یقین ہے کہ ہم ضرور اُن پر فتیاب ہونگے ممکن ہے کہ ہم کو ہی شکست ہو جائے آخر ملہار راؤ ایک کرڈر پر راضی ہو گیا کیونکہ وہ صفدر جنگ کو حاتم سے کم نہ جانتا تھا اُس نے آپا کو بھی راضی کر لیا اور اپنے حقیقی بھتیجے نکو کو بھی جو جسوت راؤ کا بھائی ہے ساتھ لیا عمار السعادت میں اسی طرح لکھا ہے۔ سیر المتاخرین میں بیان کیا ہے کہ ظاہر ہر پندرہ ہزار روپیہ یومیہ سو بچ مل کا اور ۲۵ یا ۳۵ ہزار یومیہ تازمان جنگ مرہٹوں کا قرار پایا۔ اور گیان پرکاش میں بیان کیا ہے کہ مرہٹوں کے لاکھ سواروں کو جو باج تھی آپا و ملہار راؤ تھے لاکھ روپیہ کوچ اور پچاس ہزار مقام دینے کا اقرار ہوا اور سو بچ مل خود اول سے شریک تھا لیکن یہ بات درست نہیں کہ سو بچ مل موجود تھا کیونکہ وہ پہلی لڑائی کے بعد اپنے وطن کو لوٹ گیا تھا دیر نے پھر اُس کو بڑی منت اور خوشامد کے ساتھ اس جنگ عظیم میں شریک ہونے کو بلایا۔ صفدر جنگ نے جو خط اس موقع پر سو بچ مل کو لکھا تھا اُسکی نقل صفدر جنگ کے اُن قلمی خطوں سے جو بہت پورے آتے ہیں کرتا ہوں وہ ہذا۔

فرزند وفادار بہادر من۔ قرار دادہ بودند کہ از ہمسایات خود فرغ حاصل کردہ بعد دو ماہ در حضور کے رسم۔ مدت بامتداد انجامید کہ ایفا و وعدہ ہنوز عمل نیامدہ و لیس جانب جان و دل مشتاق خصوصاً میں و لاکہ انصرام مسم فاغنی منظور خاطر و صلاح ما رہے سرکار بر ذمہ ہمت شہاست قف در زود شافق آن وفادار موجب کمال نگرانی انتظار است۔ مخالفان شقاوت بنیاد کہ بحسب اتفاق بروایت خدا داد درست افتہ بودند حالانحوت وغرور۔ در سر دارند و با جماع ہم کف دور و نزدیک مشغول۔ ہر چند عزیمت

پیش کیے گئے۔ بعد معمولی انکار کے اُس نے انکو قبول کیا بعد ازاں وہ حضور میں حاضر ہوئے
وزیر نے اپنا سر بادشاہ کے قدموں پر رکھ دیا۔ بادشاہ نے سر اٹھا کر چھپاتی سے لگا لیا
وزیر نے عرض کیا کہ غلام نے بڑا گناہ کیا مگر ملتی عفو ہے۔ بقول سعدی علیہ الرحمۃ ۵

بندہ ہمان بہ کہ ز تقصیر خویش عذر بدر گاہ خدا آورد

ور نہ سزاوار خداوندیش کس نتواند کہ بجا آورد

بادشاہ نے فرمایا کہ میں نے بعد غور تمہارا قصور معاف کیا اور عذر پذیر کیا خلعت
وہ پارچہ مع فیل واسپ شمشیر وزیر کو مرحمت ہوا وزیر نے اپنی فردنذرانہ نقدادی
عمر لاکھ روپیہ پیش کی اور رخصت ہو کر بیچاس ہزار روپیہ خیرات کرتے ہوئے گھر کو
روانہ ہوئے۔

حسب استدعال جاوید خان لہار راؤ اور آپاسیند صیا کے نام ایک فرمان شاہی
جاری ہوا اور ایک خط وزیر نے بھی دیا اور مرہٹوں کے پاس یہ تحریرین لیکر راجہ
مہارائن جو وزیر کی سرکار کا مدار علیہ تھا اور شرسکداس اور جگل کشور روانہ ہوئے
اور بابور سے وکیل مرہٹوں کا بھی انکے ساتھ گیا ان قاصدون کو کوٹے سے دو پڑاؤں مسطر
اور دہلی سے دوسو کٹھ میل جنوب میں مرتھے ملے۔ انھوں نے وزیر کے خط کا مضمون
معلوم کر کے آپا نے دو کروڑ روپے طلب کیے رام نرائن نے بیچاس لاکھ روپے کئے آپا نے
اُس سے کہا کہ تمہاری نظروں میں بیچاس لاکھ روپے زیادہ ہیں ہم تو ایک معامے میں
اتنے لے لیتے ہیں۔ ہماری نظر میں اس قدر روپیہ بچ ہے۔ جہکو کیا ضرور ہے کہ

۱۵ دیکھو گیان پرکاش اور عباد سادات آردن صاحب نے رام نرائن کہا ہے اور سیر الملتا حسین میں
بھی نرائن آج ۱۶ دیکھو گیان پرکاش ۱۷ دیکھو سیر الملتا حسین ۱۸

پچھلی نرائن سے اس سلسلے میں مشورہ کیا اُس نے عرض کیا کہ مرہٹوں سے تو اس شرط پر
نرخ جنگ ٹھہرا ہے کہ وہ جب بالکل چٹاؤن کا ملک فتح کرادیں تو اسوقت یہ رقم دی جائے گی
جب آپ کا قبضہ اُس ملک پر ہو جائے گا تو کروڑ روپے کیا چیز ہیں بالفعل جو کچھ روپیہ کے پاس
موجود ہے اُس میں سے تھوڑا سا فوج کو دیکر باقی اپنے صرف میں لائیے تو اب وزیر اس بات
سے مطمئن ہو کر دلی سے روانہ ہوئے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ مرہٹے دلی میں آئے تھے اور جب وہ اُس کے قریب آ پہنچے تو ایک
عمدہ دار انکی پیشوائی کے واسطے بھیجا گیا۔ دوسرے روز ہمارا راؤ اور آپا بادشاہ کے حضور
میں حاضر ہوئے اور خلعت مرحمت ہوا۔ وزیر نے سورج مل جاٹ کو بھی خلعت دلوایا۔

باوجود اس قدر مددگاروں کے وزیر کا احمد خان

کی فوج کو بزدل کر دینے کی کوشش کرنا

کشف الاستار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وزیر نے مرہٹوں کو اپنی مدد کے لیے بلایا تو سید
نور الحسن خان وغیرہ برادران شاہ حمزہ صاحب کی معرفت دو لاکھ روپیہ حضرت شاہ صاحب
کی خدمت میں بھیجے جن میں نصف زر نقد تھا اور نصف کی ہنڈی۔ اور استدعا کی کہ
احمد خان کے رسالہ داروں کو روپے کا لالچ دیکر احمد خان سے منحرف کر کے ہمارے پاس
بھجوا دیجیے اور جو کچھ جسکے مناسب حال ہو وہ اُسے عطا کر دیجیے اگر شادل خان بھی تلے ہیں
آجلے تو اُسکو ایک بڑا امیر بنادیں۔ شاہ صاحب نہایت اہل دل تھے جواب دیا کہ اگرچہ
افغان طامع اور حرصیں ہیں روپے کے لالچ میں اپنے دین و ایمان تک کی پروا نہیں کرتے
انکو توڑ لینا آسان ہے لیکن یہ عادت ہم لوگوں کی نہیں ہے کہ ایسے معاملات میں خل

نے درنگ منظور بود۔ لیکن بانتظار رسیدن آن کامگار روزے چند دیگر ہم توقف لازم بود
الحاصل زود بیایند و زیادہ برین متوقف نشوند۔ ۵

اگر سیرچن سے ردی قدم بردار کہ ہم چورنگ حنائے رود بہار از دست
غور کرنے کا مقام ہے کہ شہنشاہ دہلی کا وزیر اعظم ایک ایسی ادنیٰ اسی ریاست کے
ولی عہد کو جس کا باپ ۲۳ سالہ میں راجہ بنا تھا اور جو اپنی اولوالعزمی سے وزیر کے ہم قومین
کی سلطنت مٹانے کی فکر میں تھا کس خوشامد کے بچے میں لکھا ہے اگر یہ حضرت بہ نسبت
سورج مل جاٹ کے نصف محبت کا برتاؤ بھی چٹانوں سے رکھتے اور انکی بربادی و استیصال
کے خیالی پلاؤ نہ پکاتے جو اصل دین اسلام اور رنگ و ناموس میں اور ہندوؤں کے نزدیک
واجب الاستیصال ہونے میں ان کے شریک تھے تو اتنی مذلت و خجالت کیوں اٹھاتے
بلکہ انکی معاونت اور خدمت سے فائدہ حاصل کر کے سورج مل سے بدرجہا بڑے بڑے
راجہوں کو اپنے سلام کا آرزو مند اور اپنے حکم کا فرمانبردار پاتے۔

بہر صورت صفدر جنگ اس سر تو جملہ سامان جنگ مثل توپ و بان و جراثیل و گولہ بارود
مہیا کر کے آمادہ پیکار ہوئے۔ سر ہٹے جب دہلی کے قریب پہنچے تو ہمارا راؤ نے وزیر کے
وکیلوں کو رخصت دیکر صفدر جنگ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ ہمارا دار الحکومت میں آنا
کیا ضرور ہے ہم بالابالا فوج لیکر جاتے ہیں اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ آپکی فوج لڑائی میں
ہماری شریک نہ رہے بلکہ کوئی اس محلے میں دخل نہ دے رام لائن وغیرہ مہٹوں سے رخصت ہو کر
وزیر کے پاس آئے اور وہ بھی روانگی کو آمادہ ہوئے لیکن تمام خزانہ ان کا ایک کروڑ روپے
سے کم تھا اور سولے مصارف فوج مغلیہ و ہندوستانی کے انکی ذات خاص کے مصارف
بھی زیادہ تھے۔ ایک کروڑ روپے دینا مہٹوں کو ٹھہرے تھے اس لیے نواب کے دل کو فکر تھی

وزیر کی شکست سے چھ ماہ کے بعد شادول خان کا پسا ہونا مرہٹوں کے مقابلے سے سنا۔
نواب نے راجہ پر تھی پت کو طلب کیا اور کہا کہ وزیر کو زک دینے کے واسطے مجھے گھر کی طرف
جانا ضرور ہے انشاء اللہ انگو بار دیگر شکست دیکر واپس آنا ہوں اسوقت اضلاع مشرق
قبضہ کرونگا راجہ پر تھی پت نے کہا کہ ایک صلاح ہے کہ بالفعل فرخ آباد کی طرف جانا بالکل
نامناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ وزیر تو قریب پہونچ ہی چکے ہیں۔ آپ کیسی ہی عجلت
کریں گے تاہم وقت پر پہونچنا مشکل ہے اور بالفرض آپ عین وقت پر پہونچے بھی تاہم فوج
چونکہ منتشر ہو جائے گی اسکے مجتمع کرنے میں وقت ہوگی۔ لہذا بہتر یہی معلوم ہوتا ہے
کہ آپ گنگا پار ہو کر صوبہ اودھ کو چلیں اور وہاں سے جانب مغرب روانہ ہوں اس میں
چند فوائد ہیں ایک تو شتاب زدگی کرنا نہ پڑے گی۔ فوج بھی منتشر نہوگی اور زمیندار لوگ
اودھ کے چلنے اپنے گھروں سے بعد نزل بد عمل بھاگ گئے تھے وہ بے مانگے مدد دے پائے
سپاہ سے کریں گے دوسری وجہ یہ ہے کہ بہت سی زر آشنا فوج یعنی کرلے کی فوج جو آپ کے
حکم میں جمع ہوئی ہے جب آپ فرخ آباد کو بجلت روانہ ہونگے یہ سب ساتھ چھوڑ دینگے
نواب نے کہا میں اپنے سرداروں سے مشورہ کر دین دیکھوں انکی کیا رائے ہے۔ راجہ رخصت ہوا
نواب نے رستم خان و منگل خان غلزی و محمد خان آفریدی و مستجاب خان و کرلے و حاجی سردار خان
و دیگر سرداروں کو طلب کیا جس وقت انھوں نے راجہ کی صلاح سن لی کما علیحدہ باہم شہدہ کر کے
جواب دینگے زائد لوگوں کی رائے تو یہ ہوئی کہ گنگا کو نہ اترنا چاہیے۔ فقط حاجی سردار خان
کی رائے اسکے خلاف تھی سب افغان سردار نواب کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر
گنگا پار جائیں گے تو دشمن بالیقین یہ تصور کریں گے کہ ہم خوف سے بھاگ گئے۔ ہم کو خوف نہ کرنا چاہیے
یہ وہی وزیر ہے جسے ہم ایک بار زدک دے چکے ہیں اور اللہ کی مدد سے اور اپنی تلوار کے زور سے

اور یہ بیت پڑھی

تو برے وصل کردن آمدی یا برے فصل کردن آمدی
قاصد وزیر کے پاس نوٹ گئے۔

وزیر کی دوبارہ فرخ آباد پر چڑھائی

وزیر نے اجازت کوچ کی طلب کی اور بادشاہ نے فتح بیچ عنایت کر کے رخصت کیا اور حکم دیا کہ اپنی فوج لیکر احمد خان پر چڑھائی کرو۔ اوائل جمادی الاول ۱۱۶۳ھ ہجری میں صفدر جنگ اپنی اور مددگاروں کی فوج لیکر دلی سے برآمد ہوئے۔ عماد السعادت میں لکھا ہے کہ اس وقت صفدر جنگ کے ہمراہ دولاکو سپاہ اور ہزار کے قریب چھوٹی بڑی توپیں اور ہندوستان کے اکثر بڑے بڑے سردار تھے۔ صفدر جنگ نے دریائے جمنا کو عبور کر کے پہلایہ حکم مرہٹوں کو دیا کہ شادل خان فرخ آباد کے عامل کو کوئل کے نواح سے بھگا دینا چاہیے اور جب وہ فرخ آباد کی طرف بھاگے اُس کا تعاقب کرتے ہوئے فرخ آباد کی طرف بڑھنا چاہیے۔ مہاراراء اور آپ نے پنڈاروں کو حکم دیا کہ احمد خان کے ٹک کو آگ لگا دے اور ویران کرتے چلے جاؤ۔ بھر حکم کے نوٹنا شروع کیا اور چوبیس ہزار سواروں نے شادل خان حاکم کو دجالیسر کو جاگھیرا تھوٹے عرصے میں مہاراراء اور آپاسیندھیا خود وہاں پہنچے اور حملہ شروع ہوا۔ اگرچہ شادل خان کے پاس بمقابلے غنیم کے فوج نہایت قلیل تھی مگر تاہم تھوٹے عرصے تک قدم جائے رہا اور جہاننگ مکن تھا دشمن کا مقابلہ کیا ایک روز اپنی فوج کی خوب حفاظت کر کے اور دشمن کے بہت سے آدمی مار کر آخر کار گنگا پار ہو کر قادر چوک پہنچا یہ موضع پر گنہا جھپانی ضلع جالون میں واقع ہے وہاں سے اُس نے نکل کر حال احمد خان کو بمقام الہ آباد لکھ بھیجا اور مشرق کی سمت گنگا کے کنارے فرخ آباد کی طرف روانہ ہوا۔ احمد خان نے

بہت سے باشندوں نے جب بی بی صاحبہ کو وہاں سے جلتے دیکھا اپنا اپنا گھر چھوڑ دیا نواب
 نے ہر سردار کو نام بنام طلب کیا اور اسے صلاح پوچھی کہ دشمن سے کس طرح مقابلہ کرنا چاہیے
 تمام رئیس اور فوج کے سردار و تاجروں و مہاجن اور بازار کے بڑے بڑے آدمی اور وہ لوگ
 جو لائق و عاقل مشہور تھے نواب کے روبرو حاضر ہوئے۔ انھوں نے عرض کیا کہ دشمن
 کے ساتھ فوج بٹیا رہے اور نواب کی فوج اُس کے مقابلے میں گویا دال میں نمک کے برابر ہے
 یہ سچ ہے کہ نواب کے آدمی تھوٹے تو ہیں مگر بہادر ہیں۔ لیکن بزرگوں کا قول ہے کہ ایک شخص
 حریف مقابل سے جنگ کر سکتا ہے اور نہ ایک ہزار سے اس میں شک نہیں کہ نواب
 بادشاہ سے مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے مگر وزیر اس وقت سابق کی بدنامی اور شکست
 کے داغ کو مٹانے کے واسطے ہندوستانی تمام فوج ہمراہ لیکر آتا ہے جاٹ اور مہارے مورخ
 کی طرح ایک انہوہ کثیر کے ساتھ آئے ہیں۔ اندام صحت وقت یہی ہے کہ یہاں سے حسین پور
 گھاٹ پر جو شہر سے تین میل مشرق کی طرف واقع ہے گنگا کے کنارے اٹھ چلنا چاہیے وہاں
 ایک چھوٹا سا قلعہ ہے جہاں سے تھوڑی فوج بڑی فوج کا مقابلہ کر سکتی ہے اس قلعہ
 کے گرد بڑا وسیع میدان ایک میل کا ہے اور اس وسیع میدان کے کنارے پر بڑے غار اور
 خندق ہیں اس لیے اس مقام پر پڑاؤ ڈالنا خوب ہوگا۔ اس کا ذکر نہیں کہ شہر کا قلعہ
 کیونہ بیکار ٹھہرا شاید اس وجہ سے کہ دشمن اطراف کی آمد و رفت روک دین اور رسد کی آمد
 بند کر دین۔ فتح گڑھ کے نیچے دریا بھی ہے جس میں گشتیاں بہا سانی ہو سکتی ہیں مگر
 تا وقتیکہ دشمن بارہو کر دوسرے کنارے پر قابض نہ ہو یہ خوف نہیں ہو سکتا ہے۔ نواب نے
 سرداروں اور رشتہ داروں اور مشیر کاروں کی یہ صلاح سنکر اسی مشورے پر اتفاق رائے کیا
 اور فی الفور گھوٹے پر ہوا ہو کر مع لشکر دریائے گنگا کے مقام معینہ پر جا پہنچا اور وہاں لشکر گاہ

اس مرتبہ دشمن کو زندہ نہ جانے دیئے اور ہمارے نزدیک اُسکی فوج کی یہ وقعت ہے جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ مرے کو مارنا کیا مشکل ہے نواب نے حاجی سردار خان کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا تم کیوں خاموش ہو اُس نے جواب دیا کہ یہ لوگ میری ہاتھ سے خوش منو گئے میری رائے راجہ پر تھی پت کی رائے سے موافق ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اُسکی رائے بہت مناسب ہے۔

حسب صلاح سرداروں کے فرخ آباد کی طرف کوچ کا حکم ہوا راجہ کو طلب کیا اور جو کچھ مشورہ قرار پایا تھا اُس سے اُسکو اطلاع دی۔ راجہ نے پوچھا مجھے کیا حکم ہوتا ہے نواب نے کہا کہ میں تمکو بالفعل اس ملک میں بطور اپنے نائب کے چھوٹے جاتا ہوں اس لیے تم اپنی زمینداری کو واپس جاؤ اور اودھ کے زمینداروں سے کو کہنے اپنے گھر و زمین جا بسو راجہ کو اُس وقت خلعت مرحمت ہوا وہ رخصت ہو کر دریائے گنگا کو عبور کر کے اپنے ملک کو روانہ ہوا نواب کا بیٹا جوادھ کے فتح کرنے میں مصروف تھا اور اُس کا ارادہ لکھنؤ اور کاکوری کے شیخ زادوں کو سزا دینے کا تھا جنہوں نے سر اٹھا کر شیخافون کو نکال دیا تھا چونکہ اُس وقت میں انتقام ممکن نہ تھا اسیلے یہ زوجان نواب زادہ فرخ آباد کی طرف لوٹا اور ساڈھی ٹاپی سے گذر کر دریائے گنگا کے کنارے اُس مقام پر پہونچا جسکی دوسری جانب فتح گڑھ میں اُسکے باپ کی لشکر گاہ تھی نواب احمد خان الہ آباد سے روانہ ہو کر چھ روز کے عرصے میں اپنی دارالریاست کو پہونچا مگر اُسکے ساتھی جو محض در آشنائے رستے سے اُس کا ساتھ چھوڑا چھوڑ کر جلے عافیت میں پناہ گزین ہوئے صرف وہ لوگ جنکو نام و مرتبہ کا خیال تھا ساتھ رو گئے۔ پہلے اُس نے بی بی صاحبہ اور اپنی دوسری رشتہ دار مستورات کو کسی موقع پناہ میں پہونچانے کی فکر کی یہ سب مشکل تمام وہاں سے آؤں و شاہ جہان پور کو روانہ ہوئیں۔ شہر کے

اگلی نظر فوج پر پڑی انھوں نے باہم کہا کہ لہار راؤ اور سیندھیالے ہم کو اس فوج سے لڑنے اور اس کا محاصرہ کرنے کو بھیجا ہے لیکن یہ نواب ایسا جری اور اُسکی فوج ایسی بہادر ہے کہ اُسے وزیر کی ہتھیار فوج کو کچل ڈالا ہے ایسے لوگوں کا بڑی احتیاط اور ہوشیاری سے مقابلہ کرنا چاہیے۔ یہ سنکر کہ کچھ توہین یا قوت گنج میں رہ گئی ہیں جو شہر سے باج میل اور فتح گڑھ سے چار میل کے فاصلے پر واقع ہے تانیا نے اپنے چند سوار اُس طرف روانہ کیے۔ انھوں نے چند گنواروں کو مجتمع کیا اور توہین نے لشکر کی طرف کھینچے چلے۔ جب قاسم باغ کے قریب پہونچے جو قلعہ فتح گڑھ اور حسین پور سے نصف میل ہے یہاں بٹھان گرمھون کے اندر کہیں گاہ بن تھے۔ فوراً مرہٹوں پر آپڑے اور گولیاں اور بان اُبڑ چھوڑنا شروع کیے بند دون کی آواز سنکر نواب احمد خان سوار ہو کر اپنے توہین کے پاس آکھڑا ہوا اُس نے اپنے رسالہ داروں کو حکم دیا کہ جن بٹھانوں پر گولیاں چل رہی ہیں انکی جا کر مدد کرو۔ شاد دل خان غلزی۔ سعادت خان آفریدی۔ محمد علیخان آفریدی۔ میان خان حٹک۔ عمر خان گوالیاری۔ نامدار خان، برادر نواب غیرت خان۔ نور خان ولد خلیل خان۔ منگل خان تھروالا اور دوسرے افغان سردار مورچے کو چھوڑ کر بٹھانوں کی مدد کو پہونچے تانیا بھی اُنپر بڑھا کہ اُنکو لڑ کر بھگا دیوے۔ جب دونوں فوجیں قریب ہوئیں بند وقین موقوف ہوئیں اور تلوار چلنے لگی بٹھانوں نے یہاں تک سختی سے حملہ کیا کہ گردن پڑ پڑ کر تلواریں چھین لیں آخر کار مرے حملے کی تاب نہ لا کر بھاگے۔ جب اس فتح کی خبر احمد خان کو پہونچی اُس نے شہر سوار کو بھیجا اور حکم دیا کہ آگے نہ بڑھیں یہیں سے واپس آئیں۔ سرداروں نے یہ حکم سنکر توہین جو واپس لی تھیں آگے روانہ کیں اور خود طبل فخمندی کے ساتھ آگے پیچھے ہوئے نواب احمد خان نے ہر سپاہی کی بڑی تعریف کی اور سرداروں کو خلعت عنایت کیا

قرار دی۔ دوسرے روز تو چنانہ پہونچا اور توہین لشکرین داخل ہوئیں۔ نواب خود خندقوں اور غاروں کی طرف جن کا مذکور ہو چکا ہے گیا اور وہاں توہین زنجیر دن سے باہم کر نصب کیں۔ تو پوپر اپنے بھائیوں اور رسالہ داروں کو متعین کر کے خود لشکر گاہ کو آیا اور ناولن کا ایک پل تیار کر دیا جس روز پل تیار ہوا نواب کا بیٹا محمود خان گنگا کی دوسری جانب یعنی بائیں کنارے پر پہونچا اور شادول خان غلزی بھی قادر چوک سے آیا اپنے پہونچنے سے دوسرے روز دونوں نے نواب کی ملازمت حاصل کی۔

مرہٹوں کا فتح گڑھ کی طرف آنا اور جب چٹھانوں کے

مقابلے میں آنا مغلوب ہو جانا

جب وزیر کو خبر پہونچی کہ نواب احمد خان الہ آباد سے واپس آیا ہے اور شہر کی حفاظت کی تیاری کر رہا ہے تو انھوں نے ہمارا ڈاؤ اور آپا کو طلب کیا اور پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے انھوں نے جواب دیا کہ ہم آپ کے مطیع حکم ہیں۔ وزیر نے حکم دیا کہ اپنے کسی معتبر سردار کو ایک فوج کے ساتھ احمد خان کے محاصرے کے واسطے بھیج دو کہ جا کر چاروں طرف سے رستہ بند کرے اور کہیں سے کھانا پانی یا چارہ اُس کو نہ پہونچنے پائے۔ بموجب حکم انھوں نے تانیا کو بحیثیت دس ہزار سوار فرخ آباد کی طرف روانہ کیا جب سوار شہر کے قریب پہونچے انھوں نے دیکھا کہ سردار شہر چھوڑ کر چلے گئے ہیں انھوں نے بہت سے گاؤں اور قصبوں کو آگ لگا دی جب مرہٹوں کے سوار شہر میں پہونچے اور شہر کو مفلسی و پریشانی اور بھوک و پیاس میں مبتلا پایا تب لوٹ و غارت کی جو امید ان کے دل میں تھی وہ سب جاتی رہی۔ اب وہ اُس مقام کی طرف روانہ ہوئے جہاں نواب احمد خان آباد جنگ مقیم تھا جب

اُس سے اڑ گیا اور دو ایک کو زخمی کیا یہ سب مر گئے۔ جب یہ خبر نواب احمد خان کو پہونچی وہ فپا لگی پر سوار ہو کر وہاں آیا اور اُنکے کفن و دفن کا حکم دیا اور کہا کہ مجھے خدا کی ذات سے امید ہے کہ اُنکے انتقام میں دشمن کے چند لوگوں کو ضرر دہلاک کروں گا۔ لاشوں کے دفن کرنے کے بعد پٹھانوں کا دستہ محاصرے میں سے نکلا اور مرہٹوں کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تمام رات ایسی بہادری سے لڑے کہ مرہٹوں کے قدم ہٹا دیے جب صبح ہوئی طبل بجاتے ہوئے اور تلواریں کھینچے ہوئے اور ہمت سے مرہٹوں کے سر نیز و سپر لیے ہوئے اپنے لشکر میں واپس آئے۔

جب شبانہ حلوں کی خبر وزیر کو پہونچی انھوں نے مغل سرداروں اور قزلباشوں کو طلب کیا اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ احمد خان باوجودیکہ محصور ہے تاہم اُسکی فوج میں سے ہر شب کو کچھ سپاہی محل کر مرہٹوں پر حملہ کرتے ہیں اور اُنکے سر نیز و سپر بجاتے ہیں آخر اس غفلت کا سبب کیلئے مجھے بتاؤ نہ میں تو میں تمھاری وارٹھی پر تھوک دوں گا آج تم اُس خوف کے مقام پر جاؤ اور دشمن سے لڑو اور ان دو باتوں میں سے کوئی ضرور ہو یا دشمن کو شکست دے کر اور اُنکے سر لا کر میرے قدموں پر ڈالو یا اپنی جان دو۔ یہ شیر بچے اگر مرہٹوں میں شریک ہوئے اور غوروی میرے آرام کے بعد تسم بلغ کی طرف اُس جانب تھے جہاں تو پچانہ زیر حکم منصور علی خان تیرھویں بیٹے نواب محمد خان کے قائم تھا اور تو پچانہ کے درمیان میں کوئی پناہ نہ تھی نقطہا ہموار زمین تھی شیر بچے بلغ سے نکلے اور ایک نیچے زمین میں پناہ لے کر بھری بندوقین چلائے لگے اور اسی طرح دوسرا چلا کر کے تو پچانہ کے قریب پہونچ گئے جب قزلباش سواروں نے دیکھا کہ شیر بچے تو پچانہ کے قریب پہونچے وہ اپنے گھوڑوں پر سے اتر پڑے اور اُنکی مدد کو پہونچے اُن سب نے

اور اپنے خیمے کو واپس گیا تا نیتا کی شکست کی خبر شکر وزیر مع جاٹ دہرہ سون و باقی فوج کے کوچ کر کے نواب کی خندق کے قریب آپہنچے۔ ہمارا راؤ اور آپا سیندھیا و انیتا کو قائم بلخ میں چھوڑ کر خود آگے بڑھے اور سنگی رام پور میں پہنچے۔ یہ ایک گھاٹ دریائے گنگا کا دریائے مذکور کے دہنے کنارے پر قریب بارہ میل فتح گڑھ سے بڑھ کر برگنہ بھوجپور میں ہے۔ سیان انھوں نے اپنی لشکر گاہ قائم کی اور نور الحسن خان بلگرامی کو حکم دیا کہ گشتیوں کا پل تیار کرے اور جب نواب احمد خان نے یہ خبر سنی اُس نے اپنے بیٹے محمود خان کو حکم بھیجا کہ دو تین ہزار سپاہی متعین کر دے تاکہ وزیر پل نہ بنوانے لہٰذا میں اس نوجوان نواب نے اس نے شہام سنگھ برادر شمشیر جنگ چلیہ کو اُس طرف بھیجا یہ سردار مع فوج کے اُس مقام پر گیا دیکھا تو آدھا پل تیار ہو گیا تھا اُس نے ایسے گولے اور بان انپر چھوڑا سرخ کیے کہ دشمن پل چھوڑ کر بھاگ گئے اس مرتبہ تو انکو اس کوشش میں ناکامیابی ہوئی اگر دوسری بار پھر کام شروع کیا اور زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ ہر روز ہمارا راؤ اور آپا سیندھیا کے لشکر سے نواب احمد خان کے لشکر پر طلوع آفتاب سے تا غروب برابر توپیں چلا کرتی تھیں اور ہر شام افغان اپنے خندقوں سے ٹھکر توپخانے پر حملہ کرتے تھے اور جو لوگ توپوں کی نگرانی پر ہوئے تھے انکو بھگا کر دو ایک چھوٹی توپیں اپنے لشکر میں کھینچ لاتے تھے تھوڑی دیر قبل از غروب جو لوگ خندقوں میں پوشیدہ ہوتے تھے ٹھکر اپنے کھانے پکانے یا کسی اور کام میں مشغول ہو جاتے تھے اور عمدہ دار نواب کی ملاقات کو جاتے تھے ایک روز وہ سب نواب کے خیمے کے قریب بیٹھے تھے دشمن نے سب کو ایک جادو کیہ کر اپنی بڑی توپ کا انکی طرف رخ کر کے سر کی اتفاقاً گولہ کاظم علی خان ولد شمشیر خان کے پہلو میں لگا یہ اُس وقت عصر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ علاوہ ازیں نواب شادی خان نواب محمد خان کے سولہویں بیٹے کا بازو

میرے لوگ بھاگنے پر آمادہ ہیں ایک تو وہ سابق کی شکست کی بدنامی سے غصے میں
 تھا اور اس وقت وہی آثار پیدا ہوئے۔ وہ گھوڑے پر سے اتر پڑا اور چلایا کہ پیچھے ہٹنے
 سے جان دینا بہتر جانتا ہوں لیکن اُس کے نوکر اُسکو سوار کر کے بزور لشکر کو واپس لائے
 جب مرہٹوں نے شکست کھا کر بھاگنا شروع کیا تب منصور علی خان اور دوسرے
 سرداروں نے اپنے اپنے گھوڑے منگائے اور سوار ہو کر اُن کے تعاقب میں باغ کے مشرقی
 گوشے تک گئے یہاں سے اُنھوں نے دیکھا کہ مرہٹے نہایت پریشانی سے اپنے لشکر میں
 پہنچے۔ منصور علی خان اور سب سردار باغ کے مشرقی کنارے کو دھننے ہاتھ پر چھوڑ کر
 گھوم کر باغ کے بائیں گوشے کی طرف آئے اور یہاں مقیم ہوئے نواب احمد خان اُسوقت
 اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر توپخانے کے قریب آیا اور مندرون سے کہا کہ مورچہ چھوڑ کر
 مت جایا کرو اور خندق سے آگے اپنی فوج کو مت لیجا یا کرو آئندہ مرہٹے شکست
 زیادہ تکلیف دینگے۔ منصور علی خان اپنے موقع قدیم بد آیا احمد خان نے اُسکی
 بہت تعریف کی سب سرداروں کو حکم ہوا کہ اپنے اپنے مورچے پر ہوشیار ہوا سکے بعد
 احمد خان اپنے مقام گاہ کو واپس آیا۔

نواب سید سعد احمد خان خلیفہ نواب سید علی محمد خان

کا احمد خان کی مدد کیلئے فرخ آباد کو جانا اور اپنے

مددِ المہام کی بدلت شکست اٹھا کر آنولے کو واپس آنا

آرون صاحب نے تاریخ فرخ آباد میں لکھا ہے کہ جب اول اول وزیر کے واپس آنے
 کی خبر مشہور ہوئی تو احمد خان نے ہر جانب مدد کے لیے لکھا علاوہ دوسروں کے اُس نے

متفق ہو کر حملہ کیا پٹھان جو دشمن کے منتظر تھے انھوں نے پہلے ایک بارٹھ توپوں کی سرکی اور بان چلائے بعد ازاں تلواریں کھینچ کھینچ کر ان پر چھپے اور بہت سے حملہ آوروں کو شہ تیغ کیا جو باقی بچے انھوں نے بھاگ کر قہم باغ میں پناہ لی پٹھانوں نے ان کا تعاقب کیا اور باغ سے انگو بھگا کر خود قابض ہو گئے۔ واہنی طرف باغ کے مشرق میں کچھ کشادہ سطح زمین نشیب میں ہے یہاں مرہٹوں کی بڑی فوج کین گاہ میں تھی جب مرہٹوں نے دیکھا کہ وزیر کی فوج بھاگی اور پٹھان اپنا مورچہ چھوڑ کر ان کے متعاقب باغ تک بڑھ آئے ہیں بہت سے مرہٹوں کے سوار حملہ کرنے والے افغانوں اور رنکے توپخانے کے درمیان چلے آئے۔ یہ لشکر زیر حکم تانٹیا کے تھا۔ جب احمد خان کے آدمیوں نے دیکھا کہ دشمن نے ہماری واپسی کا راستہ روک دیا ہے باہم یہ کہا کہ یارو پہلے تیر دشمن کے گھوڑوں کے پیروں پر چلاؤ اور تلواریں بھی پہلے گھوڑوں ہی کے پیروں پر لگاؤ جب دشمن گرجاؤں پھر انکو قتل کر لینا۔ باہم یہ اسے قرار دیکر اسی طور سے مرہٹوں پر حملہ کیا اور بہتوں کو مار لیا آخر مرہٹے اتر پڑے اور جنگ شروع ہوئی منصور علی خان صاحبزادہ یہ جنگ اپنے مورچے سے دیکھ رہا تھا یہ دیکھ کر اس نے اپنی تلوار لی اور پیادہ پا دشمن کی طرف چلا اس کے ہمراہی بھی فقط تلوار لیکر اس کے آگے تھے۔ منصور علی خان نے اپنے ساتھیوں اور ان لوگوں کو جو اتفاقاً شریک ہو گئے تھے جب شمار کیا تو معلوم ہوا کہ قریب ایک ہزار آدمیوں کے تھے یہ سب بڑھ کر افغانوں اور مرہٹوں کے بیچ میں گھس پڑے۔ انھوں نے دوسری جانب حملہ کیا اور اس موقع پر بائیں یعنی مشرقی سمت سے دوسرے مورچے کے لوگ اٹلی ملک کو آہو پئے۔ عبدالودخان و کرکئی و ضابطہ خان جنگ و انور خان گوجر اور دوسرے افغانوں نے ایسی شمشیر زنی کی کہ مرہٹوں کے قدم اٹھ گئے جب تانٹیا نے دیکھا کہ

ہلے ساتھ کیا سلوک کیا تھا کہ اُسکے ننگ و ناموس کے اب ہم شریک ہوں۔ بی بی صاحبہ
 سب کی طرف سے مایوس ہو کر نواب سید سعد الدخان کے محل میں گئیں اور بیگمات کو
 سمجھا کر نواب سید سعد الدخان کو اکادہ اعانت کیا۔ پٹھانوں کی بہادری کی اُستان
 اور ننگ و رفاقت کے قصے ایسی طرز سے بیان کیے کہ نواب سید سعد الدخان مدد کو اکادہ
 ہو گئے۔ اور نواب موصوف نے حافظ رحمت خان۔ دوندے خان۔ ملا سردار خان۔
 بہادر خان چیلہ نواب سید علی محمد خان اور فتح خان خاںساں کو طلب کیا حافظ رحمت خان
 اس وجہ سے کہ وزیر سے اور اُسے اتحاد تھا خاموش بیٹھے رہے اور دوسرے سردار بھی انکی
 خاموشی کی وجہ سے کچھ نہ بولے۔ نواب سید سعد الدخان نے حافظ رحمت خان سے پوچھا
 کہ تم بولتے نہیں تب حافظ رحمت خان نے کہا کہ آخر آپ کا ارادہ کیا ہے اُنھوں نے
 جواب دیا کہ جو سب سرداروں کی زلے ہوگی وہی میری رائے ہے حافظ رحمت خان نے
 جواب دیا کہ اس لڑائی میں کسی جانب شریک نہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر فتح حاصل ہوئی
 تو اس میں سراسر نفع احمد خان نگیش کا ہے اور خدا نخواستہ اگر ہزیمت ہوئی تو تمام فتن
 اور بلا ہمپر نازل ہو جائیگی۔ بہادر خان چونکہ شجاعت کے باعث سے سب روہیلہ
 سرداروں میں نمودر کھتا تھا بول اٹھا پھر لے سردار و دستار کے عوض زمانہ برقع کیوں نہیں
 اوڑھ لیتے ایسی نامردی کے الفاظ کسی پٹھان کے منہ سے نہ نکلے ہونگے۔ اور نواب سید
 سعد الدخان کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اگر کوچ کا حکم نہوگا تو کل میں اپنا رسالہ لیکر
 بغیر حکم روانہ ہو جاؤ مگلا اور جس پٹھان کو اپنے نام اور آبرو کا خیال ہوگا اُسکو ساتھ ہونیکا
 اختیار ہے۔ یہ کہہ کر وہاں سے رخصت ہوا اور تیاری میں مصروف ہوا۔ نواب سید
 سعد الدخان محل میں گئے اور جو حجت حافظ رحمت خان اور بہادر خان میں ہوئی تھی

حافظ رحمت خان وغیرہ سردارانِ روہیلہ کو بھی بطلبِ مراد تھرپا کیا اور یہ لکھا کہ گوہار اور منہارے درمیان میں مناقشہ ہے لیکن باہمی جھگڑے ہوتے رہینگے لیکن یہ ضرور نہیں کہ غیر کے ہاتھ سے ضررِ روروار کھاجائے امید ہے کہ آپ فوجِ مدد کے واسطے روانہ کرینگے تاکہ ہم اُس غنیمت پر جو ہم دونوں کا دشمن ہے حملہ کریں۔ نواب سید سعد اللہ خان کے مارا لہام حافظ رحمت خان نے عذر کیا کہ ابھی ملکہ قائم خان کے خون کا دعویٰ باقی ہے تا وقتیکہ اُس کا تصفیہ نہ ہو جائے ہلکے اپنے آدمی تھکائے قبضے میں کرنے سے خوف آتا ہے اس بیان کو دیکھ کر ہلکے وہ بات تعجب میں ڈالتی ہے کہ کل رحمت میں لکھا ہے کہ حافظ صاحب نے اس سے قبل پر مول خان اور دود خان کی ماتحتی میں ایک فوجِ نواب احمد خان کی مدد کو روانہ کی تھی جو رام چٹوئی کے مقام پر اُسکے شریک ہو کر وزیر سے لڑی۔

اس واقعہ کو شیو پرشاد نے فرح بخش میں یوں بیان کیا ہے کہ جب احمد خان کو معلوم ہوا کہ سردارانِ روہیلہ میرے ساتھ شریک نہیں ہوتے تو قائم جنگ کی خون کی معافی کا ایک محضر تیار کر کے بی بی صاحبہ والدہ قائم خان کے ہاتھ آئے کو بھیجا منتخب العلوم میں بھی بیگم کے لئے کا ذکر ہے اور روہیلہ کنڈ گز میٹر میں غلطی سے لکھا ہے کہ احمد خان روہیلوں سے مدد حاصل کرنے کے لیے آئے کو خود آیا تھا۔

بہ صورت محضر کا مضمون یہ تھا کہ ہم نے قائم خان کا خون معاف کیا آج سے تاقیامت اُس کا دعویٰ ہم کریں گے۔ بی بی صاحبہ حافظ رحمت خان۔ دود خان بخشی سردار خان اور فتح خان خاندان وغیرہ اکثر امرا کے مکانات پر گئیں اور جب بڑی منت زاری کے ساتھ کہا کہ ایسے سخت وقت میں احمد خان کی مدد کرنی چاہیے۔ سردارانِ روہیلہ چونکہ ہمارے ہمدرد جنگ آزمودہ تھے رفاقت و اعانت سے صاف پہلو ہستی کی اور کہہ دیا کہ قائم خان نے

آپاسیندھیا کے لشکر میں گئے اور نواب سید سعد اللہ خان کے کوچ کا حال بیان کر کے کہا کہ
 مختاری صلاح کیا ہے ہمارا راول اور آپاسیندھیا نے اپنے خاص خاص سرداروں کو
 بلایا اور اُس نے کل حال بیان کر کے مشورہ پوچھا جملہ سرداروں نے بہتشتنا آپاسیندھیا
 کے جدر پر درہ احمد خان کا دوست تھا کہا کہ ہم بالکل وزیر کی تجویز پر ہیں۔ ہم سے
 پوچھنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ ہمیں جو حکم ہو گا اُس کے بجالانے پر مستعد ہیں تب
 وزیر نے آپاسیندھیا کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ مختاری خاموشی کا کیا باعث ہے اُس نے
 جواب دیا کہ عیان را چہ بیان جو کچھ ماجرا اب تک گذرا ہے اُس سے سب واقف ہیں
 یہ لوگ جنگ کرنے سے کچھ عاجز نہیں ہیں راونامیا تو بالکل عداوت پر آمادہ تھا مگر
 اُس کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ وزیر کے لشکر میں گو کہ چیدہ فوج ہے مگر اُس کی
 جو کچھ حالت ہے اُس سے وزیر خود واقف ہیں۔ احمد خان دونوں کی فوج پر غالب
 رہا ہے اور حنیف سید سعد اللہ خان اُس سے متفق ہو جائینگے تو افواج متفقہ کو
 شکست دینا مشکل ہو گا وزیر نے سرداران مرہٹہ سے یہ بھی بیان کیا کہ حافظ رحمت خان
 لکھتے ہیں کہ نواب سید سعد اللہ خان بہادر خان کے اغوا سے احمد خان کی مدد پر آمادہ
 ہوئے ہیں بعد اس مذکور کے حافظ مسطور صلح دیتے ہیں کہ قبل اس کے کہ نواب سید
 سعد اللہ خان سپونجین احمد خان سے صلح کر لینی چاہیے اب مختاری کیا صلاح ہے
 انھوں نے جواب دیا اس سے کیا بہتر ہے۔ اس سے دونوں جانب کی جانیں بچیں گی۔ وزیر
 نے کہا کہ اب یہ پوچھنا ہے کہ اس عہد و بیان کی ابتدا کیونکر ہوئی چاہیے اگر جاری جانب
 سے کوئی تحریک ہوگی تو اُس سے ہماری کسر شان ہے۔ آپاسیندھیا نے کہا کہ میری رائے
 میں نواب غیرت خان اور ہمت خان کے بلانے سے کہ یہ بھی پٹھان ہیں یہ وقت رفع

لفظ بہ لفظ اپنی زبان سے بیان کی اور پوچھا کہ میں حافظ رحمت خان کی بات سنوں یا بہادر خان کا شریک ہوں ان نے کہا کہ ایسے امور میں ہم مستورات سے مشورہ لینا کیا مناسب ہے جو تمہارا دل قبول کرے سو کرو میری رائے میں یہ آئے کہ حافظ رحمت خان وزیر کی جانب داری کی وجہ سے منع کرتے ہیں اور بہادر خان اپنی عزت و ناموس کے واسطے یہ عزم کرتا ہے۔ یہ گفتگو اپنی زبان سے سنکر نواب سید سعد اللہ خان باہر آئے اور اپنے خاص خاص سرداروں کو طلب کیا اور کہا کہ احمد خان کی درخواست مدد کو نا منظور کرنا بڑی نامردی کی بات ہے جو ہو سو ہو کل میں روانہ ہوؤ گا جس کا دل چاہے میرے ساتھ چلے اور دوسروں کو اختیار ہے تب انھوں نے بہادر خان کو بلا کر یہ حکم دیا کہ میری فوج میں حکم سنا دو کہ جو اپنے تئیں میرے ملازم جانتے ہیں تیاری روانگی کی کریں نہیں تو سب کو برطون کر دوں گا۔ بہادر خان نے یہ حکم سنا دیا۔ سولے حافظ رحمت خان۔ دو نمے خان اور بخشی سردار خان کی فوج کے باقی سب روانگی پر آمادہ ہوئے اور فتح خان خاں سامان بھی ہمراہ ہوئے اور دوسرے دن کوچ ہوا۔ جب فتح گڑھ کے محاصرے کو ایک مہینے سے زائد عرصہ گزر گیا تب یہ خبر مشہور ہوئی کہ نواب سید سعد اللہ خان قریب آپہنچے اس خبر سے وزیر اور لہار راؤ اور آپا سیندھیا کو نہایت تردد پیدا ہوا۔ ابوالمنصور خان صفدر جنگ نے نواب سید سعد اللہ خان کو لکھا کہ میرا دعوت احمد خان سے تمام اسکی مدد کو کیوں آئے تم اپنے ملک کو لوٹ جاؤ اور اطمینان کے ساتھ رہو۔ تم سے مجھے کوئی تعرض نہیں حافظ رحمت خان نے وزیر کو تحریر کیا کہ گو میں نے نواب سید سعد اللہ خان بہادر کو بہت روکا مگر انھوں نے نہ مانا اور احمد خان کی مدد کو روانہ ہوئے میں اس لیے میری صلاح یہ ہے کہ جس خوبی سے ممکن ہو احمد خان سے صلح کرو۔ کیونکہ صلح ہر حال میں عداوت سے بہتر ہے۔ دوسرے روز وزیر لہار راؤ اور

مرہٹہ سرداروں نے کہا کہ کوئی معتبر شخص واسطے طے کرنے اس معاملے کے نواب احمد خان کے پاس بھیجنا چاہیے۔ نواب غیرت خان نے اپنے بھائی الف خان کو اس کام کے واسطے منتخب کیا۔ الف خان نے نواب احمد خان کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ دس لاکھ روپیہ اور ساندی پالی آپ کو دینا تجویز ہوا ہے۔ جو نہی یہ بات احمد خان نے سنی اُس نے کہا کہ اگر وزیر دس کروڑ روپیہ میرے بھائیوں کے خونہا میں بیچ میں قبول نہ کروں گا اور اگر وزیر کے بیس بیٹے قتل ہوں تب بھی راضی ہوں گا اُسے صلح کو نامنظور کیا اور کہا کہ اب یہ معاملہ تلوار پر طے ہو گا اور یہ مصرع پڑھا۔ مصرع

ہر کہ شمشیر زندہ سکے بنائش خواند

دشمنوں کو یہ نہ تصور کرنا چاہیے کہ میں مجبور ہوں کیونکہ میں ہر وقت اُن سے میدان میں لڑنے پر مستعد ہوں۔ وزیر کو جو میں نے زک دی ہے وہ ایک نیشیل ہو گئی ہے سو سچ ل بھی ہی ہے جو تاب مقاومت نہ لاکر وزیر کے ساتھ بھاگ گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بعد فتح اُن کو معلوم ہو گا کہ ذی عزت اور نامور لوگ کس طرح عمل کرتے ہیں جبکہ تقدیر لڑائی پر ہے تو صلح کیا ہوگی اگر فتح حاصل ہوئی تو میری خواہش پوری ہوگی۔ اگر میں بد قسمت نکلا تو قادر مطلق کی مرضی تسلیم ہے۔ مگر خون غضنفر جنگ کے بیٹوں کا بوضو کے فروخت نہ کروں گا یہ کہہ کر اور الف خان کو خلعت و شمشیر و سپ و دیگر خست کیا الف خان کے جانیکے بعد قاصد نے اگر خبر دی کہ کل نواب سید سعد اللہ خان دریائے گنگا کے کنارے مقام کرینکے۔ حکم ہوا کہ محمود خان اور متور خان اُن کی پیشوائی کو جائیں۔ طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل دونوں سردار نواب سید سعد اللہ خان کے استقبال کو گئے۔ دوسرے دن نواب سید سعد اللہ خان کی فوج طبل بجاتی ہوئی اور تلواریں کھینچتی ہوئی احمد خان کی سپاہ کو

ہو سکتی ہے۔ لہار راؤ اور آپا سیندھیا اور دوسرے سردار ومان سے اُٹھے اور دوسری جگہ جاکر مجتمع ہوئے اور نواب غیرت خان اور بہت خان کو بلو بھیجا مہٹون نے اُن سے یہ کہا کہ ہم یہ نہیں چاہتے ہیں کہ احمد خان بالکل مٹ جائے یا وہ اپنے ملک سے بھگادیا جائے یا میدان میں اپنی جان دیوے۔ چونکہ ہماری منشا ہے کہ وزیر اور احمد خان میں صلح ہو جائے اسلئے ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ شرائط تجویز کریں تب اُن دونوں پٹھانوں نے جو جو ظلم وزیر کے ہاتھ سے احمد خان کے خاندان پر ہوئے تھے بیان کیے اور مہٹون کو بھی ملامت کی کہ تم میں اور غضنفر جنگ میں جو اتحاد تھا وہ تم بھول گئے۔ مہٹون نے تسلیم کیا کہ بے شک ہم سے سابق میں دوستی تھی مگر ہم مجبور ہیں کہ شاہ ہند کا فرمان ہمارے نام اس مضمون کا جاری ہو ہے کہ وزیر کے تحت ہون اور اب تک بننے بالکل بے پروائی سے جان بوجھ کر جنگ کی ہے۔ تب غیرت خان اور بہت خان نے کہا کہ بادشاہ نے سخت برا کیا جو ایسا سلوک غضنفر جنگ کے خلدان سے کیا اور بہت سے اعتراض کیے بعد اس قیل و قال کے پوچھا اب تجویز کیا ہے لہار راؤ نے کہا کہ اس وقت آپ تشریف لے جائیں ہم باہم سرداروں سے مشورہ کرتے ہیں جو کچھ طے پایگا اُس سے آپ کو اطلاع دی جائے گی۔ دونوں پٹھان رخصت ہو کر اپنے غیومین آئے اور مرتے مشورہ کرنے لگے آخر الامر یہ طے پایا کہ وزیر دس لاکھ روپیہ بطور خونہا غضنفر جنگ کے بیٹوں کے ادا کریں اور علاوہ ملک موروثی کے وزیر اپنے دو محال سندھوی ملی احمد خان کے حوالے کر دیں۔ جب انھوں نے ان شرائط کی اطلاع وزیر کو کی انھوں نے منظور کر لیا تب سردار ان مہٹوں نواب غیرت خان و بہت خان کے پاس گئے اور اُن سے شرائط مجوزہ بیان کی۔ انھوں نے ان شرائط کو احمد خان کے حق میں بہت مناسب تصور کیا اب

اُسکی جگہ سے دور کر دیتے ہیں تاکہ مد اُس کو نہ پہنچ سکے۔ دوسرے روز نواب سید سعد اللہ خان اور مُنٹور خان اور محمود خان آمادہ جنگ ہوئے اور اپنی فوجوں کی صف باندھ کر دشمن کی طرف بڑھے۔ وزیر سید سعد اللہ خان کے آنے سے نہایت خوفزدہ ہوئے تھے انھوں نے لہار راؤ اور آپا سیندھیا اور سو بچ مل جاٹ کو بغرض مشوے کے طلب کیا یہ تجویز ہوئی کہ فوج دریا پار نواب سید سعد اللہ خان سے لڑنے کے واسطے بھیج دی جائے اس سے قبل کہ نواب سید سعد اللہ خان اور احمد خان متفق ہونے پائیں۔ سنگی رام پور کا پہلے جو خراب ہو رہا تھا مہمادی الاخرے کو اُسکی مرمت کرائی گئی۔ پٹھانوں نے بہت مزاحمت کی مگر گولوں کی بوجھار سے پُل کے قریب نہ آ سکے۔ پھر کھانڈے راؤ اور تانیا گنگا دضر جمعیت پچاس ہزار سپاہ کے دریا پار ہوئے جدا ہر گولہ سو بچ مل جاٹ اور رانا بھیم سنگھ نے سیندار گوالیار مع چالیس ہزار پیادہ و سوار کے اُسکی کمک کو پہنچے اور روہیلون پر حملہ شروع ہوا پہلے بہادر خان کے سپاہیوں نے بانوں کا مینہ برسانا شروع کیا بعد اسکے بندوقین سرکین رفتہ رفتہ انھوں نے بندوقین بند کیں اور تلواریں کھینچ کھینچ کر ہندو و پندر حملہ آور ہوئے اور انھوں نے فی الفور پشت پی بہادر خان نے احمد خان کی نصیحت فراموش کر کے دریا کا کنارہ چھوڑا اور دشمن کے متعاقب بڑھا۔ بہادر خان کے ساتھ فقط دو یا تین ہزار آدمی تھے یہاں تک بھیجا کرتے ہوئے گئے کہ قلب شکر کے مقابل جا پہنچے دشمن نے دیکھا کہ فقط ایک ہاتھی ہے اور ٹھوہیے جوان ہیں اور اُنکے پیچھے کچھ کمک بھی نہیں مگر چاروں طرف سے بہادر خان کو گھیر لیا بہادر خان ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اُسکے جوان بھی تلواریں کھینچ کر اُسکے ہمراہ ہوئے اور دشمن کو پسپا کرنے کی کوشش کی لیکن ہندوؤں نے اس طرح گھیر لیا تھا جیسے

نظر آئی۔ نواب سید سعد اللہ خان کے ساتھ بارہ ہزار جوان تھے۔ احمد خان کے ہمراہی اس کمک کو آتے دیکھ کر فرط خوشی سے نوہن داغنے لگے۔ سید اسد علی شاہ بہت سے آدمیوں کے ساتھ دریا کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ نواب سید سعد اللہ خان کی فوج کو آتے دیکھ رہے تھے جب شاہ صاحب کی نظر اس فوج پر پڑی ایک کیفیت اُن پر طاری ہوئی۔ اور اس حالت میں فرمایا مقتول ہوئے اور مغلوب ہوئے۔ جب وہ کیفیت زائل ہو گئی کہنے لگے کہ انکی خوشی و خرمی خدا کو خوش نہ آئی اور دیکھینگے کہ کل کیا پیش آتا ہے۔

۳ جمادی الاخریٰ ۱۱۸۷ھ ہجری کو نواب سید سعد اللہ خان نے اپنے خیمے دیہ گنگا کے بائیں کنارے استادہ کر لئے اور احمد خان نے اُنکے واسطے ہر قسم کا کھانا مستجاب خان در کنڑی کے ہاتھ بھیجا اور نواب احمد خان نے نواب سید سعد اللہ خان سے کہلا بھیجا کہ کل دریا اتر آؤ کیونکہ فوجوں کا متفق ہونا بہت ضرور ہے یہ پیغام نواب سید سعد اللہ خان کو پہونچا۔ لیکن اُنھوں نے کہا کہ میں اپنے خاص خاص سرداروں سے مشورہ کر کے جواب دوں گا تب اُنھوں نے بہادر خان اور فتح خان کو طلب کر کے اُنسے احمد خان کا پیغام کہا۔ بہادر خان نے جواب دیا کہ قوم افغانان کے سردار کے سامنے بے سوغات جانا مناسب نہیں احمد خان کو جواب بھیجنا چاہیے کہ انشاء اللہ کل آپکے ہوا خواہ آپکے دشمنوں یعنی وزیر اور سرداران جاٹ اور مرہٹہ کے سر بطور تحفہ پیش کرینگے۔ نواب سید سعد اللہ خان جو کہ نوعمر اور ناتجربہ کار تھے اُنھوں نے وہی پیغام بھیج دیا۔ احمد خان نے جواب دیا خیر جیسا تم خیال کرتے ہو ویسا ہی کیجیو مگر ایک بات کا ضرور دھیان رہے کہ کسی حال میں دریا کا کنارہ نہ چھوڑنا اور اگر مرہٹے مسدود ہیں تو اُن کا تعاقب نہ کیجیو اور اپنے سپاہیوں کو اُنکے تعاقب سے باز رکھیو کیونکہ یہ اس قوم کی عادت ہے کہ اس قاعدے سے اپنے دشمن کو

جواہر سنگھ ولد سونچ مل جاٹ جو اسوقت دریائے کنارے فوج پر حکومت کرتے تھے
ایسے موقع پر تھے کہ صاحبزادوں کو روک سکیں۔ جواہر سنگھ نے چاہا کہ سدراہ ہو لیکن
راتانے منع کیا کیونکہ رانا غضنفر جنگ کے خاندان کا خیر خواہ تھا دلیر خان جو نواب
مظفر جنگ کا مشہور چلیہ تھا اس کلبچا تھا راتانے جب اس طرح جواہر سنگھ کو سدراہ
ہونے سے مانعت کی تو صاحبزادے بخیریت قریب غروب آفتاب نواب احمد خان
کے پاس حاضر ہوئے۔

اپنے ہمراہیوں کی نئے دلی کی وجہ سے نواب
احمد خان کا اپنے حصار کو چھوڑ کر شہر آنولہ کو

چلا جانا

جب یہ خبر مشہور ہوئی کہ بہادر خان مارا گیا اور نواب سید سعد احمد خان آنولہ
کو واپس گئے تو سب لوگ لشکر میں مثل بید کے رزنے لگے۔ نواب احمد خان اپنے ہاتھی پر
سوار ہو کر تو پخانے کے قریب آیا اور ہر ایک آدمی سے کہا کہ ہماری لڑائی کچھ نواب
سید سعد احمد خان کی کمک پر منحصر نہ تھی اگر خدا نے چاہا تو کل تو پخانہ بڑھا کر سنگی رہا پور
کو جا کر وزیر سے مقابلہ کر دینگا اور بعد ازاں ہر سردار کو پوشیدہ ہلکا کر کماخوب ہتھیار دینا
میں پہرات ہے دشمن پر شب خون مار دینگا اس قسم کی دلاوری کی باتیں کر کے وہ
اپنے خیمے میں واپس آیا۔ اُس نے ہل کو توڑنے کا حکم دیا۔ اب محاصرے کو ایک مہینہ اور
گیارہ روز ہو چکے تھے۔ پہرات رہے مہٹوں اور جاوٹوں نے نواب سید سعد احمد خان
کے خیموں میں آگ لگا دی اور شعلہ اس قدر بلند ہوا کہ احمد خان کی لشکر گاہ میں مثل

شکار کو گھیر لیتے ہیں اور تیر اور گولیاں ان پر برسانا شروع کیں انھوں نے بھی تلواروں اور بندوقوں اور نیزوں سے بعض کو زخمی بعض کو قتل کیا جب تک بہادر خان کے جسم میں جان رہی تلوار ہاتھ سے نہ چھوڑی اور اپنے نام کے موافق کام کیا کوئی اس کی مدد نہ کیا آخر گھوڑے سے گر کر جان بحق تسلیم ہوا۔ دشمنوں نے اسکا سر کاٹ لیا اور جو کچھ سپاہی باقی رہ گئے انھوں نے بھاگ کر جان بچائی۔ جب نواب سید سعد اللہ خان نے سنا کہ بہادر خان قتل ہوا انھوں نے فتح خان خاںساں سے پوچھا کہ اب کیا صلاح ہے بہادر خان سے سب سردار عداوت کھتے تھے انہوں نے چلتے وقت حافظ رحمت خان نے ضحیٰ فتح خان سے کہہ دیا تھا کہ بہادر خان ضرور جنگ میں لگے ہو گا ایسی تدبیر کرنا کہ کوئی شخص اسکو مدد نہ دے پائے اور وہ مغلوب ہو کر مارا جائے اور اس صورت سے اس خار کو دور کرنا کیونکہ یہی نواب سید سعد اللہ خان کو مدد دینے کا باعث ہوا ہے۔ اگر کہیں احمد خان وزیر پر غالب آیا تو بیشک تخت کا دعویٰ کریگا۔ کیونکہ پھر کوئی اس کے مقابلے کو باقی نہ رہے گا اور اس وقت قائم خان کے انتقام میں تمام روہیلوں کو تنگ سے نکال دیا جائے گا جب نواب سید سعد اللہ خان نے فتح خان سے صلاح پوچھی تو انھوں نے موقع پا کر کہا کہ سب سے بہتر تو یہی ہے کہ انہوں کو واپس چلو۔ نواب سید سعد اللہ خان نے جواب دیا کہ جو انرودی مانع ہے کہ نواب احمد خان کو دشمن کے منہ میں چھوڑ دین فتح خان نے جواب دیا کہ احمد خان کی کامیابی کی کوئی صورت نہیں ہے وہ بھی تھوڑے عرصے میں انہوں کو آئے گا وہ ان جو کچھ صلاح ٹھہرے اس پر عمل کرنا۔ نواب سید سعد اللہ خان فتح خان کی باتوں میں آگئے اور انہوں کی طرف پھر گئے۔ نواب منٹو خان و محمود خان نے جب نواب موصوف کو پھرتے دیکھا تو احمد خان کے پاس واپس آئے۔ رانا بھیمن سنگھ

جنگِ رومیلکھنڈ

احمد خان جبکہ آدے مین داخل ہوا تو یہاں روہیلہ سردار اُسکی ملاقات کو آئے روہیلکھنڈ گزیٹیر مین لکھا ہے کہ وزیر نے روہیلکھنڈ کے بڑھنے کے اثنائین اسد پور سے روہیلون کے حاکم کے نام ایک تحریر اس مضمون کی بھیجی تھی کہ تجھے تین سالون کا خرچ جو تھکے فٹے واجب الادا ہے وہ شاہی خزانے مین داخل کرو اس تحریر کے پہونچنے پر نہ تو روہیلون نے کوئی جواب بھیجا نہ کچھ سامان جنگ تیار کیا بڑی بے پروائی کے ساتھ اُس کا کچھ خیال نہ کیا نہ یہ بات ذہن مین آئی کہ اس جھگڑے مین نواب سید سعد احمد خان کے شریک ہونے سے ہماری تمام جماعت اس فوج کشی کی مخالف مانی جائے گی لیکن اس تحریر کے دیکھنے کے بعد یہ اثر ضرور ہوا کہ اپنی تھوڑی سی جماعت لے کر نواب سید سعد احمد خان کی خبر گیری کے خیال سے اُنکی طرف روانہ ہوئے انکے پہونچنے سے پہلے صفر جنگ نے اسلام نگر پر گنہ بدایون کے قریب احمد خان بنگش اور اُسکے ہمراہیوں پر اچانک حملہ کر کے ایسی شکست فاش دی کہ کسی کے ہاتھون میدان مین نہ سجے۔ روہیلون اور بنگشوں کی تعداد ملکر قریب بارہ ہزار آدمیوں کے تھی اور آخر مین کچھ اور زیادہ ہو گئی تھی۔ لیکن عماد السعادت و تاریخ شاہیہ بنشا پور یہ مین بیان کیا ہے کہ ساٹھ ہزار سپاہ احمد خان کی تھی اور نوے ہزار سپاہ روہیلون کی تھی۔

نواب دزیر افواج مرہٹہ و جاٹ کو پتھانوں کے تعاقب پر مقرر کر کے خود صوبہ اودھ کو چلے گئے اور وہاں سے الہ آباد پہونچے اور وہاں ہو کر اودھ کو لوٹے اور گومتی کے کنارے پر مقام کیا راجہ پر تھی پت کو پر تاب گڑھ سے بلایا اگرچہ راجہ کو وزیر سے عید خون تھا

روز روشن کے روشنی ہو گئی فوج کے جن آدمیوں نے تمام عمر کبھی ایسا غوغایا آتش زدگی نہ دیکھی تھی خوف زدہ ہو کر بھاگے سردار اور نامور لوگ تو البتہ اپنی اپنی جگہوں میں قائم رہے۔ ان سرداروں نے فوج کا خوف دیکھ کر نواب کے پاس جا کر سب حال کہا۔ نواب نے پوچھا کیا صلاح ہے انھوں نے جواب دیا کہ دریا پار ہو کر بھاگ نکلنا چاہیے۔ پہلے تو اسنے انکار کیا مگر بالآخر یہ دیکھ کر کہ کوئی دوسری صورت نہیں ہے وہ گریز پر رضی ہوا اور اپنے بھائیوں (مرتضیٰ خان - خدا بندہ خان - عظیم خان - منور خان - صلابت خان - اور شائستہ خان) اور سرداروں میں سے خاص خاص (مثل رستم خان - بگش - عنایت علی خان - ممتاز خان - شاد دل خان - منگل خان - سعادت خان اور مستجا خان) کو ساتھ لے کر قلعہ سے نکلا اور شب کی تاریکی میں جانب مشرق دریا کے کنارے چلا مرہٹے بھاگتے ہوئے پٹھانوں کے عقب لشکر پر بمقام شکار پور آپہونچے۔ یہ مقام فتح گدھ سے پانچ میل ہے۔ نواب کمزور لگھاٹ تک برابر ہٹتا چلا گیا جو اس مقام سے ۱۶ میل اور پر واقع ہے اور یہاں اُسکا ہاتھی کالا پہاڑ نامی دریا پر نکلار مضانی اُس کو ہانکتا تھا۔ بہت سے جوان نواب کے پیچھے گھوڑے پیرائے جلنے کی کوشش میں ضائع ہوئے۔ نواب امرت پور کی راہ سے شاہجہان پور پہونچا اور وہاں سے آنولے میں داخل ہوا۔ جب نواب احمد خان کے فرار ہونے کی خبر پھیلی اُسکے سپاہیوں اور افسروں کے دلوں پر جو اتنا دُور و دراز کے مورچوں پر تھے خوف طاری ہوا اور ہر شخص اپنی اپنی جان بچانے لگا۔ بعض تو جھاؤ میں دریا کے کنارے چھپ گئے اور بعض نے گھوڑے دریا میں ڈال دیے اس امید پر کہ پیر ٹھیکے لگے مگر وہ سب ڈوب گئے۔

پُل بنایا گیا یہ ندی روہیلکھنڈ میں بہتی ہوئی قنوج کے قریب فرخ آباد سے چالیس میل نیچے
 ایکن جانب سے گنگا میں داخل ہوئی ہے۔ جب مرہٹوں کو معلوم ہوا کہ دشمن وہیلون
 اور دوسرے افغانوں کو ساتھ لیے حملہ کرنے کو بڑھتا ہے تو انھوں نے کھانڈے راؤ
 ولد ہمار راؤ کو بشمار فوج کے ساتھ اُس سے جنگ کرنے اور بھگا دینے کے لیے گنگا پار
 بھیجا تب احمد خان اور روہیلہ سردار اپنے پُل پر سے رام گنگا کو پار ہوئے اور اپنے
 سپاہیوں کو سخت تاکید کی کہ دریا سے دُور مت جانا اُسی کے کنارے کھائے چلنا ایک
 مقام پر دریا بصورت ہلال کے بہا ہے یہاں مرہٹوں نے احمد خان کو روکنے کے ارادے
 سے مقام کیا تھا دوندے خان جو پیش لشکر میں تھے انھوں نے دشمن کے مقام کو دیکھا
 اور خیال کیا کہ اب میں دریا کے کنارے کنارے نہیں بڑھ سکتا ہوں۔ لہذا انھوں نے
 کوچ موقوف کر کے دریا کے گھاؤ کے دونوں گوشوں یعنی مشرق و مغرب پر اپنا مورچہ
 لگا دیا۔ اس تدبیر سے انھوں نے دشمن کے بیٹھنے کی راہ مسدود کر دی جب کھانڈے راؤ
 نے راہ ہر طرف سے مسدود پائی اور دیکھا کہ چھانڈوں نے آمد و رفت بند کر دی ہے
 تو پیغام صلح کا بھیجا۔ قاصد نے اگر نواب احمد خان سے یوں بیان کیا گو ہم بادشاہ ہند
 کے حکم سے اس جنگ میں شریک ہوئے ہیں مگر ہم دل سے وزیر کی طرف سے نہیں رتے
 ہیں۔ محض وقت کا نباہ کرتے ہیں اس وقت جو کچھ ہمارے اور تمہارے درمیان باہمی غمی طور پر
 طے پا جائے گا ہم قسم کھا کر اقرار کرتے ہیں کہ جبکہ جنگ کماؤں شروع ہوگی تو ہم کو بذریعہ
 تحریر اطلاع دیئے جب یہ پیغام احمد خان نے سنا تو حافظ رحمت خان کو طلب کیا اور
 اُن سے مرہٹوں کی درخواست ظاہر کی اور یہ بھی کہا کہ میرے باپ محمد خان درمہٹوں
 میں سابق میں اتحاد بھی تھا بعد اسکے اُس نے حافظ رحمت خان سے کہا کہ دوندے خان

گر مجبوراً وزیر کی خدمت میں حاضر ہونا پڑا۔ علاوہ اسکے میں ہزار سوار و پیادہ اس کے ساتھ تھے طنطنہ بھی کسی قدر رکھتا تھا پر تاب گدھ سے کوچ کر کے وزیر کے لشکر میں پہنچا۔ جب وزیر کے خیمے میں داخل ہوا تو وزیر اس کی مزاج پر مسمی کر کے اٹھ گئے ہوتے علی بیگ خان جارجی نے پہونچکر راجہ کو کپڑا لیا وہ علی بیگ خان کو چپٹ گیا اسکے پاس ہتھیار نہ تھے اس لیے علی بیگ خان کے رخسار وں کا گوشت دانتوں سے کاٹ کر تھوک دیا کہ تمام عمر اس جگہ گڑھا رہا آخر کار راجہ مارا گیا اس کا سر کاٹ کر سر پر دے کے باہر پھینک دیا اس کی فوج جا بجا بھاگ گئی۔ نواب صفدر جنگ بھی فوج کے آدمیوں سے مزاحم نہ ہوئے بعد اسکے نواب وزیر فیض آباد کو گئے۔ اودھر پٹھانوں میں نواب احمد خان اور روہیلہ سردار وں کے مشورے سے یہ بات فرار بائی تھی کہ افضل کوہ کما بون کے دامن میں پناہ گزین ہونا چاہیے۔ چنانچہ دوسرے روز نواب احمد خان۔ نواب سید سعد احمد خان۔ حافظ رحمت خان۔ بخشی سردار خان۔ فتح خان خاں سان اور دمنے خان وغیرہ روہیلہ سردار مع اپنی فوجوں کے پہاڑ کی طرف روانہ ہو کر مراد آباد پہونچے ایسا اتفاق ہوا کہ یہاں چند روز مقام کرنا پڑا جبکہ ان سردار وں کو یہ خبر ملی کہ وزیر سنگی رام پور میں مرہٹوں کو چھوڑ کر اپنے صوبوں کو گئے ہیں تو روہیلہ سردار وں نے احمد خان سے کہا کہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آؤں گے کو داپس چلیں۔ چونکہ بارش قریب ہے ہم بے کھٹکے آرام کریں گے اور اپنے ہم قوموں کو ہر طرف سے بلائیں گے اور مرہٹوں سے جنگ کریں گے۔ یہ صلاح سب نے پسند کی وہ آؤں گے کو داپس آئے روہیلہ اپنے مکان کو چلے گئے۔ اور احمد خان شہر کے باہر خیمہ زن ہوا۔ جب بادشاہ کا موسم ہر سات ختم ہوا تو جنگ کی تیاری شروع ہوئی۔ پٹھانوں کی طرف کشمیران جمع کی گئیں اور رام گنگا پر

توانخون نے دیکھا کہ ہمارے اور دشمن کے درمیان دریا حائل ہے دونوں جانب سے توہین چلنے لگیں۔ جن مرہٹوں کا نازک حالت میں راستہ کھول دیا گیا تھا وہ پٹھانوں کے لشکر کے گرد مجتمع ہو کر قریب نہ آ سکے قریب ایک ہفتہ تک یہی حال رہا مگر دریا کو عبور کرنے کی صورت نہ نکلی اور غوراک جو سپاہی اپنے ساتھ لائے تھے وہ بھی ختم کو پہنچا۔ روہیلہ سرداروں نے نواب احمد خان سے صورت حال بیان کی اور کہا کہ اس وقت یہی مناسب نظر آتا ہے کہ آگے چل کر سو بچ پور میں مقام کرنا چاہیے۔ سو بچ پور پر گنہ گیل میں ایک گھاٹ ہے۔ اور فرخ آباد سے بیس میل اور سنگی رامپور سے چالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ انخون نے خیال کیا کہ ہم گوناوین بھی مل سکیں گی اور ہم دریائے براہمانی پر سوار ہو کر ہمارا راول کی طرف بڑھیں گے۔ کیونکہ اس وقت ہمارا راول کے پاس تھوڑی فوج تھی اس لیے پل کی مرمت میں تضییع اوقات کرنا خوب نہیں اور کوچ کے وقت یہ مشہور کرینگے کہ ہم اپنے رام گنگا کے پل کی طرف نئے کا ذخیرہ اکٹھا کرنے کے واسطے وہیں جاتے ہیں اور تازہ رسد ہم پہنچا کر اپنے قدیم موقع پر آکر جنگ شروع کر دیں گے۔ نواب احمد خان نے اس تجویز کو پسند کیا۔ اور افغانوں نے کوچ کیا جب وہ چلے رہے تھے توہین دانستے ہے لیکن تعاقب نہ کیا جب وزیر نے افغانوں کی کوشش کا ذکر سنا تو اپنے بھتیجے محمد قلی خان کو لبنی طرف سے نائب اپنے صوبوں کا کر کے اور بقا الدخان کو اس کے ساتھ مقرر کر کے جلد کوچ کیا اور گنگا کو مہدی گھاٹ سے اتر کر ۹ محرم ۱۱۵۰ھ ہجری مطابق ۱۱ نومبر ۱۷۳۷ء کو ہمارا راول سے بمقام سی رام پور جاٹ۔ مہدی گھاٹ پر گنہ گیل میں فرخ آباد سے چالیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ جب وزیر وہاں داخل ہو کر توہین سلامی میں سر ہوئیں انکی آواز سے پٹھانوں کے لشکر میں بڑا انتشار پیدا ہوا

کو حکم پہنچو کہ مرہٹوں کی راہ جو انھوں نے بند کر دی ہے کھول دیں۔ حافظ رحمت خان نے جواب دیا کہ لڑائی کے وقت دونوں خان کسی کا حکم نہیں سنیں گے۔ ہاں اگر آپ خود وہاں تک چلنے کی تکلیف کریں تو شاید وہ مانیں اور میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ فغان کی فوج کی یہ ترقیب تھی۔ دونوں خان کے عقب میں ملک کے واسطے بہادر خان اور ملا سردار خان تھے ان کے پیچھے فتح خان خاںسا ان تھے اور ان کے بعد نواب سید سعد خان اور حافظ رحمت خان یہ دونوں باہمی پر سوار تھے۔ ان کے پیچھے نواب احمد خان تھا۔ احمد خان اور حافظ رحمت خان بڑھ کر دونوں خان کے پاس گئے اور مرہٹوں کی درخواست سے ان کو مطلع کیا اور کہا کہ انھوں نے اپنے اقرار پر قسم کھائی ہے۔

دونوں خان نے جواب دیا کہ اس وقت تو مرہٹے خواہ مخواہ مصالحت کی درخواست کر چکے کیونکہ ان کی حالت نہایت نازک ہو رہی ہے تین طرف تو ان کے ندی حائل ہے۔ اور جو تھی جانب میں نے راہ بند کر دی ہے اب ان کا ایسا حال ہے کہ بلا تصدیق اور بے رضی اوقات ان کو ہم بہ آسانی شکست فاش دے سکتے ہیں ایسے موقع کی قسم محض

نہو ہے۔ نواب احمد خان نے جواب دیا جو کچھ تم کہتے ہو سب صحیح ہے مگر مذہب اسلام میں ایمان مانگنے والے کو ایمان نہ دینا جائز نہیں بلکہ سخت بُرا ہے۔ اور اگر وہ جھوٹی قسم کھا بیٹھے خدا ان کو سزا دے گا۔ دونوں خان نے مجبور ہو کر منظور کیا اور اپنی فوج کو حکم بھیجا کہ بہتہ کھول دے سپاہ وہاں سے ہٹ گئی اور دشمن کے واسطے راستہ کھول دیا۔ نواب

احمد خان اور نواب سید سعد احمد خان نے اس مقام پر اپنے خیمے نصب کرائے۔ دو سرور افغان نادوں کے پل پر پہنچے جو دیر نے سنگی رام پور پر بندھوایا تھا مسلمانوں کے پہنچنے سے قبل مرہٹوں نے پل کو توڑ ڈالا تھا جب نواب احمد خان اور روسیہ وہاں پہنچے

نے کہا اُنکے ارادے سے مجھے پیشتر ہی اطلاع کر دی ہوتی تاکہ دوسری تدبیر کی جاتی
میں جنگ کیے ہوئے ہڈنا بڑی خراب بات ہے دنیا بھر میں کوئی اس کو پسند نہ کرے گا۔
روہیلوں نے سر ہٹا کر لیا اور کچھ نہ بولے۔ بعد ایک لمحہ کے کہنے لگے جو کچھ ہوا سو ہوا۔
بہت سی گفتگو اور سوال و جواب کے بعد روہیلوں نے کہا کہ ہماری فوج دل باز گئی

ہے اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ آٹولے کو واپس جاویں اور وہاں اپنے خاندان
کے لوگوں کو مجتمع کر کے پہاڑ کو چلیں اور آپ کو بھی یہی صلح دیتے ہیں نواب احمد خان
نے اس بات کو قبول کیا ایک گھنٹہ قبل از غروب سب کے سب آٹولے میں پہنچے۔
نواب احمد خان نے شہر کے باہر ایک باغ میں قیام کیا اور یہاں ۹ گھنٹہ مقام بھی

کیا۔ جب صبح ہوئے لگی تو نواب سید سعد اللہ خان کو بلایا اور پہاڑ کی طرف روانہ
ہوئے دوسرے لوگ تمام رات گھر کے کام میں نفع دہ پیہ جمع کرتے ہیں اور وہ فوج
کرنے میں اور بان اور تو پھلنے کے کام میں مشغول ہے پھر گھر دن کو چھوڑ کر اپنے
عیال ساتھ لے کر روانہ ہوئے اور گھروں میں آگ لگا دی پہر رات گئے زپوئے پہلے
اپنے خیمے استادہ کیے دوسرے روز پھر روانہ ہو کر مراد آباد میں پہنچے اور یہاں
چھ گھنٹہ ٹھہر کر کاشی پور کی طرف چلے جو مراد آباد سے تیس میل شمال میں ہے اس وقت
ایک جاسوس آپا سیندھیہ کے پاس احمد خان کے نام خط لے کر آیا۔ اُس میں لکھا تھا کہ

جب وزیر نے سنا کہ افغان پہاڑ کی طرف ہٹے جاتے ہیں انھوں نے اپنی فوج کو حکم دیا
کہ فوراً نئی پار ہو کر تیز کوچ کرتے ہوئے دشمن کے متعاقب جائیں اور کہیں مقام نہ کریں
گن کا دھڑا مٹیا بجھتے تیس ہزار سوار و منہل قزلباش اس تعاقب کے واسطے معین ہوا
ہے وہ پہونچا ہی چلتے ہیں اسلئے تم کو لازم ہے کہ بہت جلد پہاڑ کی طرف روانہ ہو کر

جب افغان سرداروں نے وزیر کی آمد سُنی سب نے مجتمع ہو کر صلاح کی آخر یہ بات قرار پائی کہ سید سے قلعہ بنگرہ عرف یوسف نگر کی طرف کوچ کر جائیں۔ یہ مقام پر گنہہ بادیون میں آنولہ اور بادیون کے درمیان میں ہے۔ بازید خان حاکم توپخانہ طلب ہوا کہ اپنی سب توپیں بطور حیلہ سر کر کے روانہ ہو جائے۔ یہ تعمیل اس حکم کے توپخانہ روانہ ہوا۔ اس نئی تجویز کی اطلاع سپاہیوں کو نہیں دی گئی جب توپخانہ روانہ ہو گیا کل فوج میں پریشانی پھیل گئی ایک سپاہی کے بھی حواس بجا نہ رہے فقط عہدہ دار اور خاص خاص لوگ تو البتہ اس خوف سے محفوظ تھے جب عہدہ داروں نے سپاہ کا یہ حال دیکھا تو متروک ہو کر کہنے لگے کہ ہم کو بے جنگ شکست ہو گئی تو اب احمد خان مع اپنی فوج کے نواب سید سعد احمد خان کی فوج سے نصف کوس پر تھا تا کہ کو اصلہ خبر نہ تھی کہ یہاں کا کیا حال ہے آفتاب طلوع ہونے پایا تھا کہ نواب سید سعد احمد خان اور اُن کے مدارا المہام وغیرہ نواب احمد خان کے پاس پہنچے اور سارا حال اُس سے کہا۔ احمد خان نے اپنے سرداروں کو طلب کیا اور شاد دل خان اور سعادت خان کو حکم دیا کہ تم فوراً روانہ ہو جاؤ اور پل توڑ ڈالو اور ناوہ میں سو بج پور گھاٹ لیجاؤ وہاں پہل تیار کرو میں آج اُس مقام سے دریا کو عبور کروں گا اور دوسرے سرداروں کو حکم دیا کہ تم مسلح ہو کر تیار رہو جب وہ خود نواب سید سعد احمد خان کے لشکر کی طرف چلا اور اُسکو ساتھ لے کر ایک کھٹے وسیع میدان میں مقام کیا تب سرداران روہیلہ نے نواب سے ملاقات کر کے اپنی فوج کا حال کہا کہ توپخانے کے روانہ ہو جانے سے اُنکے دلون میں ہراس پیدا ہو گیا ہے اور سب کے سب بھاگنا چاہتے ہیں اور جب یہ حال ہے تو ہم میدان میں کیسے جنگ کر سکتے ہیں احمد خان

جلنے امن تلاش کرو احمد خان نے اس خط کو پڑھ کر نواب سید سعد اللہ خان اور ان کے سرداروں سے سب حال کہا اور قاصد کو سات اشرفیان دیکر رخصت کیا۔ افغان فی الفور جانب کوہ روانہ ہوئے اور دوسرے روز جنگل میں پہونچ گئے۔ شیو پر شاد کی فرخ نجش میں یون لکھاپے کہ لہار راؤ وغیرہ نے افغانوں کے ساتھ اس قدر سلوک کیا کہ دو تین دن کا توقف اپنے کوچ میں کیا کہ افغانہ خیریت سے جنگل میں پہونچ گئے اگر مرہٹے تعاقب کیے ہوئے چلے آتے تو افغانہ میں سے کوئی بھی صحیح و سالم وہاں تک نہ پہونچ سکتا۔ اور منتخب العلوم میں کہلپے کہ لہار راؤ نے دوند خان کو کہلا بھیجا کہ اگر تم لبنی بہتری چاہتے ہو تو یہاں سے چلے جاؤ ورنہ یہاں تباہ ہو جاؤ گے تمہارے تمام خاندان خراب ہو جائیگے انھوں نے جواب دیا کہ اگر ہم نے یہاں سے کوچ کیا تو تم ہمارا تعاقب کرو گے اسلئے ہم کو یہاں ہی شہید ہو جانا بہتر ہے۔ لہار راؤ نے کہلا بھیجا کہ جب تک تم جنگل میں نہ پہونچ جاؤ گے ہم تعاقب نہیں کریں گے تمام افغان چلکیا پہونچ گئے یہ مرہٹوں کا احسان سمجھنا چاہیے جیسا کہ یہاں کے مورخون کا بیان ہے اور اگر یزی مورخون کا قول ہے کہ روہیلون کا تعاقب کاہلی اور تہاہلی سے اس وجہ سے کیا گیا کہ مرہٹوں کی فوج بیشتر لوٹ مار کی نگرہ میں ادھر ادھر بھٹکتی پھرتی رہی۔

افغانوں کا دامن کوہ کماؤن میں پناہ لینا

پٹھانوں کے پناہ لینے کے مقام میں اختلاف ہے ہملٹن کے بیان کے موافق ان لوگوں کا مقام گڑھوال کی پہاڑی پر مقام لال ڈانگ میں تھا اور مستجاب خان مولف

تھا خرید کیا اور شکر خدا بجالائے اور کھانے پکانے میں مصروف ہوئے۔
 جب وزیر گنگا پار ہوئے تو آنھوں نے لہار راؤ کو سخت تاکید کی کہ اپنا لشکر لیکر
 دشمن کا تعاقب کرے لیکن مرہٹہ سرداروں نے یہ ایفاء اپنے قول کے وقفہ اور
 عذر کیا کہ تانٹیا گنگا دھرا اور مغل افغانوں کے تعاقب میں گئے ہیں اس لیے مناسب
 ہے کہ انتظار کیا جائے کہ دشمن کس طرف کا ارادہ رکھتے ہیں جب معتبر خبر مل جائیگی
 تو اس وقت کوچ یلغار کرنا مناسب ہوگا تھوڑے عرصے میں خبر ہوئی کہ پٹھان ان کو
 کی طرف گئے مرہٹوں نے بھیجیل تمام کوچ کیا۔

عماد السعادت اور تاریخ شاہیہ نیشاپور یہ و سلطان الحکایات میں لکھا ہے کہ
 صفدر جنگ نولے میں پہونچے تو وہاں نواب سید سعد اللہ خان خلع نواب سید علی محمد خان بہا
 کو آنھوں نے قتل کروایا اور وہ وقتا تو لے میں وزیر کی فرج رہی تیسرے دن پٹھانوں کے تعاقب میں کوچ کیا۔
 لیکن قتل نواب سید سعد اللہ خان کی حکایت محض غلط ہے ان کا انتقال توہ شعبان
 ۱۱۷۵ ہجری کو سل کی بیماری سے ہوا تھا جیسا کہ فرج بخش مولفہ شیو بہر شاد میں
 مفصل مذکور ہے۔ بہر صورت مرہٹوں کی فوجیں تعاقب کرتی ہوئیں پٹھانوں کے
 قیام گاہ کے تین کو س قریب جا پہونچیں یہاں آنھوں نے مقام کیا۔ اور وزیر نے
 اپنا لشکر موضع چلکیا میں ڈالا۔ اور پٹھانوں کے اُس طرف کے تمام راستے بند کر دیے
 تاکہ بھوک و پیاس کی شدت سے مجبور ہو کر قبضے میں آجائیں مگر پٹھانوں کی ہمت
 پہاڑ کی جانب سے انکو رسد پہونچنے کا عمدہ ذریعہ مقرر تھا۔ عماد السعادت میں لکھا ہے
 کہ پٹھانوں کے پاس پھانٹ سے جو رسد آتی تھی وہ انکی جماعت کثیر کو کافی تھی اس لیے
 گوشت کھا کر بسر کرتے تھے وزیر کے لشکر کے غریب آدمی یہاں سے گوشت لے جاتے

بھی جنگ کر سکتے ہیں مگر غذا ہم پہونچانا نہایت ضرور ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ الموڑے کا راجہ اپنی دامن کوہ کی ریاست کے ناظم سید احمد کو نہایت عزیز رکھتا ہے اور سید موصوف ہماری قوم کا بھی خواہ ہے اگر آپ سید کو کچھ تحفے تحائف دیں مگر راجہ کے پاس بھیجیں اور اُس سے درخواست غلے کی ہم سانی کی کریں تو بہت

مناسب ہوگا۔ نواب احمد خان نے اس تجویز کو پسند کیا۔ حافظ رحمت خان احمد خان سے رخصت ہو کر سید سے تھکے پاس گئے۔ سید مذکور نجیب خان کے قریب توپخانے میں تھا اور جو تجویز کیا تھا اُس سے بیان کیا۔ سید کو نواب احمد خان کے پاس بلالئے نواب نے اُس کو خط و تحائف دیے اور الموڑے کی طرف رخصت کیا۔ سید کے پہونچنے

سے قبل وزیر کا دکیل مہدی جنگل کی راہ سے راجہ الموڑہ کے پاس آیا وزیر کا پیغام یہ تھا کہ ہمارے دشمنوں نے دامن کوہ میں پناہ لی ہے۔ ہم تمھاری دوستی سے امید رکھتے ہیں کہ اُن کو رسد نہ پہونچنے پائے بھوض اسکے نواب سید سعد اللہ خان کا تمام لگ تمھاری ریاست میں شامل کر دیا جائے گا جب سید مع تحائف وہاں پہونچا اور

نواب احمد خان کا خط دیا۔ الموڑے کے راجہ کے وزیر نے صفدر جنگ کے دکیل کو رخصت کیا اور کہا کہ یہ انسانیت سے بعید ہے جو ہمارے یہاں آکر پناہ لے ہم اس پر کھانا بند کریں۔ اُسے فوراً اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ جو گاؤں دسلے پٹھانوں کے لشکر سے قریب ہیں اُسے کو جلد غلہ لا کر اُن کے لشکر میں پہونچائیں اور سید کو

جواب دیکر رخصت کیا سید یہاں پہونچنے بھی نہ پایا تھا کہ ہزاروں پہاڑی غلہ سرور پر لیے ہوئے نمودار ہوئے اور بیچنا شروع کیا پٹھانوں نے اس غلے کو نہ غلے تقو رکھا۔ بیچارے بھوکوں مر رہے تھے۔ اُسکو بہت غنیمت جانا جتنا جسکو درکار

متعین تھا اس مضمون کا آیا کہ جاسوسوں نے بادشاہ سلامت کو خبر دی ہے کہ احمد شاہ درانی اپنے ہم قوم افغانوں کی مدد کو آتا ہے۔ اور درانی مذکور نے افغانان کو ہستانی کو اطلاع دی ہے کہ میں آتا ہوں سب کے سب دریائے سندھ کے کنارے مجتمع ہو کر میرے منتظر رہیں۔ خط بین یہ بھی لکھا تھا کہ جب بادشاہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو نہایت متردد ہو کر فیروز جنگ سے کہا کہ صفدر جنگ میری تمام فوج اور ہر مقام سے زمینداروں کو لے کر بیودہ جنگ کرنے گیا ہے اب تک یہ بھی نہیں معلوم ہوا ہے کہ وہ احمد خان اور روہیلوں پر غالب آیا یا فتحیاب ہونے کی کچھ امید بھی ہے اب ہم کیا کریں فیروز جنگ نے آداب بجالا کر اتنا س کیا کہ جو کچھ غلام سمجھتا تھا وہی پیش آیا۔ کترین نے حضور عالی کو پشتیر سے آگاہ کر دیا تھا۔ چونکہ حضور نے اس امر میں جاوید خان سے صلاح لی تھی اس لیے اب اُس سے پوچھنا چاہیے کہ کیا کرنا چاہیے۔ بادشاہ سلامت نے فرمایا یہ تو سچ ہے مگر خطا انسان سے ہو ہی جاتی ہے تمکو یہ لازم نہیں ہے کہ مشورہ دینے سے انکار کرو۔ تب فیروز جنگ نے کہا کہ صفدر جنگ کے نام ایک شفقہ روانہ ہونا چاہیے کہ احمد شاہ درانی اس طرف آئے اس لیے تمکو لازم ہے کہ احمد خان سے صلح کر لو اور یہ صلاح دی کہ علی قلی خان چنگا اس قاصد ہی پر بھیجا جائے۔

راجہ اندرگر گوشائین کے اتیتون کا نواب

احمد خان پر حملہ۔ اندرگر کا شکست پانا وزیر کا

اندرگر کی شکست سے نہایت شکستہ خاطر ہو کر

اور سیر بھر گوشت ایک اشرفی کو فروخت کرتے اور فروخت کرنے کی یہ ترکیب تھی کہ دور سے پٹھانوں کو کرائے کا گوشت دکھایا جاتا وہ قیمت اوپر سے ڈال دیتے بیچنے والا قیمت لیکر ہٹ جاتا خریدار پہونچکر گوشت اٹھا لیتا اور پٹھانوں کے لشکر میں رسد کی اتنی کمی تھی کہ رفتہ رفتہ ایک گائے اور بھینس ایک ایک پیسے کو وزیر کے لشکریوں کے ہاتھ فروخت کرنے لگے یہ بیان غلط ہونے میں اتنا واضح ہے کہ اس کی تردید کی بھی ضرورت نہیں۔

جنگل بہت گھنا تھا اور سستہ نہایت ناموار تھا اس وجہ سے وزیر کا بڑا تو پچانہ بہت دیر میں پہونچا ہر روز دن بھر وزیر ہاتھی پر سوار ہو کر خود تو پیچھے رہتے اور مرہٹوں کو لڑنے کے واسطے آگے کرتے تھے اور اپنا تو پچانہ پٹھانوں کے تو پچانے کے مقابل لاتے تھے انکے تو پچانے کا گولہ اتنا بلند جاتا تھا کہ پٹھانوں کے تو پچانے کے اوپر سے گذر کر پیچھے کے میدان میں جا کر گرتا تھا اس کو سبھ کے میدان میں اولے کی طرح گولے بہتے تھے صبح سے شام تک توپیں چلا کرتی تھیں اور شام کو واپس آتے تھے وزیر کا تو پچانہ تھوڑی دیر بعد آتا تھا اور رات جوئے نہیں پاتی تھی کہ وزیر اپنی توپیں بنظر احتیاط اپنے لشکر کے قریب کچھ ایجا تے تھے ہر روز اسی طرح جنگ ہوتی تھی دو مہینے یہی حال رہا مگر افغانوں کو اس کبھی کچھ ضرر نہوا۔ پہاڑ سے ایک نالہ جاری تھا یہ اور بھی وزیر کی تدبیر میں المرح تھا۔ پٹھان اس نالے سے نہر کاٹ لائے تھے اور اُس کا پانی اپنے لشکر کے گرد پہونچایا تھا۔ لہار راؤ اور سو بچ مل جاتے بہت کوشش راستہ معلوم کرنے کی کی گریبے سود ہوئی۔

اس وقت وزیر کے پاس ایک خط انکے کارندے کے پاس سے جو دربار شاہی میں

کے روہو گیا اور حملہ کرنے کا حکم پایا قبل حملہ کرنے کے راجہ اندر گرنے وزیر سے درخواست کی کہ مغل اور شیر خجے کو حکم ہو کہ اول وہ داؤن کا حملہ نجیب خان اور سید احمد کے مورچے پر کریں تاکہ کل پٹھان اُس طرف متوجہ ہوں اور نجیب خان کی مدد کو جائیں احمد خان کی جانب خالی چھوڑیں اور کوئی پٹھان اُس کا معاون نہ ہے اُس وقت میں اُسپر حملہ کروں گا وزیر نے اُسکے حسبِ خواہ حکم دیا راجہ اندر گرنے بڑھ کر نشیب میں مقام کیا اور منتظر موقع کا ہوا اور مغلوں نے نجیب خان کے مورچے پر حملہ کیا لڑائی شروع ہو گئی۔ مغلوں نے حتی المقدور بڑی جوانمردی کی مگر نجیب خان نے بھی خوب دھمکی کے ساتھ مقابلہ کیا اور اپنے دوستوں سے کہا کہ ابھی گولہ باری موقوف کرو۔ جب دشمن قریب آئے تو لوہار سے مقابلہ کرنا۔ نجیب خان نے بخشی سردار خان اور دونوں سے کہا کہ ابھی اپنی اپنی جگہیں چھوڑ کر آئیں کیونکہ وہ سمجھتے تھے خاص حملہ میری طرف کیا گیا ہے۔ حافظ رحمت خان یہ دیکھ کر کہ نجیب خان پر حملہ ہوا سوار ہو کر نواب احمد خان کے پاس پہنچے مگر قبل اُنکے پہنچنے کے نواب احمد خان ہاتھی پر سوار ہو کر اپنے مورچے کو جا چکا تھا۔ حافظ رحمت خان نے نواب سے کہا کہ آج خاص حملہ نجیب خان کے توپخانے کی طرف ہے۔ نواب نے جواب دیا کہ نجیب خان پر نقطہ دھوکے کا حملہ ہے۔ اصل حملہ پھر قوم اتیت کے ہاتھ سے ہو گا۔ ایسے تم اپنے مورچے کو جاؤ اور اپنے سرداروں کو حکم دیا کہ سب ہوشیار رہیں ڈیڑھ گھنٹہ دن ہے اتیتوں کی فوج میدان میں آئی۔ پٹھان تمنداروں نے اپنی سپاہ کی صف بندی کی اجازت چاہی نواب احمد خان نے اُنسے کہا کہ فوج خیر پڑھ کر جنگ کا ارہوہ کرو افغانوں نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور

میدان جنگ سے کاشی پور کی طرف بھاگ جانا

مرہٹوں کا اٹھنا تعاقب کر کے روک لینا

وزیر نے اس خبر کو اپنے معتدون سے بھی مخفی رکھا۔ دوسرے روز انھوں نے
 لہار راؤ اور آپاسیندھیہ اور گنگا دھرتا نیا اور سورج مل جاٹ کو طلب کیا اور کہا
 دو مہینے تو گزر گئے اور ہنوز روزا دل ہے تم ذرا بھی آگے نہ بڑھے اور نہ کچھ مدد دی۔
 آپاسیندھیہ نے سب سے پہلے جواب دیا کہ ہم میدان کی لڑائی لڑتے ہیں نہ خاستان
 اور قلعہ و خندق کی۔ راجہ اندر گر گوشائیں نے کہا کہ تمھارا دشمن میدان میں ہے
 نہ وہ قلعہ میں ہے نہ خندق میں فقط پانی سدرام ہے دو گوشوں میں مشرق و
 مغرب کی طرف پانی نہیں ہے۔ مشرق کی طرف نجیب خان اور سید احمد خان کا تو پخانہ
 ہے اور مغرب کی سمت نواب احمد خان ہے اگر کوئی شخص تھوڑی بھی تکلیف کہے تو پڑ
 فتح حاصل کر سکتا ہے۔ آپاسیندھیہ نے کہا کہ تم بھی تو نواب وزیر کے ذکر ہوتے ہیں اتنی تکلیف
 کیون نہیں کرتے ہو۔ اندر گر نے کہا کہ کل میں نواب احمد خان کے موہچے پر حملہ کر دیا
 اور بے مدد اسپر قبضہ کر لیا۔ وزیر کے اقبال سے احمد خان کو زندہ گرفتار کر لاؤں گا۔
 یا اسکا سر نیزے پہلاؤں گا۔ سلطان مرہٹہ نے جواب دیا اس سے بہتر ادر کیا ہے سب سردار
 رخصت ہو کر اپنے مقام کو گئے۔ آپاسیندھیہ نے نواب احمد خان سے کہا بھیجا کہ کل
 راجہ اندر گر تیرے حکم کو گا اور مجھے امید ہے کہ وہ یا تو مارا جائے گا یا شکست کھائے گا۔
 جب بات ختم ہوئی اور آفتاب مشرق سے طلوع ہوا راجہ اندر گر پندرہ ہزار سوار و
 پیادہ کی جمیعت سے کہ سب آیت اور ناگے تھے بان اور بندھو سے مسلح ہو کر وند

غرض لہنار راؤ اور آپاسیندھیالے وزیر کو اس حرکت ہزدلی سے جو بالکل منافی
 انکے مرتبے کے تھی باز رکھا اور وزیر واپس آکر پھر اپنی سابق جگہ میں قیام پذیر
 ہوئے۔ روزمرہ کے محلے تو پون کے ختم ہو گئے کیونکہ انکی گاڑیاں اور مسالہ پٹانوں
 نے جلادیا تھا ان جو مزدیوں کے باعث پٹھانوں کا گیا ہوا رعب لوگوں کے دلوں
 میں بیٹھتا جاتا تھا۔ مرہٹوں کے دل محاصرے سے ایسے اگتا گئے کہ انکو لڑائی تو زیادہ
 کرنی پڑتی تھی اور غنیمت کچھ ہاتھ نہ آتی تھی اسکے علاوہ موسم کی تبدیلی اور آب
 و ہوا کی خرابی نے دونوں فریقوں کی صحت میں نقصان پیدا کرنا شروع
 کر دیا۔

فائدہ میں نے جو مسالا لکھا ہے اور مصالحہ نہیں لکھا تو وجہ اسکی یہ ہے
 کہ اردو کے محاورے کے اعتبار سے اول درست ہے نہ دوم منیر کی باعی ہے یعنی
 ہے قلم میں مشکل اک نوالا کھانا رکھتا ہے نہ گھی نہ کچھ مسالا کھانا
 ہر لقمہ خشک حلق میں پھنستا ہے تیار ہوا ہے کیا ابالا کھانا

ابو المنصور خان صفدر جنگ اور پٹھانوں میں

علی قلی خان کے توسط سے عہد و پیمان کی تجویز اور

اس میں ناکامیابی

وزیر کو اس مہم مشکلات سے دن رات تردد رہتا تھا اس وقت علی قلی خان وزیر
 کے لشکر میں بادشاہ دہلی کا شفقہ لیکر داخل ہوا۔ یہ شفقہ خاص بادشاہ کا دستخطی تھا
 جس میں یہ تحریر تھا کہ احمد خان سے فوراً صلح کر لینی چاہیے۔ یہ شفقہ وزیر کے حوالے کر کے

فاتحہ خیر پڑھ کر دشمن کی طرف چلے دونوں جانب سے پشتیربان اور بندوق سرسہم
اور ایک گھنٹہ تک اس طرح لڑائی ہوتی رہی آخر الامر پٹھان بڑھکر دشمن پر جا پہنچے
اور تلوار چلنے لگی افغانوں نے اس سختی سے حملہ کیا کہ انتہیوں نے غالب دلا کر ہٹا کر منسوخ

کیا اس وقت اندر گر کا چیلہ امتیون پر حکمران تھا جب اُس نے دیکھا کہ ناگون اور امتیون
نے منہ پھیر لیا تو وہ گھوڑے پر سے اتر پڑا اور اُن کو مجتمع کرنا چاہا اور اپنے خاص خاص
ہمراہیوں سے کہا کہ تلوار لے کر حملہ کرو انھوں نے اُسکے حکم کی تعمیل کی اور خوب جانباری
سے لڑے انہیں سے بہت سے مارے گئے اور باقی منتشر ہو گئے۔ تب خود امتیون کا سردار
شمش بدست سامنے آیا اور ایک پٹھان فقط تلوار لے کر اُسکے مقابل ہوا۔ تھوڑی دیر لڑکر
پٹھان نے اُسکو مار لیا اور اُس کا سر تن سے جدا کر لیا۔ جب امتیون نے دیکھا کہ انکا سردار
قتل ہوا بھاگ کھڑے ہوئے راجہ اندر گریہ برکشتگی طالع دیکھ کر میدان جنگ سے پھرا۔

پٹھانوں نے وزیر کے لشکر تک اُسکا تعاقب کیا اور غروب آفتاب کے وقت وہاں پہنچے
بعد غروب اس قدر تاریکی ہوئی کہ ایک دوسرے کو شناخت نہ کر سکتا تھا۔ ذاب احمد خان نے
فوراً قاصد روانہ کیا اور حکم دیا کہ سب تعاقب سے واپس آئیں پٹھانوں نے وزیر
کی توپوں کی گاڑیوں میں آگ لگا دی اور معال غنیمت اپنے لشکر میں واپس آئے
جب وزیر نے اندر گر کی شکست کی خبر سنی نہایت افسردہ خاطر ہوئے اور اپنے
خمیے سے نکل کر ہاتھی پر سوار ہوئے اور کاشی پور کی طرف بھاگے جب ہمارا رافاؤ اور
آپاسیندھیا کو وزیر کے گریز کی خبر ملی بہت سی فوج لیکر اُن کا تعاقب کیا اور
کاشی پور پہنچ کر انکے سدراہ ہوئے اور وزیر کے پاس پہنچ کر بولے کہ شکست تو
اندر گر کو ہوئی آپکی اس بُزدلی کا کیا باعث ہے اُس نے اپنے غرور کی واقعی سزا پائی۔

کے خیمے میں گیا۔ دوستانہ گفتگو کے بعد معاملات کا ذکر درمیان آیا۔ علی قلی خان نے بادشاہ کا دستخطی شفقہ جو ذاب احمد خان کے نام تحریر تھا نکالا۔ احمد خان نے اُس شفقہ کو سر پر رکھا نظیم کی خاطر اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور دلی کی طرف منہ کر کے آداب بجالایا۔ بعد ازاں شفقہ کھول کر پڑھا اُس کا مضمون بجز خاص خاص سزاؤں کے کسی اور سے قلمبہ نہ کیا۔ شرائط صلح شروع ہونے کے قوت سے ہی دن بعد معلوم ہو گیا کہ بادشاہ نے صلح کر لینے کا حکم دیا ہے۔ احمد خان نے شفقہ شاہی کو پڑھ کر پوچھا آخر اس سے بادشاہ کی منشا کیا ہے۔ علی قلی خان نے کہا کہ تم اپنے بیٹے محمود خان اور ذاب سید سعد احمد خان کے مدارا لہام حاضر رحمت خان کو میرے ہمراہ بھیج دو تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ گو وزیر نے حکم شاہی کی بجا آوری میں کوتاہی کی مگر احمد خان نے خود ذاب شاہی الام فوق الادب سمجھ کر اطاعت کی اور اپنے بیٹے محمود خان اور ذاب سید سعد احمد خان کے خاص سردار کو وزیر کے لشکر میں بغرض صلح بھیج دیا۔ اس میں وزیر کی بھی آمرد بنی ہے گی اور مراتب شاہی بھی محفوظ رہیں گے۔ احمد خان نے جواب دیا کہ اس امر میں بغیر مشورہ اپنے سرداروں کے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں۔ احمد خان فی الفور سوار ہو کر ذاب سید سعد احمد خان کی فرود گاہ میں آیا اور حاضر رحمت خان اور دوسرے سرداروں کو طلب کر کے امر مذکور میں صلاح پوچھی۔ ملا سردار خان جہاں سب میں عمر میں زیادہ تھا بولا کہ علی قلی خان کی کیا ہماط ہے۔ ذاب احمد خان نے پوچھا تمہاری اس سے کیا غرض ہے ملا سردار خان نے جواب دیا کہ معاملہ صلح ایسے شخص کے توسط سے ہونا چاہیے جو خود کچھ قوت اور اختیار رکھتا ہو۔ اگر ضرورت پڑے تو تعمیل شرائط میں مجبور ہو کر اور در صورت فتح معاملہ اہم قابل پیش آسکے اس کا مطلب یہ تھا کہ صلح نامہ ہمارا راؤ اور آپا سینہ صبا کے توسط سے

علی قلی خان نے بادشاہ کا زبانی پیام یعنی احمد شاہ دُرّانی کی آمد کی خبر بیان کی۔ وزیر نے کہا کہ اگر صلح کی درخواست میری طرف سے ہوگی تو اس میں تمام عہدہ کے واسطے میری توہین ہوگی پس کس صورت سے صلح کرنی چاہیے۔ علی قلی خان نے جواب دیا کہ مجھ میں اور احمد خان غالب جنگ میں قدیم سے رابطہ اتحاد ہے اگر تمہاری مرضی ہو تو میں احمد خان سے ملاقات کر کے اُس کو صلح کی طرف مائل کروں وزیر اس تدبیر سے نہایت محظوظ ہوئے۔ علی قلی خان نے احمد خان کو ایک شوقیہ خط اس مضمون کا بھیجا کہ مجھے تمہاری ملاقات کی کمال آرزو ہے۔ احمد خان نے یہ خط پڑھ کر حافظ رحمت خان اور دوسرے سرداروں روہیلہ سے ملاقات کی اور خط کا مضمون کہا سب نے یہی صلاح دی کہ چونکہ علی قلی خان آپ کا دوست ہے اسلئے ملاقات مناسب ہے۔ نواب احمد خان نے جواب لکھا کہ آپ کے استفسار کی کیا ضرورت تھی آپ کا گھر ہے جب یہ جواب پہنچا علی قلی خان نے وزیر سے کہا۔ وزیر نے اُس سے قسم لی کہ ہرگز اشارہ صلح کا میری جانب سے نہ متصور ہو۔ علی قلی خان نے کہا کہ تم خلعت جمع رکھو کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ تمہاری توہین عین بادشاہ کی اہانت ہے جب علی قلی خان نواب کے توپخانے کے قریب پہنچا تو احمد خان کا بیٹا محمود خان استقبال کو آیا۔ جب محمود خان وہاں پہنچا۔ دو فون باہم بغلیں ہوئے۔ اور ایک ہاتھی پر سوار ہو کر احمد خان کے خیمے کی طرف روانہ ہوئے۔ نواب اُنھ کو لب فرش تک استقبال کو آیا اور اُس سے بغلیں ہوا۔ ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے مسند تک گئے بہت دیر تک باہم دوستانہ گفتگو ہوتی رہی بعد ازاں علی قلی خان کو ایک خیمے میں پہنچایا جو خاص اُسی کے آرام کے واسطے اِستادہ تھا اور کھانا ہر قسم کا تیار کر کے بھیجا گیا۔ شام کو احمد خان علی قلی خان

احمد خان کے بیٹے کو وزیر کے لشکر میں لانے کے واسطے بھیجا آپاسیندھیانے
 احمد خان سے کہلا بھیجا تھا کہ اپنے بیٹے کو بھیجنے میں کوئی عذر نہ کرنا اب کھانڈے راؤ
 مع ہمراہیوں کے نواب احمد خان کے مورچے کے قریب پہونچا اسکے آنے کی خبر
 نواب احمد خان کو پہونچی اس نے اس وقت محمود خان کو طلب کیا اور کچھ اس
 کے کان میں کہا اور دوسو سواروں کو اسکے ساتھ کیا اور نواب سید سعد احمد خان
 نے حافظ رحمت خان کو بھیجا۔ جب کھانڈے راؤ نے انکو آنے دیکھا اپنے ہاتھی سے
 اتر پڑا اور بنگلیہ ہوا۔ بعد ازاں جب پھر سوار ہو گئے تو کھانڈے راؤ نے اپنا ہاتھی
 محمود خان کے ہاتھی کے پیچھے رکھا اور اس طرح سے مرہٹوں کی لشکر گاہ میں
 پہونچے۔ ہمارا راؤ اور آپاسیندھیانے اور تانتیا گنگا دھر اور دوسرے سردار پیشواؤں کو
 آئے جب وہ سامنے پہونچے اتر پڑے اور محمود خان اور حافظ رحمت خان سے بنگلیہ
 ہوئے۔ بعد ازاں ہمارا راؤ نے انکو ایک خیمے میں لیجا کر ایک مسند پر بٹھایا اور مرہٹہ سردار
 گرد بیٹھے۔ اس وقت دکن کے تحائف پیش کیے گئے۔ چند اشیاء تو محمود خان نے قبول
 کیں باقی گھوڑا و ہاتھی وغیرہ اس نے واپس کر دیے۔ بعد ازاں سرداران مرہٹہ
 وزیر کے لشکر میں گئے۔ اور کہا سردار ذی مرتبہ صاحبزادے کو لانے کے واسطے روانہ
 کرو۔ نواب سالار جنگ اور علی قلی خان کو جانے کا حکم ہوا۔ سرداران مرہٹہ انکے ہمراہ
 واپس آئے۔ جب مناسب فاصلے پر پہونچے۔ صف باندھ کر کھڑے ہوئے انکے آنے
 کی خبر لشکر محمود خان اور حافظ رحمت خان لشکر سے نکلے انکو آنے دیکھ کر نواب سالار جنگ
 آگے بڑھا اور جب قریب پہونچا اپنے ہاتھی سے اتر پڑا اور ان سے بنگلیہ ہوا۔ تب
 یہ سب باہم وزیر کے لشکر میں پہونچے۔ جب گھوڑا فاصلہ باقی رہا محمود خان اور

ہونا چاہیے مگر کسی حال میں مجھے یہ منظور نہیں ہے کہ محمود خان دشمن کے لشکر گاہ میں جائے۔ حافظ رحمت خان کو اختیار ہے کہ چاہیں جائیں یا نہ جائیں کیونکہ ان میں اور وزیر میں خفی اتحاد ہے۔ احمد خان نے سردار خان کو جواب دیا کہ میں بختاری صلاح کو بدل پسند کرتا ہوں اور اس پر عمل کروں گا بعد ازاں نواب احمد خان اپنی لشکر گاہ میں واپس آیا اور دوسرے روز علی قلی خان سے کہا گو مجھے خود پتہ اعتماد کامل ہے مگر وہیلہ سردار مرہٹوں کی وساطت کے بغیر میرے بیٹے کے بھینچنے میں رائے نہیں دیتے ہیں یہ سن کر علی قلی خان نے جواب دیا کہ واللہ وہیلہ سردار منہایت ذی ہوش اور دور اندیش ہیں یہی میری خواہش تھی جو انھوں نے صلاح دی میری جو مراد صلح سے تھی وہ حاصل ہے کیونکہ میری غرض صرف تمکو صلح کی طرف راغب کر لینا تھی نواب احمد خان نے جواب دیا بختاری دوستی میرے دل پر گویا پتھر کی لکیر ہے بعد اس ملاقات کے علی قلی خان رخصت ہو کر اپنے لشکر میں آیا اور وزیر سے ملاقات کی کل باجوہ مفصل بیان کیا اور کہا میں نے احمد خان کو صلح پر راضی کر لیا ہے مگر شرط یہ ہے کہ صلح نامہ توسط ہمارا راؤ اور آپا سیندھیا کے ہونا چاہیے اس لیے کھانڈے راؤ محمود خان و حافظ رحمت خان کو لانے کے واسطے بھیجا جائے۔ وزیر نے ہمارا راؤ اور آپا سیندھیا کو طلب کر کے کہا کہ نواب احمد خان کے بیٹے کے یہاں لانے کی تدبیر کرو جب وہ یہاں آئے گا ہم کوئی تصفیہ کر لینگے ان دونوں سرداروں نے منظور کیا مگر یہ کہا کہ ایسی کوئی بات ہونے پائے کہ پھر ہمارے وزیر سے فصاحت پیدا کرنا پڑے۔ وزیر نے باوجود اپنے مرتبے کے مجبور ہو کر قسم کھائی کہ اس سے میرا ارادہ دغا کا نہیں ہے۔ تب ہمارا راؤ نے اپنے بیٹے کھانڈے راؤ کو نواب

نے کہا کہ میرے والد کی مان قوم مغل سے تھی اور باپ پٹھان تھا چنانچہ جب وہ اصل مغل کی طرف جاتا ہے تو بہادر مغل سے میدان میں آتا ہے اور جب نسل مغل کی طرف رخ کرتا ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے اس جواب سے وزیر خاموش ہو گئے کیونکہ وہ خود قوم مغل سے تھے۔ اسکے بعد وزیر نے لہار راؤ اور آپا سیندھیا کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے ابھی کچھ کھایا نہیں ہے آپ براہ عنایت بابا محمود خان سے رخصت ہو جیے۔ یہ سن کر دونوں سردار اپنے لشکر کو روانہ ہوئے۔ وزیر تب محمود خان و حافظ رحمت خان کو لیکر اپنے خاص خیمے میں گئے اور خاصہ طلب کیا تقاریر احمد خان نے مہمانوں کے واسطے کھانا بیجا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے وزیر نے اسماعیل خان کو حکم دیا کہ ہمارے سراپے کے داہنی جانب اٹکے واسطے خیمہ استادہ کیے۔ جب خیمے کھڑے ہو چکے تو محمود خان و حافظ رحمت خان وزیر سے رخصت ہوئے۔ جب ایک گھنٹہ رات گئی وزیر کے حکم سے ایک ہزار مغلوں نے ان دونوں شخصوں کے خیموں کو گھیر لیا جب محمود خان اور حافظ رحمت خان کے ذکر و نالے یہ حال دیکھا ہر ایک نے فردا جاکر اپنے الگ الگ سے اطلاع کی مہٹوں کے جاسوسوں نے معلوم کیا کہ کچھ دعا کا ارادہ ہو رہا ہے اس لیے نہایت متروک ہو کر اپنے سردار دن کو خبر دی۔ کھانڈے راؤ یہ خبر سننے ہی بلا اطلاع اپنے والد کے وزیر کے لشکر کو گیا اُس نے دیکھا کہ ایک ہزار مغل سپاہی مہمانوں کے خیمے کے گرد دھن فوراً اُس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ ان نالائقوں پر حملہ کر کے انکو منتشر کر دو یہ حکم سنکر مغل بھاگ کھڑے ہوئے۔ سر پہ مین پہونچ کر کھانڈے راؤ نے دیکھا کہ محمود خان و حافظ رحمت خان مسلح بہ ارادہ مقابلہ کھڑے ہیں۔ کھانڈے راؤ کو دیکھ کر محمود خان نے مسکرا کر کہا کہ میں خدا سے دعا کرتا تھا کہ میں کسی صورت سے وزیر تک پہونچ جاؤں

حافظ رحمت خان ٹھہر گئے۔ لہار راؤ اور آپا سیندھیانے سبب پوچھا تب محمود خان نے کہا کہ آپ آگے جا کر وزیر سے اجازت لیجیے میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے سب سے بڑی ملاقات کے وقت موجود ہوں وہ گئے اجازت مطلوبہ لائے اور اسماعیل خان کو حکم دیا کہ دروازے پر جا کر کھڑا ہوتا کہ محمود خان کے آدمیوں کی روک نہو۔ مرتے محمود خان و حافظ رحمت خان کو وزیر کے خیمے میں لے گئے یہاں وہ منتظر ملاقات کے بیٹھے تھے۔ اس سہ پہرے میں تین صحن تھے۔ محمود خان اول صحن سے گذر کر اپنے ہاتھی سے اتر کر بالائی میں سوار ہوا دوسرے سردار پہلے ہی دروازے سے ہاتھی سے اتر کر بالائی میں سوار ہوئے تیسرے دروازے پر محمود خان نے توقف کیا اور اپنے ہمراہیوں کو اندر جانے کا حکم دیا جب سب اندر پہنچ گئے اُسکے بعد وہ اندر جا کر ٹھہرا تب لہار راؤ اور آپا سیندھیانے آگے بڑھ کر اُسکو بالائی سے اتارا اور اُسکے ساتھ چلے۔ محمود خان لب فرس پہنچ کر آداب بجالایا وزیر نے کہا مرحبا اور دونوں ہاتھ پھیلا کر گلے سے لگایا اور پشانی کو بوسہ دیا یہ رسم مغلوں کی تھی کہ بوقت ملاقات وہ جسکو زیادہ عزیز رکھتے اسکی پشانی کو بوسہ دیتے وزیر نے آگے بڑھ کر اپنی داہنی جانب کی مسند پر محمود خان کو بیٹھنے کو کہا محمود خان نے اُس وقت چند امیر فیان ہاتھ میں لیکر نذر گد رانین۔ وزیر نے نہایت لطف و مہربانی سے نذر واپس کی۔ لیکن محمود خان نے اصرار کیا تب انھوں نے قسم کھ کے نذر قبول کی۔ اس کے بعد محمود خان بیٹھا وزیر نے اُس کا ہاتھ لیکر اپنے سینے سے لگایا اور نہایت شفقت سے بات چیت کرنے لگے۔ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد وزیر نے کہا پشیمان بھاگا نہیں کرتے ہیں تمہارا باپ کیون اتنی درد بھاگ گیا ہے محمود خان نے جواب دیا اسکی وجہ یہ ہے کہ میرا باپ دو غلہ ہے وزیر نے پوچھا اُسکے کیا معنی محمود خان

سے وزیر کے یہاں نوکر ہو گیا تھا اُسکی ذہانت کی وجہ سے وزیر اُسکی صلاح کی بڑی قدر کرتے تھے ایک روز وزیر نے اُس سے کہا کہ میں نے افغانوں کے زیر کرنے کی بہت کوشش

کی مگر کلام مجید کا مضمون اس موقع پر راست آئے کہ کم من فتنۃ قلیتۃ غلبت فتنۃ کثیرۃ

باذن اللہ۔ تم عقیل آدمی ہو بتلاؤ کیا تدبیر ہے جس سے میں اپنے دشمن پر فتیاب

ہو سکوں۔ سید نے جواب دیا کہ اس کج اندیش کے ذہن میں ایک تدبیر ہے مگر جو کہ

کمترین ملازمان قدیم میں سے نہیں ہے اور اس خیال سے بھی کہ شاید غلامان حضور

کے پسند نہ ہو عرض نہ کیا۔ وزیر نے جواب دیا کہ ملازمان قدیم سے زیادہ مجھ کو تم پر

اعتبار ہے جو کچھ خیال تمہارے دل میں ہو بلا تکلف مجھے خط بیان کرو تب سید مذکور

نے دریافت کیا کہ آیا حضور کی منشا حفظ احمد خان کے قتل یا گرفتاری کی ہے یا

کل قوم افغانان کا قلع و قمع ملحوظ خاطر ہے۔ وزیر نے کہا کہ دشمن میرا احمد خان ہے۔

مگر چونکہ دوسرے بھی اُسکے شریک ہیں اسیلئے مجھے تمام قوم افغانوں کا استیصال کرنا پڑا

تب اُسے پوچھا اگر دوسرے پٹھان احمد خان کو چھوڑ کر حضور کے رو برو حاضر ہوں تو

اُنکے واسطے کیا تجویز ہو گا انھوں نے کہا اُنکے مرتبہ دعوت کے مطابق اُن کے ساتھ

سلوک کیا جائے گا جو ذی رتبہ ہیں انکو رتبہ دیا گیا ہوگی اور باقی داخل لشکر کیے جائینگے

اب سید نے عرض کیا کہ اگر حضور کی ایسی تجویز ہے تو کمترین کی گزارش یہ ہے کہ

ہر ایک شخص کے نام ایک ایک پروانہ بہر سخط و مہر خاص لکھوا دیجیے اور یہ پروانے مجھ کو

عنایت ہوں اور ساتھ اسکے ایک حکم بھی جیسا مناسب رائے عالی ہو مجھے ملے وزیر نے

سید منور کو حکم دیا کہ ہمارے منشی کے پاس ہمارا حکم لکھاؤ کہ حسب تجویز سید محبوب عالم پڑنے

تیار کرے اور جب سب تیار ہو چکیں سید موصوف کے حوالے کرے۔ میر قدرت علی و سید

خدا نے میری دعا قبول کی اب تم اپنے بہادر سپاہی میرے تابع کرو تاکہ وزیر کو ان کے قریب کا فرہ چکھا دوں۔ کھانڈے راؤ نے جواب دیا کہ جب وزیر فقط اپنے ہی بھروسے پر رہ جائیگے تو وہ آپ اپنے کیے کی سزا پائیگے۔ اب تم کو لازم ہے کہ فوراً یہاں سے نکل چلو وہ سب سوار ہو کر چلے اور مرہٹے کے لشکر کو بائیں جانب چھوڑ کر دامن کوہ کی طرف روانہ ہوئے جب وہ بھانوں کے کیمپ کے قریب پہنچ گئے تو کھانڈے راؤ نے ان کو اپنے پاسے منصل حال کہا۔ کھانڈے راؤ کے واپس آنے کے بعد ہمارا راؤ اور آپا سیندھیا وزیر کے پاس گئے اور کہا جب تم کو دغا منظور تھی تو ہم کو درمیان میں ڈالنے کی کیا ضرورت تھی اور کسی قدر سخت کلامی سے گفتگو کی وزیر نے نرمی سے جواب دیا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ بغیر دریافت حال اس قدر سختی سے بات چیت کرتے ہو جو اصل حال ہے وہ علی قلی خان سے جو نواب احمد خان کا بڑا دوست ہے دریافت کرنے سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے جب علی قلی خان وہاں آیا وزیر نے اس سے کہا کہ ان سے کیفیت منصل بیان کرو انہوں نے کہا کہ اس خیال سے کہ وزیر کے سپاہیوں کو افغانوں سے عداوت قلبی ہے سہاواہ انگو کچھ ضرر پہونچائیں اسلئے میں نے وزیر سے مشورہ لیکر ایک ہزار منسل سواروں کا پہرہ مہانوں کے خیموں کے گرد کر دیا تھا۔

وزیر کے حکم سے افغانوں کے لشکر میں محبوب عالم

کی سازش اور اس کا کھل جانا

جب صلح نامے کی اول کوشش میں ہاکامیابی ہوئی تب دوسری تدبیر کی گئی اس شخص
نفس آباد کار بننے والا محبوب عالم نام بڑا ذی علم اور عقیل تھا یہ میر قدرت علی کی سفارش

کا مضمون یہ تھا کہ میں نے وزیر سے تمہاری سفارش کی ہے اور وزیر نے فرمایا ہے کہ سب کے موافق مرتبہ کے نوکری و منصب عطا ہوگا اور میں نے مضبوطی کے واسطے شقہ وزیر کا ٹہری لکھوا لیا ہے۔ اس لیے تم کو لازم ہے کہ فوراً وہاں سے چلے آؤ سب جانے اور اپنے خط اکٹھا کر کے وزیر کے ایک قاصد کے ہاتھ اپنے خاص نوکر بھائی خان کے ساتھ احمد خان کے لشکر کو روانہ کیے۔ صاحب داد خان خشک و محبوب عالم دونوں شمشیر خان چیلے کے پاس نوکرتے اور کچائی کے سبب دونوں میں بڑی ہمتی ہو گئی تھی۔ گویا ایک جان دو قالب تھے۔ اور اس بھروسے پر محبوب عالم نے اس قدر جسارت کی تھی۔ بھائی خان خدمتگار صاحب داد خان کے خیمے پر پہنچا اور کل خطوط و پروانجات اُس کے حوالے کیے اور وہاں سے حسام الدین کے خیمے کی طرف چلا اور پہونچکر معز الدین کا خط حسام الدین کو دیا اور جواب مانگا حسام الدین نے کھوگر اُس خط کو پڑھا۔ اور یہ جواب دیا۔

وَقَابِ یہ خیال فرماتے ہیں کہ میں نواب احمد خان کی ملازمت میں ہونے سے خوف میں ہوں یہ تصور آپ اپنے دل سے دُور رکھیے۔ نواب احمد خان کے پاس کم و بیش ایک لاکھ جوان ہیں اور یہ سب کے سب بڑے بہادر کفن و روش۔ لڑنے اور جان نیچے تیار ہیں۔ بلکہ جان سے ہاتھ دھوئے بیٹھے ہیں اور اس پر کمر بستہ ہیں کہ یا تو فتح حاصل کریں یا میدان میں مریں۔ آپ خود خیال کر سکتے ہیں کہ جو شخص مرنے پر آمادہ ہو گا مارنا آسان نہیں۔ ۵

ہر کہ دست خوشین از جانِ شہت خود باز دو دشمن خود را بکشت

مردہ می یابد نجات از دستِ موت زندہ با اور انا می جسدِ پشت

محبوب عالم تب رخصت ہو کر منشی کے پاس آئے جب یہ پرولنے تیار ہو چکے وزیر کی خدمت میں بغرض منظوری پیش ہوئے۔ بعد ازاں میر قدرت علی کے خیمے میں محبوب عالم کے حوالے کیے گئے ایک شخص حسام الدین نامی گوالیار کا رہنے والا احمد خان کی رفاقت میں تھا اس کا مکان شہر گوالیار کے باہر غوث پور میں تھا اسکے دادا مخدوم ابو الحسن ولی حضرت محمد غوث گوالیاری کے ہمشیر و زاوے اور داماد تھے۔ اس حسام الدین کے ایک چچا کا بیٹا میر معز الدین نام ولد شاہ خلیفہ الدین گوالیاری بادشاہ کا نوکر اور اس وقت وزیر کے لشکر میں حاضر تھا۔ میر قدرت علی اُس پر بہت اعتماد رکھتا تھا اور اُس کی بڑی عزت کرتا تھا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ میر قدرت علی سید حسن و دشمنند وائی پوری کی اولاد سے تھا اور یہ سید حسن و دشمنند میر حمید الدین کا خلیفہ تھا جو محمد غوث گوالیاری کے نام سے مشہور تھے۔ اتفاقاً میر معز الدین قدرت علی کے خیمے میں آبا، میر محبوب عالم و معز الدین سے میر قدرت علی کے توسط سے دوستی پیدا ہو گئی عین گفتگو میں محبوب عالم کو یہ معلوم ہوا کہ معز الدین حسام الدین کا چچا زاد بھائی ہے اور نہایت دوست بھی ہے محبوب عالم نے معز الدین سے کہا کہ تم حسام الدین کو لکھ بھیجو کہ تنے احمد خان کی نوکری کیوں اختیار کی ہے وہ تھوڑے عرصے میں یا تو قتل ہو جائے گا یا گرفتار ہو گا اس لیے مصلحت یہی ہے کہ فوراً دہان سے یہاں چلے آؤ۔ اور کل اسباب اپنا وہیں چھوڑ دو یہاں مہیا ہو رہے گا جس وقت تم یہاں پہنچو گے اُسی وقت وزیر سے ملاقات ہو جائے گی اور تم کو جاگیر و منصب حاصل ہو گا۔

میر معز الدین نے اس مضمون کا خط لکھ کر محبوب عالم کے حوالے کیا۔ اور محبوب عالم نے بھی جتنے اُس کے دوست و آشنا مؤثر شمس آباد کے تھے اُن سب کے نام چھپان لکھیں اُن

حوالے کیے جب نواب احمد خان نے اُن خطوں کو دیکھا اُس نے حسام الدین کو طلب کیا۔ حسام الدین کو خبر پہنچ چکی تھی کہ قاصد کو پٹھانوں نے گرفتار کر لیا ہے اور نواب کے روبرو لائے ہیں۔ جب حسام الدین روبرو نواب کے آیا نواب نے اُس سے مخاطب ہو کر پوچھا یہ معز الدین کون شخص ہے جس سے تم خط و کتابت لکھتے ہو اُس نے جواب دیا حضور میرا بھائی ہے تب نواب نے پوچھا کہ اُس نے کیا لکھا تھا حسام الدین نے جواب دیا جو کچھ تحریر کیا تھا حضور کے روبرو ہے اُس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے رستم خان گلش و حاجی سرفراز خان و مستجاب خان اس وقت حاضر تھے اُن کی طرف متوجہ ہو کر احمد خان نے کہا کہ یہ حسام الدین بڑا عالی نسب ہے اُس نے حق تک رسد ادا کیا دیکھو اُس نے کیا جواب اپنے بھائی کو لکھا ہے تب احمد خان نے وہ خط بہ آواز بلند پڑھ کر سنایا اُنھوں نے سن کر حسام الدین کی بڑی تحسین و آفرین کی۔ نواب احمد خان نے حسام الدین کی طرف پھر کر کہا کہ جو کچھ تم سے مجھے اُمید تھی وہی تم نے کیا انشاء اللہ بہت جلد وہ وقت آئے گا کہ میں تمہیں اس صداقت شعار کی کا عوض دے گا بعد ازاں حافظ رحمت خان و ملا سردار خان و دووندے خان و فتح خان و سید احمد کو بلا کر نواب نے تمام حال کہا۔ سید احمد نے عرض کیا کہ میرے ماتحت کے لوگ دامن کوہ سے لے کر پہلی بھیت تک متعین ہیں میں اُن کو حکم بھیج دوں گا کہ اگر کوئی پٹھان بہ ارادہ گریز لشکر سے نکلے اُس کو فوراً قتل کر ڈالو اور اُس کا اسباب ضبط کر لو اب یہ تمام روہیلہ سردار رخصت ہوئے اور احمد خان نے حاجی سرفراز خان کو حکم دیا کہ قاصد کو لشکر سے نکال دو فوراً اس حکم کی تعمیل ہوئی۔

بالفرض یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ وزیر تھوڑے عرصے میں احمد خان پر غالب آکر
اُسکو اسیر یا قتل کرینگے تو اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر وزیر احمد خان کے
ہاتھوں سے خوف میں ہوتے اور میں تمکو لکھتا کہ تم وزیر کو چھوڑ کر ہماری طرف آ کر
اپنی جان بچاؤ تو کیا آپ کی حمیت اس بات کو قبول کرتی کہ باوجود سردار و سید
ہونے کے جان بچا کر آبرو و خاک میں ملادیتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ زیر کاستھ چھوٹا
پسند کرتے مگر ہرچہ بر خود نے پسندی بردیگرے مہنسہ مجھے آپ معاف رکھیے کہ
ایسی نادانی کی تحریر میں منظور نہیں کر سکتا ہوں یہ جواب بھائی خان کے حوالے
ہوا۔ اور وہ لیکر صاحبِ ادا خان کے خیمے میں آیا اور اُس نے بھی جواب خط کا دیا۔ اور
تحریر کیا کہ ”میں نے تمہارے پروانے اور خطوط تقسیم کر دیے جو کچھ اُس کا نتیجہ ہوگا
اُس سے بعد کو اطلاع دی جائے گی میں قاصد کو روک نہیں سکتا ہوں کہ اس میں
خود آفت میں پڑ جاؤں گا۔ اس لیے قاصد کو واپس بھیجتا ہوں۔ قاصد یہ دونوں خط
لیکر اپنے لشکر کی طرف واپس روانہ ہوا۔ روہیلہ چور جو نواب سید سعد اللہ خان اور
نواب احمد خان کے لشکر کو دق کیا کرتے تھے دُزدی و ہزنی میں مطلق تھے۔ اب
انھوں نے یہ شیوہ اختیار کیا تھا کہ تو بچانے کی داہنی و بائیں جانب پوشیدہ رہنے
لگے۔ جب رات ہوتی وزیر کے لشکر میں جاتے اور گھوڑا اور اونٹ اور سامان جو کچھ ملتا
لوٹ لاتے اور اُسکو بیکر بھر اپنے مقام معہود میں مخفی جا بیٹھتے تھے اتفاقاً یہ قاصد اُن کے
قریب سے ہو کر گذرا۔ انھوں نے اُسکو گرفتار کر لیا۔ اور نواب احمد خان کے روبرو
لائے۔ نواب نے قاصد کو سامنے بلا کر پوچھا کہ تم کس غرض سے لشکر میں آئے تھے
اُس نے جان کے خوف سے کل حال بیان کر دیا اور دونوں خط جو اُس کے پاس تھے

پیدا کر رکھا ہے کہ وہ اکثر مرگ مفاعات سے ہلاک ہوتے ہیں چونکہ جان ہر شخص کے عزیز ہے اس سبب سے انہیں بڑا خوف پھیل رہا ہے۔ اب جو وہ احمد شاہ درانی کی آمرستیں گے اور بھی پریشان ہونگے اور بھاگنا شروع کریں گے۔ اب وزیر کا کام یہ ہے کہ اس امر کا انصاف کریں ہمارا کام فقط مان لینا ہے۔ وزیر دریاے حیرت میں ڈوب گئے کیونکہ وہ ایسے خطرناک موقع پر حیلہ کرنے سے معذور تھے اس واسطے صلح کی طرف مائل ہوئے اور بڑے غور و تامل کے بعد انھوں نے کہا کہ میں نے اس کا تصفیہ تمھاری رائے پر چھوڑا جو تمھاری رائے میں آئے سو کروم ہٹوں نے کہا کہ اب تلوار میان میں کرنی چاہیئے اور علی قلی خان کو افغانہ کے لشکر میں بھیجنا چاہیئے کہ وہ جا کر کہے کہ وزیر یہ قبیل حکم بادشاہ جنگ سے دست بردار ہے میں تمکو بھی لازم ہے کہ صلح کرو۔ احمد خان کو کلنگ موروثی اُس کا دیا جاتا ہے اس شرط سے کہ اُسکی عوض وہ تیس لاکھ روپے بطور زمرانے کے داخل کرے اور جب تک یہ روپیہ ادا نہ ہو نصف ملک کفول رہے یہ شرائط وزیر نے منظور کیں اور مہٹوں سے کہا کہ کوئی مستعد آدمی علی قلی خان کے ساتھ ہو ہمارا راؤ اور آپا سیندھیانے اپنے دیوان تانٹیا گنگا دھر کو منتخب کیا اور دونوں بھی روانہ ہوئے۔ وزیر سے پوشیدہ ہمارا راؤ اور آپا سیندھیانے تانٹیا سے یہ کہدیا کہ تم احمد خان سے موقع مناسب پر ہماری طرف سے کہدیا کہ جو شرائط علی قلی خان پیش کرے تم بلا روکد منظور کر لینا کیونکہ اس وقت یہی مناسب معلوم ہوتا ہے اور ہم تمھارے بہر حال ہوا خواہ ہیں اور اپنے بیٹے کو ہماری ذمہ داری پر وزیر کے لشکر میں بھیج دو یہ دونوں پٹھانوں کے لشکر میں پہنچے علی قلی خان نے کہا کہ ہم دونوں ایک ساتھ ملاقات کریں مگر گنگا دھر نے کہا کہ تم آج ملاقات کرو میں کل جاؤں گا علی قلی خان

تجدید شہر اٹھ عہد نامہ و تکمیل صلح

شیو پرشاد نے فرح بخش مین لکھا ہے کہ وزیر کے لشکر سے محصورین کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا بلکہ محاصرین وقت میں آگئے تھے کیونکہ ان کو چارہ مل سکتا تھا اور نہ غلہ آسانی سے میسر آتا تھا۔ نیک۔ مٹھا کو اور چراغ کا تیل کبریت اسحر کے حکم میں تھا۔ روہیلے کہ پہاڑی آدمی تھے اور پیادہ چلنے کے عادی تھے پہاڑوں پر جاتے غلہ لے کر اور آرام سے کھاتے بلکہ تجارت بھی کرتے اور کبھی جنگل کے درختوں کی آڑ پر کھڑے مخالف پر باڑھ بھی مار جاتے تھے۔ صفدر جنگ نے برداروں اور سبیلاروں کو حکم دیا کہ جنگل کے درخت کاٹنا شروع کریں جب بڑے بڑے درخت کٹ کر گر پڑے تو اور راستہ بند نہ ہونے لگا اور پہلے سے زیادہ روہیلوں کو آڑ ہو گئی اور ان کے لیے یہ قدرتی مورچہ تیار ہونے لگا۔ محاصرے کی مدت کو تین ماہ کا طول ہو گیا۔ صفدر جنگ بھی طول محاصرہ اور مرہٹوں کی دراز دستی سے ٹول ہو گئے۔ اور اسی زمانے میں کہ ۱۷۶۵ء بھری تھی احمد شاہ درانی نے دوبارہ ہندوستان پر چڑھائی کی اور پنجاب پر پورے قابض ہو گئے۔ مغرب کے بعض راجوں نے ہمارا دواؤ اور آپا سیندھیا کو لکھا کہ احمد شاہ درانی قوم افغنہ کی مدد کو آتے ہیں اس خبر نے مرہٹوں کو بڑے تردد میں ڈالا اور وہ سب شوگر کے واسطے مجتمع ہوئے اور متفق ہو کر وزیر کے پاس گئے اور انگوٹھا دے کر کہا کہ تم نے احمد شاہ درانی کی آمد ہم سے ذکر نہ کی اور اس خبر کو ہم سے مخفی رکھا اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ یہ تو بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ ہماری اور مختار می سپاہ نے ہم کی صوبت دیکھ کر دل ہار دیا ہے اور عاجز ہو گئی ہیں سو اس کے پہاڑ کے پانی نے ان میں ایسا اثر

صفدر جنگ کے پاس بھیجے گئے یہ شاہ جی میان بڑے نیک خصلت اور عقل و دانش میں
 ارسطوے زمانہ اور متور و مردانگی میں یگانہ اور افغانہ کے پیر زادے تھے اور حضرت
 سید علی بابا کی اولاد میں تھے جو سادات تہذیب سے ہیں اور سید معصوم کے والد ہیں اور
 بریلی کے فوجی محلے والے سید دن کے مورث اعلیٰ ہیں۔ اس بات پر صلح ہو گئی کہ احمد خان
 پچاس لاکھ روپے بابت خرچہ جنگ دے چنانچہ احمد خان نے اُسکی ادائیگی کے واسطے
 ایک تھک لکھ دیا۔ صفدر جنگ نے وہ تھک بعض اُن روپوں کے حوالے کر دیا
 جو انکو اس فوج کشی اور امداد کے عوض میں دینا ٹھہرا تھا۔

عماد السعادت اور تاریخ شاہیہ نیشاپور یہ بیان کیا ہے کہ ملہار راؤ خود
 نواب احمد خان کے پاس گیا تھا۔ اُس نے احمد خان سے کہا کہ میں تمہارے خیمے میں
 بیٹھا جاتا ہوں تم بے اندیشہ وزیر کے پاس چلے جاؤ احمد خان نے کہا کہ یہ صلاح اور
 مشورہ طفلانہ ہے مجھے پسند نہیں کیونکہ ہندوستان میں وزیر کے قوی دہسی دشمن
 ہیں ایک پٹھان دوسرے مرہٹے جب کہ میں دہان جاؤنگا اور وزیر نے مجھ کو داڈالا تو انکو
 میرے آدمی مار ڈالینگے اس صورت میں وزیر کو عجیب راحت حاصل ہوگی ایک طرف
 مرہٹے بے سرو پا ہو کر بھاگ جائینگے دوسری طرف پٹھان جنگل میں سر داتے پھرینگے
 پس بہتر صلاح یہ ہے کہ اُدھر سے میرا بیٹا محمود خان وزیر کے پاس جلا جائے اُدھر
 سے تمہارا بیٹا کھانڈے راؤ محمود خان کے عوض میرے لشکر میں آکر بیٹھ جائے۔ اگر
 محمود خان سلامت لوٹ آیا تو کھانڈے راؤ تمہارے پاس پہنچ جائے گا اور اگر
 وزیر نے محمود خان کو قید کر دیا یا مار ڈالا تو تم کھانڈے راؤ سے دست بردار ہو جانا۔
 انتہا یہ ہے کہ میرے اور تمہارے دو قطرہ منی ضائع ہو جائینگے میں اور تم دونوں تو

کے پاس گیا اور دھڑ دھڑ کی باتوں کے بعد معاش کی گفتگو شروع ہوئی۔ علی قلی خان نے پیغام بیان کیا اور کہا کہ مرہٹوں کا وکیل گنگا دھر مل حاضر ہو گا۔ تانٹیا دوسرے روز پوچھا احمد خان کے پاس گیا اور وہ پہلے سردار جمع ہوئے ملا سردار خان کی یہ رائے ہوئی کہ معاملہ ہمارا ڈاؤ اور آپا سیند کی رائے پر چھوڑنا چاہیے اس پر احمد خان راضی ہوا اور علی قلی خان اور تانٹیا کو بلا بھیجا اور ان سے کہا کہ ہم ہمارا ڈاؤ اور آپا سیند دھیا کو رضا مند رکھنے کے لیے اپنا نصف ملک تادائے نذرانہ شاہی مقرر کرتے ہیں۔ اور شرائط مجوزہ سرداران مرہٹہ کی قبولیت کا خط تحریر کر دیا یہ خط تانٹیا کے حوالے کیا ایک نقل یہ ہے کہ شرائط تانے کے دو پتروں پر کندہ کی گئی تھیں جنکو احمد خان اور مرہٹوں نے باہم تبدیل کر لیا۔ معافی نواب احمد خان کے بیٹے محمود خان کے نام تھی اور اقرار تھا کہ جب تک خاندان نگیش کا ایک غلام بھی باقی رہے گا ان سب محال میں مرہٹوں کی طرف سے کسی قسم کی دست اندازی نہوگی اور محمود خان اور حافظ رحمت خان مرہٹوں کے لشکر کو روانہ ہوئے اور جب ان کے لشکر کے قریب پہنچے ہمارا ڈاؤ اور آپا سیند دھیا سو اوروں کے تھوڑی دور گئے اور محمود خان اور حافظ رحمت خان کی وزیر سے ملاقات کرائی اور شرائط صلح کی تکمیل ہو گئی یہ بیان آرون صاحب کی تاریخ کے مطابق ہے پس عالم شاہی کے مؤلف کا یہ کہنا کہ مرہٹے معاش کا یکسو ہونا نہیں چاہتے تھے تاکہ ان ملکوں میں آنے اور مداخلت حاصل ہونے کا ذریعہ باقی رہے درست نہیں معلوم ہوتا۔

فرخ بخش مین شیور پر شاد نے لکھا ہے کہ جب صفدر جنگ نے صلح کیلئے افغانوں کے پاس وکیل بھیجے تو نواب سید سعد اللہ خان کی طرف سے سید احمد عرف شاہ جی بیان

اور تمکو اپنے ساتھ شاہجہان پور تک لیجاٹینگے اور کہا کہ احمد خان اور روہیلوں سے
کمد کہ وہ ہمارے لشکر کے کوچ سے دو دن بعد اپنے وطن کو روانہ ہوں حافظ صاحب
روہیلوں کو مطمئن کر کے دوسرے دن صبح کو چار سو جوانوں کے ساتھ صفدر جنگ
کے لشکر میں آگئے اسی دن صفدر جنگ کا کوچ شروع ہوا اور بعد چند روز کے
وہ دریائے گنگا کے کنارے پہنچے اور یہاں انھوں نے ہمارا کوا اور پاسبان
کو قنوج جانے کا حکم دیا۔ خود محمود خان اور حافظ رحمت خان کو لیے ہوئے لکھنؤ
کی طرف روانہ ہوئے۔ اُن سے صفدر جنگ نے کہا کہ جب معاملہ کی تکمیل ہو جائیگی
تو میں تمکو رخصت کر دے گا بموجب حکم کے مرہٹے دریائے گنگا کو عبور کر کے قنوج میں
مقیم ہوئے لیکن گنگا دھرم مع دس ہزار سوار کے محمود خان کے ساتھ راجہ وزیر کی
روانگی کے دُور روز بعد نواب احمد خان اور نواب سید سعد اسد خان دامن کوہ
سے نکل کر اُس مقام پر خیمہ زن ہوئے جہاں وزیر کی فوج قائم تھی اور منزل بمنزل
کوچ کر کے آنولے میں پہنچے احمد خان چند روز یہاں ٹھہر کر فرخ آباد کو چلا گیا۔
صفدر جنگ نے راہ میں حافظ صاحب کی بہت خاطر کی دو دن وقت اُن کو
دعوت بھیجتے اور اکثر اپنے دسترخوان پر بھی شریک طعام کرتے اور کہتے تھے کہ میں نے
افغانستان میں ایسا لائق آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ جب شاہجہان پور پہنچے
تو صفدر جنگ سے حافظ صاحب نے رخصت چاہی کہا کہ ابھی ٹھہرو اور شاہجہان پور
سے آگے کو روانہ ہوئے اور اُن پر صفدر جنگ زیادہ مہربانی کرنے لگے اور راستے
میں اُن کو برادر کے لفظ کے ساتھ مخاطب کرتے۔ اور بعد اُس کے جب کبھی حافظ صاحب
کو خط بھیجتے اُس میں یہی لفظ لکھتے۔ موبانپور میں پہنچ کر وزیر نے حافظ صاحب

زندہ رہینگے۔ ہمارا اُدُنے یہ صلاح پسند کی اور اپنے بیٹے کھانڈے راؤ کو احمد خان کے خیمے میں بٹھا کر محمود خان کو وزیر کے پاس پہنچا دیا۔ میرے نزدیک اس واقعہ کے متعلق آرون صاحب کا بیان زیادہ قابل اعتماد ہے اس لیے کہ انھوں نے حسام الدین کی تاریخ سے لیا ہے اور وہ محاصرہ الہ آباد و جنگ روہیلکھنڈ و محاصرہ کمایون کے موقعوں پر احمد خان کے ساتھ موجود تھا اور اُس نے حالات بہت مفصل اور دلچسپ اور چشم دید لکھے ہیں۔

روہیلکھنڈ گزٹیر میں بیان کیا ہے کہ اس عہد نامے پر صلح کی گئی کہ روہیلون کی جانب سے پچاس لاکھ روپے ہرجہ جنگ کے ادا کیے جائیں اور بائچ لاکھ روپے سالانہ خراج کے بے قیل و قال اخل کرتے ہیں اس عہد نامے پر سب ٹیون نے دستخط کیے اور عہد نامہ مکمل ہو کر مرہٹوں کے سپرد کیا گیا کیونکہ صفدر جنگ نے ہنگام فوج کشی کرتے روہیلون کے دینے کا اُن سے وعدہ کیا تھا مرہٹوں کو یہ سند دیکر اقرار لیا گیا کہ ہنگام ضرورت پھر دو دینا پڑے گی۔ مگر وہ اس بار ایسے پریشان معلوم ہوتے تھے کہ شاید دوبارہ روہیلکھنڈ کی جانب متحہ کریں۔ عہد نامہ چلکلیا کے مرتب ہو جانے کے بعد صفدر جنگ نے نواب سید سعد اللہ خان کے مدارالہام سے ایک اقرار نامہ اس مضمون کا لکھوایا کہ روہیلے کبھی کسی وقت میں پرگنہ پورنپور اور سنبھار قبضہ نہ کرنے پائیں اس عہد نامے پر دستخط ہونے کے بعد حافظ رحمت خان اور محمود خان پٹھانوں کے مورچوں کو دلہا آئے اور صفدر جنگ کا مٹھری عہد نامہ لوگوں کو دکھایا۔ دوسرے روز حافظ صاحب نواب سید سعد اللہ خان کے حکم سے صفدر جنگ کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ اب یہاں سے کوچ کرنا چاہیے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم کل صبح یہاں سے روانہ ہو گئے

صفدر جنگ کا جاوید خان خواجہ سرا کے ساتھ

دغا کر کے اُس کو قتل کر ڈالنا

سیر المتاخرین اور خزائن عامرہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ احمد شاہ بادشاہ دہلی کو شاہ درانی کے حملے نے ہلا دیا۔ اُمراء حضور نے صفدر جنگ کو کہ اپنے صوبہ اودھ میں تھے نہایت اہلح سے متوازن تحریر کیا کہ ہمارا راولپنڈی اور سیندھیا کی فوج کو ساتھ لے کر بہت جلد دہلی میں آجائیں اور دشمن کی مدافعت میں کوشش کریں۔ وزیر لکھنؤ سے قنوج آئے اور دہان سے مرہٹوں کو بہت سے روپے کے وعدے پر ہمراہ لے کر براہ اٹاواہ دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر وہ ابھی لی نہ پہنچے تھے کہ احمد شاہ درانی پنجاب پر پڑے قابض ہو گئے اور انھوں نے ایک ایچی اس غرض سے روانہ کیا کہ شاہ ہندوستان سے اس صوبے کو حسب ضابطہ حاصل کریں۔ احمد شاہ درانی کی درخواست اُس نقصان کے خوف سے فی الفور منظور ہو گئی جسکو نادر شاہ کے ہاتھوں سے اٹھایا تھا اور اب تک اُسکی بادشاہی تھی اور جبکہ صفدر جنگ مرہٹوں کو لیکر ۱۶ رجب ۱۱۶۵ ہجری میں دہلی پہنچے تو انھوں نے اس انتظام یعنی پنجاب کی تفویض کو کامل پایا۔ انھوں نے پنجاب کی تفویض کو اپنی شکایت کا بہانہ ٹھہرایا جسکو بادشاہ کی بڑی بے عزتی کا باعث بتایا تھا اور حقیقت میں ناراضی کے سبب اور وجہ تھے چنانچہ اُن میں سے بڑی وجہ یہ تھی کہ جب وہ روسیلمنڈ میں گئے تھے تو اُن کا رعب دل عین دربار میں جاوید خان نامی خواجہ سرا مخاطب بہ نواب بہادر کو حاصل ہوا تھا جسپر احمد شاہ اور انکی بان دونوں نہایت مہربان تھے صفدر جنگ

اور محمود خان کو رخصت کیا۔ محمود خان کو خلعت ہفت پارچہ عنایت کیا بعد ازاں
اُسکے والد کا ملک بحال کر دیا اور اُسکو قائم جنگ کا خطاب بھی دیا اور حافظ
رحمت خان کو بھی خلعت دیا جسکے ساتھ مالائے مروارید اور جیفہ اور سپرچ مرصع
اور شمشیر اور سپہ اور گھوڑا زیور نقرئی کے ساتھ اور فیل سامان نقرئی اور زلفیت
کی جھول کے ساتھ تھے محمود خان اور حافظ رحمت خان کو خلعت دینے کے بعد وزیر نے
آنتیا کو سند اس بات کی دی کہ تہ اولے نذرانہ شاہی ذاب احمد خان کے
نصف ملک پر قبضہ کرے۔ کیونکہ صفدر جنگ مرہٹوں کے تیس لاکھ روپے کے
مقروض تھے اور بعض کہتے ہیں کہ اسی لاکھ روپے کے اور یہ قرضہ بابت اس فکری
کے تھا جو انھوں نے اس زلمے میں کی تھی۔ بار اس قرضے کا احمد خان کے دوش پر
ڈالا گیا۔ اور اُس کی ادا کی ضمانت کے واسطے منجلہ ۳۳ محال کے ملک فرخ آباد کے
ساتھ سولھا محال مرہٹوں کے قبضے میں کر دیے گئے۔ صفدر جنگ کو بجز اس خوشی
کے کہ اپنے دشمن کو تہماہ کیا ہے اور کچھ حاصل ہوا۔ محمود خان و آنتیا رخصت ہو کر
جانب فرخ آباد روانہ ہوئے اور حافظ رحمت خان آٹوئے کو چلے گئے۔

عماد السعادت میں لکھا ہے کہ بٹھانوں کے مالک کی لوٹ سے مرہٹوں کے ہاتھ
دو کروڑ روپے لگے تھے اور کروڑ روپے وزیر سے بابت مدد ہی جو ٹھہرے تھے
وہ ملے اور پچاس لاکھ روپے وزیر نے انعام کے دیے اور پچاس لاکھ روپے بٹھانوں
سے ملے۔ یہ شخص تاریخی واقعات اور روپے کے معاملات سے کتنا نا تجربہ کار
معلوم ہوتا ہے۔

اُس نے اس عروج کو پہونچ کر اُمرا کی ہمسری شروع کی۔ وزیر الممالک اس بات سے نہایت دل تنگ ہوئے۔ اور نواب بہادر کی طرف سے دل میں بہت بغض رکھنے لگے گو ظاہر میں اُسکی خاطر کرتے تھے۔ نواب بہادر اُمورات سلطنت پر بالکل مُسلط تھا بادشاہ کے زبانی احکام وہی جاری کرتا تھا۔ انھیں دنوں عبدالحمید خان مجدد الدولہ دیوان خالصہ مہ گیا۔ نواب بہادر نے چاہا کہ اُس کا مال و اسباب ضبط کرکا ہو جائے وزیر کی مرضی تھی کہ اس بارے میں معافی کا حکم جاری ہو اس معاملے میں گفتگو نے بہت طول کھڑا اور اُس کا گھر ضبط ہو گیا۔ اور نفاق و غبار و دونوں کے درمیان اب بہت بڑھ گیا۔ صفدر جنگ نے جبکہ یہ سوچا کہ میری موجودگی پر بھی میری بات نہ سنیں تو اُنھوں نے وہ بُری طرز اختیار کی جو دلی کے گلی کو چون میں پشت ازبام ہو گئی یعنی اُنھوں نے نواب بہادر کے قتل کر لینے کی ٹھان لی تاہم مظفری میں لکھ ہے کہ صفدر جنگ نے اپنے اس ارادے کی تکمیل کے لیے اول سورج مل جاٹ کو بھاری فوج کے ساتھ ممالک محروسہ کا بند و بست کرنے کے لیے سے اپنے پاس بلایا کہ اگر کوئی بادشاہی ملازم یا نواب بہادر کا رفیق شورش کرے تو راجہ اُسکا مذاکرہ کرے۔ بعد اسکے نواب بہادر کو پیام رفع آزدگی کا دیکر اُسکے دل کو فی الجملہ اپنی طرف سے مطمئن کر لیا جب اُس کو اس طرح غفلت میں ڈال دیا تو بتقریب تصفیہ دعوت کے لیے اُسکو اپنے گھر بلایا اور یہ دعوت ۲۷ سواں یوم جمعرات ۱۰۶۵ھ ہجری کو دارا شاہ کی حویلی میں مچھی بھون نامی مکان میں ترتیب دی وزیر نے اپنے مستمدین کو اس حویلی میں احتیاطاً جا بجا متعین کر دیا اور اندر اور باہر اپنے آدمیوں کو

نے آزرہ ہو کر کھلایا بھیجا کہ ہم ہلکر کو بوجہ تھا سے لکھنے کے بہت سے روپوں کے وعدے پر ہمراہ لائے ہیں اب اُس کا تقاضا ہے یہ لکھ کر کثرت بے دماغی سے شہر میں بھی نہ لکھئے۔ شہر کے باہر جہاناکے کٹائے قیام گزین ہوئے۔ امیر الامرا نواب غازی الدین خان فیروز جنگ خلف کلان نظام الملک آصف جاہ ناصر جنگ کے، امیر حمزہ محمد ہجری کو لائے جانے کی وجہ سے صوبہ دکن کی خدمت و سند کا مستدعی تھا اور امرے دربار بدون پیش کش کے منظور نہ کرتے تھے۔ اب اس وقت میں اُس نے موقع پا کر بادشاہ و امرا سے عرض کیا کہ اگر بلا پیش کش دکن کی صوبہ داری بندے کو عنایت ہو تو جس طرح سے ہو سکے گا ہلکر کو راضی کر لوں گا بادشاہ و امرا نے بڑی خوشی سے قبول کیا اور صوبہ داری دکن کی سند لکھ دی۔ فیروز جنگ اپنے بیٹے شہاب الدین خان کو جو عماد الملک کے نام سے مشہور ہوا اور اُس وقت اُس کی عمر سو لکھا سال کی تھی لیکر صفدر جنگ کے پاس آیا اور اُنکے سپرد کر کے ماہ شعبان ۱۱۵۵ھ ہجری میں غزو دکن کو چلا گیا۔ ہلکر کو ساتھ لے گیا بعد جانے فیروز جنگ اور ہلکر کے وزیر الممالک غزوہ رمضان ۱۱۵۵ھ مذکور کو داخل شہر ہوئے۔ صفدر جنگ نواب بہادر جاوید خان کے اقتدار سے نہایت آزرہ تھے خاص کر اپنی آزرہ کی کا یہ بہانہ قائم کیا تھا کہ اس شخص نے ابہانی سے صلح کر لی اور بادشاہ سے لاہور و بلتان اُن کو دلادیا اور منجملہ وجوہ رنج کے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بادشاہ نے نواب بہادر اور اپنی والدہ کی ترغیب سے اپنے ماموں اُن خان قوال کو شش ہزاری منصب درمعدہ الدولہ بہادر خطاب عطا کیا۔ اور اسباب امارت عمدۃ الملک کی حویلی سے مرحمت کیا

ایک ہی سال کے حادثے میں اس لیے فساد عظیم دونوں کی تاریخ ہو سکتا ہے۔
 صفدر جنگ کے اس فعل سے بادشاہ دل میں بہت برہم ہوئے مگر بظاہر کوئی ہنسی
 ظاہر نہ کی بلکہ زیادہ عزت کرنے لگے اور موقع کے منتظر تھے۔ لیکن جبکہ نواب
 قدسیہ سیکم والدہ بادشاہ نے نواب بہادر کے قتل پر ناخوشی ظاہر کی تو صفدر جنگ
 نے کہلا بھیجا کہ اس معاملے میں میرا کوئی قصور نہیں حکیم عبدالشانی خان نے
 بادشاہ کا یہ پیام مجھے دیا تھا کہ جاوید خان کا دفع اور قتل کرنا بہتر ہے۔ انھوں نے
 حکیم عبدالشانی کو علیحدہ کر دیا اور حکیم اکل خان کو معالج قرار دیا۔

فیروز جنگ کی وفات کے بعد نواب صفدر جنگ کا اُسکے بیٹے کو امیر الامرائی کا منصب لانا اور ضبطی سے اُسکے گھر بار کو بچانا

فیروز جنگ آخری ذی القعدہ ۱۱۲۵ھ ہجری میں اورنگ آباد پہنچ گیا اور
 ذی الحجہ سنہ مذکور کو دکن ہی میں مرگ مفاجات سے مرگیا اُس کے تابوت کو اُس
 کے رفقاء نے دلی میں پہنچایا اور اُس کا مترکہ نقد و جنس جو کروڑ روپے سے زیادہ
 کا سمجھا گیا تھا اُسکے بیٹے شہاب الدین خان کے حوالے کر دیا۔ شہاب الدین خان
 کا باپ جب سے راہی کن ہوا تھا وہ صفدر جنگ کے حضور میں حاضر ہوا کرتا تھا اور
 اپنے حقیقی ناموں انتظام الدولہ خان خانان سے زیادہ تعلق نہیں رکھتا تھا۔ سوچ
 سے صفدر جنگ کے دل میں شہاب الدین خان کی طرف سے بہت گنجائش ہو گئی

شال بہت دھوا کر کھڑا کر دیا۔ اور بڑی تیاری کی۔ نواب بہادر نے اس تیاری کو اپنی نہایت خاطر داری پر چل کیا اور وقت پر جانے کو تیار ہوا۔ بعض دوستوں نے منع کیا۔ سنے کسی کا کہنا نہ مانا اور بے نامل سوار ہو کر وزیر کے گھر پہنچا۔ وزیر نے چند قدم پیشوائی کر کے کمال گر محو شہی ظاہر کی اور مکلف کھانا کھلایا۔ بعد فراغت طعام کے وزیر اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر امور ملکی میں مشورے کے بہانے سے خلوت میں گئے بعض نے یہاں تہ خانہ لکھا ہے۔ جون ہی کہ پردہ اٹھایا اور اندر قدم رکھا۔ وزیر اول دو تین حرف کناٹے کے زبان پر لائے اور پھر نواب بہادر کو بادشاہی معاملات میں دخل دینے پر چند باتیں سختی سے کہہ کر ابھی بیٹھے بھی نہ تھے کہ رفع حاجت کے بہانے سے اپنے زلمے میں چلے گئے۔ اُس وقت علی بیگ خان اور دوسرے منسل اندر آئے اور نواب بہادر کو علی بیگ خان نے جہاں خطاب شتاب جنگ ہے چھری سے ہلاک کیا اور سر کاٹ کر دروانے کے باہر ڈال دیا اُسکی سواری کی جلو کے سوار و پیادے یہ حال دیکھ کر بھاگ گئے۔ اور دو تین دن کے بعد اُسکی لاش متصل روضہ مقدس شاہ مردان جہان اُن کے پنجہ مبارک (اور بقولے قدم مبارک) کا نقش متھادفن کر دی گئی اور قرح بخش میں شیو پر شاد نے کہہ ہے کہ نواب بہادر کا سر گر دریائے جہنا میں پھینک دیا جو حویلی کے نلے بہتا ہے۔ مرآت آفتاب نامین اس واقعہ کا اودہ تاریخ فساد عظیم لکھا ہے اور ہم سابق اس سے بیان کر چکے ہیں کہ طبقات اشعرا میں یہ اودہ افاغنه کے کوہ کماؤن میں پناہ لینے کی تاریخ بتایا ہے بہر صورت مولون

۱۲ مرآت آفتاب نامین

۱۳ وکھو تاریخ مظفری ۱۲

پر دوسرے پاکر خدمات انجام دے پس حضور کی شان کے شایان یہ امر ہے کہ اُسکو خلعت
میر بخشی گری اور خطاب امیر الامرائی مرحمت کیا جائے۔ بادشاہ غضبناک ہو کر کہنے
لگے کہ تم کو یہ نہیں معلوم کہ یہ لوگ سلطنت کے مخرب ہیں۔ اُنھوں نے سلطنت کے
پُرزے ڈھیلے کرنا چاہتے تھے۔ ہماری خواہش یہ ہے کہ شجاع الدولہ کو خلعت
میر بخشی گری دیا جائے تم ہلے خیر خواہ ہو مٹنے ہماری رضا کے خلاف یہ بات
کیون عرض کی صفدر جنگ نے کہا میری کیا مجال تھی کہ حضور کی مرضی کے خلاف
کوئی بات عرض کرتا لیکن کیا کر دن کہ میر شہاب الدین کا باپ دکن کی روانگی
کے وقت اُسکا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیکر روانہ ہوا تھا اور فدوی نے اُسکو اپنا فرزند
قرار دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمام تفضلات شجاع الدولہ کے حل پر میری خاطر
ہیں۔ اسلیے اُمیدوار ہوں کہ میرنذکور کو بھی غلام کا فرزند مقبور کر کے خلعت
میر بخشی گری عطا ہو جائے بادشاہ نے صفدر جنگ کی خاطر سے خلعت امیر الامرائی کا اُسکو مرحمت کیا
تو انجمن ہماٹک کو ہے کہ نواب شجاع الدولہ کی شان شایان کو گھن طلب کے اُس پر نہیں کہتی تھیں۔

صفدر جنگ کا انتظام الدولہ کو قریب سے قتل کرنے

کی کوشش میں کامیاب نہ ہونا۔ بادشاہ کا صفدر جنگ

سے تو بچانے کی خدمت نکال لینا۔ بادشاہ اور صفدر جنگ

میں علانیہ مخالفت ہونا

صفدر جنگ جاوید خان کے مار ڈالنے اور فیروز جنگ کے دکن کو جانے اور وہاں

تمی اور اُس پر نہایت مہربانی کرتے تھے۔ فیروز جنگ کے واقعہ وفات کے بعد نظام الدین نے بادشاہ سے عرض کیا کہ شہاب الدین کو قید کر کے اُس کا گھر ضبط کر لیں۔ بادشاہ بھی اس صلاح پر آمادہ ہو گئے۔ عاقبت محمود خان کشمیری شہاب الدین کا نابینا جلدی سے راجہ لچھی زاین کے پاس آیا اور بادشاہ کے ارادے سے باغولے نظام الدین واقف کیا اُس نے صلاح دی کہ شہاب الدین کے لیے یہی بہتر ہے کہ وزیر الممالک صفدر جنگ کی خدمت میں پہونچ کر تمام حال اُن سے عرض کرے۔ یقین کلی ہے کہ وہ بخوبی تدارک کر دیں گے مین یہاں سے دربار کو جاتا ہوں تم اُدھر سے اُسے لیکر آؤ۔ عاقبت محمود خان شہاب الدین کو ساتھ لے کر صفدر جنگ کے دربار میں گیا اور لچھی زاین بھی وہاں پہونچ گیا۔ جب شہاب الدین یہاں آیا تو صفدر جنگ نے اپنی عدم حاضری کا تعزیت کے لیے عذر بیان کرنا شروع کیا۔ شہاب الدین نے کہا کہ میں خود آپ کے پاس تعزیت کے لیے حاضر ہوا ہوں کیونکہ آپ کے بھائی نے قضا کی سوائے اسکے کہ میرا بچا مر گیا مجھے کوئی اور غم نہیں۔ آپ کو خدا سلامت رکھے آپ میرے مرئی موجود ہیں۔ نواب کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور شہاب الدین کو گلے سے لگا کر تسلی کی اور فرمایا تم اطمینان سے اپنی حویلی میں بیٹھے رہو میں تم کو شجاع الدولہ سے زیادہ سمجھوں گا۔ ایک آنکھ میری تم ہوا اور دوسری شجاع الدولہ ہے یہ بات کہہ کر شہاب الدین کو رخصت کر دیا اور خود سوار ہو کر بادشاہ کی خدمت میں پہونچے اور عرض کیا کہ آصف جاہ نے محمد شاہ کے عہد میں خدایاں نمایاں کی ہیں اور فیروز جنگ بھی ہمیشہ مراسم غلامی بجالاتا تھا۔ اب شہاب الدین اُس کا بیٹا بھی اس بات کا اُمیدوار ہے کہ اپنے باپ دادا کی طرح حضور کے سایہ مرحمت میں

سے صفدر جنگ کو پیام دیا کہ تو پنجانہ اور غسل خانہ ہمارے اختیار پر چھوڑو کار و وزارت اپنے متعلق رکھو۔ صفدر جنگ نے بادشاہ کے تیور مہلے ہوئے دیکھ کر دربار کی مدت موقوف کر دی احمد شاہ نے تالیف قلب کے لیے دلجوئی کی اور ایک مرتبہ اہم حویلی پر جا کر عذر خواہ ہوئے گو کچھ مفید نہوا۔ وزیر نے اپنے کام کی سرسبزی کی تجویز ان دو باتوں میں سوچی کہ یا تو انتظام الدولہ کو عدم آباد بھیج دیا جائے یا اسکو اپنے ساتھ موافق کر لیا جائے۔ ایک دن انتظام الدولہ صفدر جنگ کی حویلی پر جانے کو تیار ہوا اگر یعقوب خان کا انتظار تھا یہ یعقوب خان اُس حیدر بیگ خان کا بیٹا تھا جسے امیر الامراء حسین علی خان کو سعادت خان برہان الملک کے ایام سے قتل کیا تھا یعقوب خان آیا اور تھوڑی سی دیر بیٹھ کر فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھر جانے کیلئے اجازت مانگی انتظام الدولہ اس بات سے متعجب ہوا اور کہا کہ آج ہم وزیر کے ان جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تم کس وجہ سے جلدی نصحت چاہتے ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ وہاں کئی ہزار تیغ و خنجر آپ کے انتظار میں ہیں جو میں آپ وہاں گئے وہ معاملہ آپ کے ساتھ بھی ہو گا جو اب بہادر کے ساتھ ظہور میں آیا۔ جب تک کہ آپ کا بندوبست نہ ہو جائے وہاں جانا ہرگز مناسب نہیں اس بات نے انتظام الدولہ کے دل میں بہت تاثیر کی اور وزیر کے گھر جانے کا ارادہ فریغ کیا اور وزیر کی خدمت میں عذر کہلا بھیجا۔ وزیر کو اس وجہ سے اصرار پیدا ہو گیا اور اُنھوں نے مکرر پیام دیا کہ آپ ضرور آئیے اور ایسے پیام و سلام کی کئی دن تک گرا گری ہی آخر وزیر نے علی قلی خان چھنگا کو کہہ کر دانا اور شیرین تقریریں کیا اس بات پر مقرر کیا کہ جیسے بنے انتظام الدولہ چھٹلا کر اُنکو یہاں لائے۔ جب کہ اُسکی تقریر دن لے بھی کام نہ آیا اور انتظام الدولہ

تسلط حاصل کر لینے کی وجہ سے دل میں بہت دغدغہ رکھتے تھے۔ مگر جبکہ فیروز جنگ کا انتقال ہو گیا تو وزیر کوئی الجملہ اطمینان حاصل ہوا۔ مگر انتظام الدولہ خاٹخاناں خلف قمر الدین خان وزیر محمد شاہ کو جو اقتدار دربار شاہی میں حاصل تھا وہ بھی

انہی نظروں میں کھٹکتا تھا۔ اب صفدر جنگ اس فکر میں پڑے کہ انتظام الدولہ کو بھی بیچ میں سے اٹھا دینا چاہیے اور یہ کام انھوں نے انتظام الدولہ کو غفلت میں ڈال کر انجام دینا چاہا اور اُسکی رضا جوئی کر کے یہ پیام دیا کہ مجھ سے تنہا سلطنت کا بار عظیم نہیں اٹھ سکے گا جب تک کوئی لائق فائق تمھاری طرح آدمی مدد نہ کرتا ہے تم میرے گھر کو اپنا گھر تصور کر کے بے تکلف یہاں آؤ اور ہمارے شریک ہو کر سلطنت کے کاموں کا بوجھ اٹھاؤ۔ انتظام الدولہ نے بھی جواب باصواب مناسب حال

کہنا بھیجا اور اس بات کی تحریک کی بنیاد اصل میں یہ تھی کہ نواب بہادر کے مائے جانے کے بعد بادشاہ وزیر الممالک سے دل میں متنفر ہو گئے تھے اور اُن کی توجہ انتظام الدولہ کی طرف تھی اور یہ چاہتے تھے کہ صفدر جنگ سے کام نکال کر اُسکے سپرد کیے جائیں حالانکہ اس وقت میں انتظام الدولہ نے چوب چینی پینے کا بہانہ کر کے دربار کی آمد و رفت کم کر دی تھی اس خیال سے کہ تمام قلعہ میں وزیر کا انتظام تھا۔ بادشاہ ایک دن اپنے جلسے میں یہ کہہ بیٹھے کہ غسل خانے اور دیوان خانے کی حدت دوسرے خانہ زادوں کا حق ہے وزیر الممالک کے لیے دیوانی کل اور منصب وزارت کم نہیں۔ یہ جزوی کام وزارت کے علاوہ اُنکے پاس رہنا مناسب نہیں بادشاہ

کی یہ تقریر وزیر تک پہنچ گئی اور اُس دن سے اُن کے مزاج میں بڑا خلل پڑا ہو گیا آخر کار بادشاہ نے اپنی والدہ اور انتظام الدولہ اور شہاب الدین خان کے مشورے

یچھو تنگ تھے انھوں نے اس حکم کو بہت غنیمت جانا اور صفدر جنگ کے فکروں کو مع قلعہ دار کے قلعہ سے محالہ یا ان کا کوئی آدمی قلعہ میں باقی نہ رہا جبکہ یہ سانحہ تھر میں مشہور ہوا تو ہر ایک منصبدار اور بادشاہی امیر تیار ہو کر قلعہ میں آگیا یہاں تک کہ ایک بھاری جمعیت قلعہ میں اسی رات فراہم ہو گئی اور قلعہ کے دروازوں کا انتظام کر لیا صفدر جنگ کو اس وجہ سے بہت ملال ہوا۔ اور تین دن تک یہ خبر شہر میں اڑتی رہی کہ صفدر جنگ انتظام الدولہ کی حویلی پر حملہ کریں گے اور ننگے دروازے پر صبح سے شلم تک سپاہ ہنگامہ آرائی کے لیے جمع رہتی تھی اس عرصے میں مظلم الدولہ کی حویلی پر بہت سے ہوا خواہ جمع ہو گئے اور منصبداروں کی بلیک بھاری جماعت قلعہ شاہی کی حفاظت کے لیے بھی تیار ہو گئی اس لیے اب حملہ کرنا صفدر جنگ کے قابو میں نہ رہا۔ یہ بیان تاریخ مظفری کے موافق ہے

عالم شاہی میں یوں لکھا ہے کہ ایک دن اودھ کی رات کے وقت صفدر جنگ نے تمکین خواجہ سرکوسلج جماعت کے ساتھ قلعہ میں بھیجا اُس نے نواب ناظر اور انور خان سے کہا کہ اس وقت ایک ضروری بات بادشاہ سے بالمشافہ عرض کرنی ہے نواب ناظر نے فرست سے اُس کے ارادہ فاسد کو مار لیا اور جواب دیا کہ ہم غلاموں کو ایسے بے وقت بادشاہ کو تکلیف دینے کی مجال نہیں دو دنوں میں سخت کلامی اور حجت ہوئی نواب ناظر نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا جنھوں نے تمکین کو مع اُسکی جمعیت کے دیوان خانے سے محالہ یا۔ صبح کو یہ بات تمام میں پھیل گئی۔ بادشاہ نے دیوان عام میں آکر دربار کیا اور حکم دیا کہ صفدر جنگ کے آدمیوں کو یہاں سے نکال دینا چاہیہ
تعمیل ہوئی۔

وزیر کے ہاں جانے پر آمادہ ہوا۔ تو عماد الملک میر بخشی کو جو انتظام الدولہ کا بھانجا تھا وزیر نے انتظام الدولہ کے پاس بھیجا کہ تم اپنے مامون کا اطمینان کر کے یہاں لاؤ مغرب کا وقت تھا کہ عماد الملک انتظام الدولہ کی حویلی پر پہنچا دوں مامون بھانجون میں مشورہ ہو کر ایک معذرت نامہ انتظام الدولہ نے وزیر کو لطائف الحیل کے ساتھ لکھ کر بھیج دیا۔ اب انتظام الدولہ نے وزیر کے شر سے بچنے کے لیے یہ تدبیر سوچی کہ اپنے ایک خواجہ سرا کو جو دو ہزار پیادہ و سوار کا افسر تھا ایک عرضی بادشاہ کے لیے دی جس کا ضمن میں یہ تھا کہ آج شب کو حضور کی خدمت میں کچھ عرض کرنا ہے امیدوار ہوں کہ تسبیح خلع میں حاضر ہونے کی اجازت بخشی جائے قدیم سے یہ دستور تھا کہ جب بھرائی رخصت ہو جاتے پھر اگر کسی کو ضرورت قلعہ میں حاضری کی پیش آتی تو قلعہ دار سے کہتا۔ اور وہ اول عرضی اس شخص کے اندر آنے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے بادشاہ کو پیش کرتا اگر اجازت ہو جاتی تو ابکٹا دوامیون کے ساتھ اس کو قلعہ میں بلا لیا جاتا۔ اس وقت میں موسوی خان چار سو آدمیوں کے ساتھ وزیر کی جانب سے قلعہ میں نائب تھا اور وہ اس قاعدے سے ناواقف تھا کہ غیر عرض کرنے اور اجازت لینے کے خواجہ سرا کے لیے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ اور وہ تمام ہمراہیوں کے ساتھ قلعہ میں گھس گیا دربار میں جس قدر خواجہ سرا اور خدمتگارا اور ناظر حاضر تھے انھوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ آج تک ایسی گستاخی کبھی نہیں ہوئی کہ کوئی بغیر اجازت اقدس کے قلعہ میں قدم رکھ سکے اس وجہ سے بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور حکم دیا کہ انتظام الدولہ کے خواجہ سرا اور وزیر کے نائب کو یہاں سے مار کر نکال دے اور کوئی عذر مت سنو بادشاہی نوکر قلعہ دار کی مداخلت سے

وزیر کے مخالفوں نے بادشاہ کے یہ بات ذہن نشین کر دی کہ صفدر جنگ کا ارادہ ہے کہ سلطان بلند اختر برادر فرد محمد شاہ کو کہ اُن کا ہم مذہب ہے تخت پر بٹھائیں ایسیلئے بادشاہ نے چاہا کہ میر آتش کی خدمت اُن سے نکال لیں یہ بات صفدر جنگ کو پسند نہ آئی اور اُنھوں نے تعمیل نہ کی۔ بادشاہ نے ایک رات خواجہ سرا یون اور انتظام الدولہ و عماد الملک کے مشورے سے ایک شقہ خاص وزیر کے نام لکھا اور نائب افسر توپخانہ کو جو وزیر کی طرف سے مقرر تھا طلب کر کے دیا اور فرمایا کہ وزیر کو یہ شقہ پہنچا دو۔ اور زبانی بھی یہ باتیں اُن سے جا کر کہو اُس نے جلد سے عذر کیا بادشاہ نے فرمایا کہ ضروری کام ہے وہ بے عقل شقہ لیکر قلعہ سے نکلا اُس نے بادشاہ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ قلعہ کے دروازے بند کر دیں اور وزیر کے آدمیوں کو میان سے نکال دیں۔ حسب الحکم تعمیل ہوئی صبح کو قلعہ کے برجوں پر توپیں چڑھا دیں اور داراشکوہ کی حویلی کی طرف نشانہ باندھ کر آتشباری پر آمادہ ہوئے وزیر لاچار ہو بعد سوال و جواب کے اُس حویلی سے نکلا اپنی حویلی میں جو قلعہ سے دور تھی چلے گئے اور چند روز متاثر رہے جب اُنھوں نے دیکھا کہ معاملہ قابو کا نہیں رہا اور بادشاہ کے ساتھ جنگ کرنے میں بدنامی و نکمرامی کا شہرہ ہو گا اس لیے اپنے صوبجات کو رخصت چاہی۔ احمد شاہ نے منظور نہ کیا۔ آخر صفدر جنگ نے دلی سے ٹکڑے شہر سے دو کوس پر قیام کیا۔ اس ارادے سے کہ بے جنگ و پیکار اپنے صوبوں کو چلے جائیں۔ واقعی یہ رائے اُنکی بہت عمدہ تھی مگر اُنکے اُمراء فتنہ مچنے خیالات فاسد اُن کے ذہن نشین کر کے آمادہ جنگ کر دیا۔

تاثر الامر میں بیان کیا ہے کہ وزیر خود دوسرے دن بادشاہ کی خدمت میں بحالی میر آتشی کے عہدے کے لیے گئے اور بہت اصرار کیا مگر بادشاہ نے نہ مانا اور فرمایا کہ دوسرا تعلقہ چاہو اور وہ کام خاندوران کے بیٹے کے سپرد کر دیا۔

سیر المتاخرین وغیرہ میں صفدر جنگ کے آدمیوں کے قلعہ میں سے نکلنے کو دوسرے طور پر بیان کیا ہے جسکا حال آگے چلکر معلوم ہوگا۔

اس میں شک نہیں کہ بادشاہ اور صفدر جنگ میں کئی مہینے تک سوال و جواب ہوتے رہے ماہ جمادی الاخریٰ ۱۱۷۱ھ ہجری سے کہ درت ظاہر ہونے لگی جب چھ مہینے اس سال کے گزرنے کو طرح طرح کے حادثے ظہور پکڑنے لگے۔ صفدر جنگ اس منصوبے میں تھے کہ کونسی چال چلیے۔ کیونکہ بادشاہ سے مقابل ہونا نامناسب جانتے تھے اور اپنی زندگی بھی دشمنوں میں شکل خیال کرتے تھے۔ عماد الملک بھی اس وقت میں انتظام الدولہ کے چٹھوں میں گھس گیا وزیر سے آنکھ چڑائی حقیقت یہ ہے کہ وزیر حضور جرات و عقل نہیں رکھتے تھے اور نہ ان کے پاس اچھے صلاح کار تھے ورنہ عماد الملک اور انتظام الدولہ کو کپڑا لانا کچھ دشوار نہ تھا۔ لیکن تقدیر نے تو آنکھیں اندھ کر دی تھیں۔ اس سے پیشتر تم پڑھ چکے ہو کہ جب عماد الملک کا باپ دکن میں مر گیا تو صفدر جنگ نے اُسکی مدد کر کے بادشاہ سے اُس کو موروثی امیر الامرائی و ولادی اور اُس نے اس وقت میں صفدر جنگ سے دغا کی ابوالمنصور خان نے اس موقع پر بہت افسوس کے ساتھ یہ مصرع پڑھا۔

مظل دامن گیر ما آخر گریبان گیر شد

صفدر جنگ جو جاتے ہیں پھر نہیں ٹوٹینگے اور بادشاہ کے حق میں اُن کا جانا بہتر نہ ہوگا بے شک یہ حکم انکا بہت دُرست نکلا جس کا پھل آخر کار بادشاہ نے بڑا پایا صفدر جنگ شہر سے نکل کر دو تین دن اس انتظار میں رہے کہ بادشاہ پھر بلالین شہر کے آس پاس ہے کبھی سیدھی طرف سے الٹی طرف جاتے کبھی الٹی طرف سے سیدھی طرف چلے آتے۔ نظام الدولہ خان خانان اور شہاب الدین خان نے ہرجون اور شہر پناہ کو خوب مضبوط کر لیا اور جنگی تیاری استحکام کو پہونچا دی جبکہ صفدر جنگ کو یہ خوب یقین ہو گیا کہ یہ دونوں نوجوان میرے کام کے خراب کرنے کے ورپے ہیں اور اپنی بساط کے موافق جھگڑا بڑھانے میں مشغور نہ کریں گے تو وہ بھی لڑائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔

مرآت آفتاب نمایاں تحریر کیا ہے کہ جبکہ بادشاہ نے صفدر جنگ سے خدمت میں نہ لے گا نکالنا چاہا تو انھوں نے اس امر کو ناپسند کر کے رخصت کی درخواست کی کہ میں صوبہ اودھ کو جانا چاہتا ہوں وہاں کا بندوبست کروں گا خود بادشاہ اور صفدر جنگ کے دشمنوں نے یہ بات مختلف اور فتوحات غیبی سے تصور کی اور جلد خلعت رخصت انکی حویلی پر بھیج دیا۔ صفدر جنگ نے باہر جانا مناسب نہ تصور کیا اور شہر میں ٹھہرے رہے بادشاہ نے تقاضا شروع کیا کہ اپنے صوبجات کو جاوین۔ جبکہ طرفین کی کدورت برکھائی دیر نے اس خوف سے کہ مبادا امر لے تو رانی بادشاہ کے انفاق سے اور عوام شہر محب کو لوٹ لیں۔ اپنا اسباب اور سامان لیکر اسماعیل خان کے باغ میں تال کٹورہ اور خطر آباد تک مخام کیا اور یہ توقف اس واسطے تھا کہ سوچ مل جاٹ لے۔

دقائق راجو نا نہ میں ذکر کیا ہے کہ صفدر جنگ نے لڑائی کے ارانے سے مشرق سے فوج طلب کی اور کنور سونج مل کو بلایا اسنے مع لالہ جواہر سنگھ کے بحیثیت پندہ ہزار سوار

لیکن شیو پرشام نے فرح بخش میں لکھا ہے کہ بادشاہ نے خود صفدر جنگ کو ان کے صوبوں میں چلے جانے کا حکم دیا۔ صفدر جنگ کی خوشی یہ تھی کہ دلی میں رہ کر مہات سر انجام دین اسلئے بار برداری منہوں نے کا عذر کیا۔ بادشاہ نے اپنے ہاں سے رستہ اور پھکڑے بھی دلوائے ذاب صفدر جنگ مع عیال و اطفال اور سامان وغیرہ کے دلی سے کلکرجھڑکے تے جہان سے مچر اہوتا تھا ائے۔ بادشاہ نے خٹکی کی وجہ سے مچر ابھی معاف فرمایا اور اپنے پاس نہیں بلایا۔ اس وجہ سے صفدر جنگ کی بہت تحقیر ہوئی اور جھڑکے کو تسلیمات کر کے حضرت آباد میں پڑاؤ ڈالا۔ چار گلشن محمد شاہی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بلو شاہ نے صفدر جنگ کو حکم دیا تھا کہ اپنی طرف سے کسی پر نیابت و وزارت مقرر کر کے اودھ کو چلے جاؤ صفدر جنگ نے حکم کی تعمیل کی اور شہر کے باہر خیمے کھڑے کر کے ان میں چلے گئے۔ بادشاہ کے ان سے اٹھو ناکید پر ناکید کی گئی کہ جلدی روانہ ہوں اور ان کے پاس کئی سزاوول مقرر کیے گئے کہ ایک دو منزل آگے کو ان کا کوچ کرادیں۔ تاریخ مظفری میں یوں بیان کیا ہے کہ جبکہ صفدر جنگ نے بادشاہ کو عرضی لکھ کر اجازت چاہی کہ مجھ کو میرے صوبوں کو جانے کی رخصت عطا ہو جائے تو بادشاہ نے یہ حکم لکھا کہ وزیر المالک بہادر غبار ملال خاطر کے رفع کرنے کے لیے کچھ دنوں کے واسطے چلے جائیں بعد درست ہونے مزاج کے جلدی حضور میں حاضر ہوں۔ صفدر جنگ کو جواب صاف ہو جانے کی توقع نہ تھی اس حکم کو پڑھ کر دوسرے روز تیاری کر کے حلی سے سوار ہوئے اور دریا کے کنارے کی طرف چلے۔ جبکہ قلعہ شاہی کے مقابل پہنچے سواری سے اتر کر آداب بجالائے اسوقت تھوڑا سا ترشح ہو رہا تھا صفدر جنگ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور آگے کو روانہ ہوئے۔ اُس دن اکثر منجم کہتے تھے کہ

جو سوری دروازے کی جوہلی میں مقیم تھا بھیج کر اگلی گزری ہوئی باتون سے سخت چسپی اور کملا یا کہ سابق کی بے توجہی جاوید خان کے اعوا سے تھی اور اپنے پاس بکلیا یا جب وہ بادشاہ کے پاس پہونچا تو تخت سے اتر کر گلے سے لگایا اور بدستور سابق منصب و جاگیر بحال کی اور حکم دیا کہ سپاہ جمع کرونا کہ صفدر جنگ کو نکال جائے ملک و دولت تمہارا ہے جس طرح مناسب سمجھو بندوبست کرو۔ سادات خان نے فوج کی بھرتی شروع کی صفدر جنگ کی سپاہ بے طلب آنے اور نوکر ہونے لگی اور صفدر جنگ کی جمعیت کم ہونے لگی عنقریب تھا کہ صفدر جنگ کا کام بگڑ جائے۔ صفدر جنگ کو سادات خان پر بادشاہ کی مہربانی سے بیحد رشک پیدا ہوا ہمیں خلیاں ملازم صفدر جنگ کو سادات خان کے مزاج میں بہت رسائی تھی صفدر جنگ نے اُسکو سادات خان کے پاس بھیج کر بطور اتحاد بڑھانے کا سلسلہ ڈالا اور ایک رات بازار سی ڈولی میں سوار ہو کر جریدہ نواب سادات خان کے پاس خود چلے گئے اور اُس سے عہد و پیمان کر کے بادشاہ کی خیر خواہی سے منحرف کر دیا صفدر جنگ نے اُس سے کہا کہ بادشاہ کو نذر ہے اُس کو علیحدہ کر دین و وزیر ہم رہیں اور میرنجشی گری کا عہدہ تم لو۔ اگر ہم کوشش میں ناکامیاب ہوے تو صوبہ اودھ میرا ہے اور الہ آباد تم کو دید و نگاہ اس قول و قرار پر عہد و پیمان کر کے اور خدا و رسول کی قسمیں کھا کر قراں شریف اور پنجتن پاک کو ضامن دیا یہ راز سر بہتہ سولے اسماعیل خان کے کہانی میں اس فساد کا تھا کسی کو معلوم نہ تھا۔ سادات خان ذوالفقار جنگ کو یہ یقین تھا کہ صفدر جنگ ضرور غالب آئیگے اسلئے اُنکے پاس چلے جانے کا ارادہ کیا۔ اور جس رات کو صفدر جنگ سے عہد و پیمان ہوا اُسکی صبح کو بادشاہ سے عرض کیا کہ اس غلام نے

گھاسیہ سے کوچ کر کے فرید آباد میں دیرہ کیا۔ مرآت آفتاب نگار میں کہا ہے کہ جب سورج مل آگیا تو صفدر جنگ نے بادشاہ سے عرض کرایا کہ شہاب الدین خان اور انتظام الدولہ کو حضور سے حوالے فرما دین اور نواب قدسیہ کو کمدین کہ وہ قلعہ سے نکل کر جعفر خان کی حویلی میں سکونت اختیار کر دیں اس لیے کہ صفدر جنگ کو یقین کھلی تھا کہ انتظام الدولہ نے ۱۱۷۰ھ ہجری میں عید الفطر کے دن مقام نکودہ کے پاس گولیان لگوائی تھیں اور قدسیہ بیگم جاوید خان کے لئے جانے سے میری دشمن جان ہیں اور شہاب الدین خان میر بخشی سے اس لیے رنج تھا کہ جب اُس کا باپ جاوید خان مرانوزیر نے بادشاہ سے مکابہ اور معارضہ کر کے اُسکی حویلی اور جاگیر کو ضبطی سے بچایا اور باوجود صغر سنی کے خدمت میں بخشی گری کی دلوائی اور علاوہ اسکے بیٹا بنایا تمام معاملات میں اُس کے حامی ہے اب وہ وزیر کی طرف داری نہیں کرتا تھا۔ بادشاہ کا شریک تھا۔ بادشاہ نے صفدر جنگ کو جواب بھیجا کہ یہاں سے صوبے کو جانے کی رخصت لیکر گئے تھے اور اب جاٹ کی ثبتگی سے اس قسم کی باتیں کرتے ہو۔

صفدر جنگ اور بادشاہ میں معرکہ آرائی

غنیو پرشاد کی فرح بخش میں ہے کہ نواب سادات خان ذوالفقار جنگ جواک عرصے سے جاوید خان کی وجہ سے بادشاہ کے حضور سے معائب تھا اور اُسکی جاگیر ضبط ہو گئی تھی۔ منصب چھین لیا گیا تھا اور بادشاہ نے اُسکو سلام ہجرے سے محروم کر دیا تھا اب بادشاہ نے لکھنؤ زبانی اور صاحبہ محل کو جو انکی سوتیلی ماں تھیں سادات خان کے پاس

۱۱۷۰ھ کے سال میں لکھا ہے کہ لکھنؤ زبانی فرخ سیر کی بیٹی تھی اور محمد شاہ کے حقدار تھیں جن سے احمد شاہ دہلوی نے بدھ نعتی اور بدھ دولوں خالد زاد ہنہیں تھیں محمد شاہ کی یہ دولوں بیویاں عالمگیر ثانی کے عہد میں احمد شاہ دہلوی کے ساتھ افغانستان کو چلی گئیں ۱۱

اٹھا ارادہ تھا کہ کبارگی حملہ کر کے معمورہ دہلی کو غراب کرے اور تورا نیون کو سزا دے۔
 کنور سوچ مل نے صلاح دی کہ اول خاندان شاہی مین سے کسی کو اپنی طرف کر کے
 اُسکے نام سے حملہ کرنا مناسب ہے چنانچہ اس صلاح کے بموجب ذاب وزیر نے نمبرہ
 کامنجش بن عالمگیر کو بلکہ تخت شاہی پر بٹھایا اور اُس کا نام عادل شاہ رکھ کر کسکی طرف
 سے لڑائی شروع کی۔ ۶ رجب ۱۱۱۱ھ ہجری سے لڑائی شروع ہو گئی صفدر جنگ کے ساتھ
 پچاس ہزار سپاہ تھی اور بادشاہ کی سپاہ کم تھی اور وہ بھی پریشان حال صفدر جنگ
 نے ساکنان دہلی پر کچھ ترحم کے خیال سے اور کچھ اس نظر سے کہ بادشاہ کی طرف سپاہ کم
 ہے خزانہ خالی ہے خود بخود مجھ سے التماس کر کے اطاعت کر لینگے اول مین صرف دھکنا اور
 ڈرانا شروع کیا اور دہلی پر دھاوا کرنا مناسب نہ جانا وہ تو ابھی اسی طرح مصروف تھے کہ
 عاقبت محمود خان کشمیری نے جو عدا الملک کی حویلی مین صاحب اختیار کا مل تھا اور
 حافظ مختار خان اور ذاب قدسیہ والدہ بادشاہ کے اقربانے بہت سی سپاہ نوکر رکھ لی
 اور باہر سے فوجین طلب کیں اُدھر صفدر جنگ نے بھی اپنے دوستوں کو بلایا۔ سوچ مل
 بھرت پور سے پندرہ ہزار سوار لے کر پہونچ گیا تھا اور فرید آباد مین مقیم تھا صفدر جنگ
 نے حافظ رحمت خان روہیلہ مدارالمہام ذاب سید سعد الد خان کو بھی لکھا کہ آپ ہماری
 اعانت کریں۔ چونکہ معاہدہ چلکیا کے وقت یہ عہد و پیمان دو وزن مین مستحکم ہو چکا تھا
 کہ وقت ضرورت ایک دوسرے کی کمک کیا کرے اسلئے حافظ صاحب چالیس ہزار پیادہ
 و سوار کے ساتھ صفدر جنگ کی مدد کو روہیلکنڈ سے روانہ ہوئے جب مقام باڑپن پہونچے
 تو میر مناقب اور راجہ دیپت اور بسنت خان خواجہ سرا بادشاہ کا فرمان حافظ صاحب
 کے پاس لیکر آئے جس کا مضمون یہ تھا کہ صفدر جنگ ہم سے نافرمان ہو گیا ہے گستاخان

حضرت شاہ مردان کی جناب میں منت و نیازانی تھی کہ جب بادشاہ کی مجھ پر ہزانی ہو تو مع عیال و اطفال کے زیارت کروں گا اور اپنے بادشاہ کے حق میں دعا کروں گا اب اُسکی ایفا کا وقت ہے اُمیدوار ہوں کہ رخصت مرحمت ہوتا کہ اس بار کو سر سے آزار نہ اب شاہ مردان کی حقیقت سنئے کہ دلی میں ایک مکان ہے اُس میں پتھر پر قدم کا نشان بنا ہوا ہے اُس نشان کو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے قدم کا نشان بیان کرتے ہیں اور اس وجہ سے اُس مکان کو شاہ مردان کہتے ہیں۔ بادشاہ نے اجازت دی اور اجازتی عرضی پر حکم لکھ دیا۔ نواب سادات خان کہ بوجہ پیرانہ سالی کے عقل میں فتور تھا حویلی موری دروازہ سے مع متعلقین کے سوار ہو کر حضرت شاہ مردان کی درگاہ میں پہنچا اور اپنے دیر سے صفر جنگ موافق عمدہ بیان کے سوار ہو کر سادات خان کے پاس گئے اور اُن سے ملے اور اپنے لشکر میں لیجا کر مٹی خاطر دہری کے ساتھ ٹھہرایا اور ہر روز گرموشی کرنے لگے بادشاہ نے سادات خان کی بدینی اور صفر جنگ کے پاس چلے جانے پر مطلع ہو کر شہاب الدین خان الخطاب براء ملک غازی الدین خان کو صفر جنگ کے مقابلے کے لیے ان کا مون کا کار پر داز بنایا اور اُسکو سپاہ جمع کرنے کا حکم دیا اور انتظام الدولہ خلف قرالدین خان کو خلعت وزارت بخشا۔ اور میر آتشی کی خدمت مصمام الدولہ کو عطا کی صفر جنگ نے یہ خبر سنکر ایک خواجہ سرکوجہ کم عمر۔ خوبصورت۔ وجیہ تیرہ برس کا تھا اور شجاع الدولہ نے آزدہ خرید کیا تھا اکبر شاہ نام رکھ کر تخت نشین کیا۔ اور خود دزیر ہوئے اور ذوالفقار جنگ کو میسر بنایا اور دوسرا بھی مقرر کیے۔ لیکن وقائع راہچوانہ میں لکھا ہے کہ صفر جنگ

میں لکھتے کہ جس وقت نجیب خان نے گھوڑے پر سوار ہو کر اور اپنی جماعت سے نکل کر
 یہ آواز دی کہ جس کسی کو مذہبِ سنت و جماعت کا پاس اور خلیفہ وقت کی رعایت و رفاقت
 منظور ہو وہ میرے ہمراہ چلے جسکو یہ بات منظور نہ ہو وہ جانے اس اعلان سے وہ روٹے
 جو صفدر جنگ سے دلی بغض رکھتے تھے نجیب خان کے ساتھ ہو گئے اور جو روٹے صفدر
 کو مدد دینے کا خیال رکھتے تھے وہ بھی خلاف مذہب طعن کی وجہ سے اپنے مقام کو لوٹ گئے
 بیان الواقع میں مذکور ہے کہ دس ہزار پیادہ و سوار کی جمعیت سے غزہ شعبان سنہ ۱۱۸۰
 کو نجیب خان جنگاہ میں داخل ہوئے علاوہ ان روہیلوں کے بادشاہ کی ملک کے لیے
 اور لوگ بھی آہو پئے۔ تھوڑے دنوں میں جمال الدین خان دکن سے اور سادات بارہ
 اور بہادر خان وغیرہ بلوچ اور چنا گوجر اور سیوا تی اور سردار زادہ قسیم جیسے
 محمد صادق خان ولد سیف الدین خان صوبہ دار ٹھٹھہ حضور معلیٰ میں آہو پئے آشوبِ قیامت
 دلی کی فوج میں برپا تھا۔ بادشاہی افسردن نے توہین لگا کر مخالفین کو شہر میں گھسنے
 سے روکا تو شہر کے رہنے والے جو وزیر کے لشکر میں تھے اپنی جان مال کی حفاظت کی غرض سے او
 سپاہ تورانی پاس مذہب اور ہم فومی کی وجہ سے لشکر وزیر سے بھاگ بھاگ کر
 بادشاہی لشکر میں شریک ہو گئے عماد الملک نے سب کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا
 سعادت خان برہن الملک نے ایک رسالہ بھرتی کیا تھا اور اس کا نام داغ سین تھا
 کیونکہ یہ حرف سعادت خان کے نام کے شروع میں ہے صفدر جنگ نے بھی یہ رسالہ
 اسی نام سے تیمنا بحال رکھا تھا۔ غازی الدین خان نے منادی کر دی کہ جو سوار صفدر جنگ
 کا ملازم جس کا گھوڑا داغ سین رکھتا ہو گا ہمارے پاس نوکری کو آئے گا تو سو روپے
 مدد خرچ کے اور ساتھ ماہوار مشاہرہ پائے گا۔ سیر المتاخرین میں اسی طرح لکھا ہے۔

اگر تہا ہے نملو چاہیے کہ ہمارے پاس فوج لے کر آجاؤ اس حُسنِ خدمات کے صلے میں تمہیں حضور کی عنایات مہذول ہوگی۔ جب یہ حکم دیکھا تو حافظ صاحب یہیں ٹھہر گئے اور شاہی سفیروں سے کہا کہ مجھ میں اور صفدر جنگ میں عہد و پیمان ہو چکا ہے۔ نقض عہد مجھ سے نہیں ہو سکتا اور اسی مضمون کی عرضی لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں روانہ کی اور جواب کے انتظار میں یہیں ٹھہرے رہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد بادشاہ کا دوسرا فرمان اس مضمون کا پہنچا کہ اگر ہمارے پاس حاضر ہونے میں نقض عہد جانتے ہو تو اپنے ملک کو لوٹ جاؤ کیونکہ بغاوت میں شریک ہونا دین اسلام میں مذموم ہے۔ جب بادشاہ کا یہ فرمان پہنچا تو اُسکے دیکھتے ہی اپنے ملک کی طرف لوٹنا پڑا اور بادشاہ کے مقابلے میں جانا مناسب نظر نہ آیا اور صفدر جنگ کو اس بات کا عذر کھلا بھیجا۔

گل رحمت میں لکھا ہے کہ میر مناقب وغیرہ جو فرمان شاہی لائے تھے درپے اسکے ہوئے کہ کچھ جمعیت یہاں سے صفدر جنگ کے مقابلے کے لیے دہلی کو لے جائیں جب یہ دیکھا کہ حافظ رحمت خان اپنے ملک کو لوٹے جاتے ہیں تو اُنکے رسالہ داروں نے جہاد اراؤ اور سپاہیوں کو فحشی بلانا شروع کیا اور روپے کا بہت سالا لچ دیا تاکہ حافظ صاحب کے لشکر میں سے ایک شایستہ جماعت اُنکے ساتھ ہو جائے۔ نجیب خان بن اصالت خان بن عنایت خان بن صید خان بن جہان خان بن نظیر خان بن اسماعیل خان بن عمر خان کہ دوندے خان کے داماد تھے اور انتظامِ علاقہاتِ نگینہ و شیر کوٹ و چاند پور و بھالو و بھنور واقع آن روے دریائے گنگ اُن سے متعلق تھا انھوں نے جانے کا اقرار کر لیا اور بہت سارے سپاہیوں سے لے کر مفلس اور طلع سپاہیوں کو دیکر متفق کر لیا۔ چنانچہ تین ہزار پیادہ و سوار حافظ صاحب کے بغیر حکم دلی کو روانہ ہو گئے۔ تاریخ مظفری

مردانہ حملے کرتے تھے صفدر جنگ نے شہر تومی کہ جمنے کشمیری دروازے کی طرف
 یاسن مقرر کیا ہے اسلئے ساکنان اطراف دیگر کشمیری دروازے کی طرف جمع ہونے لگے۔
 عجب ہنگامہ تھا کہ شہر پناہ کے باہر جاٹ اور قزلباش لوٹتے تھے۔ اور اندر بادشاہ
 نے حکم دیا کہ ہمراہیان وزیر کا گھر لوٹ لو اس وجہ سے مفسدون نے بڑا تھکلا ڈال دیا
 محمد اسحاق خان کا گھر جن ن لٹا تھا تو اس کے ساتھ ایک عالم پائمال ہو گیا تھا اسلئے
 کہ لوگ یہ جانتے تھے کہ سالار جنگ اور افتخار الدولہ شجاع الدولہ پسر وزیر کے سارے
 ہین جو بادشاہ کے پاس حاضر ہیں اس لیے لبنی عیال و اطفال کو وہاں محفوظ کیا تھا۔
 اسی طرح خواجہ باسط ولد شاہ محمد جعفر کے گھر میں جو وزیر کے پیروم شد تھے ایسا ہی حادثہ
 واقع ہوا ان کا گھر شہر پناہ کے باہر تھا وزیر نے پیام دیا کہ حضرت خاطر جمع رکھیں پس
 وہ اپنے گھر سے نہیں نکلے تھے اور بہت سے آدمی یہاں جمع ہو گئے تھے جاٹوں نے
 جنگورام دل کہتے تھے یہاں بھی دست درازی کی وہاں جس قدر مال تھالٹ گیا۔
 اس قضیے سے خلایق کو کمال پریشانی پیدا ہوئی۔ کشمیری دروازے کی طرف جس کو
 دارالامان جانتے تھے جا کر جمع ہوئے لوگ نہایت مضطرب تھے اور اُلکی کہیں پناہ
 سوا خدا کے نہ تھی۔ صفدر جنگ کے بھی اکثر رفیق جو یاسے نام و ننگ تھے سمیع خان
 کھٹلی بچہ نے جو وزیر کا سپہ سالار تھا اور صلاحیت خان کی حویلی میں اس کا مورچہ تھا
 برج شہر پناہ میں کہ قزلباش خان کی حویلی کے متصل تھا اور اس میں سپاہ بادشاہ کا
 مورچہ تھا نقب لگا دیا اور ۳۳ شعبان کو اس میں آگ دیدی باوجودیکہ تمام عمارت
 منہدم نہ ہوئی مگر بہت سے آدمی ہلاک ہوئے عماد الملک کے نوکر اور سنگ تراش جو نقب
 کو باطل کر رہے تھے فنا ہوئے۔ اور نیلے برج کے پتھر بھی اس بُج کی طرف سے جس میں

اور جو ایک آفتاب منار سے ثابت ہوتا ہے کہ غازی الدین خان نے فی سوار انعام کی مقرر کی تھی اور رسالہ سین دلغ اُس کا نام رکھا تھا اور اس رسلے کو عاقبت مجوٹن کشمیری کے سپرد کر دیا یہ اعلان ہوتے ہی اکثر توراتی لشکر وزیر سے نکل کر عدا الملک سے جا ملے اور رسالہ سین دلغ میں ہزار دن آدمی جا کر نوکر شاہی ہوئے اور ایک دوسری صورت بلوے کی یہ ہوئی کہ محمدی جھنڈا کھڑا کر کے کہا کہ صفدر جنگ رضی ہے خلیفہ زمان پر لشکر کش ہوا ہے اُس سے مقابلہ کرنا بمنزلہ جہاد کے ہے اس صدا سے ہزار دن سستی جمع ہو گئے جسکو ایرانی یا صفدر جنگ کا ملازم پاتے بے عزت کرتے بلکہ مار ڈالتے۔ فریقین کے قضیے اختلاف مذہب کے غیظ و غضب سے چوگئے ہو گئے۔ چنانچہ سستی شیعوں کے لڑنے والوں کا نشان اور ماہر الامتیا زامی ایک آواز تھی یعنی سستی دم چار بار اور شیعوں دم پنجتن کہتے تھے صفدر جنگ کے بہت سے نکو اور اختلاف نک کی وجہ سے انکی کمک سے دست کش ہو گئے۔ اور باوجود اس کے سوال و جواب صلح کے بھی جاری تھے۔ ایک دن بان قلعہ میں پہونچا لوگوں نے اُڑایا کہ محمد اسحاق خان کی حبیلی سے آیا ہے اس وجہ سے اُسکی حبیلی لٹا دی۔ مرزا محمد علی سالار جنگ اور مرزا علی افتخار الدولہ کو پیادہ پاکشان کشان لاکر قلعہ کے اندر پکھری خانسانانی میں قید کر دیا۔ اور اسماعیل خان وغیرہ سرداران صفدر جنگ کے مکانات بھی غارت کر دیے جسکے عوض میں سورج مل جاٹ نے پڑائی دلی کو حبیلی آبادی شاہ جہان آباد سے کسی قدر زیادہ تھی لوٹ لیا اور رعایا کی جان و مال اور ناموس کو برباد کیا تاریخ مظفری میں لکھا ہے کہ صفدر جنگ کی جانب سے توپ کے گولے اور بندوق کی گولیاں اس طرح برستی تھیں کہ اکھی اور منجھر کا میدان معرکہ میں اُڑنا منسل تھا۔ گریاد شاہی سپاہی بڑی مسعدی سے

اسے گئے چار گھنٹے کی بات رہی ختم ہوئی۔ مرآت آفتاب نامین بیان کیا ہے کہ صفدر جنگ نے تھوڑے دنوں کے بعد جنگ درہ کی جانب جدھر بادشاہی مورچے مضبوط تھے مصلحت نہ دیکھی اور تال کٹورہ کی طرف چلے گئے اور بازار ملک الموت کو رونق بخشی۔ میسر بخشی وغیرہ بھی اُدھر مورچے دُست کر کے مقابلہ کرنے لگے اس لڑائی میں راجہ اندر کر گو شائین نے جسے قلعہ الہ آباد میں احمد خان کے مقابلے میں بقا الدین اور علی قلی خان کی رفاقت کی تھی بڑی جرات دکھائی یہ شخص بادشاہی توپخانے میں کود پڑتا تھا اور اکثر دن کو ہلاک کرتا تھا یہاں تک کہ لوگوں کو سحر و جادو کا لمان ہوا کہ اس وجہ سے اُسپر توپ و تفنگ اثر نہیں کرتی آخر کار نجیب خان کے ہاتھ سے گولی کھا کر مارا گیا تو عام کا مظنہ جادو باطل ہوا۔ اور سب کو یقین ہوا کہ یہ اُسکی صرف بہادری تھی اسی طرح بخشی گوگل رام کمال دلاوری سے قتل ہوا اور لڑائی مفصل موقوف رہی۔ نواب وزیر نے اُمر اُدگر گو شائین حیلہ اندر کر گو اُسکی جگہ مقرر کیا اور جبکہ اس طرف سے بھی صفدر جنگ کی فوج شہر میں نہ داخل ہو سکی تو تبدیل مقام کر کے موضع المیٹھ میں مورچہ قائم کیا اور خضر آباد اور دیلی کی سمت پھر وہی آتش افشانی شروع کر دی اور شاہی فوج نے اُنکے مقابلے میں چہرا کی گڑھی میں مقام کیا۔ لڑائی ہوئی۔ غازی الدین خان اپنی فوج لے کر مقابلے کے واسطے آیا۔ طرفین کے بہادروں نے معجزی داد شجاعت دی۔ سورج مل نے دشمنوں سے قلعہ تعلق آباد چھین لیا فوج شاہی مفرور ہوئی سار دول گوجر اور گھمنڈی پڑوہٹ نے دیلی دروازے تک اُسکا تعاقب کیا۔

جبکہ بہت سی لڑائی کے بعد بھی صفدر جنگ کامیاب نہوے تو انھوں نے سمجھ لیا کہ

آگ لگائی تھی بہت ٹوٹ گئے جس سے بہت سی مخلوق ہلاک اور زخمی ہوئی اور اُس کے بعد وزیر کی فوج نے ہلہ کیا قریب تھا کہ اُسکو غلبہ حاصل ہو عباد الملک میرنجشی اور حافظ بختاورد خان اور نجیب خان وغیرہ نے پادشاهی کی اور خوب مقابلہ کیا طرفین سے بہت سے آدمی قتل و زخمی ہوئے۔ نجیب خان کے گولی کا زخم آیا مگر وہ قائم رہا۔ رات کے وقت اسماعیل خان اپنے مورچوں کو خالی کر کے صفدر جنگ کے لشکر کو لوٹ گیا۔ اس وجہ سے اہل شہر کو قد سے رفاه ملی کیونکہ معرکہ قریب ہونے سے گولی اور بان ہر وقت بلے ناگمانی کے مثل برستے تھے۔ اسماعیل خان کے سپاہیوں کے بعد میرنجشی اور بختاورد خان وغیرہ نے اپنے مورچے آگے بڑھائے اور کوٹہ فیروز شاہ اور قلعہ کٹنہ پر قبضہ کر لیا۔

دقائق راجپوتانہ میں لکھا ہے کہ غازی الدین خان نے مع شادول خان و نجیب خان روہیلوں کے دریائے جمنا کے قریب یگ میں مورچہ بندی کی۔ نواب صفدر جنگ کی طرف سے راجہ اندرگر گوشائین اور اسماعیل خان نے کچھ فاصلے پر متقابل میں اپنا توپخانہ لگایا اور خود نواب اور سورج مل شاہزادہ عادل شاہ کو لے کر پڑانی دلی سے لڑائی میں چڑھے سورج مل کی فوج کو حکم ہوا کہ شہر کو لوٹے۔ فوج نے شہر میں داخل ہو کر ہزار ہا آدمیوں کو قتل کیا مکانات میں آگ لگائی اور لال دروازے تک پہنچ کر لاکھوں روپے کا مال و اسباب لوٹا۔ جب دیکھا کہ فوج شہر کی بربادی میں مصروف ہے اور دشمن حملہ آور ہوتا ہے تب شہر کی تحریب سے باز رکھ کر فوج کو لڑائی میں لگایا۔ فوج مل مع نیکل فوج کے شادول خان سے مقابل ہوا۔ جنگ عظیم واقع ہوئی صد آدمی طرفین سے لے دیکھو مرآت آفتاب نا ۱۲

بزرگم ہلکے قریب پہونچا دیکھا جنگو غازی الدین حیدر نے اپنی مدد کے لیے بلایا تھا تو پریشان ہوئے اور اس طرح صلح کرنے پر مجبور ہوئے کہ اودھ اور الہ آباد اُنکے قبضے میں رہیں چنانچہ اودھ و سنگھ اور نظام الدولہ کی ثالثی سے قبل پہونچنے مرہٹوں کے صلح ہو گئی اور صفدر جنگ محرم ۱۱۷۰ ہجری کو اپنے صوبوں کو چلے گئے رانا کو سنگھ متخلص بہ بیلہ نے تاریخ صلح یوں موزون کی ہے۔

شکر اللہ کہ جاٹ صفدر جنگ صلح کر دند با وزیر و شاہ
ہاتف غیب سال تاخیش گفت ا صلح خیر قال اللہ

صفدر جنگ اودھ میں پہونچکر گو متی کے کنارے مہدی گھاٹ پر مقیم ہوئے (جیسا کہ سیر المتاخرین میں ہے اور تاریخ مظفری میں مہدی گھاٹ کی جگہ نامہر گھاٹ بتایا ہے اور یہ باپڑ گھاٹ کی تحریف معلوم ہوتی ہے) اور وہاں ایک خاص مکان اپنی آمائش کے لیے آہستہ کر کے سپاہ کی آرائش اور دوسرے سامان کی درستی میں مصروف ہوئے مگر تحقیق یہ ہے کہ دار الحکومت اُنکا فیض آباد تھا۔

سادات خان اور صفدر جنگ میں ناموفقت

ذاب سادات خان ذوالفقار جنگ صفدر جنگ کے ہمراہ اودھ کو گیا اور وہاں ٹھہرا آخر صفدر جنگ سے نباہ نہ سکا اور تمام عہد و پیمان باطل ہو گئے اور کوئی قرعہ اُنکا ظاہر نہوا۔ ایک دن صفدر جنگ نے ذوالفقار جنگ کے مصارف کے واسطے فرد خیر آباد کی لکھوا کر مہر و صداد سے درست کر کے بھیجی۔ ذوالفقار جنگ اُسکے ملاحظے سے سخت برہم ہوا اور اُس فرد کو چاک کر ڈالا اور وہاں سے کوچ کر کے اکبر آباد کو چلا گیا سورج مل نے وہاں

بادشاہی سپاہ شہر کی وجہ سے آرام میں ہے۔ شہر بپاہ کی آڑ ہے اس لیے یہ مناسب سمجھا کہ اپنی فوج کو پیچھے ہٹا کر غنیمت کو میدان میں لائیں یہاں تک کہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ گئے۔ اور جس قدر وہ پیچھے ہٹے اتنے ہی عماد الملک کے مورچے آگے بڑھے اور اُس کے حکم سے شادل خان و نجیب خان نے مع بیس ہزار سوار و توپخانہ کے چوراکی گھڑی سے کوچ کر کے میدان بدر پور میں کہ دلی سے آٹھ کوس ہے مقام کیا صفدر جنگ اور جاٹ کی فوجوں نے وہاں جا کر مقابلہ کیا اور صفدر جنگ کو یہ بات نصیب نہ ہوئی کہ پیچھے سے گھوڑے عماد الملک کے مورچوں کو گھیر لیں۔ کیونکہ انھوں نے شہر کو بالکل غالی نہیں کیا تھا اس عرصے میں سید میل الہی بن پانچہزار سواروں کے ساتھ معین الدین خٹک میرمنو کی طرف سے جو صوبہ دار پنجاب کا اور عماد الملک کا حقیقی مامون اور خسر تھا ملک کو آگیا جس سے بادشاہی سپاہ کو اور تقویت ہوئی پھر فوج شاہی نے فرید آباد میں ڈیرہ کیا وہاں بھی جاٹوں نے حملہ کر کے بہت کچھ لڑائی کی پھر ایک لڑائی بلب گڑھ میں واقع ہوئی اس میں بھی بہت کشت و خون ہوا اگر فیصلہ نہوا۔

بادشاہ اور صفدر جنگ میں مصالحت ہونا صفدر جنگ

کا اپنے صوبوں کو چلا جانا

ان لڑائیوں میں چھ مہینے کامل گزر گئے۔ غازی الدین خان نے باجرے شقہ بادشاہ مودھو سنگھ بن بچے سنگھ سوانی والی جیپور اور ملہار راؤ ملہار کو طلب کیا۔ چنانچہ اول مودھو سنگھ دس ہزار سواروں کی جمیعت کے ساتھ دلی میں داخل ہوا اُس نے طرفین کے امیروں کو صلح پر آبادہ کیا جبکہ صفدر جنگ نے آخر کار اپنے آپ کو کمزور پایا اور مرہٹوں کو

شد بخت نقیم صفدر جنگ شور عشرہ خلق شد ہرپا
دور و نزدیک و غمش برگفت حسرتا و اد رینا و الاسفا
سر آہ نشید رضوان گفت انما اجتہد لہ المثنوی

یہ تاریخ سلطان الحکایات میں مندرج ہے اور اس سے ۱۶ سالہ ملکتے ہیں۔

اول گلاب باڑی فیض آباد میں مدفون ہوئے یہ باڑی صفدر جنگ نے تیار کی تھی
وہ تسمیہ یہ ہے کہ گلاب اُس میں کثرت سے تھا انکی بیوی نواب عالیہ بھی شوہر کی قبر پر
چند روز تک متکف رہیں متوڑے دفن کے بعد انکی لاش نکال کر دئی کو لے گئے اور روضہ
شاہ مردان کے متصل دفن کیا اور اسپر بڑا مقبرہ بنایا گلاب باڑی فیض آباد میں بھی
قبر کا نشان باقی دکھایا ہے بعض کہتے ہیں کہ لاش کو مرزا بھو (یا بھو) جد حکیم مسیح الدولہ
کی معرفت کر ملا کو بھجوا دیا وہاں طاق قبضت روضہ مقدس میں مدفون ہوئے۔

صفدر جنگ کے مقبرہ دہلی کا حال سید احمد خان نے آثار الصنادید میں بیان کیا ہے
وہ کہتے ہیں کہ اس عمارت کی خوبصورتی بیان سے باہر ہے یہ مقبرہ سر سے پاؤں تک
سنگ سُرخ کا بنا ہوا ہے اور جا بجا سنگ مرمر کی دھاریاں اور چر کے لگے ہوئے ہیں
برسج اس کا تمام سنگ مرمر کا ہے اور اندر اجارے تک سنگ مرمر لگا ہوا ہے اور قبر کا
تعمید نما سنگ مرمر کا ہے اور اُس میں ایک تہ خانہ ہے جس میں اصل قبر بنی ہوئی ہے۔
اس عمارت کے گرد چار دیواری کھچی ہوئی ہے اُس میں بہت عمدہ باغ آراستہ ہے اور
چاروں طرف اس مقبرے کے چارہنوں بہت پاکیزہ بنائی ہیں۔ باغ کے تین طرف
مکانات دکشا بنے ہوئے ہیں۔ یہ مقبرہ شیدی بلال محمد خان کے اہتمام میں تین لاکھ روپے

۱۵ لکھ روپے خرچ ہوئے ۱۶ لکھ روپے خرچ ہوئے ۱۷ لکھ روپے خرچ ہوئے ۱۸ لکھ روپے خرچ ہوئے ۱۹ لکھ روپے خرچ ہوئے ۲۰ لکھ روپے خرچ ہوئے ۲۱ لکھ روپے خرچ ہوئے ۲۲ لکھ روپے خرچ ہوئے ۲۳ لکھ روپے خرچ ہوئے ۲۴ لکھ روپے خرچ ہوئے ۲۵ لکھ روپے خرچ ہوئے ۲۶ لکھ روپے خرچ ہوئے ۲۷ لکھ روپے خرچ ہوئے ۲۸ لکھ روپے خرچ ہوئے ۲۹ لکھ روپے خرچ ہوئے ۳۰ لکھ روپے خرچ ہوئے ۳۱ لکھ روپے خرچ ہوئے ۳۲ لکھ روپے خرچ ہوئے ۳۳ لکھ روپے خرچ ہوئے ۳۴ لکھ روپے خرچ ہوئے ۳۵ لکھ روپے خرچ ہوئے ۳۶ لکھ روپے خرچ ہوئے ۳۷ لکھ روپے خرچ ہوئے ۳۸ لکھ روپے خرچ ہوئے ۳۹ لکھ روپے خرچ ہوئے ۴۰ لکھ روپے خرچ ہوئے ۴۱ لکھ روپے خرچ ہوئے ۴۲ لکھ روپے خرچ ہوئے ۴۳ لکھ روپے خرچ ہوئے ۴۴ لکھ روپے خرچ ہوئے ۴۵ لکھ روپے خرچ ہوئے ۴۶ لکھ روپے خرچ ہوئے ۴۷ لکھ روپے خرچ ہوئے ۴۸ لکھ روپے خرچ ہوئے ۴۹ لکھ روپے خرچ ہوئے ۵۰ لکھ روپے خرچ ہوئے ۵۱ لکھ روپے خرچ ہوئے ۵۲ لکھ روپے خرچ ہوئے ۵۳ لکھ روپے خرچ ہوئے ۵۴ لکھ روپے خرچ ہوئے ۵۵ لکھ روپے خرچ ہوئے ۵۶ لکھ روپے خرچ ہوئے ۵۷ لکھ روپے خرچ ہوئے ۵۸ لکھ روپے خرچ ہوئے ۵۹ لکھ روپے خرچ ہوئے ۶۰ لکھ روپے خرچ ہوئے ۶۱ لکھ روپے خرچ ہوئے ۶۲ لکھ روپے خرچ ہوئے ۶۳ لکھ روپے خرچ ہوئے ۶۴ لکھ روپے خرچ ہوئے ۶۵ لکھ روپے خرچ ہوئے ۶۶ لکھ روپے خرچ ہوئے ۶۷ لکھ روپے خرچ ہوئے ۶۸ لکھ روپے خرچ ہوئے ۶۹ لکھ روپے خرچ ہوئے ۷۰ لکھ روپے خرچ ہوئے ۷۱ لکھ روپے خرچ ہوئے ۷۲ لکھ روپے خرچ ہوئے ۷۳ لکھ روپے خرچ ہوئے ۷۴ لکھ روپے خرچ ہوئے ۷۵ لکھ روپے خرچ ہوئے ۷۶ لکھ روپے خرچ ہوئے ۷۷ لکھ روپے خرچ ہوئے ۷۸ لکھ روپے خرچ ہوئے ۷۹ لکھ روپے خرچ ہوئے ۸۰ لکھ روپے خرچ ہوئے ۸۱ لکھ روپے خرچ ہوئے ۸۲ لکھ روپے خرچ ہوئے ۸۳ لکھ روپے خرچ ہوئے ۸۴ لکھ روپے خرچ ہوئے ۸۵ لکھ روپے خرچ ہوئے ۸۶ لکھ روپے خرچ ہوئے ۸۷ لکھ روپے خرچ ہوئے ۸۸ لکھ روپے خرچ ہوئے ۸۹ لکھ روپے خرچ ہوئے ۹۰ لکھ روپے خرچ ہوئے ۹۱ لکھ روپے خرچ ہوئے ۹۲ لکھ روپے خرچ ہوئے ۹۳ لکھ روپے خرچ ہوئے ۹۴ لکھ روپے خرچ ہوئے ۹۵ لکھ روپے خرچ ہوئے ۹۶ لکھ روپے خرچ ہوئے ۹۷ لکھ روپے خرچ ہوئے ۹۸ لکھ روپے خرچ ہوئے ۹۹ لکھ روپے خرچ ہوئے ۱۰۰ لکھ روپے خرچ ہوئے

خاطر داری کی نحوڑے دفن کے بعد مر گیا۔ اُس کا تابوت برلی کر لینگے اور سادات خان
کلمان کے مقبرے میں دفن ہوا۔

صفدر جنگ کی وفات اور اُنکے طبعی عادات

جبکہ عماد الملک کے ہاتھ سے احمد شاہ تنگ ہوئے تو صفدر جنگ کو لکھا کہ تم یہاں آ جاؤ
اور کئی شفیقہ علیہی مضامین کے اٹکھو بھیجے اور عماد الملک کی شکایات لکھیں نواب
صفدر جنگ اُس وقت بیمار تھے پشت پائین دانہ ہٹے زور سے نکلتا تھا آہستہ آہستہ
بڑھنے لگا یہاں تک کہ ہڈی تک پہنچ گیا آخر ادھر سرطانی ہو گیا جسکو تاریخی مظفری نے
نے شفا قلوں کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور فرخ بخش میں شیو پرشاد نے طاعون بتایا ہے اطباء
نے علاج کیا کچھ نفع نہ ہوا ارادہ کیا کہ جب صحت ہو دی کو روانہ ہوں اور ان لوگوں کے
ہاتھ سے بادشاہ کو نجات دین کے دانے کے صدے سے عافوی الحمد للہ ۶۷ھ ہجری کو مقام
پاڑ گھاٹ میں قریب سلطان پور کے کہ تین منزل لکھنؤ سے ہے انتقال کیا جیسا کہ منقح التواریخ
میں ہے اور محمد فیض بخش نے بھی فرخ بخش میں ذکر کیا ہے کہ پاڑ گھاٹ میں انتقال کیا۔

تاریخ وفات بطور ترمیم

بہر سال رطس چون کہ دم از ناف ہواں با قلوب ریش گفایت صفدر جنگ کرد

دیگر

ہفت ہسم رالہ ازہ فیکو شد چنانکہ در بیع حکم قضا

۱۵ دیکو فرخ بخش موفق شیو پرشاد

اپنی تاریخ میں انگوٹوں کا ذکر ہے۔ تاریخ ہندوستان میں انفسٹن صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی دوستی قابل اعتماد نہ تھی اور وہ وقت پر دوست کو نقصان پہنچانے میں کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ تاریخ کی اکثر کتابیں اس بات کی شاہد ہیں کہ وہ خدو و ریل اور قرآن و نبی کو درمیان میں واسطہ کر کے عہد و پیمان باندھتے اور پھر بے سبب وعدہ خلافی کر جاتے اور جہاں تک دھوکے اور دغاے کام نکلتا تھا جرأت و دلادری سے کام نہیں لیتے تھے اور دوسروں کی مدد پر زیادہ بھروسہ کرتے تھے عداوت و حسد میں مذکور ہے کہتے ہیں کہ صفدر جنگ جس کسی غریب آدمی سے کلام کرتے تھے تو بات تمام کرنے کے بعد اسکو بچاس اشرفیان عطا کرنے اور یہی دستور ان کا ہمیشہ رہا۔ اور جس کسی بیادہ و سوار کی طرف خور سے دیکھتے تو اسکی تنخواہ میں دس روپے اضافہ کر دیتے۔ انکے عہد میں بیادہ و سوار تمام مرفہ الحال اور اسلحہ جنگ سے درست تھے۔ انکی سرکار میں سواران مغلیہ میں ہزار تھے لیکن اکثر ہندوستانی بھی صفدر جنگ کا ادھر میدان پا کر ان کا سالباںس بہن کر ایرانی زبان میں بات چیت کرتے تھے اور تنخواہ پاتے تھے۔ انکی سپاہ میں شرح و دستم تھی۔ سوار ہندوستانی ۳۵ روپے سے کم مشاہرہ نہ لگتا تھا اور مغل بچاس سے کم نہ پاتا تھا۔ انکے سواروں کے گھوڑوں کے پتھروں پر داغ حرفت رسیدن کا تھا کہ نواب سادات خان برہان الملک نے اپنے نام کے حرفت اول کو لیکر عاری کیا تھا۔ وہ قورایون کے ساتھ بھی فیاضی سے پیش آتے تھے۔ انھوں نے ایک بار چاہا کہ محمد خان وغیرہ سرداران قورائی کو اپنا رفیق بنائیں مگر لوگوں نے کہا کہ بزار روپیہ نہاجن کا ہم پر قرض ہے اگر تو اب یہ قرض واپس نہ لے کر تو ہم نواب کے شریک ہیں جبکہ اسماعیل خان کابلی نے یہ بات عرض کی تو فوراً لگا کر

خرچ ہو کر تیار ہوا ہے اور مقتل التواریخ میں لکھا ہے کہ کہتے ہیں کہ تیس لاکھ روپیہ اسکی تعمیر میں صرف ہوا ہے اور عماد السعادت میں اکتیس لاکھ روپے اسکی تیاری کے مصارف بتائے ہیں ابتدا میں ہر سال ۲۵ ہزار روپے اور تھوڑے دنوں کے بعد دس ہزار روپے پھر بعد میں پانچ ہزار روپے سالانہ سولے تنخواہ بلال محمد خان اور دوسرے خدام مقبرہ کے روشنی کے خرچ کے لیے فیض آباد سے بھیجے جاتے تھے۔ مقبرہ کے اندر یہ تاریخ کندہ ہے ۔

چو آن صفدر عرصہ مرد می زدار فنا گشت رحلت گردین
چنین سال تاریخ او شد رسم کہ باد انقسیم بہشت برین

جام جہان نمایں بیان کیلئے کہتے ہیں کہ صفدر جنگ نے مرنے وقت میان میں شاہ سے کہا میان صاحب ہم جاتے ہیں دیکھیے اس سلطنت ہندوستان کی کون کرے گا یہ کمالات لکھو دو دن آگے کون سے آفتونیک پڑے۔ تاریخ عالم شاہی میں ذکر کیا ہے کہ عماد الملک نے جب لالہ امین خان خانان انتظام الدولہ کو وزارت سے خارج کر کے خود یہ منصب لیا اور مصمام الدولہ کو امیر الامرا بنایا اور احمد شاہ کو نائبانہ کے مع ان کی والدہ کے قید کر دیا اور عزیز الدین محمد عالمگیر ثانی بن معز الدین جہاندار شاہ بن شاہ عالم بہادر شاہ کو تخت نشین بنایا تو صفدر جنگ نے عماد الملک کو لکھا ہستے کہ میں درپیرانہ سالی سیاہ کردہ بودم دیبا بروے مانر سیدہ بوداں قبح آن خزانہ بروی خود کشیدہ صفدر جنگ بہت اولو العزم عالی حوصلہ صاحب غیرت اور اہل فطرت مجمع سخاوت و کرم تھے۔ میر التماخرین کا مؤلف باوجودیکہ صفدر جنگ کے خلاف نہیں ہے مگر ایک موقع پر وہ لکھتا ہے کہ وہ پوری پوری جرأت و عقل نہیں رکھتے تھے۔ آرون صاحب نے

شاہ حمزہ صاحب اگرچہ قصبہ مارہرہ کی بربادی کی وجہ سے نواب وزیر سے ناراض تھے تاہم اپنی راست بازی کو ہاتھ سے نہ کرکشف الاستار میں لکھتے ہیں کہ وہ بہت بھاری آدمی تھے۔ اُن کا شمار اُمراءِ عظیم الشان میں تھا۔ اُنکی مجلس بالکل لہو و لعب سے خالی تھی۔ اُمرا کی مجال نہ تھی کہ بغیر دریافت کیے کوئی بات بطور خود سننے سے نکال سکتے۔ اُنکے ہاتھ کے حسرون غور و ترود کے ساتھ پڑھے جاتے تھے جب قصبہ مارہرہ کے قریب دجوار سے گزرنے کا اتفاق ہوتا تو بہت سی زمین اور خطا اپنے ہاتھ سے کھد کر بیعتے۔ شاہ حمزہ صاحب نے یہ باتیں اُن کی طبیعت عادتیں اتنی ہیں۔ حالانکہ وہ بڑے قابو طلب اور کینہ توزتہ شاہ حمزہ صاحب کے خاندان کو محض اس وجہ سے اخلاق ظاہری دکھا کرتے تھے کہ افغانہ ان سے بہت اعتقاد رکھتے تھے جس سے صفدر جنگ کو ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا تھا ورنہ دیکھو اودھ کے شاہ ولایت مخدوم شاہ مینا صاحب کے قائم مقاموں کے پاس اس قسم کا ظاہری سہارا ہونے کی وجہ سے محض تعصب مذہبی کی بنا پر اُن کی درگاہ کی جاگیر ضبط کر لی۔

صفدر جنگ کے طفیل سے مسلمانوں کو پیچیدہ مصائب

میں مبتلا ہونا

مرہٹوں کا جو قدم ملک امین دوآبہ گنگا و جمنہ میں آیا یہ صفدر جنگ کی پالیسی کا طفیل ہے چنانچہ عالم شاہی میں اس موقع پر لکھا ہے جہاں صفدر جنگ اور مہاجرانوں میں صلح ہو جانے کا بیان ہے ازان وقت رسم آدم ہڑتہ درین ملک جاری شد و غالی

بمبجدا کہ یہ سولے تنخواہ کے ہے۔ انھوں نے اپنے نام سے منصور می پسیہ جاری کیا تھا۔ تاریخ مظفری میں ذکر کیا ہے کہ صفدر جنگ حیر پشی اور دوسرے مراتب امارت میں اپنے زمانے میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ آٹھ ہزار پیادہ و سوار ہمیشہ اُن کی رکاب میں حاضر رہتے تھے۔ اُن کا دسترخوان نہایت پر تکلف کھانوں سے ایسا وسیع چٹا جاتا تھا کہ اُس وقت میں کسی بادشاہی امیر کے ہاں یہ بات نہ تھی انھوں نے اپنے بیٹے کی شادی ایسی دھوم دھام سے کی کہ یادگار زمانہ ہو گئی۔ انصاف یہ ہے کہ اگر امیر شاہ کے عہد میں اُن کے مرتبے کو صدمہ نہ پہونچتا تو سلطنت کا انتظام ایسی خوبی سے کرتے جیسا کہ اگلے اُمرا نے کیا تھا۔ نقل ہے کہ ایک دن صفدر جنگ اپنی وزارت کے زمانے میں چھتے میں جو نگھٹو دکھلاتا تھا اور ساہر کا پانی اُس پچھتے کے اوپر سے گذر کر قلعہ میں جاتا تھا پہونچے تو وہاں کسی خاص وجہ سے گھوڑا روک دیا۔ مرزا عظیمائے اصفہانی اکسیر تخلص اُن کے ساتھ تھا اُس سے فرمایا کہ اپنا کوئی شعر پڑھو وہ ذاب کی نیت کو تاڑ گیا۔ حسب احوال فی البدیہ یہ شعر پڑھا ہے

مترجمیدہ ستر و گریہ ام نشد این آب رفتہ رفتہ زبالائے پل گذشت

صفدر جنگ بہت خوش ہوئے۔ پانچ ہزار روپے اور ایک تہ کی گھوڑا ساز تکلف کے ساتھ عطا کیا۔

۱۷ تاریخ مظفری میں سے الفا کا لڑا وہ ابوالمنصور خان صفدر جنگ درسا باٹنگھو کہ اب ساہر زالاے ساٹا مرقوم اندرون قلعہ سے رو دو گریہ سا باٹ سے رو پچھتہ ہے مرآت آفتاب غامین لکھا ہے کہ شاہ جہان آباد میں ایک چھتہ تھا جو نگھوہ کے نام سے مشہور تھا اور چھتہ ایسے راستے کو کہتے ہیں جو بڑھکا ہوا ہو ۱۲

از شوئی قدم او باد رفت۔ صفر جنگ نے احمد خان بگیش کے مقابلے میں شکستہ ہجری
 میں مدد دینے کے جلد دین مرہٹوں کو سرحد کول دجالیسر و مؤد فرخ آباد و قنوج
 سے کوڑہ جہان آباد تک ملک حوالے کر دیا تھا۔ مرہٹوں نے رفتہ رفتہ نواح الہ آباد
 جراتر بید کا منتہی ہے اپنا ہاتھ پہنچایا اور دس برس تک ایسی سخت گیری جزی
 کے ساتھ حکومت کی جس سے مسلمانوں پر بے حد مصائب گذرے۔ اگر لنگا و جٹا پانی
 روشنائی بن جائے تو بھی ان مصائب کا ایک شتمہ تحریر نہ ہو سکے۔ گاٹوں اور ملکین
 جرسادات اور مشائخ اور علما کو سلاطین اسلام نے وقتاً فوقتاً دی تھیں اور ان
 کی معاش انھیں میں منحصر تھی یک تخت ضبط کر لیں ان لوگوں کی ذیت بھیک تک
 پہنچ گئی۔ اور برہمن فقراے اسلام کو اسکا دینا بھی پاپ سمجھتے تھے۔ اگر کوئی بیٹ
 پالنے کے لیے انکی سرکار دن میں نوکری ملاش کرتا تو وہ بھی متعذر تھی کیونکہ یہ لوگ
 سوا اپنے بھجنسون کے دوسروں کو جگہ کم دیتے تھے۔ خاصکر مسلمانوں کو تو نوکری
 نہیں رکھتے تھے اور اگر رکھتے بھی تھے تو سپاہیوں کے زمرے میں اقتدار کسی قسم کا
 نہیں دیتے تھے۔

لے دیو نرائن عام بولٹھ مولوی سید غلام علی تڑا بدلیا ۱۲

خزینہ ذوقِ عبرت کا ہے گنجِ شوقِ حسرت ہے
عجب کچھ منظرِ دلکش طلسمِ جز و فطر ہے

تاریخِ اودھ

حصہ دوم

(جبین)

نواب شجاع الدولہ بہادر کی منشی سے اسکے آخر وقت تک کی زندگی اور وفات کے تمام وکمال واقعات نہایت
کسبِ عبرت و حسرت کے سیرایہ میں دکھلائے ہیں۔ عمار الملک اور شجاع الدولہ کی چھیڑ چھاڑ شجاع الدولہ
کی تخت گیری اور مظالم سے انگریزوں کا ملک گیری کی جانب توجہ کرنا۔ اور وزیر دراز کا اقتدار بڑھانا اور سلطنت
کی ریشہ دہانیاں مسلمانوں کی باہم نا اتفاقیاں خود غرضیاں شجاع الدولہ کے ہاتھوں ریاستہائے نجیب آباد
بریلی اور فرخ آباد وغیرہ کی بربادی۔ بدلیکھنڈ اور روہیلوں کی خرابی و تباہی۔ نواب وزیر کے وہ دردناک مناظر
ظلم و ستم جن کے تصور سے جسم پر لرزہ طاری ہو۔ خاندانِ حافظ رحمت خان کی تیغ کشی اور حافظ صاحب مرحوم کی
شہادت شاہ عالم بادشاہ دہلی کی شجاع الدولہ کے ہاتھوں بے عزتی اور دربارِ دہلی کی کمزوری یہ وہ عبرت ناک
وسیع آموں میں ہیں جنکے دیکھنے سے حسرت صوبہ اودھ ہی نہیں بلکہ دہلی اور بیگانہ کی بھی پالیس کا ہو تمام
نفسہ سانسے آجاتے شجاع الدولہ کے زمانہ کی وسعت اور آمدنی ملک اور نواب سید سعد اللہ خان بہادر و
نواب سیف اللہ خان بہادر نوابانِ رامپور کے حالات تفصیل وار نہایت مشستہ زبان میں درج ہیں

مصنف

جناب مولانا مولوی حکیم محمد نجم الغنی خان صاحب رامپوری مظالم اللہ القوی مصنف کتب متعددہ

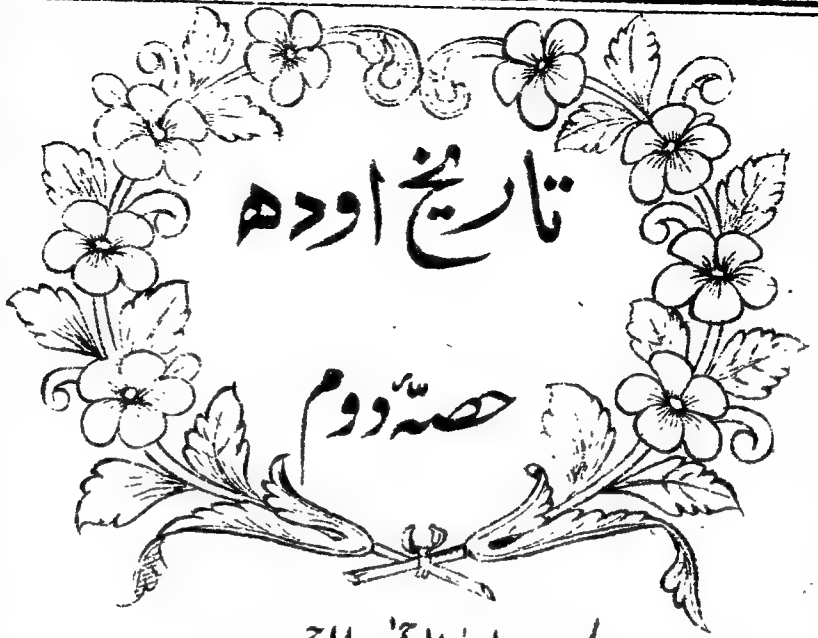
باہتمام

کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

۱۹۱۹ء

کالہنج علیہ

مطبع منشی نوکشی لکھنؤ میں پرنٹ کیا گیا ہے



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نواب شجاع الدولہ کی مسند نشینی

جبکہ ۱۲۵۷ء میں صفدر جنگ مرگئے اور شجاع الدولہ شاہنشاہ ہوئے تو اسماعیل خان کابلی اُن کا مدار المہام بنا اُس نے چاہا کہ نواب کو صاحبزادوں کی طرح رکھے اور خود حکومت کرے اس لیے سرداران مغلیہ کو متفق کر کے شجاع الدولہ سے منحرف کر دیا۔ پس اُن میں سے کوئی شجاع الدولہ کی خاطر خواہ اطاعت نہیں کرتا تھا بلکہ ہر ایک اپنے آپ کو شجاع الدولہ کا چچا سمجھتا تھا۔ اور ہمیشہ محمد قلی خان کے جوالہ آباد کا حاکم تھا دولت خواہ تھے اور یہ چاہتے تھے کہ اُسی کو مسند نشین کر کے شجاع الدولہ کے لیے کوئی جاگیر مقرر کر دیں۔ اور ان کی یہ رائے بھی تھی کہ عزیزان صفدر جنگ کے لیے جاگیریں مقرر کر دی جائیں۔ چونکہ نواب کا بخت قوی تھا کسی کی کوشش کا رگر نہ ہوتی تھی اور اس لیے کہ سرداران مغلیہ نے بالکل انحراف رکھتے تھے اور شجاع الدولہ عیاش

10

11

12

13

14

15

شجاع الدولہ کا سربراہ ایک کھتری کی نوجوان لڑکی کو دیکھ کر
فریفتہ ہو جانا اور نالگوں کو شب کے وقت اُسکے مکان پر
بھیج کر اُسکا پلنگ اُٹھوا منگوانا اس فعل کے سرزد ہونے
سے مغلوں کا اُنکی معزولی پر آمادہ ہونا۔ اُنکی والدہ کی
کوشش سے اُنکے سر سے اس بلا کا ٹل جانا

ایک دن نواب شجاع الدولہ ہاتھی پر سوار ہو کر شہر میں ایک رستے سے نکلے ایک
محلے میں ایک کوٹھے پر ۱۸ برس کی ایک لڑکی کھڑی تھی اُسے نظر جا پڑی۔ اُسکی دل فریب
صورت دیکھ کر فریفتہ ہو گئے۔ بعد اُسکے مخبروں سے کما کہ اس مکان کے مالک کا پتا
لگائیں۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ وہ گھر ایک کھتری کا ہے۔ نواب وہاں سے اپنے
مکان میں پہنچے مگر عشق کی وجہ سے پلنگ پر بیچین رہے اور رات بھر کچھ نہ کھایا
دوسرے روز راجہ ہمت بہادر نے ہندو مذہب کی دو گئییاں نواب سے ملائیں
نواب نے اُنکو انعام و عنایات کا اُمیدوار کر کے اُس عورت کا پتہ دریافت
کرنے کے لیے بھیجا۔ انھوں نے سب حال معلوم کر کے نواب کی خدمت میں عرض
کرایا اور تین روز کے بعد راجہ نے اپنے ہمراہی چند نانگے آدھی رات کے وقت
اُس کھتری کے مکان پر بطور چروں کے بھیجے اُس عورت کے گھر کے آدمی
خوف سے سم گئے یہ لوگ اُس کا پلنگ اُٹھا کر نواب کے پاس لے آئے نواب کی
مر اُس وقت ۲۳ یا ۲۴ سال کی تھی اُس سے صحبت کر کے رخصت کر دیا۔ وہ
گرتی پڑتی اپنے گھر کو گئی۔ وارثوں نے دریافت کیا کہ شب کہاں رہی اور کیا

بھی تھے امراؤ گروہ بہت بہادر سے زیادہ مانوس تھے یہی دونوں نواب کی صحبت میں رہتے تھے اگرچہ امراؤ گروہ میں بڑا تھا۔

تاریخ تیموریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک بہت بہادر امرا درہا نواب کے ساتھ زمانہ اطوار سے رہتا تھا اور یوسف خواجہ سرا کہ حسن میں یوسف ثانی تھا وہ بھی نواب کا منظور نظر تھا۔

سلطان الحکایات میں جو تاریخ جلوس لکھی ہے اُس سے ۱۶۶۱ء نکلتے ہیں۔

خوشا پور نواب منصور خاں چو صفدر شجاع و بدولت جوان

بہت و دوہم ماہ ذی الحجہ شاد بسند نشست خزان کشاد

ز نجم سعادت بہ اختر نگر تو گوئی کہ شد روشنی تازہ تر

بلاروے اہمال از صیت کوس شنیدیم سانش مجستہ جلوس

شجاع الدولہ سنہ گیارہ سو چالیس ہجری میں پیدا ہوئے تھے اُنکی ولادت کی

تاریخ اس شعر کے دوسرے مصرع سے نکلتی ہے ۵

بدولت خانہ نواب منصور برآمد آفتاب از مطلع نور

چونکہ اس شعر میں بظاہر کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اسکے تاریخ ہونے پر دلالت

کرتی ہو اس لیے مفتاح التواریخ کے مولف نے دو مصرع اُس پر انہی طرف سے لگا کر یوں تاریخ تمام کی۔

چو آن فرخندہ اختر شد نمایاں بدولت خانہ نواب منصور

فلک برگفت تاریخ تولد برآمد آفتاب از مطلع نور

اس حساب سے شجاع الدولہ کی عمر سند نشینی کے وقت ۲۳-۲۴ سال کی تھی بہت پرشاد نے

ملخص تاریخ اودھ میں لکھا ہے کہ ۲۶ برس کی عمر میں بقیام فیض آباد سند ریاست پر بیٹھے تھے۔

ارادہ کرو گے ادھر سے کمی نہ پاؤ گے۔ مغلیہ سرداروں نے محمد قلی خان کو لکھ کر الد آباد سے طلب کیا اور دربار میں اپنی آمد و رفت موقوف کر دی۔ شجاع الدولہ کی والدہ نے رام نرائن کو اپنی ڈیوڑھی پر بلا کر پردے کی آڑ میں اُس سے کہا کہ اپنے آقا زادے کے ساتھ یہی سلوک کرنا چاہیے تھا۔ لاکھوں روپے جبکہ باپ کے ہاں سے پائے۔ کیا تم کو صفہ و جنگ نے اسی دن کے لیے پرورش کیا تھا۔ ایک ادنیٰ ہندو کے واسطے اتنی ہنگامہ آرائی مناسب نہ تھی۔ مگر انا کہ محمد قلی خان صفہ و جنگ کا بھتیجا ہے لیکن ہر شخص کا نام بیٹے سے باقی رہتا ہے نہ بھتیجے سے۔ رام نرائن نے کہا کہ اگر صاحبزادے میری جان چاہیں تو حاضر ہے۔ مگر جو رویتہ اُنھوں نے اختیار کیا ہے اُس سے ملک ویران ہو جاتے ہیں۔ دوست و دشمن بن جاتے ہیں۔ یہ جو کچھ شورش تھی اس سے صرف یہ مقصود تھا کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کریں جس سے بدنامی ہندوستان میں ہو گی۔ جبکہ بیگم صاحبہ نے رام نرائن کو اپنے شوہر کے احسانات جتا کر قائل و معقول کیا تو اُس نے کہا میں تا بعد از ہوں اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ اس معاملے کو اتنا طول ہوگا تو کھتریوں کو پہلے ہی رضی کر لیتا۔ اب آپ اسماعیل بیگ اور دوسرے سرداران مغلیہ کو بلا کر اسی طرح تالیف کر دیں تو اُمید اصلاح کی ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے سب کو بلا کر اسی طرح کے کلمات کہے کہ سب عجوب ہوئے اور معزولی کے ارادے سے باز آئے۔

۱۲
دعوتِ اسلامی

گیان پرکاش۔ سیر المتاخرین اور لخص التواریخ مولفہ فرزند علی مین لکھا ہے کہ شجاع الدولہ کی مسند نشینی سے آٹھ مہینے کے بعد اسماعیل خان چلیہ مر گیا تو غلین خان خواجہ سرانائب ہوا اور رام نرائن و مہارائین کا یہ نیابت کے سوال و جواب میں

بلا پیش آئی اُس نے تمام حال بیان کیا گھر والوں نے قرینے سے دریافت کر لیا کہ وہ
 آدمی نواب شجاع الدولہ کے ایما سے آئے تھے کوئی اُن میں سے چور نہ تھا بلکہ نانگے
 تھے جنگو ہمت بہادر نے بھیجا ہوگا۔ پس چند آدمیوں نے متفق ہو کر راجہ رام نرائن
 دیوان کے پاس جا کر زمین پر پگڑیاں ڈال کر کہا کہ رعیت پروری اسی کا نام ہے ہم
 یہاں سے جلا وطن کریں گے۔ ہماری سکونت یہاں ممکن نہیں۔ راجہ رام نرائن اور
 اُسکا بھیجا جگت نرائن دس بارہ ہزار کھتریوں کا مجمع لے کر ننگے سر اور ننگے پانوں
 اسماعیل خان کا بلی کے پاس گئے اور عرض کیا کہ والی ملک نے رعیت کے آزار پر
 کمر باندھ لیا ہے۔ ہم آپ کو صفر جنگ کی جگہ جانتے ہیں۔ اب آپ ہلکا اجازت دیں
 کہ یہاں سے نکل کر اور کسی ملک میں چلے جائیں یا ہمدی فریاد رسی کرنی چاہیے اسماعیل خان
 نہایت ناراض ہوا۔ اور کئی مغل سرداروں کو بلا کر یہ سارا ماجرا اُن سے بیان کیا اور
 سب کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ہمت بہادر اور اُس کے بھائی کو نواب سے لیکر
 سزا دینی چاہیے۔ اگر نواب اُنکے سپرد کرنے پر رضی ہوئے تو بہتر ہے نہیں تو محمد علی خان
 کو الہ آباد سے بلا کر سند نشین کر دینا چاہیے اور نواب کے لیے جاگیر مقرر کر دی جائے
 سب نے اسماعیل خان کی رائے سے اتفاق کر کے نواب کو پیام دیا کہ ہمت بہادر اور اُسکے
 بھائی کو ہمارے حوالے کر دینا چاہیے۔ نواب نے کہا کہ ہمت بہادر میرا محکوم ہے اُس نے
 جو کچھ کیا میرے حکم سے کیا ہے تم کو مجھ سے باز پرس کرنی چاہیے نہ ہمت بہادر سے۔
 اور یہ بات بخوبی یقین کر لو کہ جب تک میں زندہ ہوں کسی کی یہ مجال نہیں کہ ہمت بہادر کو
 دینا پہنچا سکے میں ایسی ریاست کا خواہاں نہیں۔ ایسی مسند سے فقیر کا بورہ ہزار درجہ بہتر ہے
 تم کو اپنی جمعیت پر ناز ہے میں اس تھوڑی سی جماعت سے مقابلے کو حاضر ہوں جب

غازی الدین خان عماد الملک کی شجاع الدولہ پر چڑھائی
نواب سید سعد اللہ خان کا شجاع الدولہ کی مدد کرنا اور
انکی مداخلت سے باہم تصفیہ ہو جانا

جبکہ احمد شاہ درانی نے دہلی کے دربار سے صوبہ پنجاب کو حاصل کیا تھا تو
انھوں نے معین الملک عرف میرمنو کو جو شاہ دہلی کی جانب سے پنجاب کا حاکم تھا
اُسی عہدے پر قائم رکھا تھا۔ مرآت آفتاب نامین لکھا ہے کہ میرمنو عماد الملک
غازی الدین خان وزیر دہلی کا حقیقی خالو تھا اور یہ غلطی ہے اسلئے کہ میرمنو قمر الدین خان
وزیر محمد شاہ کا بیٹا ہے اور عماد الملک نواسا ہے۔ فرخ بخش مین شیو پرشاد نے بیان کیا
ہے کہ میرمنو ایک دن بھکار کو گیا تھا موضع بھسین مین کہ لاہور سے سات کوس پر
شرق کی طرف ہے ایک بڑے درخت کے تلے جو بہت بڑا تھا غش کھا کر گھوڑے
سے گر کر مر گیا نوجوان تھا۔ احمد شاہ ابدالی نے اُسکے شیر خوار بیٹے کو اُسکی مان کی
سرپرستی مین اُسکی جگہ جانشین اُسکا کیا تھا کچھ دنوں کے بعد خود سال لڑکا بھی مر گیا
میرمنو کی بیوہ کہ جانی خان کی بیٹی تھی نہایت بد اطوار نکلی۔ جیون مین شہباز نام شاگرد
مان خان کلانوت ملازم معین الملک سے بتلا ہو گئی اور ننگ و ناموس ابا و اجداد کی
برباد کر کے بد فعلی کرنے لگی اس سے پیشتر دو تین گاؤں راجہ جیون نے مدد معاش مین
اُسکو دیدیے تھے جب اُسکی حرکات قبیحہ کا حال معلوم ہوا تو ضبط کر لیے اس کی بیٹی
عمدہ بیگم غازی الدین خان سے منسوب تھی۔

افسوس صاحب تاریخ ہندوستان مین لکھتے ہیں کہ غازی الدین خان وزیر میرمنو کی

۱۲
لے یہاں تک کہ فرخ بخش کا اقتباس ہے اس کتاب کا موصوفہ اللہ تعالیٰ اعلم

رہنے لگے شجاع الدولہ نے گوجرانوالہ کی تھے مگر بسبب شجاعت کے صوبہ اودھ کے سرکشوں کی تادیب اور انتظام خوب کیا اور عیاشی میں بجز شراب نوشی کے منہمک تھے اکثر عورتوں کی مباشرت میں راعب اور لہو و لعب میں مصروف رہتے تھے۔ لیکن مزاج میں حیا و شرم اور عفو و اغماض اور ترحم تھا۔

نواب شجاع الدولہ کا نواب سید سعد اللہ خان

خلف نواب سید علی محمد خان سے دستار بدلنا

شجاع الدولہ کو عمار الملک غازی الدین خان کی طرف سے ہمیشہ کھٹکا لگا رہا تھا کہ مبادا وہ بادشاہ کے مزاج کو اُن کی طرف سے مکر کر دے۔ اس لیے غلام رسول عرف میر منگل پسر غلام احمد خلف خان جہان بہادر کو کہ محی الدین اور نگ زیب عالمگیر کو نواب سید سعد اللہ خان کے پاس بھیج کر دوستی اور تبدیل دستار کی خواہش ظاہر کی۔ نواب سید سعد اللہ خان نے اُن کو جواب میں خط لکھا جس میں نہایت تپاک ظاہر کیا اور وہ خط میر مذکور کے حوالے کیا۔ میر منگل نے وہ خط نواب شجاع الدولہ کے پاس لیگیا اور جب قدر دوستی و محبت کا اشتیاق نواب سید سعد اللہ خان کی زبان سے سنا تھا وہ بھی بیان کیا نواب شجاع الدولہ نے اپنی دستار سرستہ نواب سید سعد اللہ خان کو میر منگل کے ہاتھ بھجوائی اور اُن کی دستار سرستہ آپ سنگوائی اور تمام ہندوستان میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ یہ دونوں رئیس دستار بدل بھائی ہیں اور ہر ایک دوسرے کا ہر حال میں شریک ہے۔ فرخ بخش مولفہ شیو پرشاد میں یہ واقعہ اسی طرح آیا ہے۔ حافظ رحمت خان کی اولاد نے تبدیل دستار کے متعلق ایک اور طرح حکایت بیان کی ہے جسکو ہم آگے چل کر ذکر کریں گے۔

افواج درانی زیر حکم جان بادشاہ ساتھ لے کر غازی الدین خان فرخ آباد کی طرف روانہ ہوا۔ گل رحمت میں لکھا ہے کہ احمد شاہ نے حافظ رحمت خان کو بھی تحریر کیا تھا کہ عماد الملک شاہی فوج کے ساتھ صوبہ اودھ کی طرف روانہ ہوا ہے تاکہ شجاع الدولہ سے ہمارے لیے پیش کش وصول کرے اگر شجاع الدولہ دینے میں عذر کرے تو تم عماد الملک کی مدد کیونچنانچہ حافظ رحمت خان فوج جمع کرنے اور عماد الملک کا انتظار کرنے لگے۔ نواب احمد خان بنگش نے بہت سے گھوڑے ہاتھی اور اسباب دیا۔ اور تھوڑے سے پٹھان بھی مدد کے لیے ساتھ کر دیے۔ عماد الملک نے گنگا کو عبور کر کے شجاع الدولہ پر چڑھائی کی اور کوہ پلور پر گنہ مہر آباد کے میدان میں ڈیرہ نصب کر دیے اور شجاع الدولہ کو پیام بھیجا کہ ملک بادشاہی فوراً خالی کرنا چاہیے اور صفدر جنگ کا تمام مال بھیجنا چاہیے اور شہزادوں کے لیے پیش کش حاضر کرنا چاہیے۔ اس پیام سے شجاع الدولہ بہت خائف ہوئے اور وہ بھی لکھنؤ سے روانہ ہو کر حملہ آوروں کے روکنے کے ارادے سے ساندی پالی تک آئے یہ مقام لکھنؤ سے ۶۸ میل ہے۔

شیو پرشاد فرح بخش میں کہتا ہے کہ شجاع الدولہ نے میرمنجھلے کو نواب سید سعد اللہ خان کی خدمت میں بھیجا کہ تم اس کیلئے وقت میں اس دوستدار کی مدد کرنی چاہیے میرمنجھلے نے تمام حال نواب سید سعد اللہ خان سے بیان کیا کہ عماد الملک شاہزادوں کو ہمراہ لے کر شجاع الدولہ کی بربادی کے درپے ہے اور صفدر جنگ کے تمام خزانوں اور مال کی ضبطی کے لیے بڑی بھاری فوج سے چڑھائی کی ہے۔ ایسے وقت میں آپ مدد کریں۔ نواب سید سعد اللہ خان نے تیار می کر کے اپنے بھائیوں کو ہمراہ لیکر اور حافظ رحمت خان دوندے خان بخش سر دار خان فتح خان خاں سلمان عبدالستار خان شیخ کبیر

بیٹی سے اپنا بیاد رچانے کے بہانے سے لاہور کی جانب روانہ ہوا اور جو کُسنے ہر ایک قسم کا شک و شبہ مٹا دیا تو ^{۱۷۵۷ء} مطابق سال ۱۱۸۰ھ ہجری میں یکا یک شہر کو جا دیا یا اور اپنی بیوہ ساس کو پٹنگ پر سوتے میں گرفتار کر لیا جب اُس بیوہ کو لشکر میں لائے تو وہ غازی الدین اپنے ادھر سے داماد کو کُسنے لگی اور اُس نے یہ پیش گوئی کی کہ احمد شاہ دُرائی اس حرکت ناشائستہ کا انتقام لینے اور اُنکے انتقام کا یہ نتیجہ ہوگا کہ ہندوستان بربادی کو پہنچے گا اور اُسکے باشندے مارے جائیں گے چنانچہ یہ پیش گوئی بہت جلد اسکے بعد واقع ہوئی اسلئے کہ احمد شاہ دُرائی نے اس زور و ظلم کے سننے ہی جو اُن کے متوسل پر واقع ہوا انتقام دشمن پر کمر باندھی اور بہت جلد قندھار سے کوچ کر کے پنجاب سے گزر گئے اور کوئی مرد میدان اُن کے سامنے نہ ہوا یہاں تک کہ دلی سے بیس میل کے فاصلے پر پہنچ گئے غازی الدین خان نے یہ دانائی کی کہ اپنی ساس کو رہا کر کے اُسکی وساطت حاصل کی اور اُسکے ذریعہ سے احمد شاہ کی فوج میں یکا یک جا بوجھا اور جو جو قصور اُسکی ذات سے متعلق تھے وہ احمد شاہ سے معاف کرائے مگر احمد شاہ نے اپنے نقصان کا معاوضہ چاہا اور مطالبے کو پورا کرنے کی غرض سے دلی کی جانب آگے بڑھے اور اُس میں پہنچ کر تمام شہر کو لوٹ لیا دس ماہ تک دلی میں رہے جب احمد شاہ نے غازی الدین خان سے روپیہ بطور پیش کش کے طلب کیا تو اُس نے احمد شاہ سے عرض کیا کہ کسی تیموری شاہزادے کو میرے ساتھ کر دیجیے تو ملک انترہید (ملک ماہین دو آبہ گنگا و جہنا) میں جا کر ذریعہ طریق نذرانہ وصول کر کے لاؤں۔ مگر اس سے اُسکا اصل منشاء یہ تھا کہ شجاع الدولہ والی اودھ سے حیرا روپیہ وصول کرائے۔ احمد شاہ کے حکم سے ہر اسیت نجش ولد عالمگیر ثانی اور مرزا بابر داماد عالمگیر ثانی کو مع

صلح کی استدعا کی چونکہ عماد الملک کو شجاع الدولہ کی خانہ ویرانی منظور تھی اس لیے اتنا روپیہ مانگا جو شجاع الدولہ ادا نہ کر سکتے تھے اور اس عرصے میں طرفین کے قراولوں میں چھوٹی چھوٹی لڑائیاں بھی شروع ہو گئیں۔ حافظ رحمت خان عماد الملک کے مافی الضمیر مطلع ہو کر صلح کی فکر میں ہوئے اور نواب سید سعد اللہ خان کو کہلا بھیجا کہ تم شجاع الدولہ کے پاس جا کر صلح کی تدبیر کرو چنانچہ نواب موصوف نے شجاع الدولہ کے پاس پہنچ کر تبدیل دستار کر کے انوثت پیدا کر لی اور اپنے لشکر میں لوٹ آئے حافظ صاحب نے بظاہر نواب سید سعد اللہ خان کے اس کام سے ناخوشی ظاہر کی مگر اس تقریب سے صلح کی گنجائش پا کر عماد الملک کو کہلا بھیجا کہ نواب سید سعد اللہ خان نے بخودی سے جو خرد سالی کا مقصد ہے شجاع الدولہ سے صلح کر لی ہے جس کا حال آپ نے سنا ہی ہوگا شجاع الدولہ بھی اپنی قدرت کے موافق روپیہ دینے کو حاضر ہیں اور محکو احمد شاہ درانی کا یہی حکم ہے کہ اگر شجاع الدولہ پیشکش ادا کرنے میں حیلہ و حجت کریں اور لڑائی پر نوبت پہنچے تو عماد الملک کی مدد کیجیو۔ اگر میری صلاح مانو تو صلح کر لو ورنہ میں اپنے ملک کو لوٹ جاؤں گا اور شاہ کو سارا حال لکھ بھیجوں گا۔ عماد الملک نے مجبور ہو کر پانچ لاکھ روپیہ نذر شاہنشاہوں کو پیش کرنے پر صلح کر لی شیو پر شاہ نے فوج بخش میں ذکر کیا ہے کہ نواب سید سعد اللہ خان نے ان پانچ لاکھ روپوں کے خود ادا کرنے کا ذمہ لے لیا۔ اور ضمانت نامہ لکھ کر عماد الملک کے پاس بھیج دیا۔ پھر شجاع الدولہ نے یہ روپے نواب سید سعد اللہ خان کے پاس پہنچا دیے اور نواب سید سعد اللہ خان نے اپنے خزانے سے یہ روپے بادشاہ کے حضور میں بھجوا دیے شجاع الدولہ نواب سید سعد اللہ خان کے بہت ممنون و مشکور ہوئے اور صلح سے انقاد کے بعد ۹ شوال ۱۱۸۵ھ کو شجاع الدولہ نے سانبڑی پالی سے کوچ کیا اور چار دن میں

ملا محسن اور سید معصوم وغیرہ کی سپاہ کے ساتھ آنولے سے کوچ کیا۔ اور میر غلام رسول کو پیشتر
 سے شجاع الدولہ کے پاس بھیج دیا اور ایک خط اس مضمون کا اُسکے ساتھ کیا کہ جان و مال اور ملک
 و ناموس بموجب اُس عہد و بیان کے ہمارا آپ کا ایک ہے آپ کسی قسم کا تردد نہ کریں ہم بہت
 جلد پچاس ہزار سپاہ کے ساتھ پہنچتے ہیں۔ نواب سید سعد اللہ خان میر منجیلے کی روانگی کے
 بعد کڑے کڑے کچ کر کے کو دپور میں پہنچ گئے۔ اور دونوں لشکروں کے درمیان میں قیام
 کیا اور اپنے دربار میں زور سے بر ملا کہا کہ جو کوئی نواب شجاع الدولہ کا مخالف و معاند ہے وہ
 ہمارا دشمن ہے اُسکو چاہیے کہ وہ اول میرا سر کاٹے پھر نواب شجاع الدولہ کے سر کے کاٹنے کا
 ارادہ کرے اس عرصے میں عالمگیر ثانی کے متواتر فرمان نواب سید سعد اللہ خان کو پہنچتے
 رہے کہ شہزادوں کی خدمت گزاری اور اطاعت اچھی طرح انجام دیں اور شجاع الدولہ کو
 نکال کر صفدر جنگ کا مال ضبط کر لیں اس خدمت کے صلے میں عنایت بادشاہی کے
 مورد ہو جائیں گے۔ مگر نواب سید سعد اللہ خان نے بادشاہ کے احکام کی تعمیل نہ کی بلکہ برخلاف
 ان احکام کے نواب عماد الملک کو صاف کہلا بھیجا کہ نواب شجاع الدولہ سے نہ لڑنا چاہیے
 بہتر یہ ہے کہ آپ دلی کو لوٹ جائیں۔ گل رحمت کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ رحمت خاں
 احمد شاہ درانی کے احکام کی پابندی کی وجہ سے بظاہر عماد الملک کے جنبہ دار تھے شجاع الدولہ
 نے ساڈی پالی سے حافظ رحمت خان کو خط لکھا کہ عماد الملک میری خانہ ویرانی کے درپے ہے
 کسی صورت سے صلح پر مدھی نہوگا۔ آپ میرے چچا کی جگہ ہیں ایسی تدبیر کریں کہ صلح
 ہو جائے او میری طرف سے احمد شاہ کا فراج بھی ناخوش نہو۔ حافظ رحمت خان نے
 صفدر جنگ کی دوستی کی وجہ سے شجاع الدولہ کو تسلی آمیز خط لکھے اور صلح کی کوشش
 میں مصروف ہوئے اس عرصے میں شجاع الدولہ نے عماد الملک کے پاس سفیر بھیج کر

شجاع الدولہ کا گناہ بیگم دختر علی قلی خان و آلہ واغستانی کے ساتھ مناکحت کرنا

تاریخ مظفری میں لکھا ہے کہ علی قلی خان و آلہ تخلص مؤلف تذکرہ ریاض الشعرا
نے سالہ ہجری میں انتقال کیا تاریخ وفات اس مصرع سے ظاہر ہے ۵
خرد گفت پیوستہ والد بہ رحمت

اسکی بیٹی گناہ بیگم نہایت حسن و جمال رکھتی تھی شجاع الدولہ اسکی موصلت کے
خواہشگار ہوئے اور شیر انداز خان کو اس لڑکی کی مان کے پاس نکاح کا پیام لے کر
بھیجا وہ عورت رضامند ہو گئی اور اپنی بیٹی کو لے کر دلی سے لکھنؤ کو روانہ ہوئی۔
جب آگرے میں پہونچی تو جواہر سنگھ پسر سورج مل جاٹ والی بھرت پور اسکے حُسن و جمال کا
شہرہ سُن کر منتون ہو گیا اور آدمی بھیجے کہ اس لڑکی کو چھین لین کٹرہ وزیر خان میں
شیر انداز خان کے آدمیوں سے اور جواہر سنگھ کے آدمیوں سے لڑائی ہوئی لڑکی کی
مان نے یہ خبر سُن کر چال بازی کی اور تھوڑے دنوں لطافتِ اکمل میں بسر کر کے
ایک دن موقع پا کر لڑکی کو لیکر فرخ آباد میں نواب احمد خان نگیش کے پاس چلی گئی
یہاں غازی الدین خان عماد الملک احمد شاہ ابدالی کے خوف سے موجود تھا۔ اور
انکے انجام کار کا منتظر تھا۔ سنے گناہ بیگم کے حُسن و جمال کا حال سُن کر چاہا کہ اس کو
اپنے عقد میں لائے اور نواب احمد خان پر اپنا مافی الضمیر ظاہر کیا مگر نواب نے شجاع الدولہ
کا پاس خاطر کیا۔ اور گناہ بیگم کو انکے پاس پہونچا دیا جنھوں نے اس سے نکاح کر لیا۔
عالیہ سلطان بیگم اسکا خطاب تھا نصیر الدولہ اسکے بطن سے تھا۔ آرون صاحب کی

لکھنؤ پہنچ گئے اور نواب سید سعد اللہ خان آنوے کو لوٹ گئے۔

تبلیغ حافظ رحمت خان اپنی ابتدائی عمر میں خردہ فروشی کرتے پھرتے تھے نواب سید علی محمد خان نے اُن کو بلا کر اسیر کبیر بنادیا۔ یہاں تک کہ ماہی ہر اتب اُنکے ساتھ چلنے لگا جس کا عوض حافظ صاحب نے یہ دیا کہ نواب موصوف کے انتقال کے بعد سرداروں سے سادش کر کے رہیلکھنڈ کے بڑے حصے پر خود قبضہ کر لیا اور زبان بند رکھنے اور وقت سے بچنے کے لیے کچھ حصہ ملک دوسرے سرداروں کو دیدیا اور اپنے دلی نعمت زادوں کو محروم کیا۔ حافظ صاحب کی ریاست کی بربادی کے بعد اُنکی اولاد نواب ممدوح کی اولاد کے کاسون کی کتنی بڑی تصویر کھینچتی ہے۔ حالانکہ حافظ صاحب کے بعد بھی جو کچھ آرام اُنکی اولاد کو نصیب ہوا یہ بھی نواب ممدوح کا طفیل ہے۔ یہ نواب سید علی محمد خان کی قوت تھی جو انھوں نے حافظ صاحب کو بلا کر اپنے سرداروں میں داخل کر لیا نواب صاحب کو اُنکی پروانہ تھی کیونکہ اُنکی ریاست کی نیو بندہ گئی تھی سردار اور سپاہی اُنکے پاس فراہم ہو چکے تھے اور ہوز ہے تھے وہ بذات خود شجاع اور زیادہ شہساز تھے اُنکو حافظ صاحب کی ضرورت نہ تھی۔ دیکھیے محمد شاہ کی چڑھائی سے نواب صاحب کی ریاست جاتی رہی تو حافظ صاحب کی امارت و سرداری کمان رہی جب دوبارہ نواب صاحب نے بذات خود ریاست پر تسلط حاصل کیا تو حافظ صاحب کی امارت بھی قائم ہوئی اگر حافظ صاحب کچھ طغتنہ رکھتے تھے تو محمد شاہ کی واپسی روہیلکھنڈ کے بعد خود ریاست جمایتے۔ غیر لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ کلمہ حق سے انحراف نہیں کرتے اسی واقعہ کے متعلق سیر التاخرین اور آثار الامرا میں لکھا ہے کہ یہ لڑائی نواب سید سعد اللہ خان کی وجہ سے شجاع الدولہ کے سر سے ٹل گئی۔

اُن کو صحیح و سالم دیکھ کر خوش ہو گئے نواب نے اس بلا سے نجات پانے کی شکر گزاری میں کئی لاکھ روپے خیرات کیے۔

ایکبار میں نے بتیان الاخبار میں جو لکھنؤ سے نکلتا تھا یہ دیکھا تھا کہ نواب شجاع الدولہ روپے کے حروف چنگلی سے مٹا دیتے تھے۔

(۲) باوجود اس زور و قوت کے دیونفس سے بے حد عاجز تھے کہ خواہش نفسانی اور غلبہ شہوانی کے وقت بے حواس و مدہوش ہو جاتے تھے۔ آنکھوں میں دُنیا اندھیر ہو جاتی تھی یہاں تک کہ اکثر ایسا اتفاق ہوتا کہ راستے میں سواری چلی جاتی اور شہوت سے بیتاب ہو کر عورتوں کے ساتھ صحبت کر کے آگے کو روانہ ہوتے اسلئے ہر وقت اور ہر جگہ عورتیں اُنکے لیے میاں بہتین رات دن میں عورتوں کے ساتھ مباشرت کی نوبت دس پندرہ بار تک پہنچ جاتی تھی۔ چند کشتیاں مقرر تھیں کہ جا بجا سے خوبصورت عورتوں کو تلاش کر کے ہزاروں روپے خرچ کر کے نواب کے واسطے لائیں اُنکی مدخلہ عورتوں کی تعداد دو ہزار سے زیادہ تک پہنچ گئی تھی کثرت مباشرت سے اکثر امراض مزمنہ میں گرفتار ہو گئے تھے اور آخر کار بد کے عارضے سے انتقال کیا۔

شاہزادہ عالی گہر کا عماد الملک کے خون سے ولی سے

نکل جانا اور اودہ کے ملک میں وارد ہونا شجاع الدولہ کا

اپنے چچا زاد بھائی محمد قلی خان صوبہ دار الہ آباد کو دغا

و فریب کے ساتھ گرفتار کر کے تباہ و برباد کر دینا

شاہزادہ عالی گہر بن عالمگیر ثانی جو بادشاہ ہو کر شاہ عالم ثانی کہلائے

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ علی قلی خان والد داغستانی کی ایک بیٹی بنو بیگم نام عہد الملک کے عقد میں تھی جس سے اُسکے ایک بیٹا ناصر الدولہ نام پیدا ہوا۔ بہر صورت گنا بیگم علی قلی خان داغستانی کی بیٹی ہے نہ قزلباش خان امید کی جیسا کہ محمد حسین آزاد نے آبجیات میں غلطی سے لکھ دیا ہے۔

شجاع الدولہ کی فتح العادت طاقت اور قوت رجولیت

تاریخ تیموریہ میں لکھا ہے کہ نواب شجاع الدولہ کو سفند کا کلمہ چیر ڈالتے تھے اور انکی شخصیت کا تیر شیر کی پیشانی سے گذر کر دم کی طرف سے پار نکل جاتا تھا۔ اپنے مرنے سے چند سال پیشتر وہ زرہ اور چلتہ بہن کرہ ہتھیار لگا کر ہاتھی پر بیٹھ کر شیر کے خاکار کے لیے جنگل کو گئے۔ اتفاقاً ایک شیر پر حملہ کیا۔ شیر بوجھی سے نکل کر بے حد غضبناک نواب کے ہاتھی پر لپکا۔ ہاتھی شیر مست کی ہدایت سے ڈر کر بے تحاشا دریا کی طرف بھاگ نکلا فیلبان نے بہت سے آنکس اور تیر ہاتھی کے سر میں اسے لیکن اُس نے پروانہ کی اور بھاگا چلا گیا یہاں تک کہ دریا کے کنارے پر جا پہنچا اور اونچے کڑاڑے پر سے اُسکا پاؤں پھسلا فوراً پانی میں جا پڑا دریا بھرا ہوا بڑے زور سے بہ رہا تھا موجوں کا طوفان برپا تھا شجاع الدولہ ہاتھی سمیت ایک بھنور میں پہونچ گئے اُس اضطراب کے عالم میں دست و بازو کے زور سے زرہ اور چلتے کو پُر زبے پُر زبے کر کے بدن سے ددر کر دیا اور پیرنے لگے اُسوقت ایک مگر نے اُن پر حملہ کیا نواب نے اُسکا کلمہ چیر ڈالا اور ایک ہاتھ سے اُسکو گھسیٹتے ہوئے پورے پہر بھر کے بعد دریا سے باہر نکل آئے نواب کی سپاہ کے آدمی دریا کے کنارے کنارے اُنکو دھونڈتے پھرتے تھے

خس کی خاص پالکی مرحمت فرما کر رخصت کیا اور خود شاہزادے الہ آباد کی طرف بڑے
 محمد قلی خان شجاع الدولہ کا چچا زاد بھائی الہ آباد کا حاکم تھا وہ شاہزادے کے پاس حاضر ہوا
 شاہزادے نے اسے اپنی سرکار کے تمام کاموں کا مختار بنایا اور حکم دیا کہ فوج بھرتی کرے۔
 شاہزادے نے الہ آباد کی سیر کے بعد عظیم آباد کا ارادہ کیا۔ اثنائے راہ میں راجہ ہندو سنگھ
 برادر پرہتھی سنگھ حاضر ہوا اور غرہ جمادی الاخریٰ کو موضع جھنسی میں بیرم خان نے
 ملازمت حاصل کی۔ ۸ ماہ مذکور کو محمد قلی خان نے اپنے قیام گاہ پر شاہزادے کی
 دعوت کی اس موقع پر شاہزادے نے مرزا نجات خان کو ذوالفقار الدولہ کا خطاب دیا۔
 ۷ رجب کو دریاے کرم ناسہ کو عبور کیا۔ ۱۲ کو تخلص خان وغیرہ نے عرضداشت نام لکھ کر
 صوبہ دار عظیم آباد کی پیش کی۔ پھر صوبہ دار مذکور خود تحائف وغیرہ بطور ہنڈر کے لے کر
 محمد قلی خان کی وساطت سے حاضر ہوا۔ شاہزادے نے اسکو خلعت دیا اور محمد قلی خان
 سے ارشاد کیا کہ تم کو وزارت مبارک ہو۔ اسنے عرض کیا کہ یہ حق شجاع الدولہ کا ہے
 اسلئے اسکی عرض کے موافق وزارت شجاع الدولہ کے لیے تجویز ہوئی اور بخشش مگر
 محمد قلی خان پر قرار پائی اس محمد قلی خان کو شجاع الدولہ ہی نے شہزادے
 کے ساتھ رہ کر بنگالے کے تسخیر کرنے کی ترغیب دی تھی کیونکہ وہ مدت سے یہ
 چاہتے تھے کہ کسی طور سے محمد قلی خان کو الہ آباد سے علیحدہ کر دیں۔

سیر المتاخرین میں محمد قلی خان کے ساتھ شجاع الدولہ کے چال کرنے کے قصے کو اسطرح
 بیان کیا ہے کہ شجاع الدولہ کو چونکہ محمد قلی خان سے دغا منظور تھی اسلئے محمد قلی خان
 سے آکر یوں کہا کہ تم خاطر جمع رکھو اور کسی طرح ستردد نہو متعاقب آؤں گا مگر میں اپنے
 اہل و عیال کی طرف سے متفکر ہوں کہ انکو کس جگہ رکھوں۔ چاہتا ہوں کہ کسی محفوظ

۱۲ دیکھو کہ اسکا بیان ہے کہ ۱۲ دیکھو کہ اسکا بیان ہے کہ

غازی الدین خان کے نساد کی وجہ سے دلی میں ٹھہرنا مشکل سمجھا ملک بنگالہ کے قصد سے وہاں سے نکلے اور کنبھورے کے راستے سے ہوتے ہوئے سہارنپور میں نجیب الدولہ کے پاس آئے انھوں نے آٹھ مہینے تک شاہزادے کو اپنا دھماں رکھا پھر شاہزادے بنگالے کی تسخیر کے ارادے سے اُدھر کودا نہ ہوئے اور مراد آباد - رام پور - آٹولہ - بریلی ہوتے ہوئے پورب کی طرف بڑھے اور ۱۹ ربیع الثانی ۱۱۷۷ھ کو بلگرام میں پہنچ گئے ان کے ساتھ ان منازل میں مدار الدولہ و نوبت خان و بہادر علی خان و اصالت خان ریوڑی والا بھی تھے۔ شاہزادے بلگرام سے کوچ کر کے مانوان میں داخل ہوئے اور وہاں سے روانہ ہو کر تین دن میں قصبہ عین میں کہ وہاں کے متصل لکھنؤ سے سات کوس ہے ٹھہرے۔ جبکہ صوبہ اودھ کی حد میں قدم رکھا تو شجاع الدولہ نے اصالت خان اور غلام ارخان کی معرفت پچاس ہزار (تاریخ سلاطین متاخرین ہند میں پنجاہ ہزار کی جگہ فقط پنجاہ ہے) روپیہ نقد اور خیمے و ہاتھی و گھوڑے اور تحائف وغیرہ شاہزادے کے حضور میں بھیجے تھے اور آپ بھی ۹ جمادی الاولیٰ کو منزل متصل وہاں میں حاضر ہوئے اور میلہ و مکر سے ہمراہی کا ارادہ ظاہر کر کے اور پھر بہانہ کر کے رخصت کیا۔

۱۱۷۵ھ قمری تاریخ متاخرین ہند

خزانہ عامرہ اور عالم شاہی میں لکھا ہے کہ شجاع الدولہ نے ایک سو ایک اشرفی نذر گزرائی تھی اور مدد خراج کے لیے ایک لاکھ روپیہ نقد اور دو ہاتھی مع عماری سائبان دار اور ناکی مرصع اور سات گھوڑے اور ایک خوان پُرا زجاہر اور بہت سا پشمینہ اور خیمے اور برتن اور دس چھکڑے پیشکش کیے۔ شاہزادے نے چار گھڑی تک شجاع الدولہ سے خلوت کی اور خاص اپنا چیمہ مع سر پہنچ کے اور

وزارت میں رخصت پڑ جائے گا شجاع الدولہ نے اس بات پر یقین کر کے الہ آباد کی طرف کوچ بطریق یلغار کیا اور قلعہ کے حوالے کرنے کی بجھت خان سے درخواست کی اُس نے جواب دیا کہ محمد قلی خان کے حکم کے بغیر نہیں دے سکتا۔ اس وجہ سے نواب کے دل میں زیادہ کدورت آ گئی۔ اور سوچا کہ اگر محمد قلی خان کے عیال و اطفال کو گرفتار کر لیا جائے تو وہ ضرور اپنی کوششوں کو ناتمام چھوڑ کر عظیم آباد سے لوٹ آئے گا۔ سیر المتاخرین اور مرآت آفتاب نما کے مؤلف لکھتے ہیں کہ اسی نیت سے شجاع الدولہ نے انکو گرفتار کرنا چاہا بجھت خان نے جو مراجعت کی تو بمطالع اہل انکو قلعہ سے نکال کر نظر بند کر لیا جبکہ محمد قلی خان کو یہ خبر پہونچی کہ شجاع الدولہ نے دغا کر کے اُسکے قلعہ دار سے قلعہ الہ آباد چھین لیا ہے اور خود قابض اور متصرف ہو گئے ہیں اور اُسکے اہل و عیال کو نظر بند کر لیا ہے تو نہایت مضطرب ہوا اور اسی اثنا میں اُسکو یہ بھی معلوم ہوا کہ قلعہ عظیم آباد کے مصویرین کی مدد کے لیے بنگالے سے لشکر عظیم آ رہا ہے تو اُسکی بہت ہست ہو گئی اور بے قرار ہو کر شجاع الدولہ کی طرف مراجعت کی۔ اور گیان پرکاش سے معلوم ہوتا ہے کہ خود شجاع الدولہ نے لکھکر محمد قلی خان کو الہ آباد سے واپس بلایا انکی تحریر پہونچتے ہی وہ راسخ الاعتقاد کی وجہ سے وہاں سے روانہ ہوا مگر شجاع الدولہ کا لکھکر بلانا کسی دوسری کتاب سے ثابت نہیں ہوتا۔ بہر صورت جب محمد قلی خان عظیم آباد سے واپس ہونے لگا تو پہلوان سنگھ وغیرہ رفقائے اُسکو سمجھایا کہ اب شجاع الدولہ سے نرمی کی امید نامعقول ہے اسی جگہ لڑنا چاہیے مگر اُس نے نہ مانا صبح ہوتے ہی کوچ کاڈ نکال بھاگ کر اپنے ملک کی راہ لی شاہزادے نے بھی مجبور ہو کر وہاں سے کوچ کر دیا۔ جب شجاع الدولہ نے یہ خبر سنی کہ شاہزادہ اور محمد قلی خان بے فتح کیے لوٹ رہے ہیں تو کمال نامردی سے مروت

مقام میں انکو چھوڑ کر اپنے دشمنوں یعنی عماد الملک اور احمد خان بنگش وغیرہ سے اطمینان خاطر حاصل کر لیں اور جو بھی کر کے جنگ لے کی تسخیر کا ارادہ کریں مگر جھکواہی کوئی جگہ کھلائی نہیں دیتی اور چنار گڑھ میں قلعہ تو ہے مگر وہاں کوئی عمارت لائق بود و باش سبکیات کے نہیں اور اسکی آب و ہوا بھی پہاڑوں کی وجہ سے چند ان سادگان زمین اگر مرزا نجف خان کو ایک حکم لکھ دو تو میں قلعہ آباد میں کہ عمدہ اور پُر امن اور مضبوط جگہ ہے اپنے اہل و عیال کو بھارت سے اہل و عیال کے ساتھ ایک آبرو سمجھ کر ایک جگہ رکھ کر اعانت کریں گا۔ محمد قلی خان اپنی نافہمی سے شجاع الدولہ کے مضمون مکر و فریب کو نہ سمجھا رقعہ مہری اور دستخطی اپنا مرزا نجف خان قلعہ دار الہ آباد کے نام لکھ کر شجاع الدولہ کے حوالے کر دیا اور روبرو بھی مرزا نجف خان کو مزید تاکید سے پروا گئی دی کہ چونکہ نواب صاحب سے کسی طرح کی جدائی نہیں ہے چاراد بھائی ہیں حاضر و غائب ہمارے ورثے کے مالک ہیں وہ جو کچھ کہیں انکے حکم کی تعمیل کیجیو۔ بہر حال شجاع الدولہ نے رقعہ خاطر خواہ لکھا کر معاودت کی جبکہ رام نرائن صوبہ دار عظیم آباد شاہزادے کی عنایت سے ممتاز ہو گیا تو بعض کوتہ اندیشوں نے اُس سے محاسبہ چاہا جو کہ اُسکا ادا کرنا اُسکی قدرت سے باہر تھا اسلیئے باغی ہو گیا اور عظیم آباد کے قلعہ میں متحصن ہوا شاہزادے کی فوج نے محاصرہ کیا۔ گیان پرکاش میں بیان کیا ہے کہ محمد قلی خان نے قلعہ کے فتح کرنے کے لیے بڑی کوشش کی اور مورچے قلعہ کے تلے پہنچا دیے اور برج شمالی میں نصب لگا کر بارود پہنچا دی صرف یہ کام باقی تھا کہ آگ دی جائے اسکی مرضی نہ تھی کہ قلعہ فتح ہو پر وہ غیب سے ایک دوسری صورت پیدا ہو گئی وہ یہ کہ نواب سالار جنگ اور راجہ مینی بہادر نے متفق ہو کر نواب شجاع الدولہ سے کہا کہ اگر محمد قلی خان کے ترددات سے قلعہ عظیم آباد فتح ہو گیا تو آپکی

اجازت لے کرخصت دی اور اس شخص نے صلہ رحمی کی اُمید پر اور اس خیال پر کہ شجاع الدولہ میرے چچا زاد بھائی ہیں۔ بارہ سوار اور چند خدمتگار ساتھ لیکر لنگا کو عبور کیا اور شجاع الدولہ کے پاس روانہ ہوا اور یہ سمجھا کہ بروقت ملاقات یہ سب رنجیدگی خاطر اور کسیدگی دل برطرف ہو جائے گی۔ یہ تمام فتور و شمنون نے ڈال دیا ہے جو مشافہہ میں بالکل جاتا رہے گا۔ اور شجاع الدولہ کے ہاں سے حکم ہو چکا تھا کہ جب محمد قلی خان روانہ ہو اُسکی روانگی کے چند روز بعد اُسکے لشکر گاہ کو لوٹ کر تمام مال و اسباب ضبط کر لیں حکم جدید کے منظر نہ ہیں۔ اُسکو حکم قطعی سمجھیں جب محمد قلی خان کی روانگی کو دو تین روز کا عرصہ گزرا تو راجہ بلونت سنگھ اور مینی بہادر نے اُسکے لشکر کو لوٹنے کے ارادے سے چڑھائی کی۔ ان کی دست درازی اور تعدی سے لشکر میں جبر و فزع اور محشر کے آثار نمودار ہوئے ایک خلق کثیر بلائے بے درمان میں مبتلا ہوئی اکثر لشکر کی بے آبرو ہوئے اور مال و اسباب غارت ہوا۔ چند بے نام و نشان آدمی ان دونوں راجپوتوں کی قربت داری کی وجہ سے اُس لشکر میں چھپ کر محفوظ رہے اور بہت سے آدمیوں کو مارے کے ایک سید نے جو مینی بہادر کے لشکر میں جامعہ دار تھا بچایا۔

الغرض محمد قلی خان شجاع الدولہ کے پاس پہنچا انھوں نے بنگلہ کیا اور خیر و عافیت پوچھ کر اٹھ کھڑے ہوئے حاضرین نے اُسکو قید کر لیا۔

مفتاح التواریخ میں لکھا ہے کہ شجاع الدولہ نے محمد قلی خان کو دغا سے کٹا لہجہ میں قید کر کے قلعہ جلال آباد میں جو گھنٹوں کے قریب ہے رکھا۔ عداوت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب شجاع الدولہ پانی پت کے میدان میں احمد شاہ کے ساتھ تھے تو محمد قلی خان نے ایک عرضی بادشاہ کی خدمت میں اپنی رہائی کے لیے بھیجی تھی نواب نے خطا ہو کر

وایمان چھوڑ کر اپنے نائب راجہ بینی بہادر اور بلونت سنگھ زمیندار بنارس کو حکم دیا کہ متفق ہو کر محمد قلی خاں کے سامنے جاؤ اور سختی سے بندہ و بست کرو کہ وہ الہ آباد میں نہ ٹھہرسکے اور جس طرح ممکن ہو اسے گرفتار کرو راجہ ہائے مذکور جب انکم متفق ہو کر بنارس کے مقابل دریائے گنگا کے کنارے رام نگر سے دو کوس پیشتر مقیم ہوئے رام نگر بلونت سنگھ کا آباد کیا ہوا اور اسکا وطن اصلی تھا وہ دونوں راجہ توپین محمد قلی خاں کے لشکر کے مقابل لگا کر مستعد فرماحت ہوئے۔ شاہزادے اور مویشیر لاک فرانسیس کو کھلا بھیجا کہ ہمیں آپ سے کچھ کام نہیں جدھر عزم ہو چلے جائیے مگر محمد قلی خاں کو مجال حرکت نہ دینگے تاکہ اپنی جگہ سے ایک قدم آگے بڑھائے شاہزادے نے اپنا ٹکٹا ایسی بلائے ناگمانی اور غصہ آسمانی سے غنیمت سمجھا۔ مویشیر لاک کو اپنا رفیق بنا کر چھتر پور میں قیام کرنے کی غرض سے مرزا پور ہوتے ہوئے ملک بندہ یلکھنڈ کی راہ لی اور محمد قلی خاں سید راجی کی سرپرستی سے کسی قدر فاصلے پر خیمہ زن تھا۔ جو کوئی اس کے لشکر سے بلکہ عظیم آباد کی طرف سے آگے کو قدم بڑھاتا زمینداران اطراف بلونت سنگھ کا شکار ہو جاتا۔ محمد قلی خاں مع لشکر کے اسیر دام خیر ہوا۔ چاہلو سی کے سوال و جواب میں بسر کرتا تھا اور دفع الوقتی سے اپنا کام نکالتا تھا اور امیدوار تھا کہ شاید دوبارہ خداوند کریم سے تائید نمودار ہو جائے اکثر ہراہیوں نے جو صاحب جرات تھے صلاح دی کہ بینی بہادر اور بلونت سنگھ سے جنگ کرو اور فی الواقع یہی بہتر تھا کیونکہ جو کچھ مقدمین ہوتا عزت و ناموس سے ہوتا مگر بدعوا سی نے اس عواس باختہ کو جرات نہ دلائی۔ چند روز کے بعد محمد قلی خاں نے درخواست کی کہ تھوڑے سے ہراہیوں کے ساتھ مجھکو شجاع الدولہ کے پاس چلا جانے دیجیے۔ مرزا حمون نے شجاع الدولہ سے

کہ غازی الدین خان نے نواب شجاع الدولہ کو لکھا تھا کہ اگر آپ بھی ہمارے شریک ہوئے تو ہم اور آپ متفق ہو کر اس ٹھکان (یعنی نجیب اسٹل) کو بیان سے دور کر دیں اور اس سلطنت کا انتظام اپنی مرضی سے کریں۔ شجاع الدولہ نے مصلحت وقت کے لحاظ سے علی بیگ خان جارجی کو جو نہایت ظریف اور دانا تھا عملاً الملک کے پاس بھیج کر لطافتِ اسمیل میں رکھا تا کہ مخالفت پر آمادہ نہ ہو۔ انھیں ایام میں نجیب الدولہ نے بھی نواب شجاع الدولہ کو تحریر کیا کہ میں نے احمد شاہ درانی کو بلایا ہے مناسب یہ ہے کہ اس وقت میں آپ ہماری مدد کریں کہ یہ بات ہمارے اور آپ کے حق میں بہت مفید ہے اگر مرہٹوں نے ہمارے ملک پر قبضہ کر لیا تو آپ کے ملک کی بھی طمع کرینگے شجاع الدولہ جانتے تھے کہ غازی الدین خان بدلیخت اؤفسد ہے کیونکہ سالہ ہجری میں شاہزادہ ہدایت بخش اور مرزا بابر کو ہمراہ لے کر شجاع الدولہ کی بربادی کے لیے رخ آباد کے راستے سے اودھ پر چڑھائی کی تھی اور شجاع الدولہ نے دانائی کر کے نواب سید سعد اللہ خان سے پگڑی بدل کے اور دو ہیلون کو متفق کر کے اُسکے شر سے نجات پائی تھی اس سبب سے شجاع الدولہ نے اُسکے قول پر اعتماد نہ کیا اور نجیب الدولہ کی رفاقت کو بہتر سمجھا کیونکہ اس میں اُنکو اپنے ملک کی بھلائی بھی نظر آئی تھی چنانچہ شجاع الدولہ فوراً تیاری کر کے ماہ شوال ۱۱۷۱ھ ہجری میں لکھنؤ سے براہِ مہرے اور شاہ آباد ضلع ہر دوی میں پہنچ کر چند مہینے یہاں قیام کیا کیونکہ لنگا کی طغیانی سکر تال پہنچنے میں مانع تھی۔ دماندھیا کو اتفاق نہ کہو رکھا پرچہ لگا اور لنگا کی طغیانی میں کمی ہوئی تو اُس نے گوہندراے بندیلے کو اپنے لشکر سے مع بیس ہزار پیادہ و سوار کے الگ کر کے روانہ کیا علی ابراہیم خان نے تاریخ بھاؤ جھنگو میں گوہندراے کے ساتھی سواروں کی تعداد آٹھ ہزار بتائی ہے۔

اپنے افسروں کو حکم دیا کہ لکھنؤ میں اُن کو قتل کر ڈالیں۔

نواب شجاع الدولہ کا نجیب الدولہ کی مدد کے لیے

مرہٹوں کے مقابلے کی واسطے نجیب آباد کو جانا

جھنکو اور سکاچا دنا سیندھیا محرم ۱۱۷۱ھ ہجری میں دکن سے ہند میں آئے اور ان دونوں نے اتفاق کر کے روہیلوں کے ملک کو فتح کرنے کا ارادہ کیا اور بعد اسکے صوبہ اودھ میں مداخلت کا قصد تھا وزیر اعظم ہندوستان غازی الدین خان نے بھی اُنکو یہی صلاح دی ۱۱۷۲ھ ہجری میں اُنھوں نے جہانکو عبور کر کے نجیب الدولہ پر بڑھائی کی۔ نجیب الدولہ نے گنگا کے کنارے مظفرنگر کے پاس سکر تال میں جو میرٹھ سے شرقی و شمالی جانب ۱۴ کوس کے فاصلے پر ہے پناہ لی اس واقعہ کی تاریخ اس مصرعہ سے نکالی ہے۔ ۵۔ بیزے را شکار آہو کرد +

رکتر تال لفظ ہندی ہے سین حملہ مضموم اور کان تازی شد و مفتوح اور راجے حملہ ساکن اور تارے قرشت اور الف اور لام سے)

اور وہاں سے نواب سید سعد اللہ خان اور حافظ رحمت خان وغیرہ سرداران روہیلکھنڈ امداد کے واسطے درخواست کی یہاں سے موسم برسات کے ختم ہونے تک مدد پہونچنے میں دیر ہوئی اور جب تک نجیب الدولہ نے اُن مٹی کی دیواروں کی آطمین بڑی شکل سے اپنی جان بچائی سرداران روہیلہ عین موسم برسات میں کوچ کر کے لمبی لمبی منزلیں کرتے ہوئے اردوچ میں پہونچ کر ٹھہر گئے اور نواب سید سعد اللہ خان نے میر غلام رسول کو شجاع الدولہ کے پاس بھیجا کہ وہ بھی مدد کریں حسین شاہی میں امام الدین حسینی نے بیان کیا ہے

۱۱۷۱ھ ہجری

کو چھوڑ گیا اور نجیب الدولہ کے پاس پہنچ گئے۔ مگر رہتے گنگا پار کا علاقہ تباہ کرتے رہے اور جب افواج اسلام کے سامنے پڑتے پوری سزا اٹھاتے سینہ دھیا کی فوج اس ٹکڑے کے ٹوٹنے سے جو روہیلکھنڈ کو بھیجا گیا تھا ایسی کمزور ہو گئی کہ وصلح کا خواہان ہوا۔ مگر اس وجہ سے زیادہ قوی وجہ یہ تھی کہ نجیب الدولہ اور تمام ٹیھانوں اور ہندوستان کے راجہوں نے مرہٹوں اور غازی الدین خان وزیر کے فساد سے تنگ ہو کر احمد شاہ ابدالی کی خدمت میں عرضیاں لکھی تھیں اور استدعا کی تھی کہ آپ ہندوستان تشریف لائیں۔ چنانچہ احمد شاہ قندھار سے ہندوستان کی طرف کوچ کر کے بہت قریب آپہنچے تھے۔ غرض کہ مرہٹوں نے شجاع الدولہ اور روہیلوں سے آشتی کی شرطیں پیش کیں اور ان شرطوں کے موافق باہم صلح ہوئی اور مرہٹ احمد شاہ کے خون سے صلح کا نام کر کے ۱۷۵۹ء میں بالکل روہیلوں کے ملک سے چلے گئے اس وقت دتا کے ساتھ آشتی ہزار سوار لے تھے۔ روہیلوں نے شجاع الدولہ کے سامنے کشتیاں کپڑوں اور جواہر کی اور ہاتھی گھوڑے اور زر نقد پیش کیا اور ان سرداروں نے شاہ کی آمد آمد کی خبر سن کر جلدی سے شجاع الدولہ کو رخصت کر دیا اس خیال سے کہ احمد شاہ آجائینگے تو شجاع الدولہ کو رخصت حاصل نہو سکے گی شجاع الدولہ نے جلدی اللہ علیہ السلام سبھی کو وارد بلگرام ہوئے اور نوین کو لکھنؤ میں داخل ہو گئے۔ اور ان سرداروں نے عرضیاں اس مضمون کی احمد شاہ کو لکھیں کہ نواب شجاع الدولہ کسی قدر علیل ہو گئے تھے اور انکے ملک میں فساد پیدا ہو گیا تھا۔ اس لیے اودھ کو رخصت کر دیے گئے۔ شجاع الدولہ نے اپنی سپاہ میں سے تین ہزار سوار علی بیگ خان کی ماتحتی میں احمد شاہ کے شریک ہونے کے لیے نجیب الدولہ کے پاس چھوڑ دیے تھے۔

۱۱۱
۱۱۲
۱۱۳
۱۱۴
۱۱۵
۱۱۶
۱۱۷
۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

گو بند راس نے ٹھا کر دوارے کے پاس گنگا کو پایاب عبور کر کے چاند پور ننگینہ وغیرہ اس طرف کے پرگنات کو وٹنا شروع کیا۔ شجاع الدولہ اہل ربيع الاول ۱۱۳۱ھ ہجری میں تیس ہزار سوار کے ساتھ شاہ آباد سے روانہ ہوئے اور بڑی بڑی منزلیں کر کے نواب سید سعد اللہ خان کے شریک ہو گئے۔ سینہ صیاء کے حکم کی تعمیل مقول طور پر چکی گئی اور ایک مہینے سے کچھ زیادہ عرصے میں مرہٹوں نے قریب تیرہ سو گاتوں اطراف امر وہہ کے تباہ کر ڈالے۔ علی ابراہیم خان نے بھاؤ جھنگو کی تاریخ میں یہ بات غلط لکھی ہے کہ گو بند راس کے مقابلے کی تاب نہ لا کر نواب سعد اللہ خان حافظ رحمت خان اور دوندے خان کماؤں کے جھگ میں چھپ گئے تھے۔

اقصہ رو پیلے اور نواب شجاع الدولہ چاند پور پہنچ گئے انھوں نے جس دن چاند پور سے کوچ کیا مرہٹوں کی فوج راہ میں کم نظر آئی۔ پانچ کوس چل کر ہلدوہ پر گئے چاند پور میں پہنچے تو خبر آئی کہ مرہٹوں نے اکثر مقامات پر زور باندھ رکھا ہے۔ شجاع الدولہ نے اپنی فوج میں سے انوپ گرگوشائیں اور امر اوگرگوشائیں کو مرہٹوں کی سرکوبی کے لیے ایک طرف بھیجا اور اپنے خالہ زاد بھائی میر نجف علی خان کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ اور میر باقر میمن کو چار ہزار سواروں کے ساتھ مرہٹوں کے پڑاؤ کی طرف روانہ کیا ان سواروں نے مرہٹوں کی غب گوشالی کی خاص کر انوپ گرنے ایک سے مرہٹے زندہ گرفتار کئے اور دوسو مار گئے اور بہت سا ان کا مال و اسباب اور بیشمار گھوڑے چھین لیے مرہٹے گو بند پنڈت کی ماتحتی میں تھے گرتے پڑتے گنگا کو عبور کر گئے اس عبور میں ان کے بہت سے آدمی ڈوب گئے اور جو گنگا میں دھکس سکے مارے گئے۔ یہ واقعہ ماہ نومبر ۱۱۳۱ھ مطابق جمادی الاولیٰ ۱۱۳۱ھ ہجری کا ہے صحیح کوہلدہ سے

الفتح از سکون لام و ضم و دال و فوج و ادوہا سے ساکن خزانہ عامہ

وہ جبل کی جانب جنوبی ملک میں بھاگنے لگا یہ ٹکڑا اسیلے سبھی راہ سے نہرت ہوا تھا کہ
 سلمانوں کی رسد دن کو نوٹے کھسوٹے ٹکڑے ہو سکی پوری نہوئی کہ پندرہ ہزار نہوئیوں
 نے اُسکا تعاقب کر کے اُسکو جادیا اور قریب تباہی کے پہونچا دیا۔ جب دتاسیندھیا اور
 ہلکر کی دُستیوں کے ہاتھ سے کامل شکستوں کی دربار دکن میں خبر پہونچی تو بالاجی اپنوا کا
 چچیرا بھائی سداسیور او جو بجاؤ کے تھب سے چار دانگ ہندوستان میں مشہور رہے
 مرہٹوں کے دربار سے مامور ہوا۔ اس زمانے میں مرہٹوں کی قوت غایت عروج پر تھی
 اور انکی قلمرو کی وسعت یہاں تک پہونچی تھی کہ شمال میں سرحد اُسکی کوہ ہمالیہ اور دریائے
 انک اور جنوب میں جزیرہ نماے دکن کے عین سرے تک اپنی سمندرتک پھیلی ہوئی تھی اور
 حدود مذکورہ میں جو ملک انکی حکومت سے خارج تھے وہ انکے یا جگہ ارتھے یا انکے ہاتھ سے
 پامال تھے اور یہ ساری قوت بالاجی کے قبض و قدرت میں تھی۔ مرہٹوں کی قوم کو جاہ و شہرت
 کی حیثیت اور شان و شوکت کی رو سے جو بات حاصل تھی بھاؤ کی قدرو و قار بڑھانے کی
 غرض سے خاص اس موقع پر صرف کی گئی۔ سیندھیا اور ہلکر کی تباہی شکر آمدگی پر آمدگی
 زیادہ ہوئی نہ نکالو والا ارادہ یہ تھا کہ بڑی جدوجہد اور سعی و محنت سے ہندوستان خاص کی
 فتح و کنشائش میں پچھلی چوٹ ایسی لگاؤ کہ قصہ ہی پاک ہو جائے۔ بالاجی کا جوان بیٹا اور
 علانیہ وارث اُسکا لبواس اسے اور بڑے بڑے برہمن اور چٹھے چٹھے مرہٹے سردار
 اسکے ساتھ ہوئے اور بہت سے راجپوتوں کے گردہ اُسکی امداد و اعانت کی غرض سے
 راہ میں اُس سے ملتے گئے۔ بھرت پور کا راجہ سوچ مل بھی۔ ہلکر اور جھنگو کے ذریعہ سے
 بھاؤ سے ملا۔ بھاؤ نے ایک کوس سے استقبال کیا۔ سوچ مل میں ہزار جاٹوں کے ساتھ
 اُسکی مدد کے لیے ہمراہ ہوا۔ سوچ مل نے جو ایک عرصہ وراڑ سے مرہٹوں کی رفاقت میں

غازی الدین خان عماد الملک عالمگیر ثانی کی وزارت کرتا تھا اس نے بادشاہ کے ساتھ بہت سی بے ادبیان کی تھیں احمد شاہ کی آمد کی خبر سے ڈر گیا کہ مبادا عالمگیر ثانی اُسے اسکی شکایتیں کرین اسنے ۱۷۰۷ء ہجری میں اُنکو قتل کرا کر محی السنۃ سپہ کام بخش بن اورنگ زیب عالمگیر کو شاہ جہان ثانی کے خطاب سے تخت نشین کر کے خود سمرجل جاٹ کے ملک میں جا چھپا۔

جنگ پانی پت میں شجاع الدولہ کی کارروائی

دہلی میں دہلیا نجیب الدولہ سے صلح کا نام کر کے احمد شاہ دروانی کے مقابلے کو روانہ ہوا۔ اگرچہ مرہٹوں کے رفیق جاٹوں نے اس زمانے میں اُنکی مدد نہ کی تھی مگر باوصف اس کے اتنی ہزار سوار جتر اُنکے لڑائی کے میدان میں موجود تھے یہ سوار ایسے دو گروہوں میں منقسم تھے کہ ایک گروہ کا دوسرے گروہ سے کسی قدر فاصلہ تھا ان میں سے ایک گروہ دہلی کی ماتحتی میں تھا اور دوسرا ملٹرا ملہار راؤ ہلکر کے تحت میں تھا۔ احمد شاہ یہ خبر سنکر کہ مرہٹے روہیلوں کو ایذا دے رہے ہیں اُنکی مدد کے لیے مالک متحدہ کی طرف روانہ ہوئے اور ہالیہ پہاڑوں کے قریب قریب منزل بن کرتے ہوئے سہارنپور کے برابر جہا سے پارا تر گئے سرور ان روہیلہ شاہ کی آمد کا حال سنکر سکرگڑ تال سے کچ کر کے احمد شاہ کے لشکر میں پہنچ گئے۔ چونکہ ملکی لوگ مرہٹوں کی دست اندازیوں سے سخت ناراض تھے اس لیے احمد شاہ کے کوچ و مقام سے اُنکو واقف نہ کیا یہاں تک کہ احمد شاہ نے میدان بادی میں کہ دلی کے قریب ہے دہلیا نجیب کو گھیر لیا اور جلدی الاخریٰ ۱۷۰۷ء میں خود قتل اور اُسکی فوج کے دو تہائی حصے عین میدان میں مار گئے۔ ملہار راؤ ہلکر سکندر دین پڑا ہوا تھا

ملتوی رکھا کہ دُرانیوں کو انک پار اُتار دے۔ بھاؤ نے محی السنہ کو تخت سے اُتارا اور مرزا جو ان تخت پر شاہ عالم بن عالمگیر نانی کو تخت پر بٹھایا۔ اور غائبانہ عہدہ وزارت شجاع الدولہ کے نام مقرر کیا اسمین یہ تدبیر تھی کہ یہ خبر شاہ ابدالی سنیں گے تو ضرور شجاع الدولہ سے ہمدان ہو گئے مسلمانوں کی جمعیت میں تفرقہ پڑ جائے گا مطلب ادا ہو جائے گا لیکن انکا مطلب پورا نہ ہوا مسلمانوں میں کسی طرح تفرقہ نہ پڑا ان تمام ناشائستہ حرکتوں کے دیکھنے سے سوچ مل متفر ہو کر سخت گھبرایا چنانچہ اُسے خفیہ شجاع الدولہ سے صلح کی شجاع الدولہ نے اُسکو پہلے بھی بھاؤ کی رفاقت سے منع کیا تھا اور خط بھیج کر سمجھایا تھا کہ تم اس لڑائی میں شاہ دُرانی کے خلاف قدم مت رکھو اُس خط کی نقل یہ ہے۔

کنو صاحب برادر مہربان سلامت

بعد اشتیاق ملاقات بخت آیات بقلم سے آید۔ درین مدت کہ مکاتبہ مسرت افزا و صول نیامدہ بدریافت نرید خیریت گرامی تعلق خاطر بیش از پیش ست ہر چند روابط محبت معنوی روز بروز افزائش و مہمت طرفین تیز و آمد لیکن مراعات مراسم عرفیہ کہ لعل سے آید جاے شکایت دوستانہ است۔

حقیقت توجہ ریایات عالیات احمد شاہ از کابل درود عسا کر منصورہ و زلواح کنچہ و و کچ کردہ رفتن سرداران قوم افغان برائے حصول ملازمت والا از روے نوشت و خواند و کلادریافت شدہ باشند درین و لاشقہ خاص در باب طلب دوستدار ہم صلور گردیدہ چون نظر برآمد آمد بھاؤ سردار دکن بہیئت مجموعی قرار یافتہ و ہمہ سرداران بر رفاقت بادشاہ عہد موافقت بستند و برائے مقابلہ بھاؤ یک دل و یک جہت گشتند۔ چون آمدن بھاؤ موجب احتلال ہندوستان و دفع این فساد کشور آشوب بدون اتفاق

لڑنے مرنے کا عادی ہو گیا تھا۔ بھاؤ کو اس موقع پر یہ مشورہ دیا کہ آپ اپنے پیادوں اور
 بھاری بھاری اسبابوں کو ہمارے ملک میں چھوڑ دین کہ وہ مضبوط قلعوں میں محفوظ و امون
 رہیں گے اور سواروں کو ہمراہ لیکر آگے کو باگ اٹھائیں اور مرہٹوں کے طریقے کے موافق اپنے
 دشمنوں کو تنگ پکڑیں اور لڑائی کو یہاں تک طول دین کہ دُرانی لوگ جو کئی عیسے سے
 ہندوستان میں آئے ہوئے ہیں آپ و ہوا کی ناموفقت سے مجبور ہو کر اپنے پہاڑوں کو
 لوٹ کر چلے جائیں اگرچہ اور مرہٹوں نے تائید اس مقول مشورے کی کی مگر بھاؤ نے
 یکلفت اُسکو رد کر دیا اسلئے کہ وہ اپنی فتح کو جو ایسے وسیلے سے حاصل ہوا اپنے بڑے پائے
 کے مقابلے میں کمتر سمجھتا تھا بلکہ بھاؤ نے سورج مل کے جواب میں یہ کہا کہ تو ایک چھوٹا سا
 زمیندار ہے بڑے بڑے ملکوں کی تدبیروں اور انتظاموں کی قابلیت نہیں رکھتا۔
 عماد الملک بھی سورج مل کی وساطت سے متھرا کے پاس بھاؤ سے ملا۔ حاصل یہ کہ بھاؤ
 بڑی دھوم دھام سے دلی کی جانب بڑھا جس پر حقوڑے سے دُرانی اور شریک اُنکے قابض
 و متصرف تھے۔ محیط شہر پناہ کے بڑے طول طویل ہونے سے توپ کے کسی بُرج کی حفاظت
 حراست سے غفلت برتی گئی تھی کہ مرہٹوں کا ایک گردہ اُسپر چڑھ گیا۔ اگرچہ حضورین نے
 حقوڑی دیر تک قلعہ کو بچائے رکھا مگر توپوں کی مار مار سے اطاعت کو قبول کیا۔ روضہ شاہ مرہٹوں
 کے ظروٹ طلائی و نقرئی اور مقبرہ شاہ نظام الدین اولیا اور محمد شاہ کی قبر کے عود سوز و شمع دار
 اور قندیلوں کو اور محفل کی آرائش کے سامانوں کو اٹھوایا دیوان خاص کی مینا کار نقرئی
 پھت کو بھی اکھڑوا کر کنگسال میں ڈھلوا لیا اور تخت شاہی پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور بادشاہی
 زیورون کو بھی دبا لیا بلکہ اُسے یہ تجویز کی تھی کہ بسو اس راے کو ہندوستان کا بادشاہ
 بنائے اور اُسکی بادشاہی کا اعلان کرائے مگر لوگوں کے سمجھانے سے اُسکو جب تک کے لیے

کی صلاح سے بلب گڑھ کو چلا گیا تو شجاع الدولہ نے اُس کے لیے احمد شاہ کے ہاں سے خلعت اور فرمان بھجوایا بھاؤ کو یہ خبر پہنچی تو اُس نے اپنے ہانے خلعت اور فیل سورج مل کے واسطے بھیج کر کہلایا کہ ہم سے نا اتفاقی کر کے بادشاہ سے اتفاق کرنا جو ہم دونوں کا مذہب میں مخالفت ہے مناسب نہیں اب تم یہ کرو کہ راستوں کی ایسی نگرانی رکھو کہ شاہ کے لشکر میں رسد کسی طرف سے نہ پہنچ سکے سورج مل شجاع الدولہ کے اشارے سے بلب گڑھ سے اُٹھ کر اپنے مسکن کو چلا گیا۔ اور کسی طرف مدد نہ کی۔

بھاؤ نے شجاع الدولہ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ ہم اور آپ ایک کشتی کے بادبان ہیں۔ بادشاہ ہندوستان کے خیر خواہ ہیں اور پٹھان تمام اہل ہندوستان کی جان و مال اور ناموس کے دشمن ہیں یہاں کے مسلمانوں کو بھی ہندوؤں سے بدتر جانتے ہیں امرائے ہندوستان میں سے جس شخص کو اس قوم سے دلی نفرت ہے وہ ایک آپ ہیں باقی سب ایک دوسرے سے متفق ہیں۔ احمد خان کی امارت اگرچہ بادشاہ ہند کی وجہ سے ہے لیکن ہم قومی کے باعث سے وہ ضرور افغانوں کے شریک ہونگے اگر ہم یہ مان لیں کہ افغان اہل دکن پر غالب آ گئے تو اس وقت شاہ افغانستان اور اُنکے ساتھ کے سرداروں کا دور ہوگا انھیں کون پوچھے گا اور ولایت کے ہزار امیروں میں ایک امیر کی آواز کون سنے گا اور بادشاہ ہندوستان پھر کیا کر سکیں گے اور کہاں جا کر بیٹھیں گے۔ ہمارا مقصد افغانوں کا اتھصال ہے جن کا دماغ احمد شاہ کی مدد سے فلک الافلاک پر پہنچ گیا ہے بعد اسکے ہم امیر تیمور صاحبقران کے مکان کو آباد کرنا چاہتے ہیں ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ دوسرے

و موافقت ہر رئیس و ہر نامدار صورت نے بند و ہر کسے کہ از رفاقت ہم دیگر پہلو تھی
 خواہ بد کردہ و تیر ملاست خواہ گردید لہذا بقلم می آید کہ آن مہربان کہ بفضل الٰہی
 رئیس عمدہ ہندوستان انداز مصلحت کار چہ اندیشیدند در اصل اگر با بھاؤ
 نرد و فاق با ختنہ اول بڑے شہرے شود کہ سردار مذکور از بس نخوت و غرور قدرو
 اقتدار احدے نہ سنجیدہ امروز فردا کج خواهد یافت بہتر ہمین است کہ از سانگی
 او کنارہ کشیدہ با سرداران ہندوستان عدم موافقت بر بندند و عرضہ داشت
 متضمن وثوق ارادت و صدق عبودیت بہمت حضور والا فرستند۔

چون قدم این جانب در میان ست انشاء اللہ تعالیٰ حُسن ارادت آن
 مہربان را در حضور گزارش کردہ شقہ خاص مع عمدہ نامہ حضور اقدس کہ
 نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن مراعات فائدان و ایشان از پیش گاہ مقدس
 یہ عمل آید حاصل نمودہ خواہد فرستاد و استحکام این بنا صرف بر ہمین موقوف
 نیست کہ خود ملک خود را خالی گزارشتہ بحضور اشراف بیابند الا مصلحت ہمین کہ
 بجای خود مستحکم و مستقل بودہ تماشاے صنعت پرداز می کارکنان آسمان بینند
 و در صورت منظورات دیگر در حال و انجام قیامت کلی است۔ باقی دانائے
 تجربہ کار و دور اندیش زمانہ اند۔ زیادہ چہ بر طرازد۔

شجاع الدولہ کے مشورے سے سورج مل نے بھاؤ سے علیحدگی چاہی لیکن علامہ
 بھاؤ سے بھی رفاقت نہ توڑی اُس سے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ میں اپنے وطن کو چلا جاؤں
 تاکہ وہاں سے آپ کے لشکر میں رسد بھجواتا رہوں بھاؤ نے سورج مل کو رخصت کر دیا
 اور وہ اپنے ملک کو چلا گیا۔ مرآت احمدی میں لکھا ہے کہ جب سورج مل شجاع الدولہ

لیکن مشہور روایت یہ ہے کہ نجیب الدولہ کو بصفیہ رسالت بھیجا کہ شجاع الدولہ کو واسطے شرکت کے اودھ سے ہمارے پاس لائیں۔ نجیب الدولہ براہ اٹاوا تہج آئے اور شجاع الدولہ ان کی ملاقات کو مہدی پور مضافات ملاوان میں پہنچے۔ دونوں نے ملاقات کی بعد اسکے گفتگو ہوئی یہ گفتگو تاریخ مالوہ سے بیان نقل کرتا ہوں کہ مزے کی باتیں ہیں۔

نجیب الدولہ احمد شاہ نے تمہیں بلایا ہے تمہارے منتظر ہیں۔

شجاع الدولہ۔ میں کیوں جاؤں کیا میرا سر پیرا ہے میرے باپ نے سر ہند کے مقام پر شاہ کو شکست دی تھی کہ دہلی کی شاہ کے دل میں ضرور ہوگی سوا اسکے ہم خادم بادشاہ دہلی کے ہیں دوسروں کے روبرو سر کب جھکتے ہیں مذہب میں بھی شاہ سے اور ہم سے مخالفت ہے یہ تو کھلی عداوت ہے۔ علاوہ اسکے مرہٹوں کے وکیل آئے ہیں۔ برہان الملک کے ساتھ جو عہد ہوا تھا اسکے نباہ کو کہتے ہیں اور اقرار جدید بھی ہوتا ہے ہمارے ملک سے کبھی مزاحم ہونے کا عہد کیا جاتا ہے فرمائیے مجھے دوسرے سے کیا فائدہ دوسروں کے معاملے سے کیا علاقہ۔ اگر احمد شاہ بادشاہ ہند ہوئے تمہیں بتاؤ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑینگے۔

نجیب الدولہ۔ یہ اتفاق کب ہوتا ہے جو اس وقت ہو گیا ہے تمہیں سوچو مرہٹوں نے بہت سراٹھایا ہے۔ اگر اب بھی انکی سزا نہ ہوگی فرمائیے کوئی ریاست بچے گی تم وزیر کس کے ہو گے جب سلطنت نہ رہے گی لٹیروں کی اطاعت کرو گے یہ غیرت تمہاری تقاضا کرتی ہے۔ ہاں اسکا میں ذمہ دار ہوں احمد شاہ تم سے کاوش نہ کرینگے۔ اگر بالفرض کچھ کاوش کریں بندہ تمہارا شریک ہوگا۔ شاہ کو تمہاری طرف آنکھ اٹھا کے نہ دیکھنے دن کا۔

۱۲ دھند تاریخ مالوہ و عداوت رسالت و سیرالکائنات

اُنکی جگہ لیلین اور وہ بھیک مانگتے پھرین اگر تم بھی اس مکان کا پاس نک رکھتے ہو اور تم کو اپنے ولی نعمت کے مکان کی رونق منظور ہے تو بے تامل ہماری شرکت کرو اگر تم ہمارے شریک ہو جاؤ گے اور ہم افغانوں پر کامیابی حاصل کر لینگے تو شاہ عالم کو بادشاہ اور تم کو وزیر مقرر کر کے اور اپنا حصہ ٹھہرا کے دکن کو لوٹ جائینگے۔ اور غرض ہماری آپ کو فریق بنانے سے یہ نہیں ہے کہ ہمارے لشکر میں رہ کر لڑائی لڑو بلکہ ہم نو ہندوستانی فوج کو اپنا شریک کرنے میں خرابی سمجھتے ہیں غرض ہماری یہ ہے کہ آپ اپنے وطن کو لوٹ جائیں اور احمد شاہ آپ کو اپنے پاس بلائیں تو اس بات کو قبل نکرین اور جو عہد و پیمان سرینیت ہمارا جہا جی راؤ اور نواب غفران پناہ برہان الملک میں تھا وہ خاص و عام پر نظر ہے پس باوجود اس محبت و دوستی کے ہم سے موافقت نہ کرنا اور ہمارے خلاف دوسروں سے ملنا انصاف سے بعید ہے۔

لے دو تھو ساریچ فرخ آباد موہڑا اردن صاحب ۱۲

احمد شاہ درانی برسات کے پورے ہونے تک انوپ شہر میں پڑے رہے جو اودھ کی سرحد پر واقع تھا اور ایک بڑے عہد و پیمان کے بڑے معاملے کی صورت سے خاص اودھ میں گئے تھے اسلئے کہ اُنکو یقین کامل تھا کہ سارے روہیلے اُنکے شریک ہو گئے مگر شجاع الدولہ کی طرف سے متروک تھے شجاع الدولہ نے اپنے مطالب اغراض کی ضرورت سے دونوں فریق سے الگ تھلک رہنا مناسب تصور کیا اور احمد شاہ کی شرکت سے وہ موروثی عداوت بھی مانع تھی جو اُنکے باپ صفدر جنگ اور احمد شاہ میں مقام سرہند پر ۱۷۵۷ء ہجری میں علانیہ واقع ہوئی تھی۔ احمد شاہ اس غرض سے انوپ شہر تک بڑھ گئے تھے کہ شجاع الدولہ کو اپنے رعب و داب سے دبائیں اور نواب احمد خان گلش اور جہان خان کو شجاع الدولہ کے حاضر کرنے کے واسطے مقرر فرمایا۔

یا نہیں کلام اس میں ہے کہ ایسا جواب احمد شاہ کو دینے کی شجاع الدولہ میں جرأت تھی یا نہ تھی۔

باوصف اسکے کہ احمد شاہ سے موافقت ہو گئی مگر شجاع الدولہ نے اس غرض سے خط و کتابت کا سلسلہ مرہٹوں سے قائم رکھا کہ مصلحت کا مقتضی ہو گا تو صلح کی جائیگی اور علاوہ اسکے یہ بات اُنکی وہ مفید ذریعہ بھی تھا کہ مرہٹوں اور احمد شاہ کے درمیان صلح کے پیک و پیام آتے جاتے تھے۔ مولانا غلام علی آزاد خزانہ عامرہ میں لکھتے ہیں کہ ایک برہمن میر شاگرد تھا جو بھاؤ کا مصاحب اور مدار علیہ تھا اُسے مجھ کو ایک خط میں لکھا کہ میں بھاؤ کے حکم سے سفارت کے لیے جننا کے اُس پار شجاع الدولہ کے پاس گیا تھا شجاع الدولہ نے اپنا مافی الضمیر کہ نفس الامر اور بیان واقعی ہے یوں ظاہر کیا کہ ایک مدت سے مرہٹوں اور دکن کے برہمنوں نے ملک ہندوستان پر تسلط کر لیا ہے اب یہ تمام جھگڑا اُنکی بد عہدی اور طماعی اور سخت گیری سے پیدا ہوا ہے یعنی امرا اور راجہ ہاے ہند نے رگنا تھ راؤ اور دوتا اور بلکرا اور انٹاجی کی بد عہدی اور بد سلوکی سے اور اُنکے تصدیق کی زیادہ ستانی سے تنگ آ کر اپنے ناموس اور اپنے خاندان کی حفاظت کے لیے شاہ دُرانی کو ولایت سے بلایا ہے وہ برہمن کئی بار شجاع الدولہ کے ذریعہ سے شاہ کے لشکر میں آیا گیا اور صلح کی بات چیت کی لیکن یہ کام انجام کو نہ پہنچ سکا اُسکا بیان تھا کہ صلح اس وجہ سے نہیں ہو سکی کہ مرہٹہ سردار سب فوج کچھم زور رنج کم ہمت خام طبع ہیں خلق اللہ کی اذیت پر مصروف ہیں۔

احمد شاہ بارش کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور تھے مگر پڑے پڑے تنگ آ گئے یہاں تک کہ برسات اب تک گزرنے لگی تھی کہ انھوں نے چھاؤنی توڑی اور اونپ شہر سے

شجاع الدولہ۔ اگر ہم جادینگے تو مرہٹے ہم سے بُرا مان جائینگے اُن سے عداوت ہوگی اور جب شاہ سے بھی نہ بنی تو اُن سے بھی لڑائی ہوگی۔ ہم تم شاہ سے لڑینگے دونوں کٹ کٹ رہینگے مرہٹے بلاد و سرحد ملک لین گے سکائیتم کیا سمجھے گا نہدین کہیں ٹھکانا نہ ہے گا۔

الغرض نجیب الدولہ کی طرف سے چلنے میں اصرار تھا اور شجاع الدولہ کی جانب سے انکار تھا۔ نجیب الدولہ لاچار ہوئے تو شجاع الدولہ کے روبرو تلوار کو میان سے نکال کے رکھا اور سر کو جھکا کر یہ کہا کہ ضرور تشریف لےچلیں ورنہ تلوار حاضر ہے مجھے قتل کدین۔ شجاع الدولہ لاچار ہوئے چلنے کو تیار ہوئے مرزا امانی اپنے بیٹے کو جو گیارہ برس کا تھا نائب صوبہ مقرر کر کے اور راجہ بینی بہادر کو مدارالمہام بنا کے آخر ذیقعدہ ۱۱۷۵ھ میں وٹل ہزار فوج لے کر نجیب الدولہ کے ساتھ احمد شاہ کے لشکر کو روانہ ہوا اور ہم ذیحجہ کو اغرف اوزرا شاہ ولی خان وزیر احمد شاہ ابدالی نے استقبال کیا اور باہم ملکر احمد شاہ کے حضور میں گئے احمد شاہ نے مہربانی کر کے اپنے بیٹے تیمور شاہ کا شجاع الدولہ سے موافقہ کرایا اور فرزند خان خطاب بخشا۔

تاریخ اجدہیا میں راجہ درگا پرشاد نے لکھا ہے کہ اس خطاب کے ساتھ بادشاہ نے اپنی کمر سے تلوار بھی کھول کر دی یہ تلوار نادر شاہ کی تھی بعض کہتے ہیں کہ شجاع الدولہ نے اپنی نوبت بجانے کی لشکر شاہی میں استدعا کی اول احمد شاہ نے فرمایا کہ خلاف ضابطہ ہے۔ شجاع الدولہ نے کہا کہ میری نوبت شاہ ہند کی بخشی ہوئی ہے نہ حضور کی اور بندہ شاہ ہند کا نوکر ہے نہ آپ کا آخر کار احمد شاہ نے اجازت دی اور نوبت شاہی کے تمام ہونے کے بعد شجاع الدولہ کی نوبت بختی تھی ہمیں اس گفتگو کی ضرورت نہیں کہ شجاع الدولہ کی نوبت احمد شاہ کے لشکر میں بختی تھی

لے دیکھو میرا سا فرزند و غلام ۱۱۷۵ھ کو میرا بیٹا شاہیہ پیرشاہ پورہ ۱۱

اور قبولے بارہ ہزار باقاعدہ پیدل جنگے پاس قیام دار بندوقین تھیں ابراہیم خان گاروی کے زیر حکم تھے اُسکی فوج قواعدان ہونے کی وجہ سے اُسکا لقب گاروی تھا یہ انگریزی لفظ ہے یہ شخص فرسہیوں کی ملازمت چھوڑ کر چلا آیا تھا اس سردار کے اختیار میں پنجلہ دو سو توپوں کے بہت سی توپیں ایسی تھیں جنگے ذریعہ سے شہر اور قلعوں کی فصیلین توڑی جاتی تھیں اور بہت سے بانوں کے ذخیرے تھے جو مرہٹوں کا بڑا پیارا ہتھیار تھا اور ٹیڑے سواروں کی تعداد دو لاکھ کے قریب تھی مگر کاشی رائے شجاع الدولہ کا ملازم جو کئی بار مرہٹوں کے لشکر میں خطوٹا لیکر گیا تھا ساری جماعت کو پانچ لاکھ بتاتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بھاؤ کی فوج بہت سے ہزار ہوں سمیت تین لاکھ تھی۔

دُزانیوں کے بیان سے احمد شاہ کی اُس فوج کی تعداد جو ٹانگ سے پار اتر آئی تھی ترسیٹھ ہزار قائم ہوتی ہے مگر نادر شاہ اور پچھلے وقتوں میں زمان شاہ کی فوج سے مقابلہ کرنے اور ایشیا والوں کی تقسیمات افواج کی غلطی تعداد سے یہ قیاس میں آتا ہے کہ وہ تعداد مبالغے سے بیان کی گئی ہے۔ علاوہ اسکے بہت سی تخفیف اُن قلعہ بند گروہوں کے نوئے سے اصل افغانی فوج میں واقع ہوئی ہوگی جنکو پنجاب وغیرہ پر احمد شاہ چھوڑ کر آئے تھے اور کسی قدر لڑائیوں میں مارے جانے اور گرمی و برسات میں مرنے سے بھی فوج میں کمی پڑی ہوگی غرض کہ قیاس میں یہ آتا ہے کہ احمد شاہ کی فوج کے چالیس ہزار سے زیادہ پٹھان جو اُس جگہ شریک و شامل تھے قرار نہ دیے جائیں چنانچہ گل رحمت میں لکھا ہے کہ احمد شاہ کی افغانی فوج تیس ہزار سوار تھی اور تیس ہزار پیادہ و سوار سرداران روہیلکھنڈ کے تھے اور پندرہ ہزار فوج نجیب الدولہ کے ساتھ تھی۔ تاریخ شاہینہ پیشاپور یہ میں جو لکھا ہے کہ نجیب خان اس لڑائی میں ستر ہزار سوار کے

دلی کو راہی ہوئے۔ نجیب الدولہ تو اب احمد خان ننگش حافظ رحمت خان اور دوند خان کو اپنے لشکر کا ہرا دل کیا اور انکی مدد پر شجاع الدولہ کو رکھا جب انھوں نے یہ سنا کہ بھاؤ چیدہ چیدہ فوج لیکر کنج پورہ واقع ساحل جینا کی طرف روانہ ہوا ہے تو انھوں نے بڑی شتابی سے کڑے کڑے کوچ کیے۔ احمد شاہ جب دلی کے قریب جینا کے کنارے پہنچے تو اُسکو بڑی طغیانی پر پایا اور پایاب کی جستجو اور تلاش میں کنارے کنارے چلے گئے یہاں تک کہ کنج پورے کے مقابل جا پہنچے اور وہاں اس بُری خبر کے سُنے سے نہایت آزرده ہوئے کہ مرہٹوں نے کنج پورہ پر قبضہ کر لیا اور قلعہ بند کر دیا۔ انہوں اور مرہیلوں کو ٹھکانے لگایا۔ غرض کہ احمد شاہ اس بے عزتی سے کہ گویا وہ اُنکے سامنے واقع ہوئی ایسے بھڑکے کہ ۲۵ راکتو ہر سالہ کو جینا پار باگیت کے گھاٹ پر جو دلی سے شمال و غربی جانب ۱۴-۱۵ کو س کے فاصلے پر ہے۔ شجاع الدولہ کی رہبری سے ایسی راہ سے اُترے کہ کہیں سے پایاب کہیں سے بیرنے کے قابل تھی اگرچہ اُنکے بہت سے ساتھی اس دلیرانہ کام میں جان سے گئے چنانچہ ڈیڑھ سو کے قریب آدمیوں کی لاشیں اور چوپائے رام گھاٹ کے مقام پر بکالے گئے اسی طرح اور گھاٹوں پر بکھے۔ مگر دشمنوں پر اُن کا ایسا رعب پڑا کہ وہ اُنکی رسائی سے باہر چلے جانے پر مجبور ہوئے یہاں تک کہ تمام توپخانہ بادشاہی بھی دلی سے اُٹھا کر پانی پتہ کو چلے گئے اور وہاں پہنچ کر لشکر کے آس پاس اُنکی حفظ و حراست کے لیے دمے اور مورچے بنائے اور لڑائی کا سامان درست کیا اور ایک چوڑی گہری خندق سے اُسکو گھیرا اور اپنے بھاری توپخانے کی حفظ و حمایت میں رکھا۔ بھاؤ کی فوج میں تنخواہ دار پیادہ و سوار کی تعداد ستر ہزار تھی جن میں سے نو ہزار

دور دورا سیلے رہا کہ آفتون سے محفوظ اور مامون رہے اور مرہٹوں کی مانند ایسی طرح ٹمک میں پھیلا کہ تمام رسدوں کو روکنا شروع کیا اور گمان غالب ہے کہ بھاؤ نے اور بھی گروہ اپنے سواروں کے بھیج کر مسلمانوں کی طرف رسد روکنے کا انتظام کیا ہوگا اسلئے کہ بہت عرصہ گزرنے نہ پایا تھا کہ مسلمانوں کا لشکر رسدوں کی کمی و کوتاہی سے نہایت تکلیف میں اٹھانے لگا۔ اگرچہ درانی ایسی لوٹ مار کی لڑائی کے عادی نہ تھے جیسی مرہٹوں کی دوڑ دھوپ سے پیش ہوتی تھی مگر انھوں نے اس نقصان کو اپنی فوج کے ٹکڑوں کے کوچ مقام سے پورا کیا۔

خزانہ عامرہ اور سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۱۷۷ھ کو احمد شاہ نے مرہٹوں کے توپ خانے پر حملہ کیا جہاں خان اور شاہ پسند خان اور نجیب الدولہ کو ہرا دل لشکر میں مقرر کیا اور انکے پیچھے شجاع الدولہ و احمد خان بنگش اور حافظ رحمت خان اور دوندے خان اور نواب سید فیض اللہ خان کو رکھا اور انکے عقب میں احمد شاہ درانی خود مع وزیر کے رہے۔ مرہٹے مقابلے کو بکھلے اور ایک بان کی زد کے فاصلے سے کھڑے ہوئے اور لڑائی ہونے لگی تھر کے وقت سے لڑائی شروع ہوئی تھوڑا دن باقی رہے نجیب الدولہ کے ہمراہی بندوقین مارتے ہوئے مرہٹوں کے مورچوں میں گھس گئے بلونت راؤ بھاؤ کا سلا مارا گیا اور خلیل خان نجیب الدولہ کا بھائی بھی کام آیا جیسا کہ علی ابراہیم خان نے لکھا ہے۔ آج ہی لڑائی کا فیصلہ ہو جاتا مگر رات ہو جانے کی وجہ سے لڑائی ختم ہو گئی اور روہیلے چہرہ دستی کر کے مرہٹوں کے لشکر سے بھٹک کر اپنے لشکر میں داخل ہوئے۔ احمد شاہ نے جہاں خان کو چھ ہزار سواروں سے کر حکم دیا کہ مرہٹوں کی

ملک تھے یہ بیحد مبالغہ ہے۔ اور آٹھ ہزار سپاہ شجاع الدولہ کے ہمراہ تھی۔ اور پانچ
چھ ہزار فوج احمد خان ننگش کی تھی عماد السعادت میں جو لکھا ہے کہ شجاع الدولہ کے ساتھ
تیس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے تھے یہ تعداد مبالغہ آمیز ہے بلکہ کاشی رائے تو
کہتا ہے کہ شجاع الدولہ کے پاس دو ہزار پیادے اور دو ہزار سوار تھے اور اُسی کا بیان
ہے کہ درانی خاص اپنی چالیں تو بین رکھتے تھے مگر درانیوں کے بیان کے خلاف
اور قیاس سے بعید ہے محققین کی رائے یہ ہے کہ احمد شاہ کی فوج میں تیس توپوں کے
قریب قریب تھیں جو مختلف المقدار گولوں سے بھری جاتی تھیں جن میں سے اکثر
ہندوستانی رفیقوں کی تھیں علاوہ ان کے چند توپیں فصیل شکن بھی تھیں اور اسلئے
کہ احمد شاہ کی فوج تعداد کثرت میں قلیل تھی دشمن کی فوج پر حملہ نہ کر سکتی تھی چنانچہ
انھوں نے پڑاؤ ڈالا اور فوج کے چاروں طرف خندق کھدوائی۔ بادشاہ نے اپنے
لشکر کے بائیں طرف شجاع الدولہ اور نجیب الدولہ کے کیمپ قائم کر اے اور یہی
طرف دوندے خان حافظ رحمت خان و نواب سیفیض اللہ خان و احمد خان ننگش کو
مقیم کرایا جیسا کہ تاریخ بھاؤ جھنکو میں علی ابراہیم خان نے لکھا ہے اور گیان پرکاش
میں بیان کیا ہے کہ بادشاہ نے شجاع الدولہ کو اپنے دست راست پر بٹھرایا تھا
شاید یہ اس وقت کی بات ہوگی جب انوپ شہر میں بادشاہ کا لشکر پڑا ہوا تھا اور
جبکہ عام لڑائی کا واقع ہونا اسطرح ملتوی رہا تو بھاؤ کی امیدوں کی صورت
معقول طرح سے نہ بندھی چنانچہ اُسے گوہنڈہ رائے بوندیلے کو یہ حکم دیا کہ جہنا کے
نیچے کی دھار پر جو فوج اُس سے فراہم ہو سکے فراہم کرے غرضکہ وہ سردار دس ہزار
ہزار سوار اپنے ہمراہ لے کر درانیوں کے پیچھے سے پہنچا مگر احمد شاہ کی فوج سے

بڑے امیرون میں سے ہو مگر تھوڑی فوج لائے ہو اسکا باعث کیا ہے۔ احمد خان گلش
 نے جنگبار خان گلش کی زبانی سب بڑائیاں سُنی تھیں جو اُسکے دشمنوں نے کی تھیں
 شاہ ولی خان وزیر کو بھابھا کہ میں بڑی فوج اپنے بخشی کے پاس فرخ آباد میں گھر کی
 حفاظت کے واسطے چھوڑ آیا ہوں۔ کیونکہ گونبد راے پنڈت فوج لیکر جہنا تر کر دیا کے
 کنارے خیمہ زن ہوا ہے۔ اگر میں فوج وہاں نہ چھوڑ آتا تو میری دارالریاست اور میرا
 مکان وہاں لوٹ لیا جاتا۔ سو اس کے میں نے اس مختصر فوج سے ایک مرتبہ صفد جنگ
 کو مع سوچ ل و دیگر راجاؤں کے شکست دی ہے۔ اگر میں چاہتا تو دلی پر چڑھ جاتا مگر
 صرف بادشاہ کی عزت کا پاس کر کے اس قصد سے باز رہا شاہ ولی خان نے جواب دیا
 کہ جو کچھ تم نے اس وقت بیان کیا میں نے اُس کی خبر کامل سُنی تھی۔ آخر نواب یہ کہہ کر
 خاموش ہوا کہ میری مختصر فوج کا حال بروز جنگ معلوم ہوگا۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ
 گیان پرکاش میں جو لکھا ہے کہ شجاع الدولہ نے احمد شاہ سے اجازت حاصل کر کے یہ کیا
 کہ تمام امیر مرہٹوں کو دس دس روپے دے کر رخصت کر دیا احمد شاہ انکی سخاوت سے بے حد
 راضی ہوئے اور فرزند علی خان بہادر خطاب دیا۔ یہ بیان صحت سے عاری ہے۔ جبکہ
 احمد شاہ کو یہ خبر ملی کہ گونبد پنڈت دس یا رہ ہزار سواروں کے ساتھ بہت سا خزانہ اور
 رسد اور غلہ ہمراہ لیے ہوئے جہنا کے اُس پار شاہ درے میں محاذی دہلی کے پہنچا ہے
 اور اُسکا ارادہ ہے کہ کنج پورے کے مقام پر عبور کر کے بھاؤ کے لشکر میں داخل ہو جائے
 شاہ نے اپنے پانچ ہزار سوار اپنے لشکر کے اور پانچ سو ہزار سالہ عنایت خان خلع حافظ حرت خان
 کی راہبری کے لیے اُنکے ساتھ مقرر کر کے اپنے وزیر اعظم کے بھتیجے عطائی خان کی زیر حکومت
 گونبد پنڈت کی تباہی کے لیے روانہ کیے جو شاہ کے لشکر سے ڈیڑھ ہزار رہے روانہ ہوئے۔

رسدوں کو گرفتار کرے اور شاہ پسند خان کو چھ ہزار سواروں کے حکم دیا کہ مرہٹوں کے
 گرد و پیش کے گاؤں کو پندرہ پندرہ کوس تک برباد کر دے تاکہ مرہٹوں کے لشکر
 میں رسد وہاں سے نہ پہنچ سکے اور بہادر خان کو چھ ہزار سواروں کے حکم دیا کہ وہ
 مرہٹوں کی نگرانی کرے کہ خندق سے باہر نکل سکیں ان سواروں سے اور ان
 مرہٹوں سے جو رسد لانے کے لیے نکلتے تھے کئی بار مقابلہ ہوا اور مرہٹے زخمی اور
 خستہ ہو کر خندق کے اندر بھاگ گئے اور آخر کار انکا خندق سے نکلنا بہت کم ہو گیا۔
 تاریخ فرخ آباد میں آرون صاحب نے لکھا ہے کہ احمد شاہ نے حکم دیا تھا کہ
 جو کوئی ایک مرہٹے کا سر کاٹ کر لائے گا اسے ایک دوپیہ انعام ملے گا۔ ہر روز دواپن
 کو مرہٹوں کے جو آدمی ملتے انکو پکڑ کر انکے سر کاٹ لاتے اور ایک دوپیہ فی سر انعام
 لیتے۔ یہ خبر نواب احمد خان ننگش کو معلوم ہوئی تو اسنے اپنے عرض بیگی مشرف خان کو
 حکم دیا کہ جو کوئی ایک مرہٹے کو زندہ پکڑ لائیگا تو میں دو دوپیہ فی قیدی ورنہ
 تب ورنہ قیدی لانے لگے اور دو روپے لینے لگے۔ احمد خان آدمی رات کو انکو
 چھوڑ دیا کرتا تھا جب یہ لوگ بھاؤ کے لشکر میں پہنچتے تھے تو احمد خان کی بڑی تعریف
 کرتے تھے۔ شجاع الدولہ اور نجیب الدولہ نے اس بات کی خبر احمد شاہ کو سنائی اور
 اس روز سے شاہ نواب سے ناخوش ہو گئے۔ ناراضی بڑھانے کی غرض سے شجاع الدولہ
 نے شاہ سے یہ بھی کہا کہ احمد خان باوجود امیر الامراء شاہی بخشی ہونے کے نہایت مختصر فوج
 لے کر آیا ہے۔ بادشاہ نے کچھ جواب نہ دیا مگر شاہ ولی خان وزیر نے کہ خود خاندان ننگش
 سے تھا نواب احمد خان کو بلو بھیجا جب وہ آیا وزیر اسکی پیشوائی کو اٹھا اور اسکو اپنے
 پاس بٹھایا اور پھر اسکی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا اے غالب جنگ تم ہندوستان کے

چھوڑ دیا اگر پھر انکو دیکھو نگا تو سب کو مروا ڈالوں گا بہتر یہ ہے کہ یہ لوگ ہمارے لشکر سے دور ترین کتنے بے قید ہیں کہ مسلمانوں کے سامنے ننگ دھڑنگ پھرتے ہیں۔
 نواب نے آداب تسلیمات ادا کیا اور انکی تقصیر کی معافی کا شکریہ ادا کیا۔ اور اپنے
 خیمے میں آکر ہمت بہادر و امر او گر کو بلا کر حکم دیا کہ نانگوں کو لشکر سے مکالمہ کی تعمیل
 ہوئی۔ عماد السعادت کا مولہ کہتا ہے کہ شاہ کی یہ کمال مہربانی تھی ورنہ دو لاکھ نانگے
 مارے جاتے مگر یہ نادان مورخ یہ نہ سمجھا کہ شجاع الدولہ کی کل فوج اسوقت کتنی تھی
 جس میں دو لاکھ نانگے علاوہ تھے۔

اُس زمانے میں خرابی و پریشانی کے ہجوم و کثرت سے بھاؤ اسقدر تنگ ہو گیا تھا
 کہ اُس نے چند بار کاشی رائے کی معرفت شجاع الدولہ سے یہ چاہا کہ اُسکی دہلیوں
 سے صلح کرادیں اور جبکہ اُسکی درخواست احمد شاہ کو سنائی گئی تو انھوں نے یہ جواب دیا
 کہ میں صرف ممد و معاون ہوں رائے دینا میرا کام نہیں۔ ہاں لڑائی پر قابو رکھتا
 ہوں اُسین دوسرے کو دخل نہیں۔ ہندوستانی سرداروں کو اختیار حاصل ہے
 کہ وہ دشمن سے اپنی مرضی کے موافق خط و کتابت جاری کریں۔ چنانچہ بہت سے
 ہندوستانی سردار صلح پر مائل ہوئے اور شجاع الدولہ نے بھی صلح ہی کو نہایت
 پسند کیا اور اس کام میں شاہ ولی خان دزیر کو بھی متفق کر لیا۔ لیکن نجیب الدولہ
 نے ہرگز نہ مانا اور صلح کی درخواستوں کا ہمیشہ مقابلہ کیے گئے اور اُس بربادی کو باقی لوگوں
 کے دلوں پر جانے میں کامیاب ہوئے جو احمد شاہ کے اسی صورت میں چلے جانے پر
 پیش آنے والی تھی کہ مرہٹوں کی قوت کمال کو پہنچ چکی تھی۔ اب یہ سوچنا دشوار ہے
 کہ مرہٹوں کے بڑے بھاری گروہ کی اسوقت میں کیا حالت ہوگی جبکہ وہ حصار کی

اور راتوں رات چالیش کو س چکر سوچ کے نکاس پر گونہ راسے کی فوج کو یکایک جاد بایا
 اور اسکو تہ تیغ کر ڈالا یہاں تک کہ خود گو بند راسے مارا گیا۔ دوسرے دن پہر دن رہے وہاں
 آگئے۔ اور جبکہ دُرائیوں کو کھلے میدان پر قبضہ حاصل ہوا تو بھاؤ اپنی دشواری و پریشانی
 کو بہت جلد معلوم کرنے لگا۔ مرہٹوں کے لشکریں رسد پہنچنے کے سارے ذریعے مسدود
 ہو گئے اور جبکہ انھوں نے پانی پت کو کھاپنی کر صاف کیا جو انکے لشکریں واقع ہوا تھا تو
 اگلے کے نہونے سے بڑے بڑے صدے اٹھائے۔ جبکہ حال ایسی نوبت کو پہنچا تو منجملہ
 دونوں فریق کے کوئی فریق اس نازک وقت کے ظہور و وقوع میں سعی و کوشش کرنے
 سے قاصر نہ تھا جس میں پورا فیصلہ ہو جائے چنانچہ دونوں فوجوں کی کچھ کچھ پیڑ چھاڑ
 آپس میں جاری تھی مرہٹوں نے دُرائیوں پر تین بھاری دھاوے کیے جن دشواریوں کو
 بھاؤ اٹھائے جاتا تھا انکی وسعت اور ترقی روز افزون کا حال اسکے دشمنوں پر مخفی و مستور نہ تھا
 کھائی کے سامنے ایک لال ڈیرہ احمد شاہ نے قائم کیا تھا جس میں سوچ کے نکاس پر
 اشراق کی نادر پڑھتے تھے اور شام کو کھانا کھاتے تھے اور دن بھر گھوڑے پر سوار ہو کر فوج
 کے پہروں کو مختلف مقاموں میں دیکھتے بھاتے اور دشمن کو چھیڑتے چھاڑتے رہتے تھے
 ایک دن کا ذکر ہے کہ احمد شاہ مورچوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے اُن کا گدرا ایک باغ کی
 طرف ہوا اُس میں فقیروں کی ایک جماعت دیکھی کہ سب کے سب بالکل برہمنہ تھے۔ اُن میں سے
 بعض بیٹھے ہوئے تھے بعض کھڑے تھے۔ بعض لیٹے تھے بادشاہ اور دُرائیوں کو یہ بات
 ناگوار گذری۔ بادشاہ نے چاہا کہ اُنکے قتل کا حکم دیں اُس وقت کسی نے عرض کیا کہ یہ
 تواب شجاع الدولہ کے ساتھ ہیں۔ بادشاہ اُدھر سے لوٹے اور سر اپردے میں داخل
 ہو کر شجاع الدولہ کو بلایا اور فرمایا کہ آج ہم نے اُن ناگوں برہمنہ لوگوں کو تمھاری خاطر سے

آگے بڑھتے جاتے تھے یہاں تک کہ لشکر سے ایک میل کے قریب اُن سے کئی
دُورانی جو غنیمت لادے لاتے تھے ملے اور اُنھوں نے یہ عرض کیا کہ بادشاہ کے
اقبال سے مہٹے بھاگ گئے۔ احمد شاہ نے یہ خبر سنکر کاشی رائے سے خطاب کیا
کہ اب جواب اسکا کیا ہے۔ مگر گفتگو کے درمیان ہی مین مرہٹوں نے توپوں کی
مار مار سے اپنے آنے کی خبر احمد شاہ کے کان میں پہنچائی۔ احمد شاہ اپنے گھوڑے
پر بیٹھے ہتھ پیتے تھے کہ توپوں کی آواز سے جو کتا ہو کر حقہ دور کر دیا اور بڑے طہینان
اور متانت سے شجاع الدولہ سے یہ فرمایا کہ تمھارے ملازم کی خبر کو سچا پاتا ہوں۔ بعد
اسکے فوج کو جلد آگے بڑھنے کا حکم دیا اور جبکہ صبح کھلنے لگی اور کچھ کچھ چیزیں نظر آنے
لگیں تو مرہٹوں کی قطاروں کو ہر ہر کہتے ہوئے آہستہ آہستہ حسب قاعدہ ایسے
بڑھتے دیکھا کہ توپخانہ آگے آگے چلا آتا ہے۔ احمد شاہ نے اُنکے مقابلے میں فوج کو
آراستہ کیا۔ اور آپ لال ڈیرے میں جا بیٹھے جواب فوج کے پیچھے رہ گیا تھا۔
مسلمانوں نے توپوں سے بہت کچھ کام نہ لیا اور جبکہ مرہٹوں کی توپیں قریب آگئیں
تو اُنکے گولے مسلمانوں پر گزرنے لگے۔ ابراہیم خان گاروی نے لڑائی کو شروع کیا۔
جنے بھاؤ کے پاس آکر عرض کیا کہ آپ اکثر اس بات پر ناراض ہوتے تھے کہ مین اپنے
سپاہیوں کی برابر تنخواہ دلانے میں ہمیشہ جھگڑتا تھا اب آپ کے ملاحظہ فرمائیں کہ وہ
تنخواہ آپ سے بے فائدہ نہیں لی گئی بعد اسکے اُس نے ایک نشان بنھالا اور اپنے
سپاہیوں کو گولیاں مارنے سے روکا اور سنگینوں سے رولے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ
روہیلوں پر حملہ آور ہوئے جبکہ قاعدہ دان نہونے سے اُنکی دلیری و دلاوری نے
خود اُنھیں کو ضرر پہنچایا یہاں تک کہ قتل عظیم کے بعد اُنکی صفِ ٹوٹ گئی روہیلوں

سخت عفو نہت میں مرغیوں کے مانند ایک کھانپنے میں محصور تھے اور مرے ہوئے اور مرنے والے جانور اور بھوکے پیاسے بے گناہ بہیر میں پڑے تھے اور ان خرابیوں کی تکمیل کے خوف سے وہ مرنے چاہتے تھے جن کو وہ ابھی اٹھا رہے تھے۔

چھ جمادی الاخریٰ ۱۰۸۱ھ ہجری چار شنبہ کی شب کو سردار اور سپاہی جمع ہوئے اور بھاؤ کے ڈیرے کے گرد کھڑے ہو کر کہا کہ اب کھانے پینے کو باقی نہیں رہا جو کچھ گودام تھا وہ صرف ہو گیا بھوکوں مرنے سے لڑائی کی جو کھون اٹھانی آسان ہے بھاؤ نے اتفاق کیا اور سب نے پان کھا کر مرنے تک لڑنے کی قسم کھائی۔ بعد اسکے ساری فوج کو حکم سنایا گیا کہ کل سورج کے نکلنے سے پہلے پہلے دھاوا ہوگا۔ بھاؤ نے عین وقت پر شجاع الدولہ کے کارندے کاشی رائے کو خاص اپنے ہاتھ سے لکھ بھیجا کہ اب کناروں تک پیالہ لبریز ہو گیا اور ایک بوند کی گنجائش باقی نہیں ہے اگر کچھ بن پڑے تو اب کرنا مناسب ہے ورنہ صاف جواب دینا چاہیے۔ بعد اسکے لکھنے پڑھنے کا وقت ہو چکا کاشی رائے اس رقعہ کے مضمون کو پچھلی رات میں اپنے آقا شجاع الدولہ کو سنار ہاتھ کاشی رائے کے جاسوس یہ خبر لائے کہ مرہٹے مسلح ہوئے ہیں۔ شجاع الدولہ فی الفور احمد شاہ کے ڈیرے پر گئے اور چوکی پرے والوں سے کہا کہ بادشاہ کو جگانا چاہیے۔ احمد شاہ اندر سے ہتھیار لگائے باہر نکلے جو پہلے ہی سے تیار بیٹھے تھے چنانچہ اس گھوڑے پر سوار ہو کر جو ہمیشہ اُنکے دروازے پر تیار کھڑا رہتا تھا فوج مخالف کی جانب کوچ لے اور اپنی فوج کو آگے بڑھنے کا حکم سنایا۔ جو بات پہلے پہل انھوں نے کی وہ یہ تھی کہ کاشی رائے کو انھوں نے بلایا اور اس خبر کے خبر کی نسبت سوال و جواب کرنے لگے اور تفتیش انھوں نے اس وقت کی تھی کہ

لڑائی میں شریک اُسکے نہوے جیسا کہ ہندوستان کی تاریخ میں الفسٹن صاحب نے
 لکھا ہے لیکن مرآت احمدی میں بیان کیا ہے کہ دُرّانیوں کو غقریب شکست پہنچنے
 والی تھی کہ عین موقع پر شجاع الدولہ اور نجیب الدولہ نے مرہٹوں کی کمر پر حملہ کیا اکثر
 سرداران مرہٹہ ہلاک ہوئے اور تاریخ بھاؤ و جھنکوں میں مذکور ہے کہ شجاع الدولہ نے
 مدد دینے کا ارادہ کیا مگر مرہٹوں کی سپاہ کے هجوم کی وجہ سے کہ درمیان میں حائل تھی
 پہنچ نہ سکی۔ یہ معاملہ احمد شاہ پر مخفی نہ تھا چنانچہ وہ فالتو فوج جو انھوں نے منگائی
 تھی وزیر اعظم کی تباہی و بربادی کی روک تھام کے لیے عین وقت پر پہنچی اور اب
 لڑائی جگر ہونے لگی مگر باوصف اسکے اب بھی مرہٹوں کا پلہ بھاری تھا یہاں تک
 کہ احمد شاہ نے اپنے بھگڑے دن کو گھیر کر جمع کیا اور اُن میں سے جنھوں نے لڑنے سے
 انکار کیا اُنکے قتل کا حکم سنایا بعد اسکے خاص اپنی صف کو آگے بڑھنے کا حکم دیا
 اور جی بھی یہ ہدایت کی کہ ہماری فوج کا ایک ٹکڑا ہمارے بائیں بازو والا گھوم کر نکلے اور
 دشمن کے بازو پر ٹوٹ پڑے یہ تدبیر مگر بہت لاس آئی اس لیے کہ اگرچہ عین قلب لشکر
 میں بڑے زور و شور سے لڑائی ہو رہی تھی جان بھاؤ و لبو اس رے گھوڑوں پر
 سوار کھڑے تھے اور فریقین کے سپاہی نیزوں اور تبروں بلکہ بڑے بڑے کھانڈوں
 سے لڑتے بھڑتے اور مارتے مارتے تھے مگر ایک سخت ایسا اتفاق ہوا کہ گویا کسی سحر و
 طلسم کے زور سے سارے مرہٹے قریب دو بجے دن کے بھاگ نکلے اور لڑائی کے
 کھیت کو کشتوں کے پشتوں سے معمور چھوڑ گئے۔ یہ روز مند دن نے بڑے جوش و
 خروش سے بھگڑے دن کا بیچھا کیا۔ اور کسی کو پناہ نہ دی اسی باعث ایسا بھاری
 قتل پڑا کہ حد قیاس سے باہر ہے چنانچہ ہر جانب کو پندرہ پندرہ بیٹل بیٹل میل تک

پیچھے احمد خان بنگش تھا بھاگے ہوئے روہیلے اُسکی طرف پہنچے۔ احمد خان نے
 لعن و طعن کر کے اُنکو روک لیا اور نواب نے داروغہ مشرف خان کو احمد شاہ کے
 پاس بطلب مد بھیجا۔ جب قاصد پہنچا تو شجاع الدولہ اور نجیب الدولہ نے
 کہا کہ احمد خان کے مقابل کچھ دشمن کی فوج زیادہ نہیں ہے بلکہ عنایت خان
 ولد حافظ رحمت خان کے مقابل دشمن کی بہت فوج ہے اسلئے احمد خان کو کوئی
 ضرورت لگمک کی نہیں البتہ عنایت خان کو زیادہ حاجت لگمک کی ہے۔
 روہیلوں کے شکست کھانے سے وزیر کا دامن باز و کھل گیا جو ڈرائی فوج کے
 قلب پر حکمرانی کرتا تھا اور بھاؤ و لبسواس رائے نے اُسپر تازہ فوج سے حملہ کیا تھا۔
 اس حلے میں وزیر کا برادر زادہ عطائی خان اُسکے برابر مارا گیا اور درانیوں کے
 پاؤں اُکھڑنے لگے۔ وزیر اپنے گھوڑے سے اتر اور چند ہمراہی درانیوں سمیت
 اپنی جگہ پر قائم رہا اور مرنے کا ارادہ کیا۔ وزیر کے پیچھے شجاع الدولہ کھڑے
 تھے مگر دھول کے اُڑنے سے کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ کیا معاملہ واقع ہو رہا
 ہے اور جبکہ اُنھوں نے وزیر اعظم کے آدمیوں کی بولی اور اُنکے گھوڑوں کے
 ہنہانے کو یکایک کم پایا تو کاشی رائے کو تفتیش و تفحص کے لیے آگے کو بھیجا۔
 چنانچہ کاشی رائے نے وزیر اعظم کو زہر بکتر پہنے پایادہ اور نہایت غضبناک
 پایاکہ وہ اپنے لوگوں کو اُنکے بھاگ جانے پر بڑبھلا کر رہا ہے اور اُنکو صفوں پر لانے میں مصروف ہے اور
 اُنسے کہتا ہے کہ اسے بغیر تان راہ ولایت دورست کجا میر وید برگروید جبکہ اُسکی نظر کاشی رائے
 پر پڑی تو اُس نے یہ بات کہی کہ تم شجاع الدولہ کی خدمت میں پہنچ کر بہت جلد یہ بات کہو کہ اگر
 شجاع الدولہ ہماری مدد اس وقت نہ کریں گے تو میں مالا جاؤں گا۔ مگر شجاع الدولہ

دیکھ کر سخت غموم ہوا آنکھوں میں آنسو بھرا آئے۔ جھنکو نے رلو کاشی ناتھ کو دیکھ کر شرم سے سر نیچے کر لیا کاشی ناتھ نے دجوتی کی اور اسکی جرأت و جلاوت کی تعریف کرنے لگا۔ اب جھنکو نے سر اٹھایا اور کہا کہ دوستوں کے ہمراہ مرنا اس سے بہتر ہے کہ دشمنوں کے پاس جیتے رہیں آخر کار اُس نے یہ کہا کہ میرے باپ کے حقوق نواب شجاع الدولہ کو یاد دلانے چاہئیں تاکہ وہ میری دستگیری کر کے رہائی کی کوشش کریں۔ کاشی ناتھ نے شجاع الدولہ کے پاس پہنچ کر تمام حال حرت و بحرٹ گزارش کیا نواب نے شادی خان کو متفق کر کے بادشاہ سے عرض کیا کہ جھنکو کی جان بخشی فرمائی جائے بادشاہ نے برخوردار خان کو طلب کر کے حقیقت حال تہفہ سار کی اُس نے صاف انکار کیا اور اُس وقت ایک آدمی نے اُسکے اشارے سے جھنکو کے غیمے میں پہنچ کر اُسکو قتل کر کے وہیں دفن کر دیا۔

ابراہیم خان گاروی کا انجام یہ ہوا کہ شجاع قلی خان چیلہ نواب شجاع الدولہ سے گرفتار کر کے اپنے غیمے میں لیگیا تھا اور شجاع الدولہ کی اجازت سے اُسے اپنے پاس رکھ لیا تھا جب دُرانیوں کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ جمع ہو کر آئے اور کہا کہ ہمارے ہزاروں بھائیوں کا خون اسکی گردن پر ہے جسکی حمایت میں وہ ہو گا وہ ہمارا دشمن ہے شجاع الدولہ کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ لڑنے کو تیار ہوئے۔ اسوجہ سے آشوب عظیم پیدا ہو گیا آخر کار شاہ ولی خان وزیر نے شجاع الدولہ کو خلوت میں لیجا کر سمجھایا اور کہا کہ دُرانیوں کا نزاع مٹانے کے لیے میرے سپرد کر دینا چاہیے ایک ہفتے کے بعد جب دُرانی خاموش ہو جائینگے تو تمہیں واپس دیدیا جائیگا اور اُسکو لیکر زخموں پر زہر آلود پھائے رکھوائے جس سے ایک ہفتے کے اندر وہ مر گیا۔ لیکن یہ علی ابراہیم خان وغیرہ کی نا سمجھی ہے کیا وہ وقت ایسا تھا کہ جس آدمی کو دُرانی مٹانا چاہتے اُسکو شجاع الدولہ کے خوف سے ایسے

لعاقب کیا گیا جدھر نظر کرتے تھے تو مرہٹوں کی لاشیں ہی لاشیں نظر آتی تھیں اور جو مرہٹے فاتحون کی مار سے بچے رہے وہ دہاتیوں کے ہاتھ سے مار گئے اور جو دہاتیوں اور روہیلوں کے پالے پڑے وہ نہایت بے رحمی سے قتل ہوئے۔

علی ابراہیم خان تاریخ بھاؤ و جھنکو میں کہتا ہے کہ برخوردار خان کے ساتھ کے دہانی لبواس رائے کی لاش کو ہاتھی کی عماری سے اُٹھا کر پالکی میں ڈال کر لے چلے جب شجاع الدولہ کے ڈیرے کی طرف سے گزرے تو انھوں نے انعام دے کر اُن سے وہ لاش لے لی اُسی وقت شاہ دہانی نے اُس لاش کو ملاحظہ کے لیے طلب کیا۔ بادشاہ حسن ترکیب - نہایت اندام - زیبائی رخسار اور حسن و نفیر کو دیکھ کر فسوس کرنے لگے۔ شاہ ولی خان اور دوسرے اُمراء نے عرض کیا کہ ایسا خوبصورت آج تک نظر سے نہیں گزرا اگر زندہ رہتا تو تحفے کے طور پر ولایت کو لیجانے کے قابل تھا پھر اُس لاش کو موتی لال کے خیمے میں بھیج دیا یہ شخص برخوردار خان کا دیوان تھا رات بھر لاش وہاں رہی دوسرے روز نواب شجاع الدولہ نے عرض کیا کہ وہ لاش مجھے مل جائے شاہ نے اجازت دیدی نواب نے اپنے وکیل کاشی ناتھ (کاشی رائے) کو موتی لال کھتری کے پاس بھیج کر لاش مانگی موتی لال نے سمجھ لیا کہ یہ اپنے شہرہ نیک نامی کے لیے لاش مانگتے ہیں ناچار کاشی ناتھ کے حوالے کر دی اور اُسکا ہاتھ پکڑ کر ایک خیمے میں لے گیا اس میں بابو پنڈت وکیل تھا اُسکے بدن پر چند زخم تھے۔ بعد اُسکے دوسرے خیمے میں لیگیا وہاں جھنکو سیندھیا مجبوس تھا اُسکی عمر کوئی بیس سال کی ہوگی نہایت زیبہ رخسار نوجوان تھا۔ وہ اُسوقت اپنا زخمی ہاتھ گردن میں لٹکائے ہوئے تھا۔ راؤ کاشی ناتھ اُسکی یہ حالت

دکن میں دو آدمیوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہم بھاؤہین اور بہت سے آدمیوں کو اپنے پاس
جمع کر لیا آخر کار ایک تو دکن میں وہاں کے سرداروں کے حکم سے مارا گیا دوسرے نے بنارس
میں فتنے برپا کیے تھے کچھ دنوں قلعہ چنار گڑھ میں قید رہا پھر رہا ہو کر اپنی مراد سے ہاتھ دھو کر
گورکھپور کے علاقے میں ^{۹۹} سالہ پیر کی مرگیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ بادشاہ سے شجاع الدولہ
نے اجازت لیکر ان لاشوں کو بہت بہادر اور راؤ کا ششی ناتھ کی معرفت جلوادیا مقتولوں
کی کُل تعداد تمدن ہند وغیرہ میں دو لاکھ بیان کی گئی ہے۔ بڑے بڑے مرہٹہ سردار
ان سرداروں کے سوا کام آئے یا زخمی ہوئے جو تھوڑی سی فوج کی حکومت پر دلی میں
چھوڑ دیے گئے تھے۔ مہاجی سیندھیا بعد اسکے کہ ایک بڑی ریاست کا بانی ہوا
عمر بھر کے لیے لنگڑا ہو گیا اور اسکے لنگڑے ہونے کا قصہ سننے کے قابل ہے۔
تاریخ بھوپال میں لکھا ہے کہ مہاجی میدان جنگ سے گھوڑی پر سوار ہو کر بھاگا ایک
دُرانی سوار نے اُسکا پیچھا کیا ساٹھ کوس پر جا کر گھوڑی پکڑ لی ہو گئی۔ دُرانی نے برابر
پہنچ کر ایک تبر مہاجی کے گھٹنے میں مارا کہ سا گھٹنا ٹوٹ گیا اور تمام سامان اسب و ہتھیار و
لباس وغیرہ چھین کر پھر ساٹھ کوس لوٹ گیا۔ فانا پھر نویس جس نے پیشوا کی حکومت
کو ایک مدت تک پائے سے گرنے نہ دیا ہزار دشواری سے جان بچا لیکر ملہار راؤ
ہلکر جسکا مورچہ نجیب الدولہ کے مورچے کے مقابل تھا نجیب الدولہ کے اغماض کی
وجہ سے ہلکر کرنال کی طرف چلا گیا کیونکہ اُس سے اور نجیب الدولہ سے یہ عہد بیان
ہو چکا تھا کہ اگر فتح مرہٹوں کو حاصل ہوگی تو نجیب الدولہ کے حال سے تعرض نہ کیا
جائے اور اگر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوگی تو ملہار راؤ سے تعرض نہوگا جیسا کہ فرخ بخش
مولہ شیو پر شاد اور دوسری کتابوں میں لکھا ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ شجاع الدولہ

بزدل طریقے پر ہلاک کرتے۔ ان لوگوں نے شجاع الدولہ کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ بھاؤ
 کے انجام کے متعلق بڑا اختلاف ہو کر بیڑاں دو تعبیرات پر ٹھہرتا ہے (۱) مرہٹوں
 کی شکست کے بعد نواب شجاع الدولہ سوار ہوئے اور شیشا دھرنیڈٹ و گنیش نیڈٹ اور دوسرے
 محرمان بھاؤ کو ہمراہ لے کر میدان قتال میں پھرنے اور بھاؤ وغیرہ کی لاش تلاش
 کرانے لگے چنانچہ جسونت راؤ پوار اور بنلاجی اور سنباجی ماگھ کی لاشیں ملیں
 آخر الذکر پر تلوار کے چالیں زخم لگے تھے دوسرے ناموروں کی لاشیں بھی دیکھی گئیں
 مگر بھاؤ کی لاش برآمد نہ ہوئی۔ ناگاہ ایک لاش کے تلے سے تین قیمتی موتی ملے جو نواب نے
 اپنے ہمراہی پنڈتوں کو دیدیے اور اُس تن کشتہ کے مرتب کرنے کا حکم دیا زمانہ سابق
 میں بھاؤ کے پیرتین بندوق کا اور پشت پر کٹار کا زخم لگا تھا وہ دونوں نشان اس
 لاش میں موجود تھے ان نشانوں کو دیکھ کر وہ پنڈت آنکھوں میں آنسو بھرا لے اور کہا
 کہ فرما نرواے دکن بھاؤ یہی ہے اُس وقت ایک دُرّانی بر خوردار خان کے ساتھ والوں
 میں سے وہاں حاضر تھا اور اُس کے ہاتھ میں ایک سر تھا اُس نے کہا کہ لڑائی کے وقت میں نے
 یہ دیکھا کہ ایک سوار ایک نہایت عمدہ سامان والے گھوڑے پر بیٹھا تھا اور اُس کے
 بدن میں بہت سے جواہر تھے جب اُس کا گھوڑا گولی کھا کر مارا گیا تو دوسرا گھوڑا بدلا یہ
 گھوڑا بھی مارا گیا تو ایک گھوڑی بدلی۔ آخر کار نیزے اور گولیوں کے زخموں سے
 مجبور ہو کر تلے گر پڑا دُرّانیوں نے اُس کے جواہر لوٹ لیے اور ایک نے سر کاٹ لیا یہ سرجو
 میرے ہاتھ میں ہے اسی دھڑ کا جڑ ہے۔ غرض کہ وہ سر اُس سے بڑی کوشش سے لیکر
 دھڑ سے ہوا کہ حرب گاہ سے اُٹھا لیکن (۲) بعض کا گمان یہ ہے کہ بسواں رائے کے
 مارے جانے کے بعد بھاؤ رزم گاہ سے غائب ہو گیا پھر کسی نے اُسے نہ دیکھا اسلئے

باندی غلام بنائے گئے پچاس ہزار گھوڑے دولاکھ بیل اور بیس ہزار اونٹ اور پانسو ہاتھی علاوہ توپخانہ اور نقد و جنس کے مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ مرآت احمدی میں لکھا ہے کہ قریب ساٹھ سو کے ہاتھی اور پچیس ہزار گھوڑے اور سہیچ بہت سے اونٹ اور دوسرا سامان و اسباب شجاع الدولہ اور نجیب الدولہ کی سرکار میں داخل ہوا جو کئی کروڑ روپے کا مال تھا بین ہزار مرہٹے جاٹوں اور راجپوتوں کے ملک میں مدت تک بہرہ بھیگ مانگتے پھرے آخر کار سو راج مل جاٹ نے ہر ایک کو ایک کبیل اور دو روپے دے کر دکن کو روانہ کر دیا اور دوسرے راجپوت سرداروں نے بھی یہی سلوک کیا۔ مرآت احمدی میں بیان کیا ہے کہ ہزاروں گرفتار شدہ مرہٹے قتل کرائے گئے پھر شجاع الدولہ کی سفارش سے بادشاہ نے اُنکی جان بخشی کی۔ اہل درایت مومنین کا اس پر اتفاق ہے کہ ولایتی افغان مرہٹوں سے قدامت اور زیادہ جفاکش تھے اور انکے گھوڑے بھی اچھے تھے۔ مرہٹے انکے سامنے تھک گئے۔ آرون صاحب نے سایخ فرخ آباد میں لکھا ہے کہ دائم خان چیلہ کہا کرتا تھا کہ جب بعد جنگ کے احمد خان بنگش خلعت کے واسطے طلب ہوا جیمے کے دروازے پر بیٹھا تھا۔ شجاع الدولہ نے اُسکی تلوار کو لے کر میان سے کھینچا تو بالکل باڑھ اُسمین نہ تھی کیونکہ کسی خاص ترکیب سے وہ اُسکو چلاتا تھا۔ شجاع الدولہ تسخر کی راہ سے کہنے لگے کہ باون ہزاری لسی تلوار باندھتے ہیں احمد خان نے جواب دیا کہ اُسکی کاٹ سے تمہارے والد خوب وقف تھے یعنی اُسنے صفدر جنگ کی شکست اور گرنیز کا اشارہ کیا۔ تب نجیب الدولہ شجاع الدولہ کے درست نے تلوار اٹلی اور بطور بھولچ کے اُسکی خوب تعریف کی اور کہا کہ یہ تو مجھے عنایت کیجیے احمد خان نے کہا کہ آپ ہی لے لیجیے نجیب الدولہ نے کہا کہ لو ہا

بسبب موافقت قدیم کے ملہاراؤ ہلکر سے کہا کہ اس محلہ کے مین ہم اور تم دونوں موجود
ہیں لیکن مخالف فریقوں میں مین میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر شاہ ابدالی فتح پائے گا
تو ہمیں کوئی نہ ستانے پائے گا تم بھی اقرار مجھ سے کرو اگر فتح بھاؤ کی ہو مجھ سے کوئی مزاحم
نہو۔ ملہاراؤ نے خوشی سے یہ منظور کیا کسی نے یہ لکھا ہے کہ جب ملہاراؤ ہلکر نے بھاؤ
کو یہ مشورہ دیا کہ خندق کھدوا کر اور مورچے بنوا کر اس میں قید ہو جانا اور مسلمانوں سے
صفت جنگ بکڑنا عقل سے دور ہے اس میں نقصان جان و مال ضرور ہے مناسب یہ ہے
کہ تم مقابلہ شاہ کا بطر قزاقی کرو۔ زرد سے علیحدہ ہو کر گھیرو مجھے اور سینہ بھیا اور دوسرے
سرداروں کو حکم دو کہ شجاع الدولہ اور بیٹھانوں کے ملک میں جائیں اور اسکو لوٹیں
شاہ کے لشکر میں رسد نہ آنے دین ہر طرح تنگ کریں امرائے مسلمان اپنے ملک اور
ناموس کی حفاظت کے لیے چلے جائیں گے شاہ کو تنہا چھوڑ جائیں گے آپ کے ہمراہ
بڑا لشکر ہے چاروں طرف سے شاہ کو گھیر لگے ہر طرف سے تنگ کر دو گے جب شاہ
عاجز ہو گا اپنے ملک کو چلا جائے گا حصار میں رہنا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے اس میں
تو مجبور ہو کر مرنا ہے۔ بھاؤ نے جواب دیا تو گڈریہ ہے تجھے اس میں دخل کیا ملہاراؤ نے
بھاؤ پر نفرین کی اور شجاع الدولہ سے قول و قرار کیا اور مرہٹوں سے جدا ہو گیا مگر
فرخ بخش کا بیان اس بارے میں نہایت صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسکا مصنف اس
جنگ میں نواب سید فیض اللہ خان بہادر دہلی رام پور کے ساتھ موجود تھا یہ جنگ عظیم
۱۷۷۷ء مطابق ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۱۹۷ھ ہجری کو بدھ کے دن واقع ہوئی
تھی مرہٹوں کو ایسی بھاری شکست کبھی نہیں ملی تھی جس سے بڑی افسروگی و شہر مردگی
ان میں پھیلی اور سارے مرہٹوں پر مایوسی اور غمگینی چھا گئی۔ بائیس ہزار مرہٹے شہر

کر کے خود آگے کو کوچ کیا دلیر سنگھ بھی یعقوب علی خان کے ساتھ گیا۔ یعقوب علی خان جب دہلی پہنچا تو بادشاہ کی مان زینت محل نے کہا کہ غازی الدین خان سے کئی ٹھک حرمیان ظہور میں آئی ہیں ہکوا اسکی وزارت منظور نہیں اگر بادشاہ کو زمر مطلوب ہے تو ہم ہم پہنچائینگے مگر جبکہ شاہ دہلی خان کی تحریر پہنچی کہ یعقوب علی خان کو غازی الدین خان کے پاس رخصت کر دینا چاہیے تو مجبور ہو کر اسکا روکنا مناسب نہ سمجھا اور وہ بہشتیان کو دہان سے روانہ ہوا اور ایشیائے وزارت غازی الدین خان کے پاس پہنچائیں اب غازی الدین خان نے شاہ عالم کی دشمنی کے خوف سے اس مجبور شخص کو جسکو صفدر جنگ نے اسوقت بادشاہ بنایا تھا جبکہ انھوں نے احمد شاہ بن محمد شاہ سے بغاوت اختیار کی تھی اپنے ہمراہ لیکر دین پرورد میرہ کام بخش بن عالمگیر مشہور کیا مگر مرزا جوان بخت ولیعہد اور بادشاہ کی مان زینت محل اور نجیب الدولہ اور شجاع الدولہ اور تمام ارکان سلطنت نے غازی الدین خان کی وزارت کو تسلیم نہیں کیا اسلئے وہ اس منصب پر نہ پہنچ سکا۔ لیکن مرآت احمدی کی اس روایت کے خلاف تاریخ مظفری۔ سیر المتاخرین اور آثار الامراء وغیرہ میں اس طرح لکھا ہے کہ احمد شاہ نے سلطنت ہند شاہ عالم کے لیے مقرر کی جو بنگالے میں اپنا قدم جانا چاہتے تھے اور شجاع الدولہ کو وزیر بنایا اور نجیب الدولہ کے لیے امیر الامرائی تجویز کی اور دونوں سے سفارش کی کہ آپس میں صلح اور موافقت رکھیں اور نجیب الدولہ کو حکم دیا کہ دہلی میں رہیں اور جب تک شاہ عالم بنگالے سے واپس نہوں مرزا جوان بخت کو انکا نائب سمجھیں اور شجاع الدولہ کو خلعت فاخرہ مع اسب ویراق خاصہ دے کو صوبہ اودھ کو رخصت فرمایا اور آپ اپنی فتح سے فائدہ اٹھائے بدون اپنی قلمرو کو چلے گئے۔

حضرت نینین لیتے ہیں۔ ایسے انھوں نے ایک پیسہ سنگھ دیا اور مسخرے پن سے بڑے
ادب کے ساتھ اسکو دونوں ہاتھوں پر رکھ کر احمد خان کے رو برو پیش کیا۔ نواب نے
اس پیسے کو اٹھا لیا اور کہا کہ تمہارا نذر دینا بجا ہے اور بہت مناسب ہے کیونکہ
تم سابق میں میرے باپ کے نوکر تھے۔

مرآت احمدی میں ذکر کیا ہے کہ بعد اس فتح کے احمد شاہ دلی کو بگئے کچھ
دنوں بیان رہے اور سوچ مل جاٹ سے پیشکش وصول کرنے کے لیے شاہ ولی خان
اور شجاع الدولہ کو آگرے کی طرف جانے کا حکم دیا جب یہ دونوں روانہ ہونے لگے
تو شاہ کے ساتھ کی فوج نے عرض کیا کہ حضور کا ارادہ ابھی بیان ٹھہرنے کا معلوم
ہوتا ہے ہکویا تو توٹنے کی اجازت ہو جائے یا تنخواہ مرحمت ہونہیں تو ہم اپنے
وطن کو وٹے جاتے ہیں آخر صلاح یہ قرار پائی کہ بادشاہ بھی عازم ہوں۔

اس عرصے میں غازی الدین خان وزیر کا پیش کار دلیر سنگھ ہمارا جہانگاہ
کے ساتھ آیا اور اُس نے شاہ ولی خان وزیر کے ذریعہ سے احمد شاہ سے عرض کرایا کہ وہاں
ہندوستان غازی الدین خان کو مرحمت ہو وہ شہر لاکھ روپے کا جواہر اور نقد نذر کر گیا۔
شاہ نے منظور فرمایا اور ۱۳ شعبان کو دوپہر کے وقت شجاع الدولہ سے رخصت
ہو کر روانہ ہوئے اور باغ شاہ لار میں دو مقام کیے۔ پانی پت کی راہ میں مرزا جوان
ولی عہد شاہ عالم مشائیت کے لیے آئے۔ احمد شاہ نے انکو پانچ ہاتھی اور پانچ
گھوڑے اور دو لاکھ روپے کا غلہ جو قلعہ دہلی میں جمع تھا دیا۔ اور خلعت اور فرمان اور
قلمدان وزارت غازی الدین خان عماد الملک کے لیے یعقوب علیخان کے حوالے
کر کے حکم دیا کہ اُس سے پیشکش مقررہ وصول کر لائے اور اسکو شاہزادے کے ہمراہ

یوزباشی نے اس سردار کی حمایت سے دوسرے دن ایسا ہی کیا عبدالعلی خان نے
نواب شجاع الدولہ کی طرف دیکھا نواب نے اشارے سے یوزباشی کو کئی بار منع کیا اُس نے
نہ مانا اور چاہا کہ عبدالعلی خان کو کھینچتا ہوا اپنے ڈیرے میں لیجائے اور شجاع الدولہ کی
طرف گھور کر دیکھا بلکہ عبدالعلی خان کو چھوڑ کر نواب سے جا بھڑا نواب نے ایک طمانچہ رسید
کیا وہ زمین پر گر گیا اوپر سے ایک لات ماری اُس وقت دہل باز مغل اور افغان شور
مچاتے ہوئے آئے کہ کس لیے بادشاہ کے یوزباشی کو مارا اور نواب کی طرف دوڑے
نواب نے تلوار کے قبضے ہاتھ ڈال کر کہا کہ خبردار دور سے آدمیوں کی سی باتیں کرو اگر
قریب آئے تو اسکا وہ مزہ چکھو گے جو عمر بھر نہ چکھا ہو گا جس نے تمہیں بہکایا ہے وہ سامنے
کیون نہیں آتا دور سے فاحشہ عورتوں کی طرح اشارے کرتا ہے اس وقت
شاہ ولی خان وزیر اعظم اور دوسرے بڑے امرا نواب کی آواز پہچان کر آگئے اُن مغلوں
اور یوزباشی کو وہاں سے ہٹا دیا اور نواب کی بہت دُجوئی کر کے اُنکے کیمپ کو روانہ
کر دیا یہ واقعہ دہلی کا ہے جہاں خان نے یہ باتیں سُن کر دم نہ مارا۔ بعد اسکے نجیب الدولہ
نواب شجاع الدولہ کے پاس آئے اور کہا کہ دو لاکھ پٹھانوں کا سر آپ پر نثار ہے خاطر
مبارک جمع رکھیے نواب نے فرمایا کہ ہلکوسے لڑائی کا خیال نہیں اگر کچھ کوئی سبب
دق کرے گا تو مجبوراً ہاتھ پاؤں مارینگے۔ چیونٹی بھی ہاتھی کے پاؤں کے تلے آکر
ہاتھ پاؤں ہلاتی ہے تاکہ جان بچ جائے میں تو آدمی زاد ہوں جب اس قصے کی
خبر احمد شاہ کو پہونچی تو اُس یوزباشی اور اُسکے حمایتی مغلوں کو پھوایا اور جہاں خان کو
معاف کیا لیکن بظاہر اُسکا کوئی قصور ثابت نہ تھا اس لیے زبانی تنبیہ کافی سمجھی۔
اسکے بعد شجاع الدولہ کو پاس بلایا انھوں نے نجیب الدولہ کے ذریعہ سے بادشاہ کی خدمت

شجاع الدولہ پر احمد شاہ کی غایت شفقت

عماد السعادت مین لکھا ہے کہ احمد شاہ شجاع الدولہ سے بہت محبت رکھتے تھے اور یہ بات کئی امور سے ظاہر ہے (۱) محرم کے زمانہ میں شجاع الدولہ سیہ پوش ہوئے اور سیہ پوش جماعت کے ساتھ جنگے سروپا برہنہ تھے ماتم کرتے ہوئے احمد شاہ کی فرودگاہ کے سامنے سے گزرے ان لوگوں کے کندھوں پر علم تھے اور سینہ کو پی کرتے جاتے تھے اور علانیہ نوحے کے الفاظ زبان سے نکالتے تھے البتہ تبرک کے لفظ ہونٹوں میں کہتے تھے ورنہ ان کا ارادہ ہوا کہ ان پر حملہ کریں مگر بادشاہ نے انکو سمجھا دیا۔ (۲) بادشاہ کے لشکر کے ایک یوزباشی نے ایک ۲۲ برس کی حسین عورت پنجاب سے پکڑی تھی یہ عورت افغانستان کو جانے پر دل میں ماضی نہ تھی اور سوچتی رہتی تھی کہ کسی طرح اسکے ہاتھ سے نجات پائے ایک عرصے کے بعد ایک بوڑھی عورت اسکو ہکا لکر میر عبد العلی کے پاس لگئی یہ شخص شجاع الدولہ کا میر منزل اور گورچی غلام تھا یوزباشی جب گھر میں آیا اور اس عورت کو نہ پایا تو بھین ہو کر خیمہ بہ خیمہ تلاش کرتا پھر رفتہ رفتہ اسے معلوم ہوا کہ وہ عورت عبد العلی خان کے پاس ہے اور اس نے دس بارہ دن سے لکھنؤ کو بھیج دیا تھا یوزباشی نے یہ قصہ جہان خان سے بیان کیا یہ شخص احمد شاہ کے وزیر شاہ ولی خان کا سالار تھا اور نواب شجاع الدولہ سے دوستی رکھتا تھا۔ علانیہ خود تو نواب سے کچھ نہ کہا یوزباشی کو سمجھا دیا کہ جب نواب شجاع الدولہ احمد شاہ کے دربار سے واپس ہو کر پیش خانے میں بیٹھیں اور عبد العلی خان ہمراہ ہو تو اسکی کمر کپڑا کر دوں گی جو جب تک عورت کو حاضر نہ کرے بچھڑا دوں گی

لکھنؤ کے سرداروں کا ایک

شجاع الدولہ کی سرکار میں نوکر تھا اور اُسکو بہت کچھ ملتا تھا ایک روز شجاع الدولہ نے اُس سے کہا کہ تم اپنے باپ کو فوج آباد سے بلاو میں اُسکو اپنا نائب مقرر کروں گا ناصر خان نے انکار کیا اور کہا کہ میں نواب احمد خان کے تین ہزار روپیہ کو تین لاکھ کے برابر جانتا ہوں کیونکہ جب میں احمد خان کی ملاقات کو جاتا ہوں تو وہ تعظیم کے واسطے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور اگر میں شجاع الدولہ کی نوکری کروں گا اور کسی روز اُنکے دروازے پر جاؤں گا تو خادم کہیں گے کہ نواب صاحب آرام میں ہیں اور اُسوقت مجھے دروازے پر انتظار کرنا پڑے گا اور یہ موت سے بدتر ہے آخر الامر لاچار ہو کر اُس کا بیٹا روٹ گیا لیکن ہماری نظر سے بعض معتبر تاریخ کی کتابوں میں یہ گزرا ہے کہ ناصر خان ۱۷۷۷ء میں صفدر جنگ کے ہمراہ رام چٹوٹی کے مقام پر احمد خان کے مقابلے میں کام آیا تھا۔

شاہ عالم کی رکاب میں شجاع الدولہ کی خدمات

شجاع الدولہ نے شاہ عالم کا خطبہ و سکہ اپنے ملک میں جاری کیا اور سیکندر پورے و اشرفیان اُس سکہ کی بادشاہ کی خدمت میں بھیجیں اور بادشاہ کے لیے تخت اور چتر اور دوسرے لوازم بادشاہی تیار کر کے اس مضمون کے عرض لکھے کہ حضور بگالے سے یہاں تشریف لے آئیں بادشاہ بھی اس ملک میں رہنے سے بیزار تھے انھوں نے شجاع الدولہ کی تحریرات کو غنیمت تصور کیا۔ اب انگریزوں اور میر قاسم نے بھی شاہ عالم کی اطاعت کر کے زرو اسباب نذر کیا۔ بادشاہ نے بگالے سے مرہٹہ کی شانہ آخر سوال یا اول ذیقعدہ ۱۱۷۷ء میں گڑھ باندھو کی طرف کوچ کیا اور

میں عرضی بھیجی کہ غلام کے دل میں بعض سرداروں کی طرف سے ملال بیٹھ گیا ہے اور کسی طرح اطمینان حاصل نہیں ہوتا ہر چند جانتا ہوں کہ حضور انور کا سایہ غلام کے ہمراہ ہے لیکن دل نہیں چاہتا کہ گشت و خون پر نوبت پہنچے گو فدوی کی طرف سے نو پھر بھی لشکر والا شاہنشاہی میں اس حرکت کا باعث ہو نا بے ادبی ہے امیدوار ہوں کہ ہمیں سے خلعت رخصت پہن کر چلا جاؤں شاہ نے اُن کا اتنا س قبول کیا خلعت فاخرہ جسمین جیفہ مضع اور مالائے مروارید اور تلوار ڈھال تھی اور پیاس گھوڑا جواہر نگار زینوں کے ساتھ وہیں بھیج کر رخصت عطا کی۔

نواب نے دلی سے کوچ کر کے جاجمؤ میں چند مقام کیے اور شکار کھیل کر ماہ رمضان ۱۱۰۷ھ ہجری میں اپنے صوبہ اودھ میں داخل ہوئے۔

شجاع الدولہ کے نائب اسطنت کا تذکرہ

گیان پرکاش میں لکھا ہے کہ اس وقت نیابت مینی بہادر کی چک گئی اُسکے حسن نظام سے سپاہ کو ماہ بہ ماہ تنخواہ ملنے لگی مینی بہادر ملک کی خبر گیری خوب کرتا تھا رعایا شاہ تھی اور مال و دولت سال بہ سال بڑھنے لگا۔ خیرات بہت کرتا تھا۔ برہمنوں کی بہت خاطر رکھتا تھا اُسکے اجلاس میں عرضی عبارت فارسی میں ناگری حروف میں لکھ کر پیش ہوتی تھی اور وہ اُسپر ناگری حروف کے ساتھ عبارت فارسی میں حکم لکھتا۔ ناگری کا دفتر اپنے سمجھنے کے لیے علیحدہ مقرر کیا تھا تصدیق کی روزی خوب کھلگئی تھی اور ہر ایک خوشحال تھا۔ آرون صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ناصر خان صوبہ دار معزول کابل فرخ آباد میں رہتا تھا تین ہزار روپیہ مہوار وظیفہ تھا اُسکا بڑا بیٹا

ملازمت حاصل کی تھی بادشاہ اُنکو غوصی میں بٹھا کر سید راجی کے پاس آئے اور خیمے میں ٹکر
 شجاع الدولہ کو خلعت دیا۔ مرزا علی اور سالار جنگ اور نعم خان اور راجہ دیالوم کو بھی تقدیر تاج
 خلعت بخشے۔ شجاع الدولہ نے تخت اور چتر اور دوسرے لوازم پیش کیے اور خود مہمات
 وزارت کے سرانجام میں مصروف ہوئے۔ محرم علی خان نے سزا شرفیاء والدہ شجاع الدولہ
 کی طرف سے اور نصرت خواجہ سرانے سوا شرفیاء اُنکی بیگم کی طرف سے نذر گزرا نین
 اُنکی والدہ کے لیے بادے کے دو تین تھان اور بہو بیگم کے لیے زری تار کا دو پٹہ مرحمت
 ہوا۔ ۱۸ ذیقعدہ ۱۱۷۷ھ کو یہاں سے کوچ ہوا شجاع الدولہ نے اسی خدمت اور
 اطاعت شعاری کی کہ بادشاہ کو دلی جانے سے روک دیا۔ عرض کیا کہ بعد ہر سات
 ندوی ساتھ چلے گا اور بادشاہت کا بندوبست خاطر خواہ کریگا چنانچہ بادشاہ نے
 اُنکی عرض کے موافق چھاؤنی کی شجاع الدولہ نے سرداران گھیلہ کو اس دونوں سے
 بادشاہ کی رفاقت سے دل برداشتہ کر دیا کہ اُنکا قاعدہ تھا کہ بادشاہ کے دربار کے
 وقت ہمیں ویسا کھڑے ہوتے تھے۔ وزیر نے اُنسے اختلاط کر کے دوستی پیدا کر لی اور
 بیگڑی بدلی۔ بعد اسکے بادشاہ کی ضیافت کی اور اپنے ڈیرے پر لیگئے بادشاہ جب
 وزیر کے خیمے میں داخل ہوئے تو دونوں سرداران گھیلہ بدستور کھڑے ہو گئے بھانڈ
 تماشا کر رہے تھے وزیر نے اُنسے اشارہ کیا کہ ایسی نقل کرو کہ جس سے یہ دونوں
 راجپوت خفیف ہو جائیں۔ جب ایسی نقل ہوئی تو وہ دونوں خفا ہوئے اور کہنے لگے
 کہ جب ایسے ہی خداوند ہوں تو معلوم ہوا کہ بادشاہت کر چکے غصے ہو کر اسی طرح
 ڈیرے سے نکلے اور اسی سواری پر اپنے ملک کو لوٹ گئے بادشاہ نے بہت کچھ
 معذرت کی مگر قبول نہ کی

چند تھان عمدہ عمدہ کپڑوں کے اور دو خوان جو اہر گران بہا کے خبین ایک ڈھنگ کی قیمتی ہیروں سے جڑی ہوئی اور ایک موتیوں کی مالا تھی اور ایک سو ایک اشرفیان نذر کین اور آصف الدولہ نے ۲۱ اشرفیان نذر گذرائیں۔ اس وقت نواب نے بادشاہ سے عرض کیا کہ لکھنؤ کو رخصت مرحمت ہو جائے وہاں سامان مہیا کر کے واپس حاضر ہو جاؤنگا انکی عرض منظور ہوئی۔ شجاع الدولہ روانہ ہو کر چند روز لکھنؤ میں رہے۔ موسم برسات ختم ہونے کے بعد ۹ ربیع الاول ۱۱۵۷ھ کو بادشاہ کالپی کی طرف روانہ ہوئے شجاع الدولہ اپنے صوبے میں راجہ بینی بہادر کو نیابت پر چھوڑ کر شاہ عالم کے پاس آئے اور ان کو ہمراہ لیے ہوئے کالپی پہنچے وہاں کے سردار و سواس راؤ وغیرہ نے ملازمت حاصل کی یہاں بھی بادشاہی افسر مقرر ہوئے کالپی سے جھانسی کو فتح کرنے کے لیے کوچ کیا شیدی بشیر نے اس کے مسخر کرنے میں بڑی کوشش دکھائی باغیان کو تہ اندیش مغلوب ہوئے اور پانچویں رجب ۱۱۵۷ھ کو قلعہ مفتوح ہوا۔ شیدی یہاں کا قلعہ دار مقرر ہوا بھی تک شجاع الدولہ نے خلعت وزارت نہیں پایا تھا۔ ۲۱ رجب کو خلعت ہفت پارچہ مع چار قب و مالے مرواریہ اور تلمدان مرصع عنایت ہوا اور ۲۴ ماہ مذکور کو مرزا المانی خلف شجاع الدولہ کو غسل خانے کی دادرغی پر سرفراز کیا اور عصمت اللہ خان انکی نیابت پر مقرر ہوئے جیسا کہ مرآت آفتاب نامہ و سیر المتاخرین میں ذکر کیا ہے جام جہان نامہ میں غسل خانے کی جگہ دیوان خاص لکھا ہے اس لفظ کی شرح یہ ہے کہ عبدالحمید لاہوری نے شاہ جہان نامے میں بیان کیا ہے کہ اکبر اعظم کے زمانے میں دیوان خانے اور زمانے مکانات کے درمیان ایک مقام تھا جس میں اکبر غسل کیا کرتا تھا بادشاہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شجاع الدولہ بادشاہ کے ہر کاب اپنے صوبے کو روانہ ہوئے اور غایت عقیدت سے بادشاہ کی تنزک سواری کے اہتمام کے لیے پیادہ پا جلومین چلتے تھے۔ اگرچہ بادشاہ فرماتے کہ سوار ہو جاؤ مگر وہ ادب کی وجہ سے سوار نہوتے جب بادشاہ نے بہت اصرار کیا تو گھوڑے کی زین پر بیٹھے اور وہاں سے سبقت کر کے بادشاہ کے خیمے کو کھڑا کرانے کے لیے آگے پہنچے اور اُسکے اہتمام میں تین پہر کھڑے رہے اور ایک عالیشان خیمہ برسم پیشکش برپا کیا اور ایک تخت ہولوار اور ۸۰ ہرنیان اس عنایت کے شکریے میں کہ سوار ہونے کے لیے حکم صادر ہوا نذر کین جب حدود بنارس میں پہنچے تو ۳ ذیحجہ ۱۱۷۵ کو یہاں آصف الدولہ نے حاضر ہو کر نذر پیش کی بادشاہ نے آصف الدولہ کو خلعت دیا اور میر آتش کی خدمت عطا کی اور نقرئی رنجبدان بخشا مرآت آفتاب نامین اس طرح لکھا ہے۔

ماثر الامراد سیر المتاخرین میں بیان کیا ہے کہ لنگاہ پل بند ہوا کہ بادشاہ اور شجاع الدولہ ۵ ذیحجہ کو عبور کر کے الہ آباد میں پہنچے اس سے معلوم ہوا کہ مرآت آفتاب نامین جو لکھا ہے کہ بادشاہ نے الہ آباد سے شجاع الدولہ کو بلایا تھا یہ صحیح نہیں بلکہ شجاع الدولہ الہ آباد سے ۲ گے سے بادشاہ کے ساتھ تھے اور وہ بادشاہ کو لانے کے لیے سرحد تک پہنچے تھے۔ بہر صورت ۶ ذیحجہ کو جاجپو میں داخل ہو کر مقام کیا۔ چونکہ ملک کوڑے سے نہایت مرہٹوں کی شکست کی وجہ سے خراب ہو رہا تھا اسپر قبض و تصرف کرنے کا ارادہ کیا اور جاجپو میں چھاؤنی کر کے اُس طرف سے مرہٹوں کے تمام افسرون اور حاکمون کو نکال دیا۔ مگر جگہ بادشاہی عمال مقرر ہوئے۔ شجاع الدولہ نے اپنے خیمے میں بادشاہ کی ضیافت کی اور اس وقت

پہنچ کر مقام کیا راج گمان سنگھ باندوا لے نے اپنے آپکو بمقابلہ افواج نواب وزیر کمزور سمجھ کر راجہ ہندو پت والی پٹاؤدگیر سرداران بند لکھنڈ سے اعانت چاہی چنانچہ بہت سے رئیسوں نے بالاتفاق مقابلہ کیا اور ایسے ٹوٹ کر پڑے کہ نواب کی فوج پ پاد مغلوب ہو گئی دور تک تعاقب کر کے بہت آدمی قتل کیے اس لڑائی میں نواب کی فوج کے چار ہزار کے قریب آدمی مقتول و مجروح ہوئے اور دونوں سردار گھوڑوں سمیت جمنائیں کود کر اپنی جان گرداب بلا سے کنارہ عافیت پر یہ سلامت لے گئے نادرا العصر میں لکھا ہے کہ اس سے کسی قدر اقتدار نواب کا کم ہو گیا۔

نواب شجاع الدولہ اور شاہ عالم کی فرخ آباد پر فوج کشی
کی کوشش نجیب الدولہ کا نواب شجاع الدولہ کی
طرف داری کرنا اور سرداران روہیلکھنڈ کا نواب احمد خان
والی فرخ آباد کی مدد کو آمادہ ہونا۔ بالآخر نواب سید
سعد اللہ خان کی مداخلت سے صلح ہو جانا

شجاع الدولہ اور شاہ عالم کے جھانسی سے بہت الہ آباد آتے وقت ۱۷۹۱ء
مطابق ۱۷۷۷ء میں شجاع الدولہ نے بادشاہ کو یہ ترغیب دی کہ فرخ آباد کے نواب
احمد خان پر فوج کشی کریں اور خود بھی ساتھ ہوئے کہتے ہیں کہ نواب احمد خان پر
فوج کشی کی تین وجہیں نکالیں۔
وجہ اول تو محض بادشاہ کو برا بیگنہ کرنے کی غرض سے تھی یعنی ایک اخبار کو

خاص بڑے بڑے سردار اور دیوان اور بخشی اس موقع پر بار پاتے تھے اور ضروری باتیں بادشاہ کے گوش گزار کرتے تھے کچھ دن گزرنے کے بعد اس خلوت خانے کا نام غسلخانہ مشہور ہو گیا اسوجہ سے کہ اس مقام سے لگا ہوا خاص بادشاہی حمام تھا۔ شاہ جہان نے اپنے دور حکومت میں اس نام کو بدل کر دولتخانہ خاص نام رکھا۔

مرآت آفتاب نمایں بیان کیا ہے کہ اللہ مین بادشاہ کی طرف سے شجاع الدولہ ملک دوآبہ سے مرہٹوں کے محاکمے اور ان محالات کی مختاری پر مامور ہوئے نواب کی طرف سے راجہ بہت بہادر و ہانکی نیابت پر مقرر ہوا اور وہ ان اضلاع پر قبضہ کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا وہاں پہونچکر مرہٹوں کو بادشاہ کی اطاعت کا فرمان سنایا انھوں نے اطاعت نہ کی اور آخر کار لڑائی پر نوبت پہونچی بادشاہ کی طرف سے بین ہزار سپاہ نے مقابلہ کیا جسکے ہراول پر غلام شاہ تھا وہ مارا گیا اور بہت بہادر بھاگ نکلا اور اس ضلع کا انتظام بگڑ گیا تمام زمیندار سرکش ہو گئے پٹھان بھی انحراف و اختلاف کرنے لگے۔ احمد خان بنگش شجاع الدولہ سے کینہ رکھتا تھا اور بظاہر زمانہ سازی کرتا تھا اور انکو بہکا تا تھا۔

مرآت التاریخ معروف بہ تاریخ بوندلیکنڈ مین منشی شام لال نے جو شجاع الدولہ کے حکم سے تسخیر ملک کے لیے بہت بہادر کے جانے اور اس میں ناکامیابی اٹھانے کا حال لکھا ہے یہی واقعہ ہوگا جو مرآت آفتاب نمایں محل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ تاریخ مذکور میں مسطور ہے کہ جب نواب شجاع الدولہ نے بنظر تسخیر ملک بوندلیکنڈ ایک فوج بہ سرداری کرامت خان و بہت بہادر مامور فرمائی تو ان دنوں سرداروں نے جہنا عبور کر کے بمقام تندواری جو بانداسے بفاصلہ سات کوس جانب شمال ہے

جھکڑوں اور نربہ کے جنوب میں لڑائیوں میں مصروف رہے اس میں کل ملک لوہے
ملنے کا موقع ملا جو جانب ہندوستان مرہٹوں کے قبضے میں آ گیا تھا۔ اللہ بھری
مطابق ۱۷۸۷ء سے ۱۷۹۳ء تک شجاع الدولہ نے میان دو آب کے نیچے کے حصے سے
انکے مقامات کو بالکل صاف کر دیا اور بھدلیکھنڈ میں جھانسی تک بڑھ گئے۔ اور نواب
احمد خان نے کل پر گئے جو کسی زمانے میں اسکے باپ کے قبضے میں تھے یلیے اور
شکوہ آباد اور کرا اور کورٹا اور ٹاٹاوا اور بھونڈ اور مین پوری پر روہیلوں نے احمد شاہ
دُرانی کے حکم سے قبضہ کر لیا تھا۔

تیسری وجہ یہ تھی جس سے شجاع الدولہ کو زیادہ تر مال تھا کہ احمد خان نے
امراؤگر گونائین کو پناہ دی تھی۔ امراؤگر گونائین میں نواب شجاع الدولہ کی ایک
آشنا طوائف کو لکھنؤ سے لے بھاگا اور بارہ ہزار مانگے سپاہی لیکر فرخ آباد میں چلا آیا
وہ شہر فرخ آباد کے متصل ایک باغ میں خیمہ زن ہوا اور فخر الدولہ بخشی کے
توسط سے ملازمت نواب احمد خان کی حاصل کی۔ نواب کے مشیر کارون نے نواب کو
صلح دی کہ اسکو پناہ نہ دیجیے کیونکہ اسکے پاس فرج قوی ہے اور سوائے اسکے آپ کے
پاس اسقدر روپیہ بھی نہیں ہے۔ احمد خان نے جواب دیا کہ جو میرے پاس پناہ لیکا اسکو
میں ہرگز نہ بھگاؤں گا۔ یہ مجھے کسی طرح ممکن نہیں اور امراؤگر کو کا سنگھ میں روشن خان
چیلہ معروف بہ میان صاحب کے پاس جو اسوقت ساڑھے آٹھ محال کا عامل تھا بھیجا
امراؤگر کے بھائی ہمت بہادر نے امراؤگر کو شکایت لکھ بھیجی کہ تم نے اپنے مالک کو چھوڑ کر
جستہ تمھاری پرورش کی تھی ایسے حاکم کی رفاقت اختیار کی جو تمھاری فوج کی تنخواہ
بھی نہیں دے سکتا ہے امراؤگر نے جواب دیا کہ صرف شجاع الدولہ کو رنج دینے کی غرض سے

روزانہ حال احمد خان کا شجاع الدولہ کو تحریر کیا اسنے لکھا کہ احمد خان بالکی میں سوار ہوتا ہے ہاتھیں کی لڑائی دیکھتا ہے گلال باڑی تیار کرائی ہے اور بہت سمراتب شاہی اختیار کیے ہیں۔ شجاع الدولہ نے یہ حال سنے مکے مثل سانپ کے پیچ رحاب کھایا اور یہ سب حال بالتفصیل بادشاہ سے ذکر کر دیا اور ایک جملہ اپنی طرف سے اضافہ کیا کہ احمد خان کو فقط تخت پر قدم رکھنا باقی ہے۔ بادشاہ کو احمد خان کا یہ سب حال سن کر کمال غضب آیا اور شجاع الدولہ کے ساتھ فرخ آباد کی ہم پر چلنے کو مستعد ہو گئے دوسری وجہ جو غالباً اصل وجہ تھی یہ تھی کہ بابت قبضہ ملک میان دو آب جو مرہٹوں نے پانی پت کی شکست کے بعد خالی کیا تھا تنازع واقع تھا مرہٹے ملک دو آب سے نکل گئے تھے اور نواب احمد خان نے کل پر گئے جو سابق میں اس کے خاندان میں تھے اپنے قبضے میں کر لیے اور شاید کچھ نادر بھی جن پر اسکو کچھ حق نہ پہنچتا تھا، مغللات اس کے شجاع الدولہ کی یہ منشا تھی کہ احمد خان صرف اس قدر ملک پر قابض رہے جو اسکو بموجب صلحنامہ صفدر جنگ وزیر موقوفہ تھا۔ کے تفویض ہوا ہے اور کل باقی ملک جو مرہٹوں سے واپس ملا ہے اس پر اپنا حق ثابت کرتے تھے۔ ریاست فرخ آباد کے ۳۳ محال میں سے ساڑھے سولہ تو مرہٹوں کے قبضے میں اس وقت تک تھے جب انھوں نے پانی پت کے مقام میں جنوری ۱۱۷۱ھ میں ابدالی کے ہاتھ سے شکست پائی تھی اور ساڑھے سولہ محال احمد خان کے قبضے میں تھے اور انکی بابت دونوں جانب سے ایک ایک دستاویز تاجہ کے قریب تحریر ہوئی تھی اور ایک نے دوسرے کو دی تھی۔ پانی پت کی لڑائی سے مرہٹے ہندوستان چھوڑ کر مینا پار ہو کر دکن کو چلے گئے تھے اور چند مدت تک وہ خاگلی

واقع ہے لوٹ لیا۔ خاص لشکر ٹھہرے عرصے تک خواجہ پل کی سرے میں قیام پذیر رہا۔ شجاع الدولہ فیض آباد سے آہستہ آہستہ اپنے ملک کے اندر کوچ کرتے ہوئے پیرگنہ پٹھور میں نانا موگھاٹ تک پہنچے یہ پیرگنہ ضلع کانپور میں قنوج کے مشرق میں ہے۔ لشکر کو ترکر قنوج کی طرف بڑھا جو احمد خان کی علمداری میں تھا مگر شاہ عالم اور شجاع الدولہ مکن پور میں ایک بنگلہ اور باغ میں مقیم رہے۔ یہ باغ احمد خان کا تھا اور دارباڑی کے نام سے مشہور تھا جو مواضعات کہ مکن پور اور قنوج کے آس پاس تھے سب لوٹ لیے گئے۔ اخبار نویسوں نے احمد خان کو یہ خبر دے رکھی تھی کہ یہ فوج قطعاً گری کی غرض سے روانہ ہوئی ہے جب شجاع الدولہ مکن پور پہنچ گئے اور انھوں نے دریافت کیا کہ یہاں سے فرخ آباد تک پہنچنے میں کتنا عرصہ لگے گا تب اسکا حال کھلا۔ مجیدی کا راجہ گنگا سنگھ جو احمد خان کا بڑا دوست تھا اسوقت شجاع الدولہ کے ساتھ تھا اُس نے احمد خان کو اطلاع بھیجنے کا قصد کیا اور اپنے قاصد کو فقیر کا بھیس کر دیا اور خط اُسکے جوتے میں رکھا اور کہا کہ نواب احمد خان کسی مقام اور کسی حال میں ہو اُسکو یہ خط پہنچاؤ قاصد روانہ ہوا اور آدھی رات گزرے احمد خان کی ڈیوڑھی پر پہنچا اور مشرف خان داروغہ ڈیوڑھی کو اپنے آنے کی خبر دی اُس وقت نواب کھانا کھا کر سو رہا تھا اور کسی کو مجال جگانے کی نہ تھی آخر میان صاحب علی خان اندر گیا اور نواب کے پاؤں داب کر خط اُس کو دیا۔ قاصد کو ایک سو روپیہ انعام دیا بخشی بہ عجلت تمام طلب چوے انھوں نے کہا کہ نہایت قلیل فوج موجود ہے تب نواب نے حکم دیا کہ محرموں کو بلاؤ اور ہر عامل اور فوجدار کے نام پر اونچات جاری کرو

مین نے یہاں چند مہینے قیام کا ارادہ کیا ہے اور نواب احمد خان کا کوئی کام میری مدد سے نہ نکلا تو مین اس سے تنخواہ بھی نہ مانگوں گا بہت بہادر نے یہ خط شجاع علی خان چلیہ عرف میان علی بی کو دکھلایا اور اس نے شجاع الدولہ سے اسکا مذکور کر دیا شجاع الدولہ نے ایک خط غضب آمیز احمد خان کو تحریر کیا جسکا مضمون یہ تھا کہ ہمارے چور کو فوراً اپنے ملک سے نکال دو اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو حق دوستی کے خلاف ہو گا اور اس سے فتنہ بھڑک اٹھے گا۔ نواب احمد خان نے جواب لکھا کہ میں سوائے خدا کے کریم کے کسی سے نہیں ڈرتا جو کچھ آپ کے دلمین ہو سکیے مین نے امر اوگر کو خط بھیج کر نہیں بلایا تھا اور جب آگیا ہے تو جواب دینے کے کیا معنی شجاع الدولہ نے اس جواب پر بہت کچھ برنج کیا مگر چند مہینے تک اسکا کچھ حال نہ کھلا۔ اس عرصے میں احمد خان کے سرداروں نے امر اوگر سے کہا کہ تمھارا یہاں سے چلا جانا مناسب ہے۔ کیونکہ اگر کوئی بات بھی ہو جائیگی تو زمانہ یہی کہے گا کہ امر اوگر خاندان بنگلش کی تخریب کا باعث ہوا۔ امر اوگر نے انکی بات مان کر وہاں سے چلے جانے کا قصد کیا احمد خان نے کہا کہ اگر تشو شجاع الدولہ پیدا ہوں تو تمکو میرے ملک سے نہیں نکال سکتے لیکن اگر تمھارا اپنا ارادہ جانے کا ہے تو تمھارے پائون میں کسی نے زنجیر نہیں ڈالی ہے امر اوگر اگر اس کی طرف روانہ ہوا مگر تھوڑی دیر میں ایک ہی منزل گیا تھا کہ احمد خان نے نواب شجاع الدولہ کی چڑھائی کی خبر سنا کہ اسکو پھر بلا بھیجا شجاع الدولہ کو یہ خبر پونجی تھی کہ فرخ آباد میں فقط چار پانچ ہزار آدمی ہے اور باقی بیخ جا بجا پرگنجات پر مقیم ہے انھوں نے مشور کیا کہ میں ملک گہری پر جاتا ہوں یعنی جن جن زمینداروں نے زراعت لگزاری نہیں دیا ہے اسے وصول کرنے جاتا ہوں کچھ فوج دو آجے کی طرف بڑھی امداد شمس راہ مین ریاست فرخ آباد کے قصبہ ٹوسنی نگر کو جو دریا سے جناب پر

ضرر کا اندیشہ ہے احمد خان کو مدد دینے میں بسر گرمی تمام مستعد ہو گئے۔ انھوں نے
جو ابدیا کہ مجھے اسکی خبر پہلے ہی پہنچ چکی ہے اور اس واسطے حدود پر مقیم ہوں۔ سب طرح
سے شرکت کے واسطے حاضر ہوں مگر میری سپاہ کو تنخواہ نہیں ملی ہے اگر روپیہ ملے تو میں
نواب سید سعد اللہ خان اور دونوں خان وغیرہ کے ساتھ آ جاؤں گا اگر روپیہ نہ ہو سکے
تو میں اپنی ذاتی فرج سے حاضر ہوں۔ جب بخشی نے پہنچ کر نواب احمد خان سے اپنی
ملاقات کا حال بیان کیا تو اسنے بخشی مذکور کے ساتھ دو لاکھ روپے بھیج دیے اور
کہلا بھیجا کہ تم یہ اپنے صرف میں لاؤ اور اقرار کیا کہ جب نواب سید سعد اللہ خان وغیرہ
آ جاؤ گے تب اور بھی روپیہ دیا جائیگا۔ جس وقت روپیہ پہنچا اسوقت حافظ رحمت خان
اور نواب سیف فیض اللہ خان وغیرہ بلا توقف ایک لمحہ کے فرخ آباد کی طرف روانہ ہوئے اور
شیخ کبیر حاکم اٹا وہ کو بھی لکھ بھیجا کہ اپنی کل فرج لیکر فی الفور کالی ندی کی طرف روانہ ہو
اور خدا گنج کے نیچے مقام کرے۔ ان دنوں نواب سید سعد اللہ خان خلف نواب سید
علی محمد خان کی طبیعت علیل تھی۔ سل کے عارضے میں مدت سے مبتلا تھے خود تو نہ گئے
مگر اپنے بڑے بھائی نواب سیف فیض اللہ والی رام پور اور دونوں خان اور
بخشی سردار خان کو بھیجا۔ آرون صاحب کی تاریخ فرخ آباد سے نواب سید
سعد اللہ خان کا بھی جانا ثابت ہے بخشی فخر الدولہ نے حافظ رحمت خان کے پاس
سے واپس ہو کر کچھ گزرا تھا نواب احمد خان سے بیان کیا۔ اسکے بعد نواب احمد خان
نے غازی الدین خان عماد الملک کے نام خط لکھا اس میں مضمون کا روانہ کیا کہ اگر مدد دیجیے۔
وزیر مذکور اسوقت سوچ مل جاٹ کے ملک میں تھا۔ خط لکھا خواجہ خان عماد الملک کے
دکیل کے حوالے کیا گیا اور نواب نے وکیل مذکور سے یہ کہ دیا تھا کہ اگر سوچ مل کو

کہ فوراً بلا توقف فرخ آباد میں آکر حاضر ہوں اور بریلی۔ بدایون۔ بسولی۔
 اوجھیاٹی۔ اتر چھینڈی۔ آنولہ۔ رام پور۔ موگ۔ شمس آباد۔ عطائی پور۔ ملہر۔
 اور شاہجہان پور کے پٹھانوں سے بھی مدد طلب کی۔

اُس وقت حافظ رحمت خان والی بریلی اپنی حدود کے قریب پرگنہ جہاں آباد
 میں جواب ضلع شاہ جہان پور میں ہے مقیم تھے۔ نواب احمد خان نے بخشی فخر الدولہ
 کو انکے پاس بھیجا اور پٹھانوں کو بعض قزاقی سے بچانے کے واسطے مدد مانگی حافظ صاحب
 اس خوف سے کہ اگر احمد خان کو شکست ہوئی تو میرے اور دوندے خان کے
 علاقے کو جو میان دو آب میں واقع ہے یعنی اٹاودہ و شکوہ آباد و پھونڈ کو نہایت

۱۔ حافظ رحمت خان کی حکومت کا مقام تھا ۲۔ فتح خان غانسان نواب سید علی محمد خان کے ایک
 امیر بدایون میں رہتے تھے ۳۔ بسولی روٹ کیلکٹہ میں واقع ہے ابتدا میں ایک گاؤں تھا نواب دوندے خان
 کی سکونت کی وجہ سے ایک بڑا قصبہ ہو گیا۔ دوندے خان نواب سید علی محمد خان کے ایک سردار تھے ۴۔
 اوجھیاٹی ضلع بدایون میں واقع ہے بیان نواب سید عبداللہ خان سپہ سالار نواب سید علی محمد خان رہتے تھے ۵۔
 اتر چھینڈی میں کہ آنولہ سے مشرق کی طرف دو کوس پر ہے نواب سید عبداللہ خان خٹن نواب سید علی محمد خان رہتے
 تھے ۶۔ آنولہ نواب سید علی محمد خان کی دار الحکومت تھا بریلی کی کشتری میں واقع ہے ۷۔ رام پور نواب سید
 فیض اللہ خان خٹن نواب سید علی محمد خان کی حکومت کا مقام تھا ۸۔ موگ آباد کے ماتحت تھا اسکو شیخ خان
 سپہ سالار و خواجہ یازید عرف پیر دشن نے آباد کیا ہے ۹۔ شمس آباد ضلع فرخ آباد میں ہے۔ ۱۰۔ عطائی پور
 پرگنہ قائم گنج ضلع فرخ آباد میں ہے ۱۱۔ ملہر روٹ کیلکٹہ میں شاہجہان پور روٹ کیلکٹہ
 میں واقع ہے اسکو دلیر خان اور بہادر خان قنوج اور کالپی کے جاگیرداروں نے ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔

توپ خانہ باہر نکال کر درست کیا گیا۔ بعد ازاں یا قوت گنج ضلع فرخ آباد کے اُس پار بگاری ندی کے کنارے پر بھیج دیا اس مقام پر کل خیمے جو صفدر جنگ اور نول رائے کی بوٹ سے ہاتھ آئے تھے لگا دیے گئے۔ تب نواب احمد خان نے اپنی اور تمام معاونوں کی فوج ساتھ لیکر کوچ کیا ایک راستہ پر کھڑی فوج اپنے بخششی کے زیرِ حکم کر کے خود قلعہ کو واپس آیا۔ روشن خان و امراؤ کو یہ حکم ملا کہ پانچزار جوان ساتھ لیکر کالی ندی کے کنارے خدا گنج کے نیچے شیخ کبیر کے جاکر شریک ہوں۔ تھوڑے ہی عرصے میں شجاع الدولہ کن پور میں پہنچے اُنکا ایک خواجہ سرا فرخ آباد میں آیا اور لال مراد میں ٹھہرایا اُس حصہ ملک کا دعویٰ کرنے کے واسطے آیا تھا جس پر حال میں نواب احمد خان نے قبضہ کر لیا تھا۔ نواب نے اپنی چار پانچزار فوج اور دو ہیلون کے جملہ سرداروں کو مجتمع کر کے خواجہ سرا کو طلب کیا خواجہ سر نے ایک فرمان شاہی نکالا اور نواب احمد خان نے مہربان خان کے ہاتھ میں دیا جس نے اُسکو آباد ازبند پڑھا نواب نے اُسکا جواب شجاع الدولہ کو بڑے غیظ و غضب سے لکھا۔ چونکہ سردارانِ روہیلہ شجاع الدولہ سے رسل و رسائل جاری رکھتے تھے اور اُنکی دوستی کا دم بھرتے تھے اور اُن کو یہ گمان تھا کہ روہیلے ہمارے طرفدار ہیں شجاع الدولہ نے ان سرداروں کی تحریروں کے اعتماد پر دوسری مرتبہ اپنے سائے سالار جنگ کو مدراج گفتگو کے طے کرنے کے لیے پٹھانوں کے لشکر میں بھیج دیا سالار جنگ نے شجاع الدولہ کا پیام بیان کیا پٹھانوں نے اُسکا نامناسب جواب دیا جوابِ سُکر سالار جنگ نے چاہا کہ واپس چلا جاؤں روہیلوں کی ایک جماعت نے دوندے خان کے اشارے سے سالار جنگ کے ڈیرے کو گھیر لیا۔ شجاع الدولہ سمجھ گئے

اسکا حال معلوم ہو اور وہ سوال کرے کہ مجھے کیوں نہ طلب کیا تو اسکا جواب یہ دینا چاہیے کہ سابق میں تم نے حق ہمسائیگی ادا نہ کیا ورنہ تم صفدر جنگ کے شریک نہوتے۔ اسلئے مناسب تو یہ ہے کہ صفدر جنگ کے بیٹے شجاع الدولہ کی جا کر مدد کرو مجھے تمھاری مدد کی چنداں ضرورت نہیں ہے اگر خدا چاہے گا تو میں شجاع الدولہ کی بھی ویسی ہی خدمت کروں گا جیسی صفدر جنگ کی کی تھی۔ جب خواجہ خان ڈیگ میں پہونچا اور خریطہ عماد الملک کو دیا عماد الملک نے فوراً سوچ مل کو طلب کیا اور اُس سے کُل حال بیان کر کے کہا کہ مجھے احمد خان کی مدد کو جانا ضرور ہے راجہ نے پوچھا مجھے کس واسطے نہ بلایا تب خواجہ خان نے لفظ بہ لفظ نواب کا پیغام اُس سے کہ دیا۔ راجہ نے کہا جو کچھ نواب نے کہا سچ ہے مگر مضلہ مضلہ اپن بے مانگے مدد دیتا ہوں اور تین ہزار سوار حسرت و چالاک روانہ کر رہا ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ وہ جا کر کول میں مقیم ہوں اگر شجاع الدولہ آگے بڑھیں تو وہ کوچ در کوچ چلکر احمد خان کے شریک ہو جائیں۔ علاوہ ازیں چند ہزار سوار عماد الملک کے ہمراہ روانہ کر دینا یہ سب روانہ ہوئے۔ جب عماد الملک شہر فرخ آباد کے قریب پہونچا تو احمد خان اُسکے استقبال کو گیا اور اُسکو خیمہ حیات باغ میں لگیا۔ بجواب پر دیا تھا احمد خان فوجیں دور و نزدیک سے شہر فرخ آباد میں آنا شروع ہوئیں اور مع افغانا شاہجہاںپور و شاہ آباد ضلع ہر دوئی وغیرہ کے کُل قسین چالیس ہزار فوج مجتمع ہوئی تھی۔ جب حافظ رحمت خان آئے اُنکا خیمہ فتح گڑھ کے قلعہ میں استادہ ہوا۔ تو وفاقار گڑھ کے نیچے شہر کے پاس ایک پل کشیوں کا تیار ہوا۔ اور نواب سید فیض اللہ خان۔ ملا سردار خان اور دوندے خان مع فوج اُسکے ذریعہ سے اُتر آئے۔

اور چونکہ کوئی انھیں ہمہ تصور نہیں کرتا اس باعث سے وہ عداوت رکھتے ہیں۔ اس
 عرضداشت میں احمد خان نے اُن لوگوں کی اُس سازش کا بھی مذکور کیا جو انھوں نے
 احمد شاہ درانی کو نواب احمد خان سے ناراض کرنے کے لیے کی تھی۔ بعد ازاں اُس نے انصاف
 چاہا تھا کہ شہنشاہ خود امور متذکرہ بالا پر توجہ مبذول فرمائیں اور تھوڑی دور اس
 مقام سے کسی طرف نہضت فرمائیں تاکہ ہم متخاصمین میدان جنگ میں باہم تصفیہ
 کر لیں۔ جو باقی رہے ملازمت غلامان حضور سے شرف اندوز ہو۔ یہ عرضداشت
 محتاب خان کے ہاتھ ارسال ہوئی اکیسوا آدمی اُسکی جلو میں جانے کے لیے متعین
 کیے گئے تھے اور نواب احمد خان نے اُس سے یہ بھی تاکید کر دی تھی کہ اگر تین
 روز میں جواب ملے تو بہتر ورنہ بلا حصول نہضت وہاں سے چلا آئے۔ محتاب خان
 وہاں پہونچ کر خدمت شاہی میں باریاب ہوا۔ منشی نے آواز بلند عرضداشت لفظ بلفظ
 پڑھ کر سنائی۔ سُکر بادشاہ نے محتاب خان کو خست کیا اور شجاع الدولہ کو طلب فرمایا
 وزیر کی یہ رائے ہوئی کہ اُسکا جواب نہ دینا چاہیے۔ خاموشی بہتر جواب ہے محتاب خان
 نے دو روز انتظار کیا جب کچھ جواب نہ ملا تو بلا اجازت وہاں سے چلا آیا اور فرخ آباد
 میں پہونچ کر کُل حال بیان کیا دوسرے روز نواب احمد خان اور عماد الملک نے
 باہم مشورہ کیا عماد الملک کی یہ صلاح ہوئی کہ بلا توقف بڑھنا چاہیے اُسوقت یہ خبر
 پہونچی کہ نجیب الدولہ نجی گنج میں آ پہونچے ہیں۔ نجی گنج چھوٹا سا قصبہ ماہین پور
 و جھیرامو کے فرخ آباد سے ۸ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ نجیب الدولہ جو دلی
 میں تھے براہ سکیٹ بمب دو آب کی طرف برسم یلغا کھیتی جلاتے اور موہنات کو سمار
 کرتے ہوئے بڑھے۔ نجیب الدولہ شجاع الدولہ کے پگڑی بدل بھائی تھے۔ نواب احمد خان نے

کہ سالار جنگ کو قید کر لیا ہے۔ عداوۃ الملک نے اُس وقت پٹھانوں کو یہ صلاح دی کہ تین پر حملہ کرنا چاہیے مگر نواب نے پیشہ سستی کرنے سے عذر کیا اور کہا کہ اگر اول حملہ میری جانب سے ہوگا تو چونکہ بادشاہ اس وقت شجاع الدولہ کے شریک ہیں لوگ یہی کہیں گے کہ اُس نے بادشاہ پر خروج کیا اور بڑا کورنمک ہے اس لیے مناسب وقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کو شکایت لکھ بھیجیں دیکھیں کیا جواب آتا ہے جیسا کچھ جواب دینگے ویسی کارروائی کی جائے گی ایک عرضداشت تیار ہوئی جس کا مضمون یہ تھا کہ غلام سلطنت کا نمکوار قدیم ہے۔ شجاع الدولہ نے کمترین سے ناحق عداوت پیدا کر لی ہے۔ شجاع الدولہ نے جو غلام کے گلال باڑی تیار کرنے اور ہاتھی لانے اور بے اجازت پالکی میں سوار ہونے کی شکایت حضور میں کی ہے شجاع الدولہ سے ان کُل شکایات کا جواب طلب فرمایا جائے۔ اگر مست ہاتھی زنجیر توڑ کر جنگل کو بھاگ جائیں اور وہاں جا کر لڑیں تو اس میں کس کا قصور ہے۔ گلال باڑی کی نسبت عرض یہ ہے کہ محض غلط فہمی ہے۔ پٹھان چونکہ قاعدہ ادب و آداب سے واقف نہیں ہیں اس لیے چند لکڑیاں کھڑی کر لی ہیں وہاں ان کو قطار سے کھڑا کر کے قاعدہ سلام وغیرہ کا سکھایا جاتا ہے اور پالکی اس عاجز کو خود حضرت خلد مکان عالمگیر ثانی نے عطا کی ہے جس زمانے میں کہ غلام کو بخشی سلطنت مقرر فرمایا تھا اور شجاع الدولہ خاکسار سے اس باعث سے ناخوش ہیں کہ احمد شاہ درانی نے کمترین کو اور جہان خان کو شجاع الدولہ کے حاضر کرنے کے واسطے مقرر فرمایا تھا شجاع الدولہ کو حاضر ہونا منظور نہ تھا مگر مجبوری جانا پڑا اور ہم دونوں بیاعت حکم سخت کے مجبور تھے اُس وقت سے شجاع الدولہ کمترین سے رنج رکھتے ہیں۔ نجیب الدولہ جو کہ سابق میں کمترین کے باپ کے ملازم تھے اب اس قدر بڑھے ہیں کہ دعویٰ ہم ساری کار کرتے ہیں

اور اس شرط پر کہ امراؤ کو فرخ آباد سے رخصت کر دیا جائے اور سالار جنگ کو یہاں آپ کے پاس پہنچا دیا جائے احمد خان سے صلح قرار دون نواب شجاع الدولہ نے منظور کر لیا۔ دو تین روز کے بعد نجیب الدولہ فرخ آباد کی طرف بڑھے یہ سن کر شیخ کبیر نے انھیں پیغام بھیجا کہ خبردار آگے نہ بڑھنا کل میں تمھاری کچھ ملاقات کرنے والا ہوں نجیب الدولہ نے جواب دیا کہ میں اٹنے نہیں آیا ہوں میں صرف حافظ رحمت خان سے ملاقات کرنے آیا ہوں۔ شیخ کبیر نے جواب دیا کہ اس صورت میں اجازت ہے مگر بے فوج جاؤ نجیب الدولہ اپنی فوج چھوڑ کر آگے بڑھے اور کالی ندی اُتر کر اپنے خیمے کھڑے کرائے دوسرے روز پھر روانہ ہوئے۔ جب وہ فخر الدولہ کے لشکر کے قریب پہنچے تو انھوں نے بخشی منکرو کو ہاتھی پر سوار دیکھا اور اُسکی تمام فوج صف باندھے ہوئے آمادہ جنگ تھی نجیب الدولہ انکو دیکھتے ہوئے گزر گئے انکو معلوم ہوا کہ سپاہ ہیشمار تھی اور اس میں خود انکی فوج کی نسبت زائد سردار فیل نشین تھے نجیب الدولہ نے سلام علیک کی مگر کسی نے اُسکا جواب نہ دیا۔ بڑھ کر نجیب الدولہ کشتیوں کے پُل سے دریاے گنگا پار ہوئے اور نواب سید سعد اللہ خان اور فتح خان اور ملا سردار خان اور حافظ رحمت خان اور دوندے خان سے ملاقات کی۔ نجیب الدولہ کے سردار دوندے خان نے انکو ملامت کی کہ قوم پٹھان کے برخلاف تم نے شجاع الدولہ کی رفاقت اختیار کی اسکا انھوں نے یہ جواب دیا کہ جب مرہٹوں نے سکرتال میں مجھ پر حملہ کیا تھا اسوقت شجاع الدولہ نے بڑے نازک حال میں میری مدد کی تھی۔ پھر دوندے خان سے نجیب الدولہ نے ترشروٹی کے ساتھ کہا کہ تم نے سالار جنگ کو کیوں قید کر لیا ہے۔ نجیب الدولہ نے حافظ رحمت خان سے کہا کہ اگر وہ پہلے نواب احمد خان کی مدد سے کناراہ کشتی کریں تو بعد فتح ان کو

اڑھائی سو خان کھانے کے ایک سو پچیس کھارون پر بھرا ہی شاہ محمد خان جامعہ دار و
گلشیر خان سوٹے والے کے بھیجے اور پیام دیا کہ کھانا تو نجیب الدولہ کے خراج کی واسطے
ہے اور ملک انکی سپاہ کے صرف کے لیے ہے کیونکہ بجائی بجائیوں میں تکلف نہیں ہوا
کرتا ہے۔ نجیب الدولہ نے غصے ہو کر کہا کہ کھانا یہاں سے اٹھاؤ اور اسپر اپنے
نواب کا فاتحہ پڑھو۔ کہتے ہیں کہ مقام نبی گنج میں چھ ہزار پٹھان سواروں نے
نجیب الدولہ کی نوکری چھوڑ دی۔ نواب احمد خان نے انکی بڑی خاطر و مدارات کی
خلعت دیے اور روزانہ کھانا مقرر کر دیا۔ دوسرے روز نجیب الدولہ وہاں سے کوچ
کر کے کالی ندی کے کنارے خدا گنج میں شیخ کبیر و راجہ امر اوگر و روشن خان سے
ایک میل کے فاصلے پر خیمہ زن ہوئے۔ نجیب الدولہ نے شیخ کبیر کو پیغام بھیجا کہ میں
تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے جواب دیا کہ میری تمھاری دشمنی
بدست ملاقات ہوگی۔ شجاع الدولہ کی مدد کو آئے ہو اور تمہیں ملاقات کی تمنا رکھتے ہو
دوسرے روز نجیب الدولہ بغیر ملاقات کیے ہوئے وہاں سے روانہ ہوئے اور قنوج میں
پہونچے۔ شجاع الدولہ نجیب الدولہ کو بادشاہ کے حضور میں لگئے اور تدا بیر کے دفتر
کھلے۔ نجیب الدولہ نے وزیر سے کہا کہ افسوس ہے کہ تمھاری تاخیر سے احمد خان کو
موقع تیاری کا ملگیا اور اسنے فوج مجتمع کر لی۔ اور کہنے لگے کہ اگر لڑائی نہیں جاری کی تو
پہلے میں میدان میں جاؤنگا مگر مجھے اندیشہ ہے کہ میرے پٹھان روہیلوں سے دل سے
نہ لڑینگے اور بالفرض لڑائی شروع بھی کر دی تو چونکہ آپ کا قدم درمیان میں ہے قوم و
و مذہب کے تحالف کی وجہ سے جو آپ میں اور ان میں موجود ہے دیدہ و نہایت تصور کرینگے
اگر آپ کی مرضی ہو تو سرداران روہیل کھنڈ کو لعنت ملامت کر کے راہ رست پرے آؤں

افغان صلح منظور کرتے ہیں ورنہ انکو کسی حال میں صلح منظور نہ تھی آپ کو لازم ہے کہ وزیر کو کہیے کہ فی الفور ٹیچانوں کی حدود سے چلے جائیں۔ نجیب الدولہ نے کہا کہ تم خود چل کر شجاع الدولہ کو واپس جانے کی ترغیب دو حافظ صاحب نے جو بدیا کہیں نواب احمد خان کا حلیف ہوں بلا اجازت نواب کے کیسے جاسکتا ہوں۔ اُس نے نواب سید سعد اللہ خان کی کُل فوج کی مدد حاصل کی ہے اور اُس کے کُل اخراجات اپنے خزانے سے ادا کیے ہیں اور آج کی تاریخ تک سات لاکھ روپیہ دیا ہے خیرین کل احمد خان کے پاس جاؤنگا اور اُس سے اجازت حاصل کرونگا۔ احمد خان نے کچھ تعرض نہ کیا دوسرے روز حافظ رحمت خان اور نجیب الدولہ روانہ ہوئے اور سالار کو اپنے ساتھ لیتے گئے اول خدمت میں بادشاہ کی حاضر ہوئے۔ پھر شجاع الدولہ کے پاس گئے اور اُسے کہا کہ تم کو لازم ہے کہ مشرق کی طرف واپس جاؤ۔ غرض کہ شجاع الدولہ اور بادشاہ نے مشرق کو کوچ کیا اور واپس گئے اور حافظ رحمت خان اپنے لشکر گاہ کو واپس آئے دوسرے روز نواب سید سعد اللہ خان اور نواب سید فیض اللہ خان اور دوسرے سرداران روہیلہ بھی نواب احمد خان سے رخصت ہو گئے۔ یہ بیان آرون صاحب کی تاریخ فوج آباد کے مطابق ہے۔ لیکن فوج بخش میں شیو پرشاد کہتا ہے کہ نواب سید سعد اللہ خان علالت کی وجہ سے بدایون سے آگے نہیں بڑھے تھے اور معاملہ صلح بھی دوسری طرح اس کتاب میں مذکور ہے وہ یہ کہ جب نواب سید سعد اللہ خان کو یہ خبر پہنچی کہ بغیر لڑائی اور کشت و خون ہوئے طرفین نہیں رکنے کے تو صلح کرانے کے لیے خود سوار ہو کر روانہ ہوئے آنولے سے چل کر بدایون پہنچے تھے کہ حالت بگڑنے لگی بدایون سے شجاع الدولہ کو تحریر کیا کہ باہم لڑنا خوب نہیں مناسب یہ ہے کہ جنگ ٹال دی جائے اور اپنے ملک کو لوٹ جاؤ

جنگش کا ایک ثلث ملک مرحمت ہو گا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بات خوش شجاع الدولہ نے
 بھی حافظ رحمت خان کو تحریر کی تھی مگر حافظ رحمت خان نے جواب دیا
 کہ میں اپنے دوست نواب احمد خان کا ساتھ نہ چھوڑوں گا آخر تصفیہ اس پر
 ٹھہرا کہ شجاع الدولہ اور احمد خان میں صلح ہو جانی چاہیے اس شرط پر کہ احمد خان
 امر آؤ گے کو اپنے ہائے علیحدہ کر دے اور نجیب الدولہ سالار جنگ کو اپنے ساتھ شجاع الدولہ
 کے پاس لیجا میں حافظ رحمت خان نے اقرار کیا کہ کل میں نواب احمد خان کی ملاقات
 کو جاؤنگا جب حافظ صاحب نواب کے پاس پہنچے تو انھوں نے اسکو اس خوشخبری
 کی مبارکباد دی نواب نے پوچھا کہ یہ مبارکباد کیسی ہے حافظ صاحب نے جواب دیا
 کہ ہمیں یہ جنگ فتح نصیب ہوئی ہماری تیاریوں سے شجاع الدولہ نے خوف
 کھا کر نجیب الدولہ کو نواب سید سعد اللہ خان کے پاس صلح کی غرض سے بھیجا ہے۔
 احمد خان نے جواب دیا کہ جو کچھ تمھاری رائے ہوگی میں تو اس پر رضامند ہوں مگر اس باب
 میں عہد الملک سے مشورہ لینا ضرور ہے چنانچہ وہ سب غازی الدین کے لشکر میں گئے
 اُس نے کہا کہ شجاع الدولہ امید کامیابی کی نہ دیکھ کر اہل صلح ہوئے ہیں یہ خیال رکھنا
 چاہیے کہ جب کبھی موقع ملے ان کے نزدیک نقص عہد کوئی بات نہیں ہے حافظ رحمت خان
 نے کہا کہ یہ بالکل صحیح ہے مگر ایسا اتفاق ہوگا تو انکو جیسی اس وقت سزا دی جاسکتی ہے
 اس وقت میں بھی ممکن ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ صلح مبارک ہے تب
 عہد الملک نے کہا کہ اگر تمھاری یہی رائے ہے تو مجھے بھی اتفاق ہے۔
 اب معاملہ صلح کا یوں طے ہوا کہ جو کچھ طے پایا تھا حافظ رحمت خان نے اسکی
 اطلاع نجیب الدولہ کو دی اور کہا کہ صرف بادشاہ سلامت کے موجود ہونے کے سبب سے

تو میر قاسم عالیجاہ نے شجاع الدولہ سے مدد حاصل کرنے کا ارادہ کیا جب اُس نے اپنے سرداروں سے اس بارے میں مشورہ کیا تو مرزا نجف خان نے جو شجاع الدولہ کے مزاج اور رویہ سے واقف تھا اُنکے پاس جانے کی صلاح نہ دی اور کہا کہ اُدھر نہ جائیے بلکہ خود بدولت متعلقین کے قلعہ رہتاس میں رہیے اور انگریزوں کی ہم میرے سپرد کیجیے کہ فوج منتخب کر کے انگریزوں سے جنگ کروں اور اُنکو آرام و فرصت کی مجال نہ دوں عالیجاہ نے آپ وہو اے رہتاس کی ناموافقت اور دوسرے وجہ سے اس مشورے کو ناپسند کیا مرزا نجف خان نے کہا کہ اگر کسی سے مدد لینا منظور ہے تو براہ بند لیکنڈ عادم وکن ہو جیے اور مرہٹوں سے مدد طلب کیجیے عالیجاہ دوری راہ اور اپنی جنیت اور اُنکی بد مزاجی اور ٹٹیرے پن کی وجہ سے اس مشورے پر بھی رضا مند نہوا بادشاہ اور شجاع الدولہ سے رجوع بہتر سمجھا۔ ایک دن صبح کو ڈیڑھ لاکھ روپے نقد اور پانچ یا تھی مرزا نجف خان کو جو شجاع الدولہ کے پاس جانے پر رضی نہ تھا دیکر رخصت کیا اور خود انگریزوں کے تعاقب کے خوف سے دریائے کرم ناسہ پر نزل گزین ہوا شجاع الدولہ اُن دنوں بند لیکنڈ کے بندوبست میں سرگرم تھے کہ میر قاسم نے میر سلیمان کو برسم رسالت اُنکے پاس بھیجا اُس نے یہاں آکر راجہ بینی بہادر اور علی بیگ خان اور مرزا بہلول سے جو ایام طفلی سے وزیر کا اتالیق تھا مع دیگر علمہ دارکان دولت کے ربط پیدا کیا اور اُنکو بہت کچھ مال دیکر وسیلہ مستحکم کر کے دجوتی کی تحریک لیکر عالیجاہ کے پاس واپس ہوا اور اُسکے پہنچنے کے قبل مرزا شمس الدین بھی وزیر کی تحریک نہایت عطاقت اور استمالت کے ساتھ تھی اور اُس میں قرآن کی قسم بھی تھی لیگیا تھا چونکہ بادشاہ اور شجاع الدولہ الہ آباد میں بند لیکنڈ کے انتظام میں مصروف تھے

شجاع الدولہ نے جواب میں لکھا کہ میں آپ کی رائے سے باہر نہیں ہوں مگر دوند خان کو پہلے یہاں بھیج دینا چاہیے نواب سید سعد اللہ خان نے سکرات کی حالت میں دوند خان کو لکھا بلکہ غلام ہول خان کے بیٹے اور منشی سیٹھ مول کو بھی دوند خان کے پاس پیام دیکر بھیجا کہ نواب شجاع الدولہ کے پاس جا کر نزاع باہمی کو مٹا دیں دوند خان اس تحریر کے بموجب دوسرے سرداران روہیلہ سے رائے لیکر دریائے گنگا کے ساحل سے کچ کر کے شجاع الدولہ کے پاس قنوج میں پہنچے نواب شجاع الدولہ نے تین چار کوس سے استقبال کیا دوند خان نے بادشاہ کی ملازمت بھی حاصل کی اور بادشاہ اور شجاع الدولہ کا دل احمد خان کی طرف سے صاف کرنے میں بہت کوشش کی بادشاہ مع شجاع الدولہ کے قنوج سے چلے گئے حافظ رحمت خان نے اپنے بیٹے عنایت خان کو شجاع الدولہ کے ہمراہ کر دیا اور یہ کہہ دیا کہ بقدر تھانے احمد خان کے ملک کے شجاع الدولہ کے آنے کی وجہ سے اٹھ گئے ہیں وہ بٹھا دیے جائیں۔ عنایت خان ملک کے تھانے بٹھانا ہوا شجاع الدولہ کے ساتھ لکھنؤ کو گیا اور وہاں سے واپس ہوا۔

شجاع الدولہ کا میر قاسم علیجاہ والی بنگالہ کا مردگار ہو کر انگریزوں پر جڑھائی کرنا

جبکہ اواخر ۱۷۸۷ء میں انگریزوں اور نواب قاسم علی خان علیجاہ والی بنگالہ میں کہ درت پیدا ہو گئی اور لڑائیوں میں اُسکو بے دریغ شکستیں دیکر اللہ بھری میں انگریزوں نے عظیم آباد کو فتح کر لیا۔ اور میر قاسم علیجاہ کی جگہ میر جعفر خان کو نشین کیا۔

بلکہ غلام انشان بن شاہ عالم بہادر شاہ بن اورنگ زیب عالمگیر اپنے دادا کے عہد سے بٹھا کر تھانے اس شہر کا نام غلام آباد رکھا۔
فرستادہ ۱۷۸۷ء

وزیر کو توقع تھی کہ عالیجاہ کی امداد کے بہانے سے وہ خود بنگالے بہ قاض
 ہو جائینگے۔ چند روز میں عالیجاہ نے علی ابراہیم خان کی معرفت کنگن کی ایک جوڑی
 جولا کھون روپے کی قیمت رکھتی تھی شجاع الدولہ کی مان کے پاس بھیجی اور اسکو اپنی
 مان بنایا شجاع الدولہ کو بندہ لکھنڈ کے معاملے کا تصفیہ مد نظر تھا اور بعض پرگنات
 الہ آباد کی تحصیل مالگنداری منظور تھی۔ راجہ بینی بہادر کو پیشتر بھیجکر منتظر حصول
 مراد تھے مگر بندیلے مطیع نہوتے تھے اسلئے زیادہ عرصے تک اس طرف رہنے کا خیال
 تھا اور عالیجاہ کو بنگالے کی طرف وزیر کے کوچ کرنے کی جلدی تھی وہ چاہتا تھا
 کہ انگریزوں کو قدم جالینے کی فرصت نہ ملے جب میر قاسم نے وزیر سے جلد اُدھر کو
 کوچ کرنے کی خواہش کی تو اُنھوں نے یہی عذر بیان کیا۔ عالیجاہ نے کہا کہ اگر
 صرف اسبوجہ سے انتظار ہے تو مجھے فرمائیے میں جا کر بندیلوں کو مسخر کر لوں گا
 وزیر نے قبول کر کے رخصت فرمایا۔ عالیجاہ جبنا اتر کر ملک بندہ لکھنڈ میں داخل
 ہوا اُسکا توپچا نہ انگریزی طرز پر تھا اور فوج تو اعداد ان سہراہ تھی بینی بہادر سے
 پیشتر ہو چکر ایک قلعہ فتح کر لیا اور ایک دوسرے مضبوط قلعہ کے پاس جا پہنچا۔
 بندیلوں نے عالیجاہ کی فوج کی ترتیب ہندوستانی فوجوں کے خلاف دیکھی اسلئے
 ندر واجہی کے ادا کرنے پر راضی ہوئے اور مرزا نجف خان کے ذریعہ سے جو کم نام
 کے مقام سے رخصت ہو کر راجہ بندیلہ کے پاس چلا گیا تھا معاملے کا تصفیہ ہو گیا
 اور حصول زیر خراج سے اطمینان حاصل ہوا۔ عالیجاہ اس مہم سے فرصت پا کر
 لشکر وزیر سے ملحق ہوا۔ اب سفر شرقی کا ارادہ مصمم ہوا۔ شجاع الدولہ نے حافظ
 رحمت خان کو اس مضمون کا خط لکھا کہ ان دنوں انگریزوں نے قاسم علیخان

عالیجاہ بھی حسب الطلب اُدھر ہی کو روانہ ہوا جبکہ عالیجاہ وزیر کے لشکر کے قریب ایسے مقام پر پہنچا کہ تین کوس کا فاصلہ تھا تو شجاع الدولہ دس بارہ ہزار سوار لے کر استقبال کو گئے عالیجاہ کو جبکہ وزیر کے آنے کا حال معلوم ہوا تو اپنی پلٹنوں کو آراستہ کر کے سراپہ دے کے دروازے سے دوڑ نکد دورویہ کھڑا کیا۔ اور ایک عالیشان خیمہ استادہ کرایا۔ عالیجاہ کے سردار اور عمائد بھی عمدہ لباس پہن کر حاضر تھے جب وزیر پہنچے تو دروازے تک استقبال کیا۔ حسب ضابطہ ہندوستان سلام ہوا۔ باہم معافقہ کیا اور ایک مسند پر بیٹھے۔ شجاع الدولہ نے عالیجاہ کو بہت تسلی دی اور کہا کہ میں اپنے ہمراہ لیجا کر آپ کا سلام بادشاہ سے کراؤں گا۔ عالیجاہ نے عمدہ عمدہ قسم کے کپڑوں کی کینٹ کشنیاں اور بہت سا جوہر اور ہاتھی بطور تحفے کے دیے۔ پھر وزیر اپنے ہمراہ بادشاہ کی ملازمت کے لیے عالیجاہ کو لیکے اور خاص اپنے ہاتھی پر اپنے ساتھ بٹھایا بادشاہ کی ملازمت سے مستفید ہو کر دونوں نواب اپنے اپنے لشکروں میں چلے گئے۔ دوسرے روز عالیجاہ وزیر کی باز دید کو روانہ ہوا انھوں نے بھی مخلصیہ ملازمتوں کو حکم دیا تھا کہ بانا قی لباس پہنکر اور بند و قین ہاتھ میں لیکر دستہ دستہ سرد ورازہ سے لیکر جہان تک گنجائش ہو کھڑے ہوں۔ حسب الحکم تعمیل ہوئی اور ارکان دولت بھی اپنی اپنی خدمت پر حاضر تھے۔ جب عالیجاہ سراپہ دہ وزیر میں داخل ہوا وزیر نے لب و لہجہ تک استقبال کیا اور عالیجاہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی مسند پر برابر بٹھایا۔ اور نہایت اخفاق کے ساتھ فرمایا کہ صوبیات بنگالہ اور عظیم آباد انگریزوں کے ہاتھ سے نکال کر تمہارے حوالے کروں گا۔

لیا گیا۔ اس کے سین میں ایک تان کی فوج تھی۔ ایک پٹھان نے اس کی فوج کی اور اس کو اپنے ڈیرے پر لیے جاتا تھا شجاع الدولہ کی فوج کے نانگوں نے اس پٹھان پر حملہ کیا اس کا گھوڑا زخمی ہوا۔ یہ خبر سنکر دوسرے پٹھان مدد کو پہنچ گئے اور اس پٹھان کو بچا لیا۔ عنایت خان نے اپنی فوج کے پٹھانوں کو حکم دیا کہ نانگے کو جہان پاؤ مار ڈالو چنانچہ دوسرے روز صبح کے وقت پٹھانوں کا ایک گانوں پر گزر رہا جب کو تین سو نانگے محاصرہ کیے ہوئے لوٹ رہے تھے پٹھان ان نانگوں کے قتل پر پل پڑے نانگے بھی مقابلہ کرنے لگے اور آخر کار مغلوب ہو کر بھاگ نکلے اس موقع پر اڑھائی سو نانگے کام آئے پٹھانوں کی طرف سے صرف دو آدمی مارے گئے جیسا کہ گل حیات میں مذکور ہے اور اخبار حسن میں کہا ہے کہ پچاس پٹھان مارے گئے تھے اور بارہ مجروح ہوئے۔ جب اس واقعہ کی خبر راجہ بینی بہادر کو ہوئی جو شجاع الدولہ کے لشکر کا مالہام تھا تو وہ اسی وقت سوار ہو کر عنایت خان کے ڈیرے پر آیا اور معذرت کرنے لگا دوسرے روز شجاع الدولہ ہمت گر اور امر اوگر کو جو گوشتائیوں اور نانگوں کے سردار تھے اپنے ہمراہ لیکر عنایت خان کے ڈیرے پر گئے اور صفائی کرادی اور یہ قرار پایا کہ آئندہ سے نانگے پٹھانوں کے لشکر سے ایک منزل پیچھے رہیں۔ نانگا گوشتائیوں کا فرقہ ہے جو ہر ہند رہتے ہیں یہاں تک کہ ستر عورت بھی نہیں کرتے اسی لیے نانگا کہلاتے ہیں اور انہی جانوں کو فرقے ہندو میں شمار کرتے ہیں اور سپاہ گہری کا پیشہ کرتے ہیں۔ بارہ ہزار نانگے شجاع الدولہ کے لشکر میں قزاقی کے لیے جمع تھے۔

ماہ رمضان ۱۱۷۱ھ ہجری کے وسط میں شجاع الدولہ اور شاہ عالم بادشاہ اور میر تقی سم علی عالیجاہ بنارس میں داخل ہوئے اس مقام میں راجہ بلونت سنگھ زمیندار

صوبہ دار بنگالہ کو شکست دیکر اُسکے تمام ملک پر قبضہ کر لیا ہے اور قائم علیخان امراؤ کی امید پر ہمارے پاس آیا ہے چونکہ ہمارا آپ کا معاملہ واحد ہے اسلئے آپ ایک عمدہ فوج ہماری کمک کے لیے بھیجیں جب کئی خط اس مضمون کے لئے تھوڑا سا صاحب نے عنایت خان کو چھ ہزار فوج کے ساتھ جیسا کہ گلستان رحمت میں مذکور ہے اور قبول مولف سیر المتاخرین میں ہزار فوج کے ساتھ اور عماد السعادت کی روایت کے مطابق پانچ ہزار سپاہ کے ساتھ روانہ کیا اور تنقیح الاخبار کے مولف نے غلطی سے یہ لکھ دیا ہے کہ چونکہ عنایت خان دو تین ہزار سوار اور اسی قدر پیادوں کے ساتھ اپنے باپ سے روٹھ کر شجاع الدولہ کے پاس پہلے سے چلا گیا تھا اسلئے وہ بھی شجاع الدولہ کا شریک ہوا۔

شجاع الدولہ ابھی تک الہ آباد میں تھے جب عنایت خان الہ آباد کے قریب پہونچا تو شجاع الدولہ نے راجہ بیٹی بہادر کو استقبال کے لیے بھیجا اور خود بھی سوار ہو کر دو کوس پر پیشوائی کی اور عنایت خان کو اپنے ہمراہ الہ آباد کو لے گئے۔ دوسرے روز تمام فوجیں بنارس کی طرف چلیں۔ سیر المتاخرین کا مصنف کہتا ہے کہ شجاع الدولہ کے ساتھ آدمیوں کا اتنا ہجوم تھا کہ جہاں تک نظر کام کرتی تھی آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے مگر افسروں کی بے خبری اور ربط و ضبط نہ ہونے کی وجہ سے بڑی اتبری تھی۔ عین لشکر میں ایک دوسرے کو قتل کرتا اور سب اب لوٹ لیتا تھا کوئی کسی کا خبر گیر نہ تھا اور جو کوئی ذرا بھی لشکر سے الگ ہوتا تو وہ لٹ جاتا بلکہ جان سے بھی جاتا۔

شجاع الدولہ کے ساتھ اس وقت ہمت گر اور امراؤ گرو دونوں کا ہونا گل رحمت سے معلوم ہوتا ہے حالانکہ علامہ مین امراؤ گر شجاع الدولہ کی ایک آشنا طوائف کو لے بھاگا تھا۔ پھر نہیں معلوم کس تقریب سے نواب نے اُسکا تصور محانت کر کے اپنے پاس

یہ حال تھا کہ اسکی خدمت گزاری پر کچھ اعتبار نہ تھا اُن میں بغاوت کی بو آتی تھی اُن میں سے سپاہی بھاگ بھاگ کر دشمنوں سے جا کر ملتے تھے اس آتش بغاوت کے مشتعل ہونے کا سبب یہ تھا کہ مو شیر لاک ایک فرانسسی جماعت سمیت انگریزوں کی رفاقت اور ملازمت میں تھا۔ میر جعفر نے میر قاسم سے لڑنے کے لیے اُسے وعدہ انعام کیا تھا اُسے بعد فتح کے انعام کا زرمو عود نہ دیا اس پر مو شیر لاک کا کچھ انگریزوں سے بگاڑ ہو گیا وہ اپنے سوسو اسوا دمیون کو لیکر انگریزوں سے جدا ہو گیا۔ اور وزیر کے پاس پہنچ کر اُن کا نوکر ہو گیا۔ انگریزی لشکر کی اسی ہوا بگڑی کہ ہندوستانی سپاہیوں نے بھی لڑائیوں میں سخت محنت کرنے اور شجاعت دکھانے کا انعام مانگا کچھ روپیہ انکو دیا گیا اس سے کچھ سپاہ کی ناراضی کم ہوئی غرض ایک طرف یہ ناراضی سپاہ کی تھی اور دوسری طرف غلے کی قلت تھی۔ میر جعفر کی مرضی لڑائی کی نہ تھی یہ سب باتیں اسی جمع ہو گئی تھیں کہ انگریزوں نے آگے بڑھ کر دشمن سے لڑنے کا ارادہ چھوڑ دیا اور لشکر آگے بڑھ کر بیٹنے میں اُلٹا چلا آیا اور بیان اپنی حفاظت کے لیے لڑنے کا ارادہ کیا تینوں لشکر یعنی بادشاہ اور وزیر اور عالیجاہ کے کئی سردار شیخ علی حزمین کی خدمت میں بنارس میں حاضر ہوا کرتے تھے شیخ کے فحوا سے کلام سے انگریزوں کے ساتھ جنگ کی مانعت پائی جاتی تھی وجہ اسکی یہ تھی کہ وزیر کی فوج میں نہ انتظام تھا اور نہ قواعد دان تھی۔ کبھی شیخ کہتے تھے کہ اس جماعت سے کوئی کام انجام کو نہیں پہنچے گا منزل گردی کر کے عنقریب لوٹ آئینگے۔ بہر حال دریائے گنگا پر کشتیوں کا پل باندھ کر عبور کیا اور تھوڑے سے توقف کے بعد کوچ ہوا۔ لشکر کیا تھا گو یا ایک عظیم الشان شہر ایک جگہ سے دوسری

بنارس کا سفیر عنایت خان کے پاس آیا اور ظاہر کیا کہ راجہ بلونت سنگھ نے کبھی
صفدر جنگ اور شجاع الدولہ سے ملاقات نہیں کی تھی مگر زرخراج ہمیشہ بھیجتا رہتا تھا
اب اسکی استدعا ہے کہ نواب شجاع الدولہ سے آپ اسکی ملاقات کرادیں عنایت خان نے
شجاع الدولہ سے یہ ذکر کیا۔ شجاع الدولہ مدت سے یہ چاہتے تھے کہ راجہ بنارس میر
دربار میں حاضر ہوا سیلے انھوں نے بخوبی اطمینان کر دیا اور راجہ کی حاضری کی
اجازت دی بلونت سنگھ عنایت خان اور بیٹی بہادر کے اعتماد پر جبکہ متوسط سید
نور الحسن بلگرامی ہوا تھا شجاع الدولہ کے پاس حاضر ہو گیا۔ یہ شخص بڑا مالدار تھا لوگ
اسکی دولت کو کروڑوں سے متجاوز بتاتے تھے۔ یہ بھی دو تین ہزار پیادہ و سوار کے ساتھ
شجاع الدولہ کے ہمراہ ہوا۔ یہ شخص ہمیشہ نواب شجاع الدولہ کو خراج ادا کرتا تھا مگر حقبت
سرکار وزیر سے خود اسکی طلبی ہوتی تو کہتا تھا کہ جناب عالی خدا کے برابر ہیں جو کوئی
خدا کے پاس جاتا ہے وہ واپس نہیں آتا وجہ اسکی یہ تھی کہ پر تھی پت زمیندار پنگبند
صفدر جنگ کے حکم سے مارا گیا تھا۔ بنارس میں بلدہ رام نگر کی بنیاد اسی بلونت سنگھ
نے قائم کی ہے اور قلعہ بجے گڑھ میں جو نہایت دشوار گزار پہاڑ پر تھا اپنا خزانہ رکھتا تھا
میر قاسم نے اقرار کیا کہ گیارہ لاکھ روپیہ ماہوار سوقت سے کہ وزیر گنگا سے پار
اُتر گئے سوقت تک کہ مالک شرقیہ پر قبضہ پاؤ گنگا و گنگا اب انگریزوں اور بادشاہ
اور وزیر کے درمیان میں جو پیغام و سلام ہو رہے تھے اُن سے معلوم ہوتا تھا کہ میر قاسم
انگریزوں کے حوالے کیا جائیگا یا بالکل دولت اور سپاہ سے محروم ہو جائیگا مگر جب
انگریزوں کو اس امید کے پورے ہونے کی آس نہ رہی تو میر کا رنگ کو حکم ہوا کہ
کرم ناسہ پر دشمنوں کو جا کر روکے اور دریا سے اُترنے نہ دے۔ مگر سوقت کمپنی کی سپاہ کا

اُنکو وہاں بھیجیے اور اُنکو تاکید کر دیجیے کہ رعایا کی دُجوئی کرین کسی کو تکلیف نہ پہونچائیں اور محاللات کا بندوبست نہایت تخفیف کے ساتھ کرین تاکہ زمینداروں اور رعایا کی تالیف قلوب ہو اور لوگوں کو متوحش نہ کر کے تمام قلمرو بنگالہ میں جو بہت دور نہ ہو عمل و دخل کر لینا چاہیے اور ایک فوج عظیم آباد کی طرف بھیج کر اُس طرح اُدھر بھی حاکم مقرر کرنا چاہیے اور یہ دونوں فوجیں دریا کے دونوں طرف گشت کرتی رہیں تاکہ کجوشی کلکتے کی طرف سے عظیم آباد کو آئے اور جس طرف سے ملح یہ جاتے ہوں اُس طرف کی فوج پونچھ کر اُس کشتی کو لوٹ لے اور رستہ عظیم آباد کے قلعہ میں داخل نہونے پائے اس صورت میں انگریزوں کو بڑی پریشانی پیدا ہوگی اور بحر کلکتے کو بھاگنے اور قلعہ عظیم آباد چھوڑنے کے دوسری تدبیر نہ کر سکیں گے بعد ازاں جو کچھ مناسب ہو عمل فرمائیے گا۔ وزیر برگشتہ تقدیر کو یہ تدبیر کہ فی الحقیقت نہایت مناسب تھی پسند نہ آئی اور جنگ کے باب میں جو کوئی کچھ صلاح یا تدبیر عرض کرتا اُسے ہرگز نہ سنتے چونکہ احمد شاہ ابدالی کی لڑائی دیکھی تھی اپنے آپ کو اُن کے مقلدون میں سے جانتے تھے اور جواب دیتے تھے کہ جنگ کو میری رائے اور سلیقے پر چھوڑنا چاہیے۔ نواب کی سپاہ کی جڑاری کی اُسوقت میں شرت بہت تھی۔ غرض کہ شجاع الدولہ اور بادشاہ اور عالیجاہ حدود عظیم آباد میں داخل ہو کر نہایت خوش وقت منزل بمنزل راستہ طے کرنے لگے۔ انکے لشکر کے غارتگر لشکر کے آس پاس پانچ پانچ کوس تک آبادی کا نشان باقی نہ رکھتے تھے۔ عامہ خلایق کو اتنی ایذا پہونچائی کہ بیچارے حسب قدر وزیر اور بادشاہ کے ورود سے خوش تھے اُسقدر عاجز ہو کر انگریزوں کی فتح کے لیے دعائیں کرنے لگے کیونکہ انگریزوں کے

جگہ حرکت کر رہا تھا۔ جو کچھ دارالسلطنت دہلی میں کہ اُس وقت میں ہندوستان کا چشم و چراغ تھا میسر تھا وہ اس لشکر میں بھی موجود تھا۔

سیر المتاخرین میں ہے کہ بعض ہوشیار شخصوں نے وزیر کو سمجھا یا کہ انگریزوں سے اس ملک کے قاعدے کے موافق جنگ کرنا مناسب نہیں کیونکہ جس جگہ یہ لوگ صف باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں تو گویا سد سکندر قائم ہو جاتی ہے اگر وہ وٹ نہ لڑ ہوں تو پچاس ہزار اُنکے مقابلہ میں عہدہ برآ نہیں ہو سکتے چونکہ مدت سے ہتہ اور دھاوا حضور کا معمول ہے اور ملازمان رکاب نے بھی اس فن میں مشق بہم پہنچائی ہے جو انان خوش اسپہ محمد اور سرداران جان فشان منتخب ہر راہ لیجیے اور عورتوں کو مع ہیرو اور سامان و اسباب کے اس جگہ چھوڑ دیے باقی فوج سے گزر کر یے اس طرح کہ حضور کی شہرت نہوجریدہ انگریزی فوج پر جو اُس وقت گھبرا کر کلبہ سے جاتی ہے دھاوا کرنا چاہیے بڑے سویرے قبل اسکے کہ مستعد ہو کر راہی ہوں ان پر چڑھائی کرنی چاہیے اگر اُنکی جمعیت پریشان ہوئی تو فتح حاصل ہوئی ورنہ جو ملین اُنکو تباہ کرنا چاہیے اور پس ماندہ اسباب جلا کے اور توپیں اور بار برداری کی گاڑیاں خراب کر کے تمام روز اُنکا تعاقب کرنا چاہیے۔ اور رات کو اسی جگہ مقام کرنا چاہیے جہاں شجون کا اندیشہ نہو اسی طرح قلعہ عظیم آباد تک پیچھا کیے جائیے۔ اگر اس رہرو می میں اُنکا خاتمہ ہوا تو بہتر ہے۔ ورنہ قلعہ سے تعرض نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ سہرام پہنچ کر مع زبردست فوج اُنکے مقام کیجیے اور کچھ فوج کو نہایت لائق اور بہادر سرداروں کی ماتحتی میں مقرر کر کے سارن یا آ رہ کے مقامات سے اُنکا کو عبور کر کے اُسکو مامور کیجیے اور ہر ضلع میں حکام لائق اور ایامدار مقرر کر کے

ایک مغل نے صفت سے باہر نکل کر تہذیب کے توڑے کو گھوڑے پر رکھ کر میری طرف
غیر کرنا چاہا اور کہا تو کون ہے اور کہاں جاتا ہے ہندے نے بھی دلیل نہ جواب دیا کہ
تجھ کو کیا کام ہے وزیر الممالک نے سید ہدایت علی خان بہادر اسد جنگ کے لانے کے لیے
جو دامن قلعہ رہتاس میں رہتا ہے بھیجا ہے وہاں جاتا ہوں اُسے کہا کہ یہ دوسرا کون ہے
میں نے جواب دیا کہ میرا رفیق ہے اور میری باربرداری تیجھے آتی ہے یہ کہہ کر روانہ ہوا
اُسے میرا دلیل نہ جواب سنکر میری بات کو سچ جانا اور اپنے ارادے سے باز رکھ صفت
میں لوٹ گیا اور میرے مال اور رفیق سے کچھ تعرض نہ کیا۔ بعد اسکے نصف میل پر
ایک دستہ ملا مگر اُسے کچھ چھپر چھاڑنے کی چاروں طرف گانوں میں آگ لگی ہوئی اور
دھواں چھایا ہوا نظر آیا۔ جب پانچ میل طے کر کے موضع مہوان میں پہنچے تو
گاؤں کو دیران پایا وہاں دو ایک چوکیدار نظر پڑے اُن سے دریافت کیا کہ آگے بھی
نشیروں کے قدم بڑھے۔ جواب دیا کہ مہین تک آئے ہیں اور گاؤں کو لوٹ مار کر جلادیا ہے
اور تمام مویشی اور سامان لینگے ہیں۔ ہندے نے کہا کہ دوسرے دیہات میں خبر ہو نچا دو
کہ کل وہ یہاں سے بھی آگے کو جائینگے تھوڑی دیر وہاں ٹھہر کر بول نہ کور آگے کو روانہ ہوا

مخالف کا انتظام مقابلہ

انگریزوں نے پٹنہ میں پہنچ کر یہ انتظام کیا کہ اول اپنی فوج کو وزیر کے روکنے
کے لیے چند کوس اراول سے آگے بڑھایا۔ لیکن اپنی فوج کو مد مقابل نہ سمجھ کر قلعہ میں
واپس آئے اور چند توپیں دیوار قلعہ پر چڑھا دیں اور خود پچا پھاری کے بند پر جو شہر
کی طرف دریا کے پانی کی آمد کو روکنے کے لیے تیار ہوا تھا ٹھہرے اور یہاں مورچے

ہاتھ سے ایسا ظلم نہیں ہوتا تھا اور کسی شخص کو ضرر نہیں پہنچتا تھا۔

سیر المتاخرین کا موفقت کتا ہے کہ جب یہ لشکر مکران میں دریا سے سوہن کے کنارے پہنچا بندہ چونکہ مدت سے اپنی والدہ کی ملاقات کا آرزو مند تھا چوپلے میں سوار ہو کر دو تین خدمتگار اور اسباب کی گاڑی لیکر حسین آباد کی جانب روانہ ہوا۔ جب دریا سے پار ہوا محمود خان اپنے رفیق کو مع دو تین آدمیوں اور بار برداری کے چھوڑ کر آپ آگے کو بڑھ گیا۔ موضع شیخ پورہ میں جان کے رہنے والے بادشاہ اور وزیر کے لشکر کے خوف سے گاؤں کو خالی کر کے بھاگ گئے تھے پہنچا اڑوہام نظر آیا گھوڑوں کا ہنہنا نا سنکر تعجب ہوا کہ یہاں گھوڑے کہاں سے آئے آدمی کیونکر رہ گئے ہیں اسوقت یاد آیا کہ لشکر کے قطع الطریق ہین خیر پیشتر کو چلا دو تین کوس راستہ طے کیا تھا کہ گردوغبار اور اُسین شان کی چمک نظر آئی زیادہ حیرانی ہوئی۔ بعد اسکے دیکھا کہ ہزاروں مویشی اور قریب دو تین سو سوار اُٹھل اور افغان دُرانی جو وزیر کے ملازم تھے اُنکے پیچھے چلے آتے ہیں بندے کو اُس جھل میں اپنی اور اپنے رفیق کی جان کی طرف سے اندیشہ پیدا ہوا اسیلے دل میں یہ قرار دیا کہ ابھی دور ہیں شاید مجھے نہ دیکھا ہوگا۔ کنارہ دریا سے اُتر کر نیچے کی طرف سے ریگ سوہن میں ہو کر اپنے ملک کو جانا چاہیے۔ کہا راون کو حکم دیا یہ لوگ پُرانے نوکر تھے اُن کے جمدار نے نہ مانا اور کہا کہ جب ہم نے اُنھیں دیکھا ہے تو اُنھوں نے بھی ہمیں ضرور دیکھا ہوگا اس حرکت کو ہماری نامردی پر خیال کر کے زیادہ دلیر ہو گئے پس مناسب یہ ہے کہ انکے درمیان میں دلیری کے ساتھ جانیے بندے نے سمجھا کہ سچ کتا ہے۔ اُسکی صلاح کو پسند کیا۔ جب پاس پہنچ گئے

دُرانی وغیرہ رسالہ داران ایرانی و تورانی کو اپنے ساتھ لیکر قلب لشکر میں کھڑے ہوئے اور مینی بہادر کے سیدھے ہاتھ کی طرف اُس سے تخمیناً ڈیڑھ کوس کے فاصلے پر قاسم علی خان نے اپنی فوج جمائی اُسکے ساتھ پانچ پٹنیں مع توپوں کے انگریزی وضع پر چھاق وارنبد و قون کے ساتھ آراستہ موجود تھیں اور پانچ چھ ہزار سوار بھی تھے۔ قاسم علی خان کی فوج پچا پہاڑی کے مقابل جدھر میر جعفر کا مورچہ واقع تھا اُس سے ایک گولے کے پٹے پر کھڑی ہوئی تھی اور شاہ عالم ہیان سے کئی کوس پر صفوں کے پیچھے رہے اور قدم بدم آگے بڑھنے لگے شجاع الدولہ عمارات شہر عظیم آباد کی آڑ میں آہستہ آہستہ چکر میدان علی باغ کے متصل حسین خان کے راستے پر نمایاں ہوئے اور توپ و بان کی لڑائی شروع ہوئی اور وزیر مع فوج کے حصار ت کر کے قدم بدم آگے کو چلے۔ انگریزوں نے بھی گولہ باری شروع کی انگریزوں کی ایک بڑی توپ کے دو گولے شہر کی فوج میں گرے جو عالی جاہ کے ہراول میں اُس سے کسی قدر فاصلے پر تھا اور تنگے زخمی ہوئے۔ اور کبھی انگریزی توپ کا گولہ شہر کی فوج کے اوپر سے گذر کر عالی جاہ اور شہر کے درمیان میدان میں گرتا تھا۔ شجاع الدولہ نے عالیجاہ کو پیام دیا کہ ہمارے ساتھ خود شریک جنگ ہو یا شہر کو بھیج دو مگر اُس نے لیت و صل کیا اور اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ ظہر کے وقت گشتائیوں نے حملہ کیا مگر انگریزوں کی توپوں نے نہ بڑھنے دیا۔ دو گھڑی کے بعد عنایت خان نے دھوا کیا انگریزوں نے نبد و قون کی باڑھیں مار کر توپوں سے گرا ب مارے اور مہدی گنج والے برج سے بھی گولے برسے لگے اور عنایت خان مغلوب ہو کر لوٹ آیا۔ پھر تین گھڑی دن باقی رہے شجاع الدولہ تمام فوج نے ہڈ کیا اور جلادت دکھائی۔ یہاں تک کہ انگریزی

بنائے اور ایک توپ بھی بچا پیٹری کے ٹیلے پر چڑھائی۔ اور میر جعفر کو مع ہمارا ہیان
ہندوستانی کے شہر سے جنوب کی طرف اُس بندہ پر مقیم کیا اور اپنی چند کمپنیاں
ملنگون کی اُسکی محافظت کے لیے چھوڑیں گویا میر جعفر خان انگریزوں کی مدد پر نہیم تھا۔
شجاع الدولہ نے طغیانی کی وجہ سے دریائے سوہن کے کنارے کنارے کوچ و مقام
جاری کیا اور پٹنہ کا سیدھا راستہ چھوڑ کر پھلواری میں جو اُس سے چار کوس پر ہے
پڑاؤ ڈالا۔ اس مقام میں کثرت سے کنوین تھے مگر پھر بھی پانی کی قلت تھی اسلئے
اور بھی کنوین بنوائے ایک روز پھلواری میں آرام کر کے دوسرے روز جنگ کی واسطے
مع عالیجاہ اور کل سپاہ کے سوار ہوئے۔

شجاع الدولہ کا انگریزوں سے لڑنا اُنکے ہاتھ سے
قلعہ کا مفتوح نہوسکنا بلکہ انگریزی فوج کی مار مار سے
وزیر کے لشکر کا منہ پھر جانا اور چند روز لڑائی میں توقف کرنا

۱۱ مئی ۱۸۵۷ء مطابق ذیقعدہ ۱۲۷۵ھ کو صبح کے وقت شجاع الدولہ مع
فوج کے جوہر و ملخ کے مانند بحساب تھی سوار ہو کر دشمن پر حملہ کرنے کو اپنے مقام سے روانہ
ہوئے اس جنگ میں اُنھوں نے راجہ بینی بہادر اور راجہ بلونت سنگھ کو میمنہ میں رکھا
اور عنایت خان اور انوپ گرو مکتب بہ راجہ ہمت گربہادر و امر اوگر کو میسرہ میں متعین
کیا اور شجاع علی مشہور بہ میان علی اور شیخ دین محمد اور شیخ غلام قادر کو پیش لشکر میں
مقرر کیا اور مرزا علی خان اور سالار جنگ اور میر نسیم خان اور علی بیگ خان اور میر باقر
میسونی اور کراچی بیگ خان و کریم بیگ خان و عاشور بیگ خان و فتح علی خان

ادھر عالیجاہ نے شہر کو واپسی کی اطلاع دیکر بلا لیا۔ شجاع الدولہ اُس سے پیشتر پہنچے تھے عالیجاہ نے نصف رستہ طے کیا ہوگا کہ شام ہو گئی انگریزی فوج مین سے ایک کپتان مع دو تین کمپنی کے نکلا جب معلوم ہوا کہ عالیجاہ ادھر کھڑے ہیں چونکہ انگریزوں کو اُس سے سخت عداوت تھی ایک باڑھ ماری جو سست لوگ پیچھے رہ گئے تھے اس جبارت کو دیکھ کر بھاگ نکلے دوسرے روز صبح کو پھر وزیر کے دھاوے کی خبر مشہور ہوئی لیکن ظہور مین نہ آیا۔ بعد دو روز کے یہ خبر اُڑی کہ وزیر کے ذیل نکل آیا ہے اور بیض کہتے تھے کہ اس لڑائی مین وزیر کے کوئی لگی تھی جسکی شہرت ذیل کے نام سے کر دی۔ شفا یابی کے بعد وزیر نے حصار عظیم آباد کے جنوبی طرف دریائے پن پن کے پاس کیمپ قائم کیا ہر روز تازہ خبریں اُڑا کرتی تھیں کبھی یہ خبر مشہور ہوتی کہ میر جعفر خان کے مورچوں کی طرف یورش ہوگی کبھی شہر کے مشرقی طرف سے دھاوا ہونے کی خبر اُڑتی تھی اور وزیر چند سواروں کے ہمراہ پڑانے قاعدے کے مطابق شہر اور مورچوں مین گشت کیا کرتے تھے۔

وزیر کا لشکر انگریزی مین محصور ہونے سے

بال بال بچ جانا

ایک روز انگریزوں کے چند افسر مع مہدی علی خان کے جو عالیجاہ کا نوکر تھا لیکن اُس سے علیحدہ ہو کر انگریزوں سے متفق ہو گیا تھا اپنے حصار سے حاکم وزیر کے لشکر کے آس پاس گھومتے تھے اور چند پہرے تلنگوں کے ہمراہ تھے وزیر اس وقت نہایت جریدہ غور سے آدمیوں کے ساتھ جنگل مین پھر رہے تھے انگریزوں کی جماعت کا وزیر سے مقابلہ ہوا اور طرفین سے لڑائی ہونے لگی گویاں اور تیر بطور سپاہ

صفوں تک پہنچکر ان میں اضطراب ڈال دیا۔ تھوڑے سے انگریزی باجے والے ہاتھ آگئے جن کے ڈھول اور طنبور چھین پڑے مگر انھوں نے بڑا استقلال کیا برابر باڑھیں مارتے رہے جسکی تاب فوج وزیر کو نہوئی۔ اور سب کا منہ پھر گیا۔ لیکن بلونت سنگھ اور مینی بہادر اپنی اپنی جگہوں پر قائم رہے۔ شیخ دین محمد سپہر قبضے شیخ مجاہد اور اسکا بیٹا محمد شاہ مارے گئے اور اتنا بچھو ہوا چلتی تھی کہ یکا یک پڑوئی چلنے لگی اور اس کے جھونکے لشکر وزیر کے سامنے آنے لگے۔ یہ ہوا بدلی کہ انقلاب کا سناٹا بندھا۔ اسوقت سب نے دیکھا کہ قیسری باڑھ مارنے کے بعد انگریز اپنی توپ کو آگے بڑھالائے وزیر نے ایک شتر سوار عالیجاہ کے پاس بھیجکر اس کے تساہل اور عدم یورش پر لعنت ملامت کرائی اور کہا کہ اب تو دن ختم ہوا لڑائی جاری رکھنے کا وقت نہیں ہے کل تدارک مافات کیا جائے گا۔

دیکھو سیرالٹا فرین ۱۲

گل رحمت میں لکھا ہے کہ عنایت خان انگریزی مورچوں کے قریب پہنچکر ایک نشیب میں گھوڑے سے اتر گیا تھا اور سواران مغلیہ کے حملے کا انتظار کرنے لگا تھا جبکہ انگریزی فوج کی آتشباری سے ناگہان کا منہ پھر گیا تو مغلیہ سواروں کی بہت آگے بڑھنے کو نہ بندھی عنایت خان نے کئی بار کھلا بھیجا کہ سواران مغلیہ حملہ کریں ادھر سے مین حملہ کر دیا اور شجاع الدولہ نے بھی بہت کوشش کی لیکن سواران مغلیہ نے دھاوا نہ کیا بلکہ پھلوٹری کی طرف جہان کیمپ قائم تھا بھاگنے لگے شجاع الدولہ نے اپنی سپاہ کا یہ حال دیکھ کر کہا کہ میری رائے میں پھلوٹری کو چلنا چاہیے عنایت خان بھی مجبور ہو کر دو گھڑی دن رہے اپنی جگہ سے چلا آیا اور کئی بھاری توپیں جو سپاہ مغلیہ سے چھوٹ گئی تھیں وہ اپنے ساتھ پھلوٹری کو لگیا۔ اس کے سرداروں میں سے میر خان بازخان کا نام آیا تھا

رفع شر اور دولت خواہی نہیں ہے بلکہ جناب کی شجاعت کا امتحان اُسکو مقصود ہے اور یہ چاہتا ہے کہ مخلوق اور دوسرے سرداروں کو بالکل موقوف کر کے اُنکی جگہ انگریزی لنگھون کی چند پٹنیں حضور میں رہیں اور اپنے ساتھ بھی یہی تلنگے رکھے پھر انگریزوں سے موافقت کر کے تمام ملک پر متصرف ہو جائے اور آپ کو بے دخل کر دے خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب قدرتی بہادر صلح کے لیے اصرار کرتا تھا اُسقدر نواب شجاع الدولہ اُسکو اپنی بدخواہی پر محمول کرتے تھے اور راجہ کی کوئی بات اس معاملے میں نہیں چلتی تھی لیکن انگریزوں کو یہ بخوبی معلوم ہو گیا تھا کہ راجہ صلح کا غماہشمند ہے اس لیے وہ اُس سے راضی تھے۔ راجہ نے جب دیکھا کہ نواب صلح کی بات پر کان نہیں رکھتے تو دائرہ ادب سے قدم باہر رکھا اور نواب کو آتش خانہ فرنگ سے ڈرنے لگا اور اپنی بساط سے بڑھکر باتیں کرنے لگا کہتا تھا کہ ان لوگوں سے جورات دن نایج گانے اور عیش و عشرت میں مصروف رہتے ہیں جنگ میں کچھ نہیں ہو سکے گا یہ تو اس کام کے ہیں کہ جو بات دو لفظوں میں تمام ہو سکتی ہے اُسکو دو گھڑی کامل تک آب و تاب کے ساتھ بیان کرتے رہیں اور اگر حضور کے فرش پر سنگریزہ ہو تو اُسے لعل بد خشتانی سے بڑھا دیں اور دوسرے کے پاس کے یا قوت کو کنکری سے بدتر بتائیں یہ بیچارے لڑائی میں کیا کام دیکھتے ہیں ہمیشہ خسافوں میں اُنھوں نے آرام کیا ہے یہ دھوپ میں کھڑے ہو کر لڑنے کی تاب کیسے لائینگے۔ مینی بہادر کا روئے سخن مرزا علی خان اور سالار جنگ اور میر نعیم وغیرہ مصاحبانِ نواب کی طرف ہوتا تھا۔ نواب نے راجہ کی تمام تقریر نواب سالار جنگ کے سامنے بیان کی اُنھوں نے عرض کیا کہ اس شخص کی بات بالکل لغو ہے دل اسکا صاف نہیں ہے۔ خدا جانے اس صلح کا انجام کیا ہو۔ اب صلح دولت یہی ہے

پیش رو لشکر کے چلنے لگے جب یہ دونوں جا عتین کسی قدر قریب ہوئے تو مد علیخان نے وزیر کو پہچان کر یہ جکر رنگ سے جو اس جماعت کے ساتھ تھا کہدیا کہ یہ شجاع الدولہ ہیں اُسے بہت عجلت سے دوسری فوج طلب کی اور آپ وزیر سے مقابلہ کرتا رہا جب نئی فوج حصار میں سے نکلی وزیر کے ایک آدمی نے وزیر کے لشکر میں خبر پہنچائی کہ وزیر انگریزوں کے جنگل میں پھنسا چاہتے ہیں ادھر وزیر نے گرفتاری کے خوف سے اس تملک سے باہر نکل جانا غنیمت جانا اور نہایت دانائی سے واپس ہو کر گرفتاری سے بچ گئے لیکن جب یہ خبر لشکر میں گئی عجیب انقلاب برپا ہوا عالیجاہ مع اپنے رفیقوں اور کل رفقاء وزیر کے حبس رکھ حاضر ہو سکے جلد مد کو جا پہنچا۔

وزیر اور بادشاہ کا انگریزوں سے صلح کا پیام جاری کرنا

وزیر کا یکسرین جا کر مقام کرنا

اس اثنا میں بادشاہ اور وزیر نے انگریزوں سے صلح کی گفتگو شروع کی انگریزوں کو ابھر اصرار تھا کہ میر قاسم اور شمر کو حوالے کریں اور وزیر کو ابھر اصرار تھا کہ میر جعفر کی حکومت سے صوبہ بہار جدا ہو جائے اس لیے کوئی نتیجہ اس گفتگو کا نہ نکلا۔

ان دنوں راجہ مینی بھلور نائب سلطنت اور کارپرواز مہتمات مالی و ملکی کا تھا اور اُسکے ذریعہ سے انگریزوں اور نواب کے درمیان خط و کتابت ہوتی تھی وہ یہ چاہتا تھا کہ صلح ہو جائے اور صلح کو بہتر سمجھتا تھا اور کہتا تھا کہ جبکہ عمدہ طور پر صلح ہو سکے تو مجبوراً لڑنا چاہیے لیکن بعض نواب کے مصاحب جو اُنکے منہ لگے تھے وہ راجہ کی صلاح کی یہ تاویل کرتے تھے کہ راجہ کی غرض صلح کی طرف حضور کو مائل کرنے سے

گنگا کے کنارے غازیپور کے مقابل واقع ہے اور غازیپور راجہ بنارس کے تحت میں تھا جو وزیر کا خراج گزار تھا۔ برسات کا موسم آگیا تھا اسلئے وزیر نے پٹنے کو گھیر رکھنا مصلحت نہ سمجھا اور یہ ارادہ کیا کہ برسات کے بعد جو کچھ کرنا ہو گا کیا جائے گا وہ الہ آباد کو اسوقت نہیں گئے تھے مولف مآثر الامرا کی غلطی ہے کہ اُس نے لکھا ہے کہ وزیر الہ آباد کو گئے اور وہاں سے واپس آ کر انگریزوں سے بکسر میں لڑے۔

عنایت خان رخصت ہو کر روہیلکھنڈ کو چلا گیا۔ حافظ رحمت خان نے جلد لوٹ آنے کی جگہ اُسکے دیر میں واپس آنے پر اعتراض کیا۔

غلام حسین مولف سیر التناخرین اور اسکا باپ سید ہدایت علی یہ دونوں وزیر کے لشکر میں مقیم تھے چونکہ ان سے اور بعض انگریزوں خصوصاً ڈاکٹر فلرٹن سے بہت دوستی تھی اسلئے ڈاکٹر نے کئی خط غلام حسین کو بھیجے اور اُن میں لکھا کہ بادشاہ کو انگریزوں سے موافق کر کے غلام حسین نے اپنے باپ سے کہا کہ اگر یہ صورت ظہور میں آجائے تو انگریز بہت ممنون ہونگے وزیر کا حال معلوم ہے کہ اُن کو فتح حاصل ہونا دور ہے۔ اس صورت میں انگریزوں سے دوستی پیدا ہو جانا مصلحت کے مناسب ہے پس اگر بادشاہ کو بھی منظور ہو تو شقہ لکھا دیجیے سید ہدایت علی نے منیر الدولہ کے اتفاق سے بادشاہ کے حضور میں سلسلہ چھیڑا۔ چونکہ بادشاہ بسبب خود سری وزیر کے اُنکے پاس رہنے سے راضی نہ تھے فوراً مان گئے اور ایک شقہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیا اور اُس میں یہ بھی تحریر کر دیا کہ جو شقہ غلام حسین کی معرفت پہونچے قابل قبول ہے اور اُسکی رسالت کے سوا اگر دوسرے ذریعہ سے کوئی شقہ پہونچے تو سمجھنا چاہیے کہ بپاس خاطر وزیر کے صادر ہوا۔ اس تحریر سے بادشاہ کی غرض یہ تھی کہ راؤ شتاب راے متوسط نہو کیونکہ وہ وزیر کے متوسلون اور بڑی بہادر کے

کہ جو کچھ ہو سو ہو لڑائی کرنی چاہیے یہ ہندو آتش خانہ فرنگ کی بڑائی کرتا ہے لیکن جس وقت شمشیر مغلیہ چمکے گی اُس وقت اسکو قدرت خدا نظر آئے گی نواب کا بھی ارادہ لڑائی پر جم گیا اور راجہ کو صلح کی بات عرض کرنے سے روک دیا۔ راجہ نے انگریزوں کو لکھا کہ میں نے وزیر کو بہت سمجھایا لیکن کیا کروں کہ اُنکی سمجھ اوندھی ہو گئی ہے میری ایک بات نہیں مانتے میں یقین کرتا ہوں کہ نواب سے اس لڑائی میں کچھ نہ ہو سکے گا میں ہمہ تن سرکارِ کپہنی کا ہوا خواہ ہوں۔ عمادِ سعادت کا مؤلف کہتا ہے کہ یہ بات بے اصل ہے لوگوں نے یوں ہی اپنے جی سے بنالی ہے۔ انگریزوں نے راجہ بلونت سنگھ زمیندار بنارس کی شتاب رائے اور سید نور الحسن بگڑامی کے ذریعہ سے دھجی کر کے اُسکو اپنا رفیق بنا لیا تھا نواب وزیر کے اکثر دوسرے بداطن سرداروں نے بھی انگریزوں کو خط لکھے ہر ایک کا مضمون جدا جدا تھا کسی نے اُس میں اپنے آپ کو نواب برہان الملک کا بھتیجا لکھا تھا کسی نے کچھ لکھا تھا اور ہر ایک مسند پر بیٹھ کر لکھیہ لگاتا تھا یہاں تک نوبت پہنچی کہ بعض عامل نے فیض آباد میں خیال کیا کہ شجاع الدولہ کا سواے مرزا علیخان اور سالار جنگ اور میان عیسے اور میر نعیم کے کوئی رفیق دلی نہیں اور ان لوگوں میں کوئی شخص بہادر اور مرد میدان نہیں ہے منسل جتنے ہیں اُنکے دل میں نواب کی محبت کا اثر نہیں وہ ہمارے جان نثار اور شریک ہیں اسلئے اُنکے کو تو ال کو خوب پٹوایا اور نشان گر دیا اور کوچہ کوچہ منادی کرادی کہ جو ستم رسیدہ فریاد کے وقت شجاع الدولہ کا نام لے گا زبان اُسکی کھچالی جائیگی میرا قریبیونی کا کوئی خط انگریزوں کو نہیں پہنچایا یہ شخص پہلے دن لڑا بھی خوب۔

جب ایک عیسے سے زیادہ عرصہ گزرا تو آخر ماہ جون میں شجاع الدولہ نے چھاؤنی توڑ دی اور تمام لشکر لے کر کبیر میں چلے گئے یہ مقام صوبہ عظیم آباد کے متعلق دریاے

تبصرہ انگریز خود جانتے تھے کہ بادشاہ کے طرفدار ہو جانے سے اس لطیفی میں
انکو کچھ فائدہ نہ تھا انھوں نے تو صرف مخالفین کے اتفاق میں خلل اندازی چاہی
تھی ورنہ یہ بالکل بے اصل بات ہے کہ میجر کارنگ اور ڈاکٹر مین اختلاف پیدا ہو گیا تھا
انگریز مسلمانوں کی طرح قوم فروش نہ تھے جو ایسی بیہودہ باتیں کرتے اور خاص کر ایسے
اہم اور نازک موقع پر جب ان لوگوں میں اتنی سمجھ نہ تھی تو جتنا باندھکر ان سے لڑنے کا
ارادہ کیوں کیا تھا۔

شجاع الدولہ کی عالیجاہ سے بد عہدی کرنا

میر قاسم عالیجاہ نے وزیر سے اقرار کیا تھا کہ گیارہ لاکھ روپے ماہوار وہ انکو مالک
شرقیہ پر قبضہ پانے تک دیتا رہے گا۔ عالیجاہ نے دیکھا کہ بسبب قلت روپیہ اور تقاضا
وزیر کے ہر مہینے میں انکے جال سے نکلنا مشکل ہے اسلئے یہ تدبیر کی کہ وزیر کو پیام دیا کہ
مجھکو رشدا باد کی جانب رخصت فرمائیے تاکہ وہاں جا کر عمل و دخل انگریزی میں خلل اندازی
کروں بافضل انکی فیج بھی کم ہے نہایت متوحش ہونگے اور اسطرح اپنے آدمی مقرر کر کے
ترتیب حاصل کروں چونکہ اسطرح کے حکام اور ریاست کا حال مجھے بخوبی معلوم ہے
اسلئے یہ کام آپ کے دوسرے متوسلون کی نسبت میں اچھی طرح انجام دوں گا یہ پیام وزیر
کے پاس علی ابراہیم خان لیگیا تھا وزیر نے کہا اگر عالیجاہ نہ لوٹا اسکی کیا صورت ہوگی
اُسے جواب دیا کہ عالیجاہ کو بجز آپ کے در دولت کے اور جائے پناہ کہاں ہے۔ خلاصہ
یہ ہے کہ وزیر نے علی ابراہیم خان سے کہا کہ اگر تم عالیجاہ کی ضمانت کرو اور بطور اول
کے میرے پاس حاضر ہو تو کیا مضائقہ ہے۔ علی ابراہیم خان نے جواب دیا کہ مجھے

رفقائین سے تھا۔ اور بادشاہ نے غلام حسین کو بھی تاکید کی کہ اس شقے کا مضمون کسی پر ظاہر نہ کرے یہ شقہ حاصل کر کے غلام حسین عظیم آباد کو روانہ ہوا اتفاق وقت کو دیکھیے کہ اُس زمانے میں ڈاکٹر فلرٹن اور میجر کارنگ سپہ سالار لشکر انگریزی کے درمیان سخت عداوت پیدا ہو گئی۔ جب غلام حسین بادشاہ کا شقہ لیکر عظیم آباد کے قریب پہنچا اور ڈاکٹر کو اطلاع دی تو اُس نے میجر کارنگ کو مطلع کر کے اُس سے محافظان کے نام عظیم آباد میں داخل ہونے کی اجازت حاصل کر کے بھیجی۔ غلام حسین جب ڈاکٹر کے گھر پہنچا تو میجر کارنگ اور ڈاکٹر کی مخالفت کا حال معلوم ہوا غلام حسین نے ڈاکٹر سے تاکید کر دی کہ اس شقے کا مضمون سادھو رام کو جو شباب رائے کا وکیل تھا نہ معلوم دور بادشاہ اور میرالدولہ اور میرے واسطے بڑی قباحت ہوگی ڈاکٹر نے کہا میں حتی الوسع اخفائیں گوشتن کروں گا لیکن میری رائے پر عمل ہو نااب ناممکن ہے غرض دوسرے روز میجر کارنگ نے غلام حسین کو طلب کیا اور میر جعفر خان کو بھی بلایا۔ اور پچھلے دن میں غلام حسین اور ڈاکٹر نے جا کر میجر اور میر جعفر خان سے ملاقات کی اور شقہ دیا اُس نے شقے کو سر پر رکھ کر کھولا اور تنہائی میں میر جعفر خان اور میجر صاحب نے سنا اور مضمون پر مطلع ہو کر غلام حسین کو جواب دیا کہ اب بادشاہ اپنے اختیار میں نہیں بلکہ وزیر کے بس میں ہیں اس حالت میں تم انکی اپنی گری نہیں کر سکتے اور برخلاف ڈاکٹر کے اور بہ سبب محبت شباب رائے کے سادھو رام کو طلب کر کے شقے کے مضمون سے مطلع کر دیا اور اسے اُسکی نقل کر کے راجہ شباب رائے کے پاس بھیج دی اور میجر نے غلام حسین کو رخصت کر کے شقے کے جواب میں عرضداشت لکھی۔ غلام حسین نے اُسکے مضمون پوچ پر نظر کر کے بادشاہی جاسوسوں کی معرفت بادشاہ کے پاس پہنچا دی۔

ایسی باتیں ہیرلیان تک پہنچتیں اور اسکو عالیجاہ کی طرف سے گدورت بڑھتی تھی
 یہاں تک کہ ایک روز عالیجاہ کے لشکر سے اٹھکر مرزا بھول اور علی بیگ خان نسپتی
 ملازم وزیر کے پاس جا کر ٹھہر گیا۔ اس واقعہ سے پانچ چھ روز کے بعد وزیر نے عالیجاہ
 سے اس زرمعاہدہ کا تقاضا کرایا۔ عالیجاہ نے تنگدستی کا عذر کیا۔ اور اکثر وقت
 عالیجاہ وزیر کی ناہنجاری بیان کیا کرتا تھا علی ابراہیم خان اسکو منع کرتا تھا اور
 میر ابو وغیرہ جو عالیجاہ کے لوکر اور شجاع الدولہ کے خیر طلب تھے ان باتوں کو گوش گزار
 کر کے انکی طبیعت حیلہ جو کو بھڑکاتے تھے۔ آخر کار وزیر نے کھلا بھیجا کہ بادشاہ آپ سے
 بقایاے صوبہ بنگالہ وغیرہ طلب کرتے ہیں اور نیز محصل لوگ مقرر کرتے ہیں۔ آپ جلد فکر
 کیجیے عالیجاہ نے علی ابراہیم خان کو سوال و جواب کے لیے وزیر کے پاس بھیجا اُسنے
 وزیر کی خدمت میں پہنچکر عرض کیا کہ عالیجاہ بامید اعانت حاضر ہوا تھا جو کچھ تھیرا
 اُسکے پہنچانے میں دریغ نہیں کیا۔ اب تہیہ دست ہے اور تقاضاے بادشاہ
 بے موجب ہے۔ جناب عالی بنی بہادر کو حساب سمجھنے کے لیے حکم صادر فرمائیں جو
 اُسکے ذمہ برآمد ہوگا اُسکے ادا کرنے میں قاصر نہوگا اور اگر محض بیوجوب ہو امیدوار
 ضمانت ہے۔ وزیر نے آزر دہ ہوکر جواب دیا کہ تجھے کیا غرض تم جانو اور بادشاہ جلین
 بنی بہادر کون ہوتا ہے ہم کل شکار کو جاتے ہیں بادشاہ کو اختیار حاصل ہے جو
 چاہیں کریں اُس نے یہ جواب عالیجاہ کو پہنچا دیا اور مشورے کے وقت عرض کیا
 کہ اگر روپیہ آپ کے پاس ہو تو وزیر کی مرضی کرنی چاہیے نہیں تو وہاں خود تنہا
 جا کر کنا چاہیے کہ ہم آپ کی توقع ضمانت پر آئے ہیں جو کچھ چاہیے کیجئے۔

حاضر رہنے میں کوئی عذر نہیں مگر زمرہ عود کا ضامن نہیں ہاں جان عالیجاہ کے عمال
جائیں وہاں آپ کے سزاوار بھی ہمراہ ہوں تحصیل ہو حضور میں ارسال کرتے رہیں
وزیر نے کہا کہ ایسا ہو نہیں سکتا علی ابراہیم خان نے جواب دیا جو مرضی ہو بہتر ہے مگر
اس وقت میں ایسے کام کا نیک و بد حضور کے ذمے عائد ہوگا۔ کیونکہ عالیجاہ حضور کے
بھروسے پر حاضر در دولت ہوا ہے اب وہ فکر کرنی چاہیے کہ بروئے سلطنت رہے
وزیر میں گو قوت منفعہ نہ ملے مگر پھر بھی متاخر ہوے۔ فرمایا ہم اور لوگوں کو مقرر
کرتے ہیں۔ علی ابراہیم خان نے کہا بہتر ہے۔ غرض تو حضور کے افرائش اقتدار سے
ہے وزیر نے علی ابراہیم خان کو رخصت کیا اور لہو و لعب میں مصروف ہوئے اسلئے
وہ کام فراموش ہو گیا۔ علی ابراہیم خان نے عالی جاہ کو جواب پہنچایا۔

عالیجاہ کے خانساں میرسلیمان کا وزیر سے مل جانا اور عالی جاہ کی خرابی دولت

میرسلیمان نے مرزا اہلول اور مہینی بہادر وغیرہ ارکان دولت وزیر سے
ساز و بانہ پیدا کر لیا تھا اور ایک اترک لباس کر کے گوشہ گزینی کا بہانہ کیا عالیجاہ
نے اُسکے ڈیرے پر جا کر نئی پوشاک پہنائی لیکن اس بخش بے وقت کا کب تک
علاج ہو سکتا تھا اکثر عالیجاہ سے بخش پیدا کرتا رہتا تھا اور عالیجاہ اُسکی حرکات
سے بدفرہ ہو کر اپنے دربار میں اُسکی شکایت کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ فلاں روز
جو مہینی بہادر کے سر پہ سر بیچ دکھایا تھا وہ ہمارے یہاں کا تھا شاید میرسلیمان نے
اُسکو دیا ہوگا (کیونکہ وہ تولیدار تھا) فلاں انگوٹھی فلاں شخص کے ہاتھ میں تھی ایسی

۱۱ دیکھو میرسلیمان خرمین ۱۲

مذرت کی فرمایا بادشاہ نے ایک بات کہی تھی اُسکو ہننے ظاہر کر دیا اُسکی تدبیر مذرت
 کرنا تھی یا تبدیل لباس کر کے مجھے بدنام کرنا علی ابراہیم خان نے جواب دیا کہ حضور کے
 پاس بامید عنایت اپنا خانہ اُمید سمجھ کر آئے تھے جب بادشاہی پیغام سے حضور
 نے آگاہ کیا چونکہ بجز حضور کے کوئی جاے امن نہ تھی اور حضور نے اسیں کدکی ناچار
 دنیا سے ہاتھ اٹھایا وزیر نے بنی بہادر سے کہا کہ اب تم علی ابراہیم خان سے گفتگو
 کرو وہ دونوں علیحدہ ایک مقام میں بیٹھ کر اپنے اپنے آقا کی طرف داری اور بھلائی کے
 باب میں پیروی کرنے لگے بنی بہادر چاہتا تھا کہ کسی طرح عالیجاہ کے ذمے تھویل زر
 ثابت کیجئے اور علی ابراہیم خان رضی عنہ کو کمال ستعنا اپنے آقا کی ترک دنیوی بیان
 کرتا تھا۔ بعد تھوڑی دیر کے وزیر نے دریافت کیا کہ کیا طے ہوا بنی بہادر نے کہا
 کہ دونوں طرف کی گفتگو سخت ہے۔ وزیر نے علی ابراہیم خان کو اپنے خس کے خیمے
 میں بلا کر جو کچھ معلوم کرنا تھا دریافت کیا اور جو کچھ کہ بنی بہادر اور علی ابراہیم خان
 میں سوال و جواب ہوئے تھے سُنئے۔ بعد اسکے کہا کہ اس وضع سے جو عالیجاہ نے اختیار
 کی ہے میری بڑی بدنامی ہے۔ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ علی ابراہیم خان نے کہا کہ عالیجاہ
 کو بدرجہ لاچاری یہ امر پسند ہوا ہے اب جو کچھ مناسب ہو آپ بندوبست فرمائیے۔ وزیر
 نے کہا کہ ہم بخوبی سمجھ گئے تم جا کر عالیجاہ کو اطلاع دو ہم بھی آتے ہیں علی ابراہیم خان نے
 بیان سے جا کر تمام امور عالیجاہ سے ظاہر کیے اور کہا کہ وزیر الممالک بھی آتے ہیں
 ابھی یہ گفتگو ختم ہونے پائی تھی کہ وزیر بھی پہنچ گئے اور غدر خواہی کرنا شروع کی اور
 کہا کہ اس لباس درویشی کو دور فرمائیے اور لباس روزمرہ مثل سابق کے پہنیے
 عالیجاہ نے منظور نہ فرمایا اور وزیر کی بات کی تعمیل نہ کی۔

عالیجاہ کا پوشاک امیری اتار کر لباس فقیری پہننا اور وزیر کا پھر پوشاک معمولی پہننے کی تکلیف دینا

عالیجاہ نے بعض بیوقوف مصاحبوں کی صلاح سے بے سوچے سمجھے دوسرے روزہ رزیکہ کے لئے صبح کے وقت فقیری لے لی اور مسند پر بیٹھنا چھوڑ کر صحن خمیہ میں بویا بچھا کر بیٹھا اور اُس کے بین مصاحب جو فہم سے بالکل عاری تھے گہروا فقیرانہ لباس زیب تن کر کے اُس کے ساتھ ہوئے جب یہ خبر وزیر کو پہنچی اُنکو بڑی فکر ہوئی کیونکہ عالیجاہ کی فقیری اُنکی رفاقت میں بددیانتی کا موجب تھا اسلئے نوین دیکھ بوم عرفہ کو دیکھئی اور عذر خواہی کے لئے علی بیگ خان کو اپنی طرف سے اور اپنی مان نواب سیکم کی طرف سے جو صفر جنگ کی بیوی اور برہان الملک کی بیٹی تھی بھیجا اُسے پہنچ کر گلین ملاست اور شیرین عذرات دونوں کی طرف سے کیے عالیجاہ کو بات چیت کا اچھا سلیقہ نہ تھا اُس نے علی ابراہیم خان کو بلایا علی ابراہیم خان نے گو تہل لباس نہ کیا تھا مگر بدگوین کے خیال سے ایک حقیر سی لکڑی سر پر باندھ کر اور اسی طرح کے کپڑے پہن کر عالیجاہ کے پاس حاضر ہوا عالیجاہ نے کہا کہ نگاہ نواب وزیر نے بلایا ہے۔ علی ابراہیم خان اُسی حالت سے علی بیگ خان کے ہمراہ وزیر کی خدمت میں روانہ ہوا۔ عالیجاہ نے کہا کہ اس لباس سے وزیر کے پاس جاؤ گے اُسے جواب دیا کہ جب آقا کی یہ صورت ہے تو بندے کو بجز اس لباس کے تکلف کی کیا ضرورت ہے اور اسی طرح علی بیگ خان کے ہمراہ وزیر کی خدمت میں پہنچا وزیر نے بہت توقیر اور خاطر کر کے عالیجاہ کے تخیر لباس کا سبب پوچھا اور اپنی گفتگو سے

تمھاری حفاظت کے لیے مقرر کرتا ہوں انکی وجہ سے کوئی تم سے متعرض نہ ہو سکے گا
 علی ابراہیم خان نے اس اخلاص کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ یہ امر عجیب و غریب ہے جبکہ
 عالیجاہ بلا میں مبتلا ہوگا تو بندہ بھی کسی کی حفاظت نہیں چاہتا دوسرے روز پھر دن
 چڑھے وزیر کی فوج تیار ہو کر عالیجاہ کے خیون کی طرف آئی جب وہ فوج دور سے
 نمودار ہوئی دوبارہ مویشی لاک اپنی فوج سے علیحدہ ہو کر علی ابراہیم خان کے پاس آیا اور
 اس کی باتوں کا عادہ کیا اُس نے بھی وہی جواب دیا ناچار وہ لوٹ گیا۔ اور وزیر کی
 فوج نے عالیجاہ کے خیون کو گھیر کر حرم سرا اور دوسرے کارخانوں پر بند و بست قائم
 کر لیا۔ جو سردار کہ اس کام پر مامور ہوا تھا وہ عالیجاہ کے خیمے میں گیا اور اُسکو ہاتھی
 پر سوار کر کے خود غاصی میں بیٹھ کر اپنے لشکر میں لے گیا اور ایک خاص مقام میں قید کر دیا۔

علی ابراہیم خان کا وزیر کے حکم سے قید ہونا اور پھر ہائی پانا

بچھلے دن میں وزیر کے چند سوار علی ابراہیم خان کے ڈیرے پر آئے اور اُسکو
 حراست میں لے لیا علی ابراہیم خان ان دنوں سخت علیل تھا۔ سوا اسکے عالیجاہ کے
 تمام مصاحب اور اعلیٰ ارکان وزیر سے مل گئے تھے۔ مگر حافظہ سرا خان نشی اور بعض
 دوسرے کا زندے قید ہو کر وزیر کے نوکروں کی عزالت میں تھے علی ابراہیم خان کے
 ایک دوست نے اُس سے کہا کہ تم اپنے حالات کی عرضی وزیر کو لکھو اُس نے تھوڑا سا مضامین
 اپنے حال کا وزیر کی خدمت میں لکھ بھیجا اُسوقت وزیر مجلس امین تھے۔ حرم سرا وزیر
 کی محافظہ جو عورتیں تھیں وہ اُسوقت سے علی ابراہیم خان کو جانتی تھیں جبکہ وہ عالیجاہ
 کی طرف سے وزیر کی مان کے پاس زیور لیکر گیا تھا۔ علاوہ اسکے علی ابراہیم خان کو

وزیر کے اشارے سے شہر و ملک حرام کا عالیجاہ سے بغاوت اختیار کرنا

دو تین روز کے بعد شہر نے اپنی پلٹنوں کو تیار کر کے وزیر کے ایام سے تنخواہ کے لیے عالیجاہ کے خیمے کا محاصرہ کیا وہاں سکھ راج کمان تھا اشتر فیان اندر سے منع کر دلا دین اس ماجرے کے بعد عالیجاہ نے شہر کو حکم دیا کہ اب زیادہ آدمی نوکر رکھنے کا مقدور نہیں ہے سپاہیان پلٹن اور توپخانے کے عملے کو برطرف کر کے توپین اور چھاتی بندوقین خالصا مانی میں داخل کر دو صرف دو پلٹنیں رکھ لو چونکہ یہ ملک حرام وزیر سے مل گیا تھا جواب دیا کہ اب توپین اور بندوقین اُسکی ہیں جسکے پاس ہیں اور وہاں سے توپخانہ اور پلٹنیں لیکر وزیر کے پاس چلا گیا جنھوں نے اُسکو نوکر رکھ لیا یہ شخص دراصل جرنی کا رہنے والا تھا اول تو یہ فرانسیزیوں کی سپاہ میں ایک سارجنٹ تھا پھر نواب قاسم علی خان عالیجاہ کی فوج کا عمدہ دار بن گیا تھا۔

وزیر کے حکم سے عالیجاہ کا قید ہونا

موشیر لاک فرانسس جو پہلے عالیجاہ کا نوکر تھا اور بعد ہر طرفی کے وزیر کا نوکر ہوا تھا علی ابراہیم خان سے بہت دوستی رکھتا تھا پانچ چھ اپنے ہمقوم ہمراہ لیکر علی ابراہیم خان کے پاس گیا اور کہا کہ کل شجاع الدولہ کی فوج عالی جاہ کی گرفتاری کو آئے گی خدا جانے اُسوقت کی دادر گیر میں تمہارے اسلحے میں یہ آدمی

اُسکے سامنے سے نکلے تو وہ ہمپر فر کرے علی ابراہیم خان نے کہا کہ مجھے اسکی خبر نہیں
 افسوس کہ اُسکے واسطے آپ نے یہ تکلیف گزارا کی اپنے والد الملک سے اُسکی مسند نشینی کے
 لیے ادھر قدم رنج کیا اور وہ آپ کے حق میں ایسا تجویز کرے وزیر نے آشفتمہ ہو کر کہا کیا
 میں دروغ گو ہوں شمر کو طلب کر کے مقابلہ کرادوں۔ علی ابراہیم خان نے آزدہ ہو کر
 عرض کیا کہ میں نے اپنی بخبری بیان کی ہے آپ کو جھوٹا نہیں بتاتا ہوں اور جو اپنے
 شمر کے مقابلے کو فرمایا اسوقت میں عالیجاہ کا وہ مرتبہ نہیں رہا اب شمر کو کیا ایک حدتکار
 بھی مقابلے کو تیار ہوگا۔ وزیر نے نخل ہو کر کہا دلداری کہا کہ تم ٹبری خوبی کے آدمی ہو
 مگر عالیجاہ تم سے بھی بدظن تھا اُسکی ناراضی مجھے معلوم ہے کہ اپنے دربار میں میری شکایت
 کرتا تھا اور تم کو میری اہانت ناپسند تھی مانست کرتے تھے افسوس ہم نہیں جانتے کہ تم
 جیسے نک حلال خیر خواہ سے کیوں بدظن ہو اعلیٰ ابراہیم خان نے جواب دیا کہ میں نے اُنکی
 خدمت میں کوئی قصور نہیں کیا مگر یہی کہ حد و عظیم آباد سے نکلنے وقت اختلاف رائے تھا
 اُنکے رفقا کہتے تھے کہ مرہٹوں کے پاس مدد کی استدعا کے لیے جانا چاہیے اور بندہ حضور
 کی طرف آنے کو اصرار کرتا تھا کیونکہ میری نظر میں آپ کے آستانہ دولت سے زیادہ کوئی
 جائے امن و پناہ عالیجاہ کے لیے نہ تھی وزیر اس جواب سے نہایت غرمندہ ہوئے پھر
 کوئی بات نہ کر سکے حرم سر کی جانب چل دیے مقررین نے دروازے تک مشالیت کر کے
 سلام گزارش کیا۔ وزیر نے علی ابراہیم خان کی طرف اشارہ کر کے کچھ اپنے مقررین سے
 کہا شجاع قلی خان وغیرہ علی ابراہیم خان کو مرزا امانی کے مکتب میں لیگئے اور بیٹھنے کے بعد
 کہا کہ وزیر چاہتے ہیں کہ تمہیں اپنا مصاحب بنائیں اور حکم دیا ہے کہ آپ کا مال اسباب
 جاسوس تلاش کر کے واپس لائیں۔ چنانچہ وہ سب مال و اسباب آگیا ہے اور وزیر نے

اللہ نے بسبب حسن اخلاق کے محبوب القلوب پیدا کیا تھا ان عورتوں نے جب علی ابراہیم خان کا مقید ہونا سنا تو سب رنجیدہ ہوئیں اور عرضی وزیر کو پہونچا دی خواجہ بہار نے وزیر کی طرف سے آکر سواروں کو تاکید کی کہ دور سے محافظ رہیں بے ادبی نہ کریں اور عرضی پر لکھا آپ سے تعرض نہیں چند امور آپ سے دریافت کرنا ہیں دیکھی رکھیے دوسرے دن صبح کو سواران رسالہ شجاع قلی خان نے جو میان عیسیٰ کے نام سے مشہور تھا علی ابراہیم خان کے پاس آکر کہا کہ تمہیں وزیر طلب کرتے ہیں علی ابراہیم خان کڑے اور دستار سے پاکی میں سوار ہو کر شجاع الدولہ کے پاس روانہ ہوا سواران ہمراہی کہ سفلہ مزاج تھے کبھی اُسکی پاکی مجلس عالیجاہ کی جانب لیجاتے اور کبھی کسی اور طرف جب دو تین مرتبہ ایسی حرکت ہوئی تو خان مجبور نے شجاع قلی خان کے پاس کسی آدمی کو بھیج کر کہلایا کہ ناحی سواران ہمراہی دق کرتے ہیں جان حکم ہو پہونچا دیں اُس نے ایک آدمی بھیج کر سواروں کو تہدید کی اور اُنکو کہلایا کہ خان صاحب کو ہمارے پاس لے آئیں وہ سواروں کو ہڑا بھلاکتا دیا آیا اور علی ابراہیم خان کو وزیر کے اُس دیوان خانے میں جہاں اُنکے بیٹے مرزا امانی کا مکتب تھا لیگیا اور وہاں سے وہ وزیر کے حضور میں لیگئے یہ وقت سہیل علی خان خواجہ سردار وغہ ذیل خانہ عالی جاہ اور حافظ اسرار خان مٹھی وغیرہ علماء عالیجاہ وزیر کے سامنے کھڑے تھے علی ابراہیم خان نے حضور میں پہونچ کر ایک اشرفی نذر دکھائی اور بلا اجازت بیٹھ گیا بینی بہادر اور شجاع قلی خان اور یاقوت خان ناظر بھی جو خان مذکور کو لیکر گئے تھے بیٹھے۔ وزیر کمال رعوت سے سریر آرائے۔ علی ابراہیم خان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ کیوں صاحب اہم نے میر قاسم خان کے ساتھ کیا بُرائی کی تھی کہ جو اُسے پتچا پٹاڑی کی لڑائی کے روز شہر سے کہا کہ جس وقت بعد فتح ہماری سواری

دیکھو ابراہیم خان

بجز ندامت اور تفسیح کے کوئی مفید نتیجہ نہ دے گا۔ وزیر نے علی ابراہیم خان کی معاہدت کے لیے حکم صادر کیا اُسے شجاع قلی سے کہا کہ دس بارہ آدمی شکستہ حال میرے ہمراہ ہیں اور دیوان خانے کے پڑوس میں آرام نہیں ملے گا اگر عنایت کر کے آپ اپنی چھاؤنی میں جگہ دین تو بہتر ہو۔ شجاع قلی خان نے حرم سرا کے دروازے پر جا کر اسکی بھی اجازت حاصل کی اور اپنے ہمراہ لیجا کر ٹھہرایا اور نہایت خاطر کرتا رہا۔ ڈیڑھ مہینے تک کہ زندہ رہا کوئی دقیقہ دجوئی کا باقی نہ چھوڑا علیجاہ کا مال جانتک عورتوں اور خواجہ سراؤں وغیرہ طائرین کی کوشش سے معلوم ہوا۔ شجاع الدولہ کی ضبطی میں آیا البتہ کسی قدر جو اہریش بہا جو اس سانحہ سے قبل اُسے شیخ محمد عاشق کی معرفت نجیب الدولہ کے ملک میں بھیجا تھا وہ ضبطی سے محفوظ رہا۔

تاریخ ہندوستان میں مولوی ذکا اللہ صاحب کہتے ہیں کہ اس ضبطی مال میں وزیر نے ذرا بھی مروت اور انسانیت کو نہ برتا اگر میر قاسم کی کہیں ایک کوڑی بھی معلوم ہوتی تو لے لیتے۔

اگرچہ وزیر نے وفاداری جو بشرط استواری اصل ایمان ہے خود علیجاہ کے ساتھ نہیں کی مگر یہ اُنکی پرے درجے کی وضعداری تھی کہ ہر خید انگریزوں نے بار بار باہر اُن سے یہ درخواست کی کہ میر قاسم کو اُنکے حوالے کرین لیکن اُنھوں نے یہ بدسلوکی اپنے معان کے ساتھ نہیں کی۔

میر سلیمان کا قلعہ رہتاس کے فتح کرنے کے لیے روانہ ہونا

اور وہاں سے نامراد واپس آنا

جبکہ علیجاہ اسیر چاہا دیا رہا تب میر سلیمان نے شجاع الدولہ کے حضور میں

یہ بھی حکم دیا ہے کہ ہمارے دیوان خانے کے پاس تمہارے لیے خیمہ کھڑا کیا جائے اور وزیر نے فرمایا ہے کہ تم عالیجاہ کے گھر کے معتمد ہو اور اُسکے رازدار ہو بغضِ نقضِ عالیجاہ کی خیانت کا مال بنارس کے مہاجن کے پاس معلوم ہوا لیکن تمہاری اور عالیجاہ کی امانت کا حال اب تک نہیں کھلا وزیر کہتے ہیں کہ عالیجاہ نے چالیس ہزار شرفیاء تمہارے حوالے کی تھیں اگر یہ بات واقعی ہے تو جسکے پاس تم نے رکھ دی ہیں اُسکا حال بتادو۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ ان شرفیوں کا حال بتادینے سے وزیر کی مہربانی سپر زیادہ ہو گی۔

علی ابراہیم خان نے کہا کہ کسی نے اب تک ایسی باتیں بندے سے دریافت نہیں کی تھیں اب کہ آپ دریافت کیا چاہتے ہیں جو کچھ معلوم ہے عرض کر دوں گا اور لوگوں نے شہمہ سنگھ ہرکارے کو جو سیکڑوں کا خون کراچکا تھا اور شرم کی ناک کا بال ہوتا تھا اور ان شرفیوں کا حال بھی اُسے بیان کیا تھا طلب کر کے مقابلے کے لیے علی ابراہیم خان کے روبرو کھڑا کیا علی ابراہیم خان نے جو جواب دیا تھا اُس سے لوگوں کو شرفیوں کے ملنے کی آس بندھی تھی اور جا کر شجاع الدولہ سے عرض کر دیا تھا کہ شرفیوں کے حصول کی امید ہوتی ہے جب لوگ استفسار کرنے لگے تو علی ابراہیم خان نے کہا شروع کیا کہ آبار خانے سے جو اہر خانے تک سب نقد و غنیمت شرم کے پہروں کے سپرد تھا لاکھوں شرفیاء اُسکے حوالے ہوئی تھیں مگر وہ سرکار میں نہیں پہنچیں۔ لوگ شہمہ سنگھ کی طرف متوجہ ہوئے اُسے انکار کر کے کہا کہ محض بے اصل ہے۔ علی ابراہیم خان نے کہا کہ جبکہ ایک ایسے شخص کا کہنا کہ جو ہندو اور امین ہو بے اصل ہو تو ایک کیسے اور بے اعتبار آدمی کے کہنے پر اعتماد کیا ہے۔ مینی بہادر اس بات کو سنکر مجلس کے دروازے پر گیا اور سب حقیقت وزیر کو کھلا بھیجی اور یہ بھی عرض کر دیا کہ جو شخص جواب میں الزام دے اور دوسروں کی نالائقی ثابت کرے اُس سے معارضہ کرانا

انگریزی فوج کے پہنچنے کی خبر سن کر وزیر کے لشکر کو لوٹ گیا اور شجاع الدولہ سے غلام حسین کی برائی بیان کی۔

میجر منزوکا بکسرین شجاع الدولہ سے جنگ کے لیے آنا اور وزیر کی فوج میسرہ کا شکست پانا

میجر کارنگ کی جگہ میجر منزوکا جو بہی مین بادشاہ انگلستان کا لوکر تھا وہ وزیر کی جنگ پر مامور ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ برسات کے ختم ہوتے ہی لڑائی کا سامان کرنا چاہیے۔

سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ وزیر کے ہاں کثرت غفلت سے یہ حالت تھی کہ کچھ فکر سرانجام حرب و جنگ اور ملاحظہ نہ پانے کی نہ تھی نہ کوئی جنگی سامان تیار کیا وزیر کو مطلق اپنے لشکر اور انگریزوں کے انتظام کی خبر نہ تھی چوڑ پڑھیلنا کہو تر اڑانا یہی معمول تھا گویا اپنے ملک میں باطمینان سیر و شکار کو آئے تھے۔ البتہ اس قدر کیا تھا کہ مورچے ندی توڑا سے دریا سے گنگا تک تیار کر لے تھے اور اسی کی پناہ میں لڑنے کا ارادہ تھا۔ ۱۷ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو انگریزی لشکروں کو حکم تھا کہ وہ اپنی چھاونیوں سے وزیر سے جنگ کے لیے چلیں ابھی لشکر نہ چلا تھا کہ یہ خبر معلوم ہوئی کہ وزیر نے دریا سے سون کے کنارے پر انگریزی لشکر کے روکنے کے واسطے مورچے بنائے ہیں۔ ایک طرف میجر چیمپین سپاہ کے ساتھ بھیجا گیا دوسری طرف میجر منزوکا آیا۔ شجاع الدولہ نے میر ولی اللہ نامی اپنے ایک سردار کو جو عظیم آباد کا رہنے والا اور وزیر کی طرف سے پرکٹہ بھٹا وغیرہ مقامات شاہ آباد کا عامل تھا انگریزوں کے روکنے کے لیے مقرر کیا تھا جب انگریزی فوجین

رسوخ حاصل کیا۔ اور انکے مقربوں کے ذریعہ سے عرض کرایا کہ قلعہ رتھاس کا حاکم
 یعقوب کبیران اور ساہل وہان کا قلعہ دار میرے متوسلون سے ہیں اور وہاں کا مال
 وغیرہ سب مجھ کو معلوم ہے اگر حکم ہو تو تدبیر کر کے اس قلعہ پر جناب عالی کا قبضہ کرادوں
 وزیر تلوسی باتون کی خواہش اور جستجو میں تھے ہی میرسلیمان پر بڑی مہربانی کر کے اسکی
 استدعا کے بموجب میر رحیم خان حاکم سہرام اور ساہل اور یعقوب کے نام پروانے
 اپنی سرکار سے لکھوا دیے۔ میرسلیمان یہ پروانے لیکر اور پہلی محبت کے خیال سے رتھاس
 کو گیا۔ اُدھر میجر منزوں نے جو انگریزی فوج کا سپہ سالار تھا ایک خط غلام حسین مؤلف
 سیر المتاخرین کو ڈاکٹر ظفر ٹن کے ذریعہ سے بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ اگر قلعہ رتھاس
 ہمارے قبضے میں آجائے تو آپکی مزید دوستی کا موجب تصور ہو غلام حسین ساہل کے
 ساتھ پہلے سے احسان کر چکا تھا اور ساہل کے اقربا غلام حسین کی جاگیر کے قریب
 رہتے تھے غلام حسین نے یہ راز ساہل سے کہا اور اسکو سمجھایا کہ انگریزوں کا پلہ
 بھاری ہے بہت جلد وزیر مغلوب ہونگے اگر اپنا بھلا چاہتے ہو تو قلعہ انگریزوں
 کے حوالے کر دو تاکہ تمہارے اور تمھاری اولاد کے حق میں بہتری ہو وہ شخص خود
 بھی عقیل تھا۔ غلام حسین کی بات کی تہ کو پہونچکر غلام حسین کی گفتگو اور میرسلیمان
 کی غرض خوب سمجھا۔ اور میرسلیمان کو حیلے میں رکھ کر غلام حسین کو جواب بھیجا کہ کسی
 انگریزی افسر کو مع فوج جلد بلا لو اور اپنے مطالب ایک کاغذ پر لکھکر بھیجے کہ اسپر
 انگریزوں سے اطمینان کے لیے دستخط کرادو۔ غلام حسین نے ڈاکٹر اور میجر منزوں کو لکھ کر
 انگریزی فوج نواح کٹری سے منگالی اور ساہل کی اور اپنے مطالب کی فرد پر
 دستخط بھی کرانگائے چنانچہ وہ قلعہ انگریزوں کے قبضے میں آ گیا اور میرسلیمان

دشمنوں پر نہیں ہے وہ خود ہی حملہ کرنے آتے ہیں۔ اُسکا یہ خیال غلط نہیں تھا کہ وزیر اپنی حد کو چھوڑ کر لڑائی کے ارادے سے مورچوں سے باہر نکلے۔ مو شیر لاک اور شمر د آٹھ توپ انگریزی اور آٹھ پلٹن تلنگوں کے ساتھ انگریزوں کے مقابل بھیجے گئے۔ اُنکی پشت پر شجاع قلی خان مع چھ سات ہزار پیادہ و سوار کے معین ہوا اور خود وزیر فوج مغلیہ کے ساتھ دست راست پر ٹھہرے اور راجہ بینی بہادر اور بلونت سنگھ زمیندار بنارس دست چپ پر دریاے گنگا کے کنارے کھنڈروں کے متصل قائم ہوئے توپ کی لڑائی شروع ہوئی طرفین کے سپاہی مقتول و مجروح ہونے لگے وزیر نے مع فوج مغلیہ کے دھاوا کیا۔ درانی اور مغل میجر سنز کے ساتھیوں پر لوٹ پڑے۔ اُسکی بہیر اور شکر گاہ کو غلبہ قتل و غارت کیا۔ شمر د اور مو شیر لاک کی گولہ اندازی سے انگریزی فوج پریشان ہو گئی۔ میجر سنز اس وقت جھیل اور دلدل کے حائل ہونے کی وجہ سے دھاوا نہیں کر سکتا تھا۔ اُسے تھوڑی فوج گنگا کی طرف روانہ کی جس نے بینی بہادر پر حملہ کیا شیخ غلام قادر وغیرہ لکھنوی جو بینی بہادر کے ہراول تھے۔ کھنڈروں کی آڑ میں چھپے ہوئے تھے۔ انگریزی تلنگے اُنکی نگاہ سے مخفی جاتے تھے جب آبادی کے کنارے پر پہنچے تو ڈھیلوں کی آڑ سے اُن تلنگوں نے بارہین مارنی شروع کیں۔ شیخ غلام قادر کو اس وقت خبر ہوئی تو مستعد مقابلہ ہوا جب تک یہ صفت بندی کرے تلنگوں نے آگ برسانا شروع کی شیخ زادے بھی تھوڑی طاقت بند و قین چلانے لگے۔ چونکہ دفعۃً ان پر بارہین پڑنے لگی تھیں اُنکا جواب پورا پورا نہ دے سکے۔ اُن تلنگوں کی آتشباری نے اُنکا کام تمام کر دیا۔ شیخ غلام قادر اور بہت سی سپاہ کام آئی اور باقی بھاگ نکلے۔ اس وقت راجہ بینی بہادر نے غالب خان سے کہا کہ اب کیا کرنا چاہیے خان مذکور نے جواب دیا کہ اگر سردار ہو

اودھ بڑھنے لگیں تو اس نے اپنی فوج مغلیہ کو اپنا دھواؤں کرنے کا حکم دیا جن پر انگریزی لشکر نے گولے چلا کر ہٹا دیا۔ اور ایک توپ کلان جو پیشتر دریا کے کنارے وزیر نے فوج انگریزی کے مقابلے کو بھیجی تھی واپس طلب کی چونکہ برسات کی وجہ سے کیچڑ اور دلدل بکثرت تھی اثنائے راہ میں بعض جگہ دلدل میں وہ توپ ایسی پھنس گئی کہ نکالنا دشوار ہوا۔ وزیر خود ایک زاسوار لیکر گئے اور اسکو نکالا اور اپنے لشکر میں واپس لائے۔ اور وزیر کی فوج کے دریا کے کنارے سے ہٹنے سے انگریزی لشکر دریا کے پار اتر آیا شجاع الدولہ کا لشکر بکسر میں پڑا ہوا تھا۔ میجر منرو نے اسکی طرف کوچ کیا اور ۲۲ اکتوبر سنہ مذکور کو وہ وزیر کے لشکر سے تین کوس کے فاصلے پر ایک جھیل کے کنارے پر آن کر خمیہ زن ہوا۔ وہ جھیل دونوں لشکروں کے درمیان میں واقع تھی۔

فرح بخش میں شیو پرشاد کتا ہے کہ نواب نے یہ نا تجربہ کاری کا کام کیا کہ اپنی بیگمات کو فیض آباد کو بھیج دیا بیگمات کے ساتھ بازاری آدمی اور دوسرے لشکری آدمی بھی چلے گئے اور باقی ماندہ سپاہ نے تمام اپنا بھاری بھاری سامان اپنے وطن کو بھیج دیا جریدہ بھاگنے کو مستعد رہ گئے۔ صبح سے پہلے وزیر کے لشکر پر انگریزی لشکر کے حملہ کرنے کی ٹھہری تھی۔ انگریزوں نے جاسوسوں کو شجاع الدولہ کے لشکر میں بھیجا کہ جا کر خبر لائیں مگر جب وہ آدھی رات تک واپس نہ گئے تو میجر صاحب کو یہ یقین ہوا کہ وہ دشمنوں کے پنجے میں گرفتار ہو گئے اسلئے حملہ کرنا دوسرے دن صبح کو ٹھہرایا۔ صبح کے وقت جاسوس خبر لائے کہ رات بھر وزیر کی سپاہ کی تیاری ہوتی رہی اور خوف کے مارے مستورات خانہ و خزانہ دور بھیج دیا ہے تو پچانہ چلا آتا ہے مگر یہ ساری سپاہ کی تیاریاں سوچن ہی کے اندر ہیں۔ اسپر میجر صاحب نے کہا کہ اب ہر کچھ کرنے کی ضرورت

شجاع قلی خان معروف بہ میان علی کا مو شیر لاک اور شمر و
کے عقب سے نکل کر دونوں فوجوں کے درمیان میں جا مل
ہو جانا اس وجہ سے وزیر کی فوج کے انتظام میں برہمی
پڑ کر یا وجود ظہور غلبہ کے شکست پانا

شجاع قلی خان نے جو انگریزی تلنگوں اور شیخ زادوں اور مہینی بہادر کی سپاہ کی
بند و قون کی آواز سنی تو اُس نے یہ خیال کیا کہ مہینی بہادر اور اُسکے ساتھیوں نے
جسارت کر کے دشمنوں پر حملہ کیا ہے اگر اُس نے لڑائی فتح کر لی تو میری وزیر کے سامنے
بڑی بے آبروئی ہوگی۔ اور اُس نے اس خیال کو ایسا مضبوط اپنے دل میں جایا کہ حقیقت
بھی دریافت نہ کی اور نہایت عجلت سے شمر و اور مو شیر لاک کے عقب سے نکل کر آگے بڑھا
روبرو دلدل تھی اُس سے گزرنا مشکل ہو گیا اسکے علاوہ انگریزوں کی طرف سے
اس تیزی کے ساتھ آگ برس رہی تھی کہ قدم بڑھانے کی مجال نہ ہوئی اُسکے
ساتھ چھ سات ہزار آدمی تھے جن میں سے تھوڑے آدمیوں نے رفاقت کی۔ اس
جماعت کے آگے بڑھ جانے سے شمر و اور مو شیر لاک کی توپ چلنے سے بند ہو گئی۔ کیونکہ
شجاع قلی خان طرفین کی صفوں کے درمیان حائل ہو گیا تھا اُدھر سے میجر منرو نے
دھوین اُڑا دیے۔ شجاع قلی خان اور اُسکے بہت تھوڑے ساتھی دلدل سے نکلے
مگر انگریزی فوج کی باڑھوں نے اُنھیں پھپھاڑ دیا ملک عدم کی راہ لی جو ہمراہی بچے
وہ بھاگ نکلے اور میدان میں جو لوگ کھڑے تھے اُنھیں بھی اپنا اضطراب دکھلا کر اپنی
ہمراہی پر آمادہ کیا اور مہینی بہادر کے مقابل سے گزر کر لشکر وزیر میں داخل ہوئے

جان نثار کیجیے ورنہ فرار بہتر ہے۔ بینی بہادر نے آبرو کا لحاظ کیا اسنے کہا بسم اللہ اور پیادہ ہونے کا اشارہ کیا۔ غالب خان مع اپنے متبعین وحید الدین خان کے پیادہ ہو کر بڑھا۔ بینی بہادر کو جان وینا گوارا نہوا میدان سے منہ پھیرا میر وحید الدین خان نے بینی بہادر کی اس بے اعتنائی سے باپ کو آگاہ کیا۔ غالب خان اپنے آقا کو اس حالت میں دیکھ کر خود بھی گھوڑے پر سوار ہو کر راجہ کے پیچھے بھاگ نکلا۔

چاند قنیش گشت آگہ سپاہ گریزان برفتند ز اور دگاہ

چنان لشکر کش و آن انجمن پراگندگی یافت از چند تن

شیو پر شاو نے فرح بخش میں یہ جو لکھا ہے کہ غلام قادر خان وغیرہ شیخ زاد ہائے لکھنؤ

ہمراہی بینی بہادر داد مردانگی دادہ ہر انگریزان غالب آمدہ بودند چنانچہ انگریزان از

معرکہ آوارہ و سرگردان شدہ ہر کشتی ہارفتہ بودند در عین معرکہ بازار ملک الموت گرم بود و

مردان جنگ دیدہ کشتش و کوشش فراوان سے نمودند مغلان دست بغارت و تاراج

کشادند انگریزان بمجاہدہ چہین حالت بد رہاے اشرفیہاے حسبی و برنجی کہ برائے چہین

روز ہا ہمراہ داشتند کشارہ در میدان مصاف افشادند و پراگندہ کردند مغلان عظیم مرتب

خود را ہیا کہ لازمہ سپاہگہری و سرداری ست از دست دادہ بتاراج اشرفیہا پر دختند

سرداران انگریز بو الفضولی مغلان ملاحظہ کردہ و خود را جمع ساختہ وقت دو پہر بازپوش

و حملہ کردند و نہدوق چھاتی سرداند و بہ تجدید قنہ خوابیدہ پیدا ساختند شکست فاش

بر لشکر نواب افتاد۔ یہ بالکل بے سرو پا قصہ ہے شکست لشکر وزیر کی وجہ اور ہے

جواب بیان کرتا ہوں۔

نہانت بیچارہ اذرا سے خام
نہ دستور درکین برآوردہ نام
بہم چنان تنگ بُد کردہ کار
کہ جستہ زمیندان کینہ کنار
شدے فرہی جفت دستور شاہ
نماندے نہ انگریز یک تن سپاہ
نہ اندیشہ خام آن شور و خجست
شود و اندوگن کار و بسیار سخت
برآوردہ ناشس خجاک افگند
سپہ را بدام ہلاک افگند

یہ لڑائی بھی قابل یاد رکھنے کے ہے۔ اُس میں انگریزی سپاہ میں آٹھ سو ستاون
گورے اور پانچ ہزار دو سو ستاون تلنگے اور نو سو اٹھارہ ہندوستانی سوار سبیل سات ہزار
بہتر آدمی تھے اور میں توپیں تھیں شجاع الدولہ کے پاس لشکر میں اکثر ساڑھ ہزار
آدمی تہلاتے ہیں اور جنہوں نے اُسکا تحمینہ بہت ہی کم کیا ہے وہ چالیس ہزار سے
کم نہیں کہتے۔ اس لشکر میں سے دو ہزار نے میدان کارزار میں راہ عدم لی
اور سرداروں میں سے شجاع قلی خان عرف میان علی اور میر تقی رسالہ دار مغلیہ
اور غلام قادر خان اور غلام حسین و عبدالرزاق اور اُسکے بھائی اور علی اکبر خان
اور محمد رضا خان مغل مار گئے اور بہت بہادر کی ٹانگ میں زخم شدید آیا اور پلنگنی
کے سبب سے جوڑو بے اور مرے وہ اس شمار سے باہر ہیں۔ ۳۳ توپیں انگریزوں
کے ہاتھ آئیں۔ انگریزی لشکر میں بھی جانوں کا بہت نقصان ہوا ۷۴ آدمی
مقتول و مجروح ہوئے۔ شجاع الدولہ کے اس ٹڈی دل فوج کے شکست پانے کی
ایک وجہ یہ بھی ہے کہ راجہ بلونت سنگھ زمیندار بنارس جو وزیر کا شریک تھا اس
لڑائی میں انگریزوں سے مل گیا۔ نواب کا جو مورچہ اُسکے سپرد تھا اُس میں انگریزی
لشکر کو ہلا لیا تھا۔ بلکہ فرج بخش مولفہ فیض بخش سے غایت ہوا کہ نواب کے دوسرے

اور اب کسی کو تاب قیام نہ رہی آدمی کا کون شمار تھا زمین چل نکلی۔ مغلون اور
 درانیوں نے یہ سراسیمگی دیکھی تو نیکو کامی سے لشکر وزیر کے لوٹنے میں مصروف ہوئے
 تھوڑی دیر وزیر امید لگائے رہے جب ہمارے ہوں نے ترک رفاقت کی خود بھی میدان
 سے بھاگ نکلیے۔ وزیر کا اور انکے تمام لشکر کا مال و اسباب انگریزوں کے ہاتھ لگا
 آپس میں بھی خوب لوٹ مار کی جو جسکے ہاتھ لگا وہ دبا بیٹھا بڑی لوٹ ہوئی حقیقت
 لشکر ہمیں سے معمور تھا۔ نو بجے سے لڑائی شروع ہوئی تھی اور بارہ بجے تک خوب
 زور شور سے جاری رہ کر وزیر کی فوج بھاگی۔ اسوقت انگریزی لشکر نے اسکا تعاقب
 کیا مگر شجاع الدولہ نے عقلندی کا ایک کام کیا اگرچہ انکی تھوڑی سی سپاہ تباہ ہوئی
 مگر بہت سی بچ گئی۔ میدان جنگ سے دو میل پر ایک ندی تھی اسپر کشتیوں کا پل انھوں
 نے باندھا تھا۔ پہلے اس سے کہ انگریز وہاں پہنچیں اسے توڑ ڈالا اگرچہ دو ہزار آدمی
 اس پل شکنی کے سبب سے ڈوب کر اور اور طرح سے مر گئے لیکن شجاع الدولہ اگر یہ نہ کرتے
 تو انگریزی فوج اس ندی سے پار اتر کر انکی ساری سپاہ کو کرم ناسین ڈبو کر تھنس
 کر دیتی اور وزیر قاسم کا خزانہ مع جواہرات کے دو کروڑ روپے کا لیلیتی بہت سے لشکر دیا
 کی کیچڑ اور دلدل میں پھنس کر تلنگون کی بند و قون سے راہ عدم کے رہرو ہوئے۔
 انگریزوں نے دریا کے کنارے کھڑے ہو کر فراریوں پر گراں مارنا شروع کیے اور بند و قون
 کی گولیوں کا مینہ برسایا کچھ بھگوٹے گولے اور گولیوں سے ہلاک ہوئے۔ جو گنواروں
 کے پائے پڑے انکے ہاتھ سے کام آئے۔ باقی ماندہ نہایت بے عزتی سے پیکر بھل گئے
 اور دریا پار مغرورون میں مل گئے۔ وزیر کو شکست شجاع قلی خان کی جہالت سے
 حاصل ہوئی۔ جارج نامے کا ناظم اسکی جہالت پر نہایت نفرت کرتا ہے اور کہتا ہے

خاص جسمانی یا اخلاقی تفوق کی وجہ سے وقوع میں نہیں آئی انگریزوں میں دو
 خصائص ایسے ہیں جن کا مقابلہ ہندی ہرگز نہیں کر سکتے ایک اُن کا اعلیٰ درجے
 کا استقلال دوسرے اُنکی اعلیٰ درجے کی مستعدی انھیں دو خصائص سے انھوں نے
 ہند کو فتح کیا ہے۔ ایسی رئیسوں کی بڑی بڑی فوجیں جب میدان میں آتیں تو وہ
 چھوٹی سی یورپی فوج کا بھی مقابلہ نہ کر سکتیں۔

میر قاسم کا انجام کار

شجاع الدولہ نے اس لڑائی سے ایک دن پیشتر عالی جاہ کو قید سے نکال کر
 ایک لنگڑی ہتھنی دے کر رخصت کر دیا تھا اُس رات کو جسکی صبح کو شکست ہوئی
 علی ابراہیم خان نے عالیجاہ کی رہائی کی خبر یا کر اُسکو پیغام دیا کہ میرے پاس تشریف
 لائیے میرے پاس ایک عمدہ گھوڑا اور ایک ہزار روپیہ موجود ہے میں نے یہ چیزیں آپ
 کے پاس اس خیال سے نہیں بھیجیں کہ مبادا وزیر خیر یا کر درپے تذبذب ہوں اگر شاد
 روانہ کروں عالیجاہ نے جواب دیا کہ تمھاری مروت پر آفرین ہے مگر اسوقت مناسب نہیں
 بروقت ضرورت طلب کر لوں گا۔ اتفاق سے اُسی شب کو وہ ہتھنی ملی کہ شکست کے
 وقت عالیجاہ بھی فراریوں کے ساتھ بنگلیا اور گرتا پڑتا بنارس سے چھ سات کوس پر مقیم ہوا

بادشاہ کا انگریزوں کی پناہ میں داخل ہو جانا اور

اُنکے ساتھ لنگا کو عبور کرنا

بینی بہادر وزیر کے حکم سے بادشاہ کو ہمراہ لیجانے کے لیے لنگا کے کنارے بنارس کے

سردار بھی انگریزوں سے ملے ہوئے تھے اس کتاب میں لکھا ہے کہ بسبب مخالفت بعض سرداران فوج خودش در عالم نہانی خطوط موافقت خویش بہ سرداران کمپنی میں فرستادہ اور اجنبی بہادرنائب صوبہ یا جمعیت وہ ہزار ہا سردار عین وقت کنارہ گرفتہ از دور تماشائے دید باستصواب برادران مثل نواب سالار جنگ وغیرہ کہ مقتضائے آن وقت بود مراجعت فرمودہ

وزیر نے اپنے زخمیوں کی خبر نہ لی اُن کو میدان میں بے دست و پا چھوڑ گئے اس وقت نصرت مندوں کی فیاضی پر آفرین ہے کہ وہ پانچ روز تک متواتر اُن زخمیوں کو چنتے رہے جنہیں جان باقی تھی اُنکو پانی پلا یا خشک کھلایا۔ ڈاکٹروں کو فرصت اتنی نہ تھی کہ وہ انگریزی لشکر کے زخمیوں کی مرہم پٹی بھی اچھی طرح سے کرتے اسلئے دشمنوں کے زخمیوں پر ٹانکے نہ لگا سکے۔ وزیر نے مع متعلقوں کے الہ آباد کی راہ لی۔

اس فتح سے بڑے بڑے عمدہ نتیجے انگریزوں کے لیے پیدا ہوئے نواب وزیر جو مدت سے گویا سلطنت ہند کے مالک بنے ہوئے تھے وہ تو لپست ہو گئے اور انگریزوں کا حکم ہندوستان میں سب پر غالب ہو گیا۔ تاریخ آغاز دولت انگریزی کی نہا میں اس مصرع سے نکلتی ہے۔ ۵ در ہند امیر شد فرنگی ۵

فائدہ جلیلہ تمدن ہند مترجمہ سید علی بلگرامی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کو انگریزوں کے مسخر کر لینے کے دو سبب ہیں اولاً یورپی تعلیم یافتہ افواج کے مقابلے میں دسی افواج کا کمزور ہونا اور ثانیاً دسی افواج کا اس تعلیم کو یورپی افسروں کے تحت میں حاصل کر لینا اور جیسا کہ انگریزوں کا خیال ہے یہ فتح ہرگز انکی کسی

فوج انگریزی سے ملک کو بچا لون گا اور انگریزوں سے زیادہ مدد طلب نہ کر دن گا
اور میں اُس انگریزی فوج کی تنخواہ آمدنی ملک سے سالانہ دو لاکھ جو کچھ وہ طلب کریں گے
اگر انگریز بخلات اپنے فائدے کے وزیر سے صلح کریں گے تو میں دلی چلا جاؤں گا سو اسے
کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ میں پھر ایسے شخص کے قبضے میں گرفتار ہوؤں جس نے مجھے ہتھ
دقت اور تکلیف دی میرا کوئی دوست معتبر سو انگریزوں کے نہیں ہے۔ اور انکی سابق
مراعات کی نسبت میں ہمیشہ اُنکا لحاظ اور ادب کروں گا اب اُنکا وقت ہے کہ ایسے ملک پر
قابل ہوں جس میں دولت اور روپیہ بکثرت ہے اور میں اُس قدر پر راضی رہوں گا جس قدر
وہ مجھے بخوشی دیں گے۔ روپیہ جو وزیر نالائق کے ہمیشہ سے دشمن ہیں وہ تمام میرے
دوست ہیں۔

شرائط جو بادشاہ نے قراردی تھیں

بنظر مدد اور وفاداری انگریزی کمپنی کے جس نے ہم کو تکالیف سے
رہا کیا ہے اور بنائے سلطنتِ خدا داد کو انجام دیا ہے ہم بخوشنودی تمام
عنایات شاہی انگریزی کمپنی کی نسبت بذریعہ شرائط ذیل ظاہر کرتے ہیں اور یہ
شرائط حال و استقبال میں جاری و قائم رہیں گی۔ بلجا نا اسکے کہ انگریزی کمپنی کا خرچ
عظیم ہوا اور اُسے تکالیف اور خطرات جنگ جو ناعن شجاع الدولہ نے خلاف مرضی
حضور کے اُسے کی تھی اُنٹھائے ہیں ہم نے ملک غازی پور اور باقی زمینداری را جہ
بلوٹ سنگھ جو شجاع الدولہ کی نظامت میں واقع ہے اُسکو دی اور وہاں کا انتظام
و حکومت اُسکے سپرد ہوئی جس طرح اب تک نواب شجاع الدولہ کے سپرد تھی اور جو کہ

۱۱ بادشاہ دلی سے
۱۲ دیکھو غازی پور و مدینہ منورہ میں عہد نامہ

مقابل جہان بادشاہ پڑے ہوئے تھے مقیم تھا۔ چونکہ شجاع الدولہ کے ہاتھ سے بادشاہ کا تھنوں میں دم تھا شکست کے بعد بادشاہ نے ایک شقہ میجر منزو کو اس فتح و ظفر کی تنیت میں لکھا اور بیان کیا کہ میں اپنے وزیر کے ہاتھ میں قید ہوں مجھے اس قید سے آپ چھٹائیے اور میری حمایت و استعانت میں کوشش کیجیے اگرچہ میں وزیر کے ساتھ تھا مگر لڑائی سے ایک رات پہلے اُس سے جدا ہو گیا تھا۔ بینی بہادر نے جب یہ حالت دیکھی تو مع لشکر کے دیا کواڑ گیا۔ انگریزی سپاہ بکسر میں کئی روز تک اس سبب سے رہی کہ مردوں کو دفن کرے اور زخمیوں کی خدمت اور چارہ سازی کرے اب میجر منزو نے بنارس کی طرف کوچ کیا۔ بادشاہ بھی اپنے پہرے چوکی سمیت اس طرف چلے آتے تھے اور انگریزی لشکر سے اُنکا بہت تھوڑا فاصلہ تھا جب بینی بہادر گنگا پار ہوا تو بادشاہ نے سینر الدولہ کے مشورے سے انگریزوں کو طلب کیا انگریز بھی اُنسے ملنا چاہتے تھے۔ میجر منزو بہت جلد آکر سلام سے مشرف ہوا۔ بادشاہ نے اُس سے کہا کہ آپ میری حمایت کیجیے اور اسکے عوض میں شجاع الدولہ کی تمام ریاست لے لیجیے یا جو کچھ اور جی چاہے وہ مانگ لیجیے۔ میجر منزو نے اپنے اعلیٰ افسروں سے اس باب میں صلاح پوچھی اور بادشاہ کی درخواست کی نسبت کہا کہ جب تک کونسل کلکتہ سے حکم نہ آئے میں منظور نہیں کر سکتا۔ میجر منزو نے بادشاہ کی درخواست کے مطابق مقام بنارس سے کونسل کلکتہ کو ۲۲ نومبر ۱۷۶۴ء کو رپورٹ کی کہ بادشاہ کہتے ہیں کہ اگر یہ ملک رکھنا ہے تو مجھ کو اسپر قابض کرادو اور تھوڑی فوج انگریزی میرے ساتھ رکھو تاکہ ظاہر ہو کہ میری حفاظت انگریز کرتے ہیں اور اُنکا خراج میرے ہونے ہوگا۔ اگر کوئی دشمن مجھے حملہ کرے گا تو میں ایسی موافقت ملک کے ساتھ کروں گا کہ اپنی فوج سے اور اُس تھوڑی

کیا تھا۔ میجر صاحب نے بینی بہادر سے صاف کہہ دیا کہ راجہ صاحب سُن لو کہ میرا قسم اور شمر کو کے حوالے کر دینے پر شرائط صلح کا انفصال موقوف ہے۔ اسپر بینی بہادر نے کہا کہ اس درخواست کا منظور ہونا تو ناممکن ہے لیکن صلح منظور ہو تو یوں ہو سکتی ہے کہ پچیس لاکھ روپیہ سرکار کیپنی لے اور آٹھ لاکھ آپ لیں اسکا جواب مردانہ میجر صاحب نے یہ دیا کہ یہ روپیہ کیا اصل رکھتا ہے اگر شجاع الدولہ اپنے تمام خزانے کو خالی کر کے مجھے دیدین تو بھی میں اُسکو خون بہاؤں اپنے ہموطن مصیبت زدہ شرفیوں کا نہیں سمجھتا ہوں کہ جو پٹنے میں میرا قسم کے حکم سے قتل ہوئے۔ میں کبھی صلح نہیں کروں گا جب تک میرا قسم اور شمر کو میرے حوالے نہ کر دوں گے۔ چونکہ بینی بہادر عالیجاہ سے ناراض تھا اور اپنے آقا کی سلامتی اس میں دیکھی میجر صاحب سے عرض کیا کہ شمر تو صاحب فوج ہے اُسکا ملنا دشوار ہے مگر عالیجاہ کو گرفتار کر کے دینا اگر وزیر نے منظور کیا تو دشوار نہیں اس سوال و جواب کے بعد بینی بہادر میجر صاحب سے رخصت ہو کر اپنے آدمیوں میں آیا اور اُن کو سارے ماجرے سے آگاہ کیا۔ علی ابراہیم خان نے جو کچھ سُن گن پائی تو عالیجاہ کے حق نمک کا پاس دلچاظ کر کے جو بینی بہادر کے لشکر سے پانچ چھ کوس پر مقیم تھا اُسے خبردار کر دیا اُس نے اطلاع پاتے ہی جلد الہ آباد کی راہ لی اور وہاں پہونچ کر اپنے اہل عیال کو لیکر روہیلکھنڈ میں چلا گیا یہاں پانچ برس رہا پھر بیان سے رانا کے گوہر کے پاس چلا گیا اور یہاں سے دہلی پہونچا تو اب نجف خان نے اُسکی تعظیم کی اور جب تک زندہ رہا خبر گیری اور خد متلذاری بجا لاتا رہا۔

میجر منزوکے جواب کو لیکر بینی بہادر شجاع الدولہ کے پاس چلا گیا اور پھر آنکر میجر صاحب کو سمجھا یا مگر انھوں نے انکار کیا تو بینی بہادر نے یہ درخواست کی کہ کپتان سٹیلین صاحب

راجہ بلونت سنگھ نے سرداران انگریزی کمپنی سے معاملہ کر لیا ہے ہوا سٹے وہ اُس کے مطابق انگریزی کمپنی کو مالگذا ری دیا کرے اور علاقہ مذکور کی جمع مالگذا ری شاہی مالگذا ری کی کتب سے اب کچھ تعلق نہیں رکھتی اور اُسے خراج کی جائے گی فوج انگریزی کمپنی ہمارے ہمراہ ہو کر الہ آباد اور شجاع الدولہ کی نظامت کے دوسرے علاقے پر قبضہ کر دے گی اس علاقے کی مالگذا ری سو مالگذا ری زمینداری راجہ بلونت سنگھ کے ہمارے قبض و تصرف میں آئے گی۔ چونکہ شجاع الدولہ کے ملک پر ہمارا قبضہ کرانے کی وجہ سے انگریزی کمپنی کا اور بھی خرچ ہو گا اس واسطے حسب قدر ملک پر ہر قبضہ ملتا جائیگا خزانہ عامرہ سے اُس قدر روپیہ مالگذا ری دیتے رہیں گے حسب قدر ہم سے ممکن ہو گا اور جب ہم تمام علاقے پر قابض ہو جائیں گے تو کمپنی کے تمام مصارف جو اس میں شروع سے یعنی جب سے وہ شامل شاہنشاہی ہوئی آخر تک ہو گا ادا کر دینگے چنانچہ بادشاہ نے بموجب ان شرائط کے ۴ رجب ۱۱۰۷ جلوس مطابق ۲۹ دسمبر ۱۷۹۵ء کو ایک فرمان لکھ کر غازی پور اور باقی علاقہ راجہ بلونت سنگھ انگریزی کمپنی کو عطا کر دیا۔ آخر کار کونسل سے احکام بادشاہ کی مرضی کے موافق آگئے اور اُس وقت سے بادشاہ انگریزوں کے سایہ حمایت میں داخل ہوئے اور بادشاہ نے انگریزوں کے ساتھ گنگا کو عبور کیا۔

بینی بہادر کا وزیر کی طرف سے انگریزوں کے

پاس صلح کے لیے آنا اور صلح کا کام پورا نہ ہونا

جب میجر منٹرو بنارس پہنچا اور وزیر نے راجہ بینی بہادر کو اُس کے پاس صلح کا پیام دے کر بھیجا راجہ بینی بہادر نے علی ابراہیم خان کو بھی اپنے مشورے میں شریک

طرح ایک ہی رات رہ کر نقد می اجناس کا انتخاب کر کے ساتھ لیا اور روہیلکھنڈ میں چلے گئے
الہ آباد کی قلعہ داری علی بیگ خان کے سپرد کی اور قلعہ چنار گڑھ میں بشیر جیشی کو مقرر کیا
اور مینی بہادر حب آیا تو صلح کا مشورہ اسوجہ سے منظور نہ کیا کہ روہیلکھنڈ اور مرہٹوں سے
مدد لیکر پھر انگریزوں سے لڑنے کا ارادہ تھا اور اُسکو لکھنؤ کو رخصت دی اس نظر سے
کہ مینی بہادر بظاہر انگریزوں سے ملا ہوا تھا تا کہ اُسکا عمل صوبے میں رہے اور خود
شجاع الدولہ بریلی میں آئے۔ ان دنوں حافظ رحمت خان اور دوندے خان وغیرہ
روہیلے حسنیور میں مقیم تھے عنایت خان بہر حافظ رحمت خان بریلی میں تھا اُسے شہر
سے دور محکمہ استقبال کیا۔ اور شجاع الدولہ کو بریلی میں لا کر بڑی عزت کے ساتھ مہمانداری
کی۔ منتخب العلوم اور عماد السعادت میں جو لکھا ہے کہ شجاع الدولہ کبیر میں شکست پا کر
عنایت خان کے ساتھ بریلی چلے گئے یہ صحیح نہیں کیونکہ عنایت خان کبیر کی جنگ
میں شجاع الدولہ کے ساتھ نہ تھا۔ کبیر کی شکست سے پہلے بریلی کو لوٹ آیا تھا۔ غرض کہ
شجاع الدولہ نے مدد کے واسطے عنایت خان سے کہا اور اُسکو حافظ صاحب کے پاس
حسنیور کو روانہ کیا عنایت خان نے حسنیور پہنچ کر بیان کیا کہ شجاع الدولہ بریلی
آگئے ہیں اور بیان آنے والے ہیں۔ شجاع الدولہ نے اپنے اہل و عیال کو سالار جنگ
کی نگرانی میں بریلی چھوڑا اور خود تمام خدم و حشم کے ساتھ قصبہ حسنیور کو روانہ ہوئے
روہیلے سرداروں نے دو کوس سے بڑے تپاک کے ساتھ استقبال کیا اور اپنی فرودگاہ پر
لیگئے اور بظاہر ہر ایک نے اُنکی نجوبی تعظیم و تکریم کی اور پھر اُنکے ساتھ اپنی اپنی ریتوں
کو لوٹے دوندے خان اور شجاع الدولہ سبولی کو چلے گئے شجاع الدولہ نے نجیب الدولہ کو
بھی ملک کے لیے لکھا تھا۔ مگر انھوں نے جو اہر سنگھ سپر سوج مل جاٹ والی بھرت پور کی

کو ہمراہ کر بیجیے وہ یہاں کی زبان خوب سمجھتے ہیں نواب صاحب سے خود گفتگو کریں اس پر
مہجر صاحب نے کہا کہ نہ میں اُنکو جانے کے لیے کہوں اور نہ اُنکو جانے سے روکوں۔
یہ اُنکی مرضی ہے چاہے جائیں یا نہ جائیں مگر کپتان صاحب بینی بہادر کے ساتھ
شجاع الدولہ کے پاس آئے اور میر قاسم اور شمر کے حوالے کرنے کے لیے کہا اُسپر شجاع الدولہ
نے جواب دیا کہ میر قاسم کو تو قیامت تک جیلے نہ کرو گنا مگر آئندہ اُسکی حمایت نہ کرو گنا (منشی
ذکا اللہ صاحب کہتے ہیں کہ حمایت کا لفظ کہنے سے اس بے حمیت کو شرم نہ آئی یہ
اُسکی حمایت کیا کرتا تھا) اور شمر کو بھی نہ دو گنا مگر مجھے منظور ہے کہ تین چار آدمی انگریزی
لشکر کے میرے پاس آئیں اور میں شمر کو دعوت میں بلاؤں اور وہ اُسکو دعوت میں
موت کے مٹھ کا لقمہ بنائیں اور کپتان صاحب کو بہت کچھ روپیہ دیا کہ وہ مہجر صاحب
کو صلح پر راضی کر دیں مگر مہجر صاحب کب ایسی باتوں کو سُنتے تھے وہ تو میر قاسم اور
شمر کے ذبح کرنے کو اپنے اوپر واجب سمجھتے تھے۔

وزیر کار و ہیلون کے ملک میں پناہ لینا اور وہاں سے

نواب احمد خان بنگش والی فرخ آباد کے پاس چلا جانا

شجاع الدولہ کو کمبر کی شکست کے بعد اپنے ملک پر اتنا اطمینان نہ تھا کہ وہ اپنے
اہل و عیال اور دولت و مال کو یہاں رکھتے ایسے اپنے معتمدوں کو لکھنؤ اور فیض آباد بھیج کر
سما کیہ کی کہ ہمارے متعلقین اور خزانہ وزیر و جواہر کو حافظ رحمت خان کے ملک میں لیجائیں
اور بریلی میں ٹھہریں اور خود بھی جلدالہ آباد کو آئے اور اپنی ماں اور بیوی کو لیکر فیض آباد
میں آئے اور قلعہ سے ضروری سامان سمیٹ کر ایک دن میں لکھنؤ پہنچے یہاں بھی فیض آباد کی

حافظ رحمت خان کے پاس پناہ لی تو حافظ صاحب نے اُنکو طرح طرح سے سخت پہنچائی اور جو کچھ مال باقی تھا اُسکے چھین لینے کی فکر کی۔ جام نبان نامین بیان کیا ہے کہ چونکہ انگریزوں کی جلادت کا تمام مین شہر ہو گیا تھا اسلئے روہیلوں نے وزیر کا مددگار ہونا قبول نہ کیا شیوپر شاہ کی فرخ بخش مین مذکور ہے کہ شجاع الدولہ نے سرداران روہیلکھنڈ سے بہت کچھ چاہا کہ میرے مددگار بنکر انگریزوں سے جنگ کریں سب نے جواب صاف دیا کہ انگریزوں سے بے سبب لڑنا۔ جھگڑا پیدا کرنا اور فتنہ خوابیدہ کو جگانا عقل کے خلاف ہے ہم سے یہ نہو سکے گا۔ مگر حافظ صاحب شجاع الدولہ کی خاطر سے فرخ آباد کو اُنکے ہمراہ روانہ ہوئے۔ انھوں نے نواب وزیر سے صاف کہہ دیا تھا کہ یہاں کسی سے اُمید رفاقت نہیں فرخ آباد مین چلکر جو کچھ آپ کی مرضی ہوگی اُسکا انتظام کیا جائیگا۔ نواب احمد خان ٹکیش بھی نہایت عقیل اور کار آمد مودہ ہے اگرچہ نواب صفدر جنگ سے اور اُس سے صفائی نہ تھی اور آپ کے ساتھ بھی خط و کتابت نہیں ہے۔ لیکن جبکہ آپ وہاں چلینگے تو یقین ہے کہ وہ آپ کے جانے کو فرستھے گا اور اچھی طرح ہمانداری کریگا اور عمدہ مشورہ دیگا بلکہ عجب نہیں کہ خود بھی اپنی سپاہ کے ساتھ شریک ہو۔ اور عماد الملک وہاں موجود ہے وہ بھی شراکت کرے تو عجب نہیں۔ شجاع الدولہ نے اس مشورے کو پسند کیا اور فرخ آباد کو روانہ ہوئے اور اپنے عیال و اطفال کو اپنے چچا شیر جنگ اور مظفر الدولہ بخشی الملک ابوالبرکات خان کے ہمراہ بریلی مین چھوڑ گئے۔ روہیلے نواب کے آدمیوں کو رات دن لوٹتے کھسوتے اور دق کرتے رہتے رہتے شجاع الدولہ فرخ آباد مین ان واقعات کو سُن کر صبر کرتے تھے۔

روہیلکھنڈ گزٹیر وغیرہ مین لکھا ہے کہ حافظ رحمت خان نے بڑی بے دلی کے ساتھ

مخالفت کا عذر کیا۔ عماد السعادت اور تارنچ شاہیہ میں بیان کیا ہے کہ روہیلون
میں سوائے حافظ رحمت خان کے کسی نے نواب شجاع الدولہ سے موافقت نہ کی اسلئے
نواب شجاع الدولہ بیان آ کر خوش نہوے بلکہ ہمیشہ خطرناک رہتے تھے کئی بار روہیلون
نے چاہا کہ انکو لوٹ لین لیکن اس وجہ سے کہ اب بھی ستر ہزار سپاہ انکے ساتھ تھی
کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی حافظ رحمت خان اس مشورے میں روہیلون کے
شریک نہ تھے یہ سارا فساد دوندے خان کا تھا جنکو حافظ رحمت خان منع کرتے
رہتے تھے۔ ایک دن ایک روہیلے کی شجاع الدولہ کے ایک لشکری سے تکرار ہوئی
اس لشکری نے روہیلے کے کئی لکڑیاں ماریں۔ روہیلے نے اپنی جمعیت میں ہونچکر
سارا حال بیان کیا تین ہزار کے قریب روہیلے جمع ہو گئے دوندے خان بھی انکے
شریک حال تھے دوندے خان اور سپاہ روہیلے نے چاہا کہ نواب شجاع الدولہ پر حملہ
کریں۔ نواب شجاع الدولہ کو جب اس مشورے کا حال معلوم ہوا تو اپنی فوج میں
تیاری کا حکم دیا اس خیال سے کہ مبادا روہیلے انکو غافل پا کر تباہ کر دیں۔ حافظ
رحمت خان نے عنایت خان کو نواب شجاع الدولہ کے پاس بھیجا اور آپ روہیلون
کی جمعیت میں جا کر انکو بہت کچھ ملامت کی اور دوندے خان کو بھی سمجھایا اور سبکی
کمرین کھلوادین پہرون چڑھے سے عصر تک یہی جھگڑا رہ کر ختم ہوا۔ بعد اس کے حافظ
رحمت خان نے شجاع الدولہ سے کہا کہ آپ کا یہاں رہنا مناسب نہیں آج میں نے
انکو سمجھایا کہ انکو کیا ہوگا اس سے بہتر یہ ہے کہ آپ یہاں سے فرخ آباد کی طرف
تشریف لیچیں میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں (انتہی) پھر مجھے تعجب ہے کہ
ماثر الامرا میں یہ کیوں لکھا ہے کہ جب شجاع الدولہ نے بکسر کی شکست کے بعد

کوس کے فاصلے پر جنوب رو یہ واقع ہے فتح کرنا چاہا۔ شیدی بشیر جو وزیر کا مقرب اور قلعہ دار تھا نہایت ڈر پکٹ تھا لیکن اُس کے ہمراہی دیر تھے اُنھوں نے محمد بشیر خان کو وزیر کے پاس بھیج کر چند روز لڑائی جاری رکھی انگریزی فوج نے قلعہ کی ایک طرف کی دیوار کو خراب بھی کر دیا تھا مگر مندوستانی سپاہ کی نامردی سے قلعہ ہاتھ نہ آیا دوسری دفعہ پھر حملہ کیا تو گوہے بھاگ نکلے اس سے سارا کام بگڑ گیا۔ میجر سنز نے چنار گڑھ کا محاصرہ اٹھالیا اور کچھ سپاہ بیان چھوڑ کر باقی سپاہ ساتھ لے کر بنارس کی طرف کوچ کیا۔

راجہ مینی بہادر کا انگریزی لشکر میں آنا اور پھر

وزیر کے پاس چلا جانا

راجہ مینی بہادر نے حسب تحریر بالا روانہ لکھنؤ ہو کر راجہ شتاب رائے کو کھیا کہ شجاع الدولہ انگریزوں کی مرضی کے موافق صلح پر رضی نہیں شمر کا تو ملنا دشوار ہے اور عالیجاہ ہاتھ سے نکل گیا۔ شتاب رائے انگریزوں کا بڑا معتد اور مینی بہادر کا بھی عزیز احسان تھا اُس نے مینی بہادر کی خدمت گزار غنیمت جانی۔ میجر سنز نے وزیر کو شکست دیکر بنارس تک تعاقب کیا تھا۔ شجاع الدولہ نے بھی اپنی سپاہ کو چنار گڑھ سے بلالیا اور انگریزی لشکر کے قریب آگئے دونوں لشکر ایک دوسرے کی لڑائی کے منتظر رہے مگر پہلے اس سے کہ کوئی لڑائی ہو میجر سنز نے سپہ سالاری کا کام چھوڑ دیا اور ولایت کو چلا گیا اور اُسکی جگہ میجر کارنگ مقرر ہوا۔ میجر کارنگ کو راجہ شتاب رائے سے اتحاد تھا۔ شتاب رائے نے راجہ مینی بہادر کا حال کارنگ صاحب سے ظاہر کیا اُس نے

تین ہزار روپیہ لون کو لیکر آگے سے کوچ کیا اُنکے پیچھے شجاع الدولہ روانہ ہوئے۔ اور دریائے گنگا کے کنارے مقام کیا۔ حافظ رحمت خان پہلے نواب احمد خان کے پاس گئے اور اُنکو بخوبی سمجھا کر استقبال کولائے۔ نواب احمد خان گنگا پر کشتیوں کا پُل تیار کر کے دوسرے روز شجاع الدولہ کی ملاقات کو آیا اور حمائی کی رسم ادا کی اور بہت دلجوئی کی تیسرے روز شجاع الدولہ خود بھی احمد خان سے ملنے کو گئے پھر دونوں ملکر علو الملک کے پاس پہنچے اُسکے پاس اسوقت ملک و مال کچھ نہ تھا۔ اُسنے شجاع الدولہ سے گپڑی بدلی۔ جب شجاع الدولہ نے احمد خان سے ملک کے لیے درخواست کی تو اُسنے بہانہ کر کے ٹال دیا۔ فرج بخش مین شیو پر شاد کا بیان ہے کہ فرخ آباد میں نواب احمد خان اور عماد الملک اور حافظ رحمت خان کے مشورے ہوئے مگر آخر کار سوا حافظ صاحب کے کسی نے رفاقت نہ کی۔ شمر و مویشیر لاک بہت بہادر اور امر او گرنے بھی جو مدتوں کے نمکوار تھے نمکوا می کر کے ترک رفاقت کی۔ شمر و کا تو یہاں تک ارادہ تھا کہ شجاع الدولہ کو لوٹ لے لیکن حافظ صاحب کی دھمکی سے اُسکا ارادہ فاسد کا مگر نہ ہوا۔

تاریخ ہند ملیکنڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمت بہادر نہد ملیکنڈ کی طرف چلا گیا تھا چونکہ یہاں نا اتفاقی کا درخت سرسبز و شاداب تھا یہ قابو پا کر صاحب طاقت ہو گیا۔

فرج انگریزی کا قلعہ چنار گڑھ کی تسخیر کو جانا اور فتح نہ پانا

جب شجاع الدولہ سے صلح کی کچھ اُمید نہ رہی تو انگریزی سپاہ نے الہ آباد کی طرف کوچ کیا راہ میں چنار گڑھ کا محاصرہ کیا اور راجہ بلونت سنگھ زمیندار بنارس کی تحریک سے میجر منز و نے قلعہ چنار گڑھ کو جو دریائے گنگا کے کنارے پہاڑ پر بنارس سے دس

بہت دور تک چلی گئی تھی۔ شاہ عالم کے ساتھ جو بیان یہ بات ٹھہری تھی کہ غازی پور اور بنارس انگریزوں کے لیے اور وزیر کے باقی ملک پر بادشاہ قبضہ کر لیں اس انتظام کو کورٹ ڈائریکٹر نے ناپسند کیا اور اپنے لا کرڈن کو لکھا کہ یہ انتظام ہمارے ان احکام و ہدایات کے خلاف ہے کہ سرکار کمپنی کو اپنی سلطنت کا بڑھانا منظور نہیں ہے کہ اس انتظام سے سرکار کی گردن پر بار بچ زیادہ ہو جائے گا اور نفع نہ حاصل ہوگا۔ علاوہ اسکے یہ ضروری متصور ہوا کہ ملک وزیر ایک طرح کی آرڈر مٹھون کی راہ کے مقابلے میں قائم رہنا مناسب ہے لاڈ کلا یو اور اسکی کمیٹی نے بھی یہ رائے کورٹ ڈائریکٹر کی پسند کی اور وہ یہ چاہتے تھے کہ سرکار کمپنی کی سلطنت کی حدیں مقرر ہو جائیں کہ اس سے آگے انگریز بیرون نہیں تو وسیع ملک میں سپاہ کا خرچ زیادہ ہوتا ہے اور تجارت کا نفع سارا مارا جاتا ہے۔ سرکار کمپنی کا اصلی مقصد فقط اپنی تجارت کا بڑھانا تھا نہ سپاہیوں کا لڑانا اور ملک کو بڑھانا۔ یہ کام ملک کو بھی تباہ کرتے تھے اور سرکار کو بھی نقصان عظیم پہنچاتے تھے اس لیے وہ نواب شجاع الدولہ سے مصالحت ہو جانے کو پسند کرتا تھا اور اب اس نے یہ اصرار بھی چھوڑ دیا کہ وہ میر قاسم اور شمر کو حوالہ کریں بلکہ اس جھگڑے کو تمام کرنے کے لیے یہ درخواست کی کہ وہ دونوں شخص کسی طرح سے قتل کر دیے جائیں۔ جبوقت اس درخواست کی خبر کورٹ ڈائریکٹر کو ہوئی تو اس نے کہا کہ یہ درخواست ایسی ہے جسکا منظور ہونا ناممکن ہے کہ جو شخص اپنے ہمانوں کو ہمان نوازی کی خاطر سے دشمنوں کے حوالے نہیں کرتا وہ بھلا انھیں قتل کیسے کہے گا۔ مگر یہ معلوم نہ تھا کہ شمر کے قتل کرنے پر خفیہ وزیر رضی تھے۔ یہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ کمبر کی شکست کے بعد وزیر کو اپنے ملک پر اتنا اطمینان نہ تھا کہ وہ اپنے اہل و عیال اور دولت کو بیان رکھتے اس لیے

بینی بہادر کو ایک خط کمال احترام سے لکھ کر شتاب رائے کے دربار سے اپنے پاس بلا لیا۔ بینی بہادر نے پہنچ کر ملاقات کی اور اپنی دانائی سے سپہ سالار کو راضی رکھا اور کسی قدر معاملات کا حل و عقد اسکی سپردگی میں آیا۔ کارنگ صاحب کہتا تھا کہ جس وقت تم اپنے متعلقین کو عظیم آباد یا بنارس میں رکھ دو گے اسوقت دلجمعی سے دونوں صوبوں کے معاملات تمہارے سپرد کر دیں گے۔ اور بینی بہادر اس امر میں حیلہ کر کے وقت ٹالتا تھا۔ یہاں تک کہ شجاع الدولہ ملہار راؤ وغیرہ کے سہارے سے کوڑے کی طرف آئے۔ بینی بہادر ایک فقیر کا معتقد تھا اس سے دریافت کیا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اُس نے کہا کہ انگریزوں کا آنا ہوا کا جھونکا تھا کہ آیا اور اُتر گیا۔ بینی بہادر اس ایسا سے وزیر کی رفاقت کو بہتر سمجھا۔ شتاب رائے نے ملہار راؤ اور شجاع الدولہ کے جمع ہونے کی خبر سنکر بینی بہادر سے کہا کہ اگر شجاع الدولہ سے ملنا ہو تو صاف کہہ دیجیے تاکہ میں انگریزوں سے کہہ کر تم کو رخصت دلا دوں آپ بخوشی خاطر چلے جائیے اگر رہنا ہو تو مقیم رہیے جس سے ہماری بد عہدی ہو وہ نہ کیجیے کیونکہ میرا نقصان ہوگا آپ کی بدنامی ہوگی بینی بہادر نے اپنی بطینتی اس سے مخفی رکھی اور منتظر وقت رہا اور بعض محالات صوبہ کے انتظام کے یہاں سے انگریزوں کے لشکر سے دور ہو گیا چند کپنیاں تلنگون کی اُسکے ساتھ تھیں اُنکو لیکر لکھنؤ کی طرف عازم ہوا اور اپنے متعلقوں کو لیکر لشکر و زیر کی طرف رخ کیا تلنگون نے مزاحمت کی مگر اپنی قلت اور اُسکے ساتھیوں کی کثرت کی وجہ سے مجبور رہے وہ وزیر کے لشکر میں جا پہنچا۔

اودھ اور الہ آباد کی تسخیر

جو سپاہ شجاع الدولہ پر برابر فتیاب اور کامیاب ہوئی تھی وہ ملک اودھ کے اندر

ساتھ لے کر تماشائیوں کی طرح ہمراہ ہوا۔ شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خان اور
 عماد الملک گنگا کو عبور کر کے مشرق کی جانب روانہ ہوئے اس عرصے میں ملہار راؤ
 آپو نچا وزیر اپنا لشکر اور مددگاروں کو ساتھ لے کر کوڑھ جہان آباد کی طرف چلے
 گئے۔ کرنیل کارنگ نے یہ خبر پا کر کہ وزیر کوڑھ جہان آباد کی طرف ہیں اور وہ میجر
 پلیچر کے دستہ سپاہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں بہت جلد کو بچ گیا اور میجر صاحب سے
 مل گیا ۳ مئی ۱۷۶۵ء (جمادی الاولیٰ ۱۱۷۵ھ) کو کوڑھ کے قریب خیف سی
 لڑائی ہوئی مرہٹے انگریزی توپوں کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ توپوں کے چھوٹتے ہی
 کوون کی طرح اڑ گئے۔ عماد الملک بے چارہ کیا کرتا۔ وزیر کے پاس گو سپاہ تھی مگر
 بمسری شکست کا ہول اُسکے دل سے دُور نہیں ہوا تھا۔ مرہٹے جہنا پار بھاگ گئے
 اور عماد الملک کا اس لڑائی میں تمام اسباب ٹٹ گیا۔ شجاع الدولہ نے اپنے اقتدار
 کے وقت میں اُسکو ۱۰ لاکھ روپے کا ٹک دینا چاہا اُسے قبول نہ کیا لیکن خط و کتابت
 جاری رکھی اس لڑائی میں حافظ رحمت خان کا کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ گلستانِ حرم
 سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اول شجاع الدولہ کے ساتھ میان دو آب تک گئے
 اور آخر کار امداد سے انکار کیا مگر اُس کی تحریر کا منشا حافظ رحمت خان کو شکست
 سے بچانے کا ہے اور مآثر الامرا سے ثابت ہوتا ہے کہ حافظ رحمت خان دریائے
 گنگا کے کنارہ متصل فرخ آباد تک شجاع الدولہ کے ہمراہ رہے اور نواب احمد خان
 کے ہاں اُنکو پونچا کر اپنی ریاست کو لوٹ گئے لیکن فرخ بخش مولفہ شیو پرشاد اور
 گل رحمت سے مستفاد ہوتا ہے کہ آخر تک حافظ صاحب دہان موجود رہے۔
 الغرض شجاع الدولہ دوسری بار شکست کھا کر دریائے جہنا کو عبور کر کے قلعہ

بریلی بھیج دیا تھا اور راجہ مہنی بہادر کو صلح کے پیغام کے لیے انگریزوں کے پاس بھیج کر اتنی مہلت حاصل کر لی کہ اپنے پروبال درست کر کے پھر انگریزوں سے جنگ کریں۔
 شہرواپنے تین ہونگستانیوں اور کئی ہزار ہندوستانیوں کو لیکر پہلے ہی چل دیا تھا جاٹوں سے اپنی نوکری کی گفتگو کر رہا تھا۔ انگریزوں نے دہلیٹین میجر اسٹیرٹ کے ساتھ لکھنؤ کو روانہ کی تھیں۔ انھوں نے اسپر قبضہ کر لیا اور اسکے تمام اطراف و جانب کا انتظام شروع کر دیا تھا۔ علی اکبر خان کو تو ال مقرر ہوا تھا۔ اور راؤ شتاب رائے سب کاموں کا منتظم تھا۔ مرزا نجف خان بھی کہ شجاع الدولہ کا دشمن تھا بندہ ٹکھنڈ سے بیان لگایا تھا اور انگریزوں کا ملازم ہو گیا تھا۔ سر روبرٹ فلیچر صاحب کو اُس نے وہ طرف قلعہ الہ آباد کی تباہی کی کہ جہاں پشتہ اُسکا نہ تھا صاحب مدوح نے اس طرف تو پین لگا کر دیوار کو توڑ دیا اور علی بیگ قلعہ دار نے تنگ ہو کر قلعہ حوالے کر دیا اور شجاع الدولہ کے پاس چلا گیا۔ اس قلعہ کے فتح ہو جانے سے قلعہ چنار گڑھ کے محافظوں نے بھی قلعہ انگریزوں کے حوالے کر دیا بعض ان میں سے بادشاہ کے ملازم ہو گئے اور بعض شجاع الدولہ کے پاس چلے گئے۔

مرہٹوں کی مدد سے وزیر کا انگریزوں سے

کوڑے کے مقام پر جنگ کرنا اور شکست پانا

شجاع الدولہ نے عماد الملک کی صلاح سے مہار راؤ ہلکر کو تیس ہزار سوار کے ساتھ تیس ہزار روپے روز پر جیسا کہ نتیجہ الاخبار میں بیان کیا ہے بلایا۔ اور عماد السعادت میں لکھا ہے کہ مہار راؤ کو پنیالیس ہزار سواروں کے ساتھ مالوے سے بلایا اُس نے شجاع الدولہ کی دعوت قبول کی اور عماد الملک بھی چند آدمیوں کو

اٹھ کھڑے ہوئے۔ شجاع الدولہ فتح گڑھ کو روانہ ہوئے اور آکر اپنے درباریوں سے کہا کہ احمد خان نے یہاں تک زیادتی کی کہ مجھے سوتیوں کا ہار بطور خلعت کے دینے چلا دوسرے روز احمد خان ملاقات کے لیے گیا دونوں رئیس باہم بیٹھے۔ دایم خان چیلہ احمد خان کی گود میں تھا جو علی العموم چھوٹے نواب کے نام سے مشہور ہوا۔ شجاع الدولہ نے پینے کے واسطے پانی مانگا۔ دایم خان نے کہا میں بھی بیون گا اس وقت میان الماس خواجہ سرا پانی پلانے پر مقرر تھا وہ جڑاؤ صراحی و پیالہ لیکر آیا شجاع الدولہ نے حکم دیا کہ پہلے چھوٹے نواب کو پیلاؤ۔ بعد ازاں خود شجاع الدولہ نے پیا۔ اس وقت سے الماس علی خان دایم خان کی بڑی عزت کرتا تھا اور آصف الدولہ سے دایم خان کو بکراؤن و رقع پر گئے سامہور اکبر پور ضلع کا نیوہ کی جاگیر دلوائی۔

دو گرفتار شدہ انگریزوں کو شجاع الدولہ کا خاطر سے رکھنا

دو انگریز فوجی افسروں کو شناسے راہ میں میر باقر خان کے رسالے کے سوار گرفتار کر لائے تھے نواب شجاع الدولہ نے ان کا قتل حالت مجبوری میں مناسب نہ جانا اور ان کو خیمے میں علیحدہ ٹھہرایا اور جلد ضروریات مع شرب وغیرہ انکے واسطے مہیا کرادینے لگا۔ ایک مرتبہ وہ دونوں نواب کی ملاقات کے لیے آتے تھے اوسا یکم مرتبہ نواب شجاع الدولہ بذات خاص انکی خبر گیری کو انکے خیمے میں جایا کرتے تھے اور انسے یہ بھی کہدیا تھا کہ تم کو ہم اجازت دیتے ہیں جب چاہو اپنے لشکر میں چلے جاؤ مگر انھوں نے لشکر شجاع الدولہ میں چند روز تک اپنا قیام خود پسند کیا بعد اسکے نواب سے رخصت کی درخواست کی نواب نے آٹھ خاصے کے گھوڑے اور چار ہاتھی اور کشتی جواہر اور

کاپی میں پناہ گزین ہو گئے اور تمام کشتیوں پر قبضہ کر لیا انگریزی افسروں نے خیال کیا کہ وزیر قلعہ میں مقیم ہو گئے ہیں اور کشتیوں پر قبضہ کر لیا ہے اب دریا سے کیسے اتر سکتے ہیں اور بغیر عبور کے لڑائی ممکن نہیں آخر کار جوار کے سینٹوں کے کٹھن جمع کر کے اور سن کے رستوں سے بندھوا کر اور سب کو جاکر اور دھان یعنی چانولوں کی پراں اُسپر بچھوا کر ایک دم سہ اس طرح تیار کر لیا اور ایک توپ اور چند گولہ انداز اُسپر بٹھا کر قلعہ کاپی پر گولہ باری کرائی وہ قلعہ کچھ زیادہ مضبوط نہ تھا اسلئے شجاع الدولہ نے استقلال ہو کر وہاں سے بھاگ کر پھر فرج آباد میں پہنچے۔ یہاں شجاع الدولہ کا مقام شیرجیات خان میں تھا۔ بعد ازاں فتح گڑھ میں ہوا ایک روز پٹھانوں نے یہ تجویز کی کہ انھیں قتل کر ڈالیں کیونکہ اُنکے باپ صفدر جنگ نے نواب احمد خان کے پانچ بھائیوں کو قتل کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ احمد خان نے یہ جواب دیا کہ ہماری قوم کا یہ کام نہیں کہ قاتل کے اگر فضل خدا سے میں نے اپنے دشمنوں کو مارا ہے تو میدان میں مارا ہے۔

ایک بار شجاع الدولہ اور نواب احمد خان میں اتفاق ملاقات کا ہوا نواب سعادت علی خان کے استاد میر اکبر علی نے مصنف لوح تاریخ سے کہا کہ میں بھی اس وقت شجاع الدولہ کے ہمراہ تھا۔ نواب احمد خان نے کچھ اسلحہ اپنے سلاح خانے سے منگوایں جنگی بہت تعریف ہوئی بعد ازاں جواہرات طلب کیے۔ ایک مویوں کا ہار حسب کو کام جنگ نے پہنا تھا سب کو بھلا معلوم ہوا اور سب نے اُسکی تعریف کی۔ احمد خان نے وزیر کے گلے میں ڈال دیا۔ شجاع الدولہ غصے سے لال ہو گئے اور اُس ہار کو اتار کر دیر تک ہاتھ میں لیے رہے اور ہر ایک دانے کو گھما گھما کر دیکھا بعد ازاں ہار کو تکیے پر رکھ کر اُنٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں رخصت ہوتا ہوں نواب احمد خان اور عماد الملک بھی

وزیر کا احمد خان شگیش کی صلاح کے مطابق انگریزوں سے صلح کرنا

دوسری شکست پاکر وزیر فتح و فیروزی سے نہایت مایوس ہو گئے تھے۔ لیکن انہیں
میں لکھا ہے کہ وزیر افغانہ سے چارہ کاری کی جستجو کرنے لگے ہر ایک صلاح دیتا تھا
مگر چونکہ دلی بات کسی کی نہ تھی وزیر کے دل میں جیتی نہ تھی آرون صاحب نے تاریخ
فرخ آباد میں بیان کیا ہے کہ حافظ رحمت خان اور نواب احمد خان نے انکو صلح کی
ترغیب دی نواب احمد خان نے جو طول طویل تقریر شجاع الدولہ سے انگریزوں کے
ساتھ مصالحت کرنے اور اسے ترک عداوت کے باب میں کی تھی وہ کتاب لیلیٰ تارخین
میں درج ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم چند مہینوں کو ہمراہ لیکر دشمن پر حملہ کرو اگر حیات
مستعار باقی ہے فتح و فیروزی حاصل ہے ورنہ عزت کے ساتھ جان جائے گی اگر بیہ نظور
نہو تو انگریزوں کے پاس تنہا چلے جاؤ انکے سارے کام عقل و جوانمردی کے ساتھ بین
یقین ہے کہ تم سے کچھ دغا نہ کریں گے اور تمہارے آرام و احترام میں سہی کریں گے یہ دو پہلے تم کو
توقع رفاقت میں رکھیں گے اور کچھ نہ کریں گے یوں ہی مضحکہ اڑائیں گے مفت اپنا روپیہ امید و
توقع میں برباد کرتے ہو کیے نقصان مایہ و دیگر ثنات ہمسایہ کا معاملہ ہو گا یہ بات
شجاع الدولہ کے بھی سمجھ میں آگئی۔ گل رحمت میں لکھا ہے کہ حافظ رحمت خان نے اپنی
طرف سے منشی ٹیک چند کو پانسو سواروں کے ہمراہ شجاع الدولہ کے ساتھ کر کے بطور
سفارت کے بھیجا۔ ۹۔ مئی ۱۷۶۵ء کو شجاع الدولہ دہلی بادشاہ سوار ساتھ لیکر جرنیل
کا رنگ کے لشکر میں آ موجود ہوئے جنرل صاحب نے استقبال کیا اور وزیر نے

دو ہزار اشرافیان دے کر خست کر دیا انھوں نے اپنے لشکر میں پہونچکر نواب کے
 حُسن اخلاق اور طریقہ مہمانداری و سخاوت کی ایسی تعریف کی کہ انگریزی لشکر کا سپہ سالار
 مشتاق ملاقات ہوا اُن دونوں انگریزوں نے نواب کو اپنے افسر اعلیٰ کے حال
 اشتیاق سے اُسکی اجازت لے کر خبر دی جس وقت میں لشکر انگریزی مہدی گھاٹ
 واقع دریاے گنگا پر قیام پذیر تھا نواب شجاع الدولہ بلا ترک و احتشام پالکی میں
 سوار ہو کر مع چند خواص کے عبور دریا کے ارادے سے کشتی میں سوار ہوئے۔ جب
 انگریزی سپہ سالار نے خبر پائی متعجب ہوا الغرض جب کشتی کنارے کے قریب پہونچی
 تمام انگریز اپنے خیموں سے نکلے اور نواب کا استقبال تنظیم سے کیا سلامی کی توہین
 لشکر انگریزی سے سر ہوئیں۔ سپہ سالار نے بعد کلمات اخلاق عرض کیا کہ فقط
 عالیجاہ نواب قاسم علی خان صوبہ دار بنگالہ کی بد عہدی کی وجہ سے سرکار کمپنی کو
 اُسکی سزا دی منظور تھی مگر میں تدارک میں یہاں تک توبت پہونچی کہ آپ اُسکی اعانت میں
 مقابلے پر آئے ہر چند لشکر انگریزی آپ سے صلح پر آمادہ رہا مگر اتفاقات نے
 بعض صلح ابتک جنگ و جدل میں وقت ضائع کیا اور آپ نے ہمارے افسران
 گرفتار شدہ کو عین وقت جنگ میں مہمان اپنا سمجھ کر مراسم مہمانی ادا کیے ہیں اس کا
 تمام لشکر انگریزی شکر گزار ہے اب آپ طریقہ صلح منظور کریں چونکہ نواب شجاع الدولہ
 جنگ سے تھک گئے تھے حرف اجابت زبان سے نکلا اور اُس شب کو لشکر انگریزی
 میں استراحت کی افضل التواہج میں رام سہاس نے اسی طرح لکھا ہے۔ یہ بات بھی
 درست ہوگی مگر نواب کے لشکر انگریزی میں جانے کا زیادہ محرک نواب احمد خان بنگیش
 دالی فرخ آباد ہے جس کا حال آگے آتا ہے۔

اور آٹھ لاکھ کے جواہرات اور پانچ لاکھ بعد ایک مہینے کے اور باقی پچیس لاکھ باقسط
 ماہواری اس طرح پر کہ تیرہ مہینے کے عرصے میں اس عہد نامے کی تاریخ سے سب ادا
 ہو جائے اور یہ روپیہ لارڈ کلایو صاحب اور انکی کمپنی کی رائے کے نزدیک بہت
 نھوڑا تھا مگر اس وقت وزیر کا حال ایسا تھا کہ اگر اور زیادہ روپیہ لیا جاتا تو وہ غریبون پر
 ظلم و ستم توڑتے پھر اس سے ملک میں فتنہ مچتا نواب سے یہ بھی درخواست کی گئی کہ وہ اپنے
 ملک میں انگریزوں کو کوٹھیاں ڈالندین اور انگریزوں کو محصول معاف کر کے تجارت
 کرنے دیں اس پر انھوں نے کہا کہ اس شرط سے ملک میں امن و امان ہرگز نہیں رہنے کا
 اور وہی فساد کھڑے ہونگے جو بنگال اور بہار اور اوڑیسہ میں ہو رہے ہیں غرض
 ایسی معقول تقریر کی کہ پھر لارڈ کلایو نے شرائط صلح میں تجارت کے متعلق کوئی ایسی
 شرط مقرر نہ کی جس سے نواب پر بار پڑتا۔ یہ عہد و پیمان بھی ٹھہرے کہ آپس میں
 ہم ایک دوسرے کے دوست اور دشمن کو دوست اور دشمن سمجھیں اور اگر کسی پر دشمنوں کا
 زور آن کر پڑے تو دوسرا اسکی اعانت کرے اور جو فوج اعانت میں طلب کرے اس کے
 مصارف کے واسطے صاحب فوج کو روپیہ دے۔ راجہ بلونت سنگھ بنارس کا زمیندار
 تھا وہ شاہ عالم اور انگریزوں کی رفاقت کے سبب سے شجاع الدولہ کی خدمت
 سے مقصر رہا اور خائن اور نیکلام یون مشہور ہوا تھا کہ بکسر کی لڑائی میں انگریزوں
 سے لگیا تھا نواب کا مورچہ جو اس کے سپرد تھا اس میں انگریزی لشکر کو بلایا تھا اور
 نواب کی شکست کا ایک یہ بھی سبب ہوا اسکی تفصیلات کو شجاع الدولہ سے انگریزوں
 نے معاف کر دیا اور انکی اطاعت میں اور اپنی حمایت میں اسے لے لیا۔ اور یہ
 ٹھہرایا کہ وہ اپنے ملک کی جو پہلے زمینداری رکھتا تھا وہی زمینداری رکھے اور جو

پالکی سے اتر کر اُنسے معاقلہ کیا اور جنرل صاحب کے خیمے میں آئے شتاب رائے اور جنرل صاحب نے نذر پیش کی اور ہمانداری و ضیافت کے تمام لوازم ادا کیے اور رات شتاب رائے کی معرفت مراتب صلح طے ہوئے۔ شتاب رائے کو وزیر کی پاسداری زیادہ منظور تھی کیونکہ وہ قبل اس واقعہ کے وزیر کا نمکخوار تھا اور مہینی بہادر کے ساتھ رہتا تھا اُسی کے ذریعہ سے دو تین روزہ میں صلح ہو گئی۔ وزیر نے اطمینان حاصل کر کے انگریزوں کے ایام سے اپنے لوگوں میں طلب کر لیے وزیر کے اور جنرل صاحب کے لشکر کے آدمی آپس میں ملتے اور ایک دوسرے کے ہاں آتے جاتے۔ وزیر کو سپاہ انگریزی کی قواعد دکھائی گئی۔ سوجڑوں کی نشان دہی سے نہایت متعجب ہوئے اور کئی ہزار روپے انعام کے دیے لارڈ کلایو کے آنے پر مراتب صلح کا آخری فیصلہ موقوف تھا۔ شجاع الدولہ جرنیل کارنگ کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر بنارس میں نواب ثابت جنگ لارڈ کلایو کے پاس گئے۔ ۱۲ اگست کو شجاع الدولہ کے ساتھ مجلس منعقد ہوئی۔ شجاع الدولہ کا اقتدار و اعتبار بالکل جاتا رہا تھا انگریزوں کے اختیار میں تھا کہ اُنکی ساری ریاست اور ملک خود چھین لیتے یا اُنکو جن شرائط پر چاہتے ملک دیتے۔ مگر وہ ایسے ہایون نجات تھے کہ اُنکی ریاست کئی گنوائی قائم رہی اُنھوں نے بہت سا انگریزوں کی عنایت کا شکریہ ادا کیا اور اس فیاضی کی تعریف میں کہ اس قدر ملک اُن کو عطا ہوتا ہے۔ بنائے مصلح ان امور پر قرا رہی۔ کہ شجاع الدولہ اپنے ملک پر کہ جو اُنکے قبضے میں پہلے تھا فرمانروائی کریں فقط الہ آباد اور کوڑے کے اضلاع بادشاہ کی مدد و معاش کے بے دیدیے جائیں۔ پچاس لاکھ روپیہ اخراجات جنگ کے عوض میں شجاع الدولہ انگریزوں کو اس فیصل سے ادا کریں کہ بارہ لاکھ اس وقت نقد دین

ثلث کسی نے رنج کا اقرار کر کے بھیج دیا تھا یہاں تک کہ وزیر کی مان اور سالوں اور غلاموں اور نوکروں نے بھی چندہ کیا وزیر کی بیوی کے پاس جس قدر نقد اور جواہر اور سونے چاندی کے برتن تھے اور اسکی کنیزوں کے پاس جو کچھ زیور تھا یہاں تک کہ ناک کی تھنیوں کو بھی مع موتیوں کے وزیر کے پاس بھیج دیا۔ جب بیگم کو خوشامدی لوگ اس کام سے منع کرتے تو وہ جواب دیتی کہ جو کچھ مجھے میسر ہے وہ وزیر کی سلامتی تک چاہیے اُنکے بعد یہ مال و اسباب میرے کسی مصرف کا نہیں۔ شجاع الدولہ نے بھی بعد اس امتحان کے یہ عادت مقرر کر لی کہ جو کچھ مصارف ضروری کے بعد پس انداز ہوتا اپنی بیگم کے حوالے کرتے نصف زرمحودہ کے سر انجام ہو جانے کے بعد باقی نصف کے لیے جواہر گران ہوا تشخیص قیمت کے بعد انگریزوں کے پاس رہن کر دیا۔

مجھے اس بیان سے تعجب ہے کہ وزیر سے تو بارہ لاکھ روپے نقد اور آٹھ لاکھ کے جواہرات مانگے تھے کیا اتنی سی رقم بھی اُنکے پاس نہ تھی مؤلف سیر المتاخرین کا بعض حصہ بیان کا سُنا سُنا یا معلوم ہوتا ہے۔

فرح بخش میں اور بھی طرفگی کی ہے اُسکا مؤلف شیو پرشاد کہتا ہے کہ انگریزوں کے ذریعہ سے شجاع الدولہ کی بادشاہ سے بھی صفائی ہو گئی بادشاہ کی مطلق مرضی نہ تھی کہ نواب کو پھر ملک ملے۔ مگر چونکہ ترحم ذاتی اُنہیں تھا۔ اس لیے ہمیشہ شجاع الدولہ کے حال پر چہر بانی کی نظر رکھی نواب سے لارڈ کلایون نے ۶۵ لاکھ روپے طلب کیے۔ نواب اس زرخیر سے گھبرا گئے مگر کارنگ صاحب اس بات سے خوش ہوا اور نواب کو مبارکباد دی اور کہا کہ تمھارا ملک تم کو واپس مل جائے گا نواب نے کہا کہ مجھ سے اس وقت میں تو اس رقم کا ادا ہونا مشکل ہے جریں صاحب نے کہا کہ آپ غم نہ کریں

زراگذاڑی دیتا تھا وہ غرض سب طرح عمد نامہ مقام الہ آباد میں ۱۶ اگست ۱۷۶۵ء کو مہر اور دستخط سے تیار ہو گیا۔ میر قاسم اور شعرو کے حوالے کرنے کا تذکرہ ہوا اس لیے کہ اب انکا حوالے کرنا وزیر کے اختیار سے باہر تھا البتہ یہ اقرار نواب سے لیا گیا کہ وہ ان دونوں کو اور کسی مفرد انگریز کو اپنے ملک میں نہ آنے دیں گے اور جو انگریز فراری ہو کر ان کے ملک میں آئے گا اسکو حوالے کر دیں گے۔

منشی اعتصام الدین نے شکر تانے میں لکھا ہے کہ لارڈ کلایون نے انجیل ہاتھ میں لے کر نواب کو دی اور نواب نے قرآن ہاتھ میں لیکر لارڈ کلایو کو دیا بعد اُس کے باہم گلے ملے تمام ملک اودھ کی آمدنی جو نواب کے پاس رہا ڈیڑھ کروڑ روپے کی تھی اور ۵ لاکھ روپے بنارس و غازی پور کے محاصلات تھے۔

انگریزوں نے صلح کے بعد وہ تمام خطہ شجاع الدولہ کو دیدیے جو ان کے سرداروں نے انگریزوں کو لکھے تھے اس لیے نواب وزیر کے دل میں ان کی قدر نہ رہی۔

وزیر کو زرمعاہدہ انگریزوں کو ادا کرنے میں دشواری پیدا ہونا اور تنگدستی کی وجہ سے چندہ کر کے اس رقم کا مہیا کرنا

سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ اب وزیر کو بجز ادا کرنے زرخیر جنگ کے کسی قسم کی پریشانی نہ رہی وزیر کے پاس اتنا روپیہ نہ تھا۔ اس لیے اپنے ہر ایک رفیق سے اسکی قدرت کے بموجب مانگتے تھے اپنی والدہ اور ساس اور بیوی اور سالوں کو لکھا کہ اسقدر روپیہ داخل کرنے کے بعد میری رہائی ہوتی ہے۔ مولف سیر المتاخرین نے سنا تھا کہ جن جن لوگوں سے حسب قدر روپیہ مانگا ان میں سے کسی نے نصف کسی نے

آخر تک عرض کیے۔ اور گزارش کیا کہ بجائی ملک اور انگریزوں کے ساتھ تصفیے کا انحصار حضور کے تفضلات پر ہے بادشاہ نے فرمایا کہ ہکو تمھاری پرورش سے مطلقاً دریغ نہیں جس میں تمھاری بہبود ہو وہ کام ہمارے منظور خاطر ہے نواب نے عرض کیا کہ ۳۲ لاکھ روپے کی رسید مرحمت ہو۔ بادشاہ نے فرمایا کہ لکھ بوجھنا پنجہ نواب شجاع الدولہ نے اپنے ہاتھ سے لکھ لی بادشاہ نے صاوا اور مہر سے مزین کر دیا۔ نواب آداب اور شکریہ بجا لا کر رخصت ہو گئے بعد اسکے منیر الدولہ اور راجہ شتاب راے پونچے اور بادشاہ سے لارڈ کلايو اور شجاع الدولہ کی ملاقات کا حال اور ۶۵ لاکھ روپیہ خرچہ جنگ پر تصفیہ قرار پانے کا قصہ عرض کیا اور گزارش کیا کہ حضور ۳۲ لاکھ روپے کی رسید نہین بادشاہ نے مسکرا کر فرمایا کہ شجاع الدولہ ہمارا موروثی خانہ زاد ہے ہمیں اسکو ۳۲ لاکھ روپے بخشے۔ منیر الدولہ اور شتاب راے تاسف کرتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے نواب نے ۳۲ لاکھ روپے کی تویہ رسید اور ۲۸ لاکھ روپے کی بابت حاصل بنارس کی رسید لکھ کر جنرل کارنگ کے حوالے کر دی۔ جنرل نے بنارس کے واکزاشت ہونے کی سند نواب کو دیدی اور باقی کے پانچ لاکھ روپے اور تین لاکھ روپے اہلکاران کمپنی حق کے امداد کی بابت مانگے۔ نواب کے پاس صرف تین لاکھ روپے میسر آئے۔ نواب مجبور ہو کر شتاب راے کے ڈیرے پر گئے اور اس سے روپیہ چاہا اسنے دو لاکھ روپے نذر کیے اور پچاس ہزار روپے ملا الدولہ نے اور پچاس ہزار روپے خان عالم نے دیے اسپر بھی دو لاکھ باقی رہ گئے۔ نواب سے اس موقع پر وصول نہو سکے انکی بابت جنرل کارنگ نے یہ انتظام کیا کہ ایک کپتان کو نواب کے ساتھ متعین کر دیا اور ملک کی بجائی کی چٹھی اسکے حوالے کر دی اور اسکو حکم دیدیا کہ جب روپیہ وصول ہو جائے

آپ سے بسہولت یہ روپیہ وصول کیا جائیگا اور خلوت میں سمجھایا کہ محاصل بنگالہ و
 عظیم آباد و اٹریسہ کی بابت تیس لاکھ روپے سالانہ تھے بادشاہ کے لیے مقرر
 کیے ہیں اور بنارس وغیرہ ۲۸ لاکھ روپے سالانہ کے محالات بادشاہ نے انگریزوں
 کو جاگیر میں دیے ہیں لیکن اس وقت تمھاری تباہی پر رحم آتا ہے اس لیے بنارس میں تین
 دیے دیتے ہیں۔ بالفصل صلح یہ ہے کہ تیس لاکھ روپے کی رسید بادشاہ سے لکھا کر
 حکومت وادور ۲۸ لاکھ روپیہ بابت محصل بنارس کے حساب میں مجر کر لیا جائے گا۔
 اس طرح ساٹھ لاکھ روپوں سے تم کو سبکدوش کر دیا جائے گا اور باقی پانچ لاکھ روپے
 نقد جمع کرادو۔ نواب کو اس بات سے فی الجملہ اطمینان تو پیدا ہوا مگر بادشاہ سے
 ۳۲ لاکھ روپے کی رسید حاصل ہونے کی توقع نہ تھی اور نہ نواب کو یقین تھا کہ انگریز
 بنارس سے دست برداری کرینگے اس لیے نواب جانتے تھے کہ کارنگ صاحب کا
 مشورہ قریب الوقوع نہیں۔ ثابت جنگ یعنی لارڈ کلائیو صاحب ۶۵ لاکھ روپے
 بابت خرچہ جنگ مقرر کر کے بنارس کے چھوڑ دیئے کی چھٹی کارنگ صاحب کو دے کر
 کلکتہ کو چلے گئے جنیل کارنگ اور شجاع الدولہ لارڈ کلائیو سے رخصت ہو کر بادشاہ
 کے پاس گئے۔ منیر الدولہ رضا قلی خان اور شتاب رائے بھی اس مشورے پر مطلع
 ہو کر بادشاہ کے پاس گئے تھے تاکہ بادشاہ کو شجاع الدولہ کو ۳۲ لاکھ روپے کی
 رسید دینے سے روکیں مگر یہ دونوں ابھی حضور میں باریاب نہیں ہوئے تھے لشکر میں
 مقیم تھے اور غافل تھے کہ شجاع الدولہ نماز فجر سے پہلے در دولت شاہی پر پہنچ گئے۔
 اور تسبیح خانے میں حاضر ہو کر کونش بجالائے حضرت نے بڑی توجہ سے لارڈ کلائیو کی
 ملاقات کا اور انفصال معاملہ کا حال ہتھسار فرمایا۔ نواب نے تمام حالات اول سے

ہوئیں وہ بادشاہ کے ساتھ نہوئیں انکے حقوق پر نظر نہ ہوئی پہلے ان کو وزیر کا تمام ملک ملتا تھا وہ نہ ملا۔ اور اسپر یہ اور طرہ ہوا کہ بیس لاکھ روپیہ جو میر جعفر میر قاسم اور نجم الدولہ سپر میر جعفر مرحوم پر واجب الادا تھا جب انھوں نے مانگا تو اسکا جواب صاف لارڈ کلا یونے کہہ دیا کہ اُس میں سے ایک روپیہ نہیں دیا جائے گا اسلئے کہ لڑائی کے سبب سے خزانہ بالکل خالی ہے۔ ان بہار۔ اور بنگال۔ اور وڑیسیہ کے صوبوں میں سے پہلے شرائط کے موافق ۲۶ لاکھ روپیہ سالانہ اور ساڑھے پانچ لاکھ روپے کی جاگیر بادشاہ کی ٹھہری تھی جاگیر کی نسبت بھی بادشاہ کو صاف جواب دیدیا گیا اسلئے یہ صوبے ساڑھے پانچ لاکھ روپے سالانہ کے بوجھ سے بچ گئے اگرچہ اسپر بادشاہ نے اپنی ناراضی ظاہر کی مگر کیا کرتے بادشاہ اور وزیر دونوں انگریزوں کی جرأت اور جلالت کے زیر دست اور اُن کے نعم و فراہم کے محکوم تھے چارونا چار قبول کرنا پڑا۔ کوڑہ اور الہ آباد کے اضلاع اُن کو دیے گئے جنکی آمدنی اڑتالیس لاکھ روپے سالانہ شکر ت نامے میں بتائی ہے۔ اب لارڈ کلا یونے بادشاہ سے عرض کیا کہ بنگال اور بہار اور وڑیسیہ کی دیوانی جسکو کئی دفعہ کمپنی کو دینے کی درخواست حضور کر چکے ہیں عنایت ہو یہ بیان کیا تھا سو اسے منظور کے اور کچھ زبان سے نہ بکل سکتا تھا۔ حسب درخواست فراہم اسناد میں ان ضلعوں کی دیوانی کی کمپنی کے نام لکھ کر دیدی گئی۔ اور تینوں صوبوں کی مالگنداری کے ۲۶ لاکھ روپے مقرر ہو کر قبولیت کمپنی کی طرف سے لکھی گئی اور بادشاہی دفتر میں داخل ہوئی۔ دو کھانے کی میزوں سے جوڑا ہوا بادشاہ کا تخت تھا جسپر انھوں نے بیٹھ کر ڈھائی کروڑ آدمیوں پر حکومت اور چار کروڑ روپیہ سالانہ آمدنی کا ملک سرکار کمپنی کو عطا کر دیا یہ واقعہ بھی اگست ۱۷۷۵ء کا ہے۔ میر جعفر جنگ بکسر سے ساڑھے تین ماہ کے بعد

تو یہ چھٹی نواب کو دینا اور نواب کو ان کے صوبجات کی طرف رخصت کیا۔ جو احسان جرنیل کارنگ نے نواب شجاع الدولہ کے ساتھ کیا وہ قدرت بشری سے باہر ہے اس لیے کہ صرف زبانی جمع خرچ پر دو صوبے چھوڑ دیے۔ یہ بات خیال میں بھی نہیں آتی تھی کہ دونوں صوبوں پر نواب کو قبضہ حاصل ہو سکے گا اور انگریز آسانی کے ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اور نواب کی مروت کا کیا بیان ہو سکے کہ بعد اسکے جرنیل صاحب کے ساتھ نامہ پیام کی رسم بھی جاری نہ رکھی تحفہ و ہدایا کا بھیجنا تو بڑی بات ہے اور بادشاہ کی جو خدمتگداری کی وہ بھی واقع کاران حالات پر بخفی نہیں ہے۔ کہ آلہ آباد اور کوڑے کے اضلاع کہ جو بادشاہ کے مصارف کے لیے مقرر ہوئے تھے ان پر قبضہ کر لیا اور ۳۲ لاکھ روپے جو انگریز بادشاہ کو سال بہ سال دیتے تھے وہ بند کر دیے اور نواب کی دوسری حرکات و سکنات بھی ظاہر ہیں (انتہی کلامہ) اس بیان میں کئی باتیں صریح غلط ہیں اس لیے ہم ان کی تردید سے قطع نظر کرتے ہیں۔

بادشاہ کاننگال۔ بہار اور اڑیسہ کی دیوانی کی سند انگریزوں کو دینا

شجاع الدولہ کے ساتھ معاہدہ ہو جانے کے بعد لارڈ کلایو نے شاہ عالم سے عہد و بیان کرنے کی تجویز کی اور شجاع الدولہ کو بھی اس مشورے میں شریک کیا غرض یہ مجمع الہ آباد میں بادشاہ کے پاس جمع ہوا اور ہر اسم تعظیم و تکریم ادا کیے گئے۔ شاہ عالم وزیر کی طرح ہایوں تخت نہ تھے۔ وزیر باوجودیکہ انگریزوں کے قاتلوں کے بچانے والے اور پناہ دینے والے تھے مگر پھر بھی ان کے ساتھ جو رعیتیں

کوڑھ مانک پور کو گئے تو شجاع الدولہ اُن سے ملنے کو آئے اور وساطت کے لیے انگریزوں کو ساتھ لائے اور پچاس لاکھ روپے نقد پیش کرنا مقرر کیے اور بادشاہ سے ملے بادشاہ نے اپنا خاص لباس اور خاص پوشاک کا جواہرات اور دستار سر بستہ اور تلوار جس کا قبضہ مرصع تھا اور طع کی ہوئی ایک ڈھال اور گھڑا ہاتھی مع زرہ کے اور قلمدان جواہر نگار عطا کیا اور فرمان آل تمغائے لکھنؤ اور صوبہ اودھ کا بھی لکھو دیا اور دس لاکھ روپے نقد بخشے پھر شجاع الدولہ بیان سے رخصت ہو کر فیض آباد کو گئے اس مضمون میں بہکو اگر جائے گفتگو ہے تو صرف پچاس لاکھ اور دس لاکھ روپوں کے طرفین کے دینے میں ہے

شجاع الدولہ کا مینی بہادر کو فریب سے گرفتار کر کے نابینا کر دینا

سارنچ مظفری میں لکھا ہے کہ شجاع الدولہ مینی بہادر کی بعض حرکات نگرانی کی وجہ سے اُس سے ناراض تھے اور بوستان اودھ سے علوم ہوتا ہے کہ نواب کے بعض مصاحبوں نے مینی بہادر کی طرف سے نواب کے دل میں عداوت کی جڑ جادی تھی چنانچہ نواب نے بغیر تحقیق صلیت کے راجہ کی گرفتاری کی تدبیر کی۔ اور فضل التوائیج میں رام سہاسی نے تحریر کیا ہے کہ نواب شجاع الدولہ جب بد صلح کے سبب طرح سے مطمئن ہو گئے اور تخمیناً ایک سال سے زیادہ ہو گیا تب بھی اپنی شکست کا سارنچ دل سے نہ بھولے اس واسطے دل میں خیال کیا کہ ملک بے سیاست کے نہیں رہ سکتا ہے اور بغیر کارپردازوں کے انتظام ریاست بھی غیر ممکن ہے پس لازم ہے کہ جسکی وجہ سے میری شکست ہوئی ہے اُسکی سزا دی میں درلغ نہ کروں نواب نے سوچا راجہ مینی بہادر وہی ہے جو انگریزوں کی طرف سے صلح کی گفتگو میں موکد تھا مگر جب صلح نہیں ہوئی اور جنگ کی نوبت آئی تب اُسی کے مورچے سے فوج انگریزی بلا تضرع

مرگیا تھا اسکے بیٹے نجم الدولہ کو انگریزوں نے جانشین کیا تھا اب لارڈ کلارک نے نئے نواب کے لیے ساٹھ لاکھ روپیہ سالانہ مقرر کر کے باقی تمام معاملات مالی و ملکی جنگی تحصیل ذرہ حاصلات و سائر سب افسران کمپنی کے ہاتھ میں دیدیے تھے گو کورٹ ڈائریکٹرز نے کبھی یہ ارادہ نہیں کیا کہ کسی رئیس یا نواب کے ملک پر قبضہ کرے مگر دشمنوں نے انگریزی سلطنت کے قدم بیان جا دیے۔ فرانسیسیوں کے ساتھ لڑائی۔ سراج الدولہ والی مرشد آباد کی بے وفائی۔ شجاع الدولہ کی اولوالعزمی نے انگریزی کمپنی کی صورت اور حقیقت کو بدل دیا اور تاجر سے حاکم بنا دیا۔

شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان کو صلح ہو جانے کے مضمون کا خط ٹیک چند کے ہاتھ بھیجا اور اپنے قبائل کو طلب کیا۔ حافظ صاحب نے جو فرخ آباد میں مقیم تھے عامل بریلی کو لکھا کہ تم سامان سفر کا بندوبست کر کے حفاظت کے ساتھ اودھ کو بھیج دو۔ چنانچہ شجاع الدولہ کے اہل و عیال بریلی سے اختیار خان عامل کو رو کر حفاظت میں لکھنؤ بھیج دیے گئے۔

سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ شجاع الدولہ نے قلعہ چنار گڑھ کو قلعہ الہ آباد کے عوض میں انگریزوں سے بدل لیا اور بادشاہ کی خدمت میں ایک شخص کو نائب وزارت مقرر کر کے خود فیض آباد کو چلے گئے اور یہیں سکونت اختیار کی۔ سہمن قلعوں کے مبادلے کی روایت صحیح نہیں۔

شاہ عالم بادشاہ کا شجاع الدولہ کو ریاست صوبہ
اودھ کی سند آل تمغاعطا کرنا

مرآت آفتاب نامہ میں بیان کیا ہے جبکہ شہزادہ ہجری میں بادشاہ الہ آباد سے

حکم دیا کہ بینی بہادر کے لشکر میں جا کر سنا دو کہ تم تمام حضور کے نوکر ہو ہمارے حکم سے اب تک اس بے دولت کے ساتھ رہتے تھے آج کہ یہ ناسپاس اپنی سزا سے اعمال کو پہنچا تم کو بھی چاہیے کہ شکر اُسی بجا لاؤ اور راجہ کے تمام دولت و مال کی حفاظت حکم ثانی تک کرتے رہو انشاء اللہ تمہارے ساتھ حاجی رعایت کی جائے گی نقیبوں اور چوہداروں نے حکم جا کر سنا یا تو سب نے طوعاً و کرہاً تسلیم خم کیا لیکن مغلیہ فوج راجہ کی گرفتاری سے رنجیدہ ہوئی اور ہر ایک بدحواس ہو کر جگانے لگا حتیٰ کہ ہتھیار اور گھوڑے بھی چھوڑ چھوڑ گئے القصر راجہ کا تمام نقد و جنس ضبط ہو گیا۔ راجہ کے اصطل میں اسپ خاصہ ۱۳ سو تھے۔ ایک سو اسی ہاتھی تھے شجاع الدولہ نے راجہ سے فرمایا کہ تم کتے تھے کہ جس کو قید کرے ایسا نہ چھوڑے کہ پھر کسی قابل رہے اور مقابلہ کر سکے اسی سبب سے محمد قلی خان کو مروا ڈالا وہی پاداش تم کو دیتا ہوں اور راجہ کو اندھا کر دیا۔ نادور العصر میں اس کام کی تاریخ ضیا سے چشم داے لکھی ہے۔

راجہ بینی بہادر ایک بہمن تھا بیسوارہ توالج اودھ کا رہنے والا راجہ رام نرائن دیوان شجاع الدولہ کی خدمت میں آمد و شد رکھتا تھا۔ رام نرائن نے اُسکو اپنا مصاحب بنا لیا۔ نہایت کفایت اور امانت سے کام کرتا تھا اُسکی دیانت و امانت کی شہرت تمام میں ہو گئی۔ جہا نرائن پھر رام نرائن نے اُسکو باپ سے لیکر اپنے پاس رکھ لیا اور اپنے تمام کاموں کا مختار کر دیا۔ رام نرائن کے بعد دیوانی کا تمام کام جہا نرائن سے متعلق ہو گیا۔ جہا نرائن چونکہ عیاش اور اراطلب تھا رات کو لہو و لعب میں اور دن کو سونے میں مصروف رہتا تھا اس لیے نواب

گھس آئی جسکی وجہ سے ہزاروں مکھڑاں ریاست اودھ جان سے مارے گئے اور تمام مال و متاع ضائع ہو گیا اور ٹیکنامی مبدل بہ بدنامی ہو گئی حکومت سے ماتمی ہوئی اور خود زندہ بدستور کا ریاست پر قائم ہے۔

۱۱۷۰ء میں ایک دن شجاع الدولہ علاقہ محمدی سے (اور بقولے مقام باڑی سے) ایک نر سوار ساتھ لیکر اسکی گرفتاری کے لیے منڈیاؤں کو روانہ ہوئے جو لکھنؤ کے پاس ہے اور اس مسافت کو راتوں رات قطع کر کے راجہ کے لشکر میں داخل ہوئے۔ راجہ نواب کی آمد کا حال لشکر اپنی خرگاہ سے پیشوائی کو نکلا اور اشرفیان نذر دکھائیں چونکہ راجہ کے تحت میں تمام مغلیہ سپاہ تھی اور پیادہ و سوار کی ایک جماعت کثیر رکھتا تھا اسلئے نواب نے بظاہر استمالت شروع کی اور حکمت عملی کے ساتھ اس کو گرفتار کرنا چاہا اس کے حال پر نہایت شفقت و مہربانی کر کے اس کے خیمہ میں ٹھہر گئے اور فرمایا کہ مجھ کو بھوک ہے کچھ کھانے کو منگواؤ راجہ نے اپنی رسوائی میں سے کھانا نکال کر کھلایا نواب نے وہین استراحت کی۔ جبکہ دوپہر کی گرمی کم ہو گئی اور دن ٹوٹ گیا تو شکار کے حیلے سے سوار ہوئے اور چلتے وقت راجہ کو باصرہ اپنے ہاتھی پر خواصی میں بٹھالیا کہ چلو آج کا شکار دیکھنے کے قابل ہے۔ راجہ جانے سے انکار کرتا تھا مگر نواب نے نہ مانا۔ جبکہ اپنے لشکر کے قریب پہنچے تو اپنے مصاحبوں میں سے ایک شخص کو خواصی میں بلا لیا اور راجہ سے کہا کہ تم کو تکلیف ہوتی ہے تم اس عماری دار ہاتھی پر سوار ہو لو اگرچہ راجہ فرست سے اُن کا مافی الضمیر سمجھ گیا مگر حکم کی تعمیل کی جب راجہ عماری میں بیٹھ گیا تو ہاتھی بان کو نواب نے حکم دیا کہ تمام عماری پر غلات ڈھک دے اور خیر آباد کو روانہ ہوئے۔ اور نقیبوں اور چیلروں کو

بلا کر اللہ ہجری میں آصف الدولہ کی شادی کی ۲۴ لاکھ روپے خرچ ہوئے یہ شادی قمر الدین خان کی پوتی کے ساتھ ہوئی تھی قیصر التواریخ میں لکھا ہے کہ اس شادی کے دنوں میں شاہ عالم بھی فیض آباد میں موجود تھے اور شادی میں شریک تھے نام اس دامن کا شمس النساء تھا۔

شجاع الدولہ کا فیض آباد کو اپنا دار الحکومت قرار دیکر اُسکی رونق افزائی میں کوشش کرنا

جس زمانے میں شجاع الدولہ انگریزوں پر فتح سے مایوس ہو کر فرخ آباد میں مقیم تھے تو نواب احمد خان نے اُن کو تین باتیں کام کی بتائی تھیں ایک تو انگریزوں سے صلح کر لین و دوسرے جب اپنے ملک پر بدستور قابض ہو جائیں تو قوم مغل کو بالکل نامعتبر سمجھ کر نظروں سے گرا دیں اُنکی جگہ اپنے غلاموں اور خواجہ سراؤں کو افسر بنائیں تیسرے لکھنؤ کو چھوڑ کر اپنا دارالریاست فیض آباد میں مقرر کریں چنانچہ نواب نے تینوں باتوں پر عمل کیا ۱۷۹۱ء ہجری میں فیض آباد آکر وہاں سلطنت کے کارخانے قائم کیے سوار و پیادے نوکر رکھے توپیں اور بندوقین بنوانے لگے برہان الملک کے وقت کی شہر بنیاد کی دیواروں کو از سر نو درست کیا اور مجلس اس کی عمدہ عمدہ عمارتیں تعمیر کرائیں اور یہ سب قلعہ میں تھیں اور قلعہ بچتہ تیار کرایا۔ مغلوں کے تمام مکان گروا دیے اور اپنے بعض متعلقان خانگی کو بھی حکم دیا کہ وہ قلعہ کے باہر مکان بنوائیں اور قلعہ سے ایک کوس کا فاصلہ دے کر ایک وسیع میدان منتخب کر کے اُسکے آس پاس خندق کھدوائی اُس میں عریلیان بنوانے کے لیے تمام متعلقین اور رسالہ داروں کو حکم دیا

شجاع الدولہ اس سے نہایت ازرودہ تھے مگر اسکی قدیم انحدسی کی وجہ سے
 اُسکو جدا نہ کرنے تھے سب کام بینی بہادر کرتا تھا۔ ایک دن تین لاکھ روپے نواب
 نے منگائے مہانرائن نشے میں مست پڑا ہوا تھا چوہدرائی بار آیا اور گیا مگر کام
 نہ چلا نواب کو اس وجہ سے غصہ آیا۔ بینی بہادر نواب کے پاس گیا اور عرض کیا
 کہ اگر تین دن کی مہلت مرحمت ہو اور سودنی صدی دور و پیہ منظور کیا جائے اور
 خیر آباد کی نظامت فدوی کو دی جائے تو روپوں کا انتظام کر کے حاضر کرے۔ پھر
 پرگنہ خیر آباد سے یہ روپیہ وصول کر کے مہاجن کو دے کر رسید خزانے میں داخل
 کر دی جائے گی۔ نواب نے اُسکی عرض قبول کر کے خلعت فاخرہ بخشا۔ راجہ نے
 دوسرے دن ہی زمر مقبولہ عصر کے وقت حضور میں پہنچا دیا۔ اسلئے بینی بہادر تمام
 مقربوں سے بڑھ گیا۔ اور اسکے بعد مہانرائن عمدہ دیوانی سے معزول ہو کر غائب
 ہوا اور اُسکے گزارے کے لیے چالیس ہزار روپے سال کی جاگیر مقرر ہو گئی اور
 بینی بہادر راجگی کے خطاب کے ساتھ مخاطب ہو کر عمدہ دیوانی پر فائز ہوا اور
 اُس سے بھی گزر کر نائب اور مختار ہمت مالی و ملکی کا ہو گیا۔

آصف الدولہ کی شادی

نادر العصر میں لکھا ہے کہ بینی بہادر جس سال نابینا کیا گیا اُسی سال
 آصف الدولہ کی شادی ہوئی۔ عماد السعادت میں بیان کیا ہے کہ نواب نے
 سات ہزار آدمیوں کے ساتھ علی بیگ خان شتاب جنگ اور لطافت علی خان
 جارجی کاشی کو دلی بھیج کر شولا پوری زوجہ قسم الدین خان وزیر محمد شاہ کو

اور قلعہ کی چوتھائی حصہ زمین اسمین آگئی تھی دوسرا موتی باغ عین بازار چوک میں تیار کرایا۔ تیسرا باغ بنوا کر اُس کا نام لال باغ رکھا یہ تمام باغوں سے بڑا تھا اور سیاح عمدہ تھا کہ نوجوان لوگ گردہ گردہ سیر کو جاتے تھے یہاں تک بطوع خاطر تھا کہ شاہ عالم جبکہ الہ آباد سے فیض آباد میں آئے تو اسی میں اُترے تھے چوتھا آصف باغ اپنے بیٹے آصف الدولہ کے نام پر تیار کرایا۔ پانچواں بلند باغ شہر کے کنارے پر شہر پناہ کے اندر لکھنؤ کی طرف تھا۔

نواب روز سوار ہو کر شہر کی درستی کراتے بیلدار اُنکی سواری کے پیچھے پھاڑے اور کسان لیے ہوئے پھرتے تھے جس جگہ نشیب و فراز پاتے یا کسی درد کا نذر کا چبوترہ و دوکان کے اندازے سے بڑھا ہوا دیکھتے فوراً کھدوا کر جگہ کو برابر کر دیتے مرہٹوں اور نظام الملک دکنی اور نواب ضابطہ خان اور ذوالفقار الدولہ نجف خان کے سفیر بہت سے انہو کے ساتھ اسی شہر پناہ میں رہتے تھے۔ اور نعیم خان ثابت غانیوں کی سپاہ کے ساتھ اور بُندیلوں اور چندیلوں کی جمعیتیں اور محمد بشیر خان کے سواروں کا رسالہ و پیادے بھی اسی شہر پناہ میں مقیم تھے جنکی چھاونیوں میں بڑی چل سہل رہتی تھی جب اس احاطے نے تنگی کی تو سید جمیل الدین خان اور گوپال راو مرہٹے کے آدمی شہر سے نکل کر مغرب کی طرف نوسا ہی کے قریب جا بسے اور مرصضی خان و میر احمد بایسی والہ و میر ابو شیخ احسان اجدھیا میں رہتے تھے آدمیوں کی کثرت سے شہر میں کندھے سے کندھا چھلتا تھا راستے میں ٹھکانا دشوار تھا خاص کر چوک کے بازار میں بڑی بھیڑ بھاڑ رہتی تھی اور مال و اسباب دوکانوں میں کثرت سے جمع تھا ہر ملک و اقلیم کے تاجر رہتے تھے جنکے پاس قیمتی سامان تھے۔

اور اسی میں کارخانے اپنی ضروریات کے رکھے جو حق ہر قسم کے ہزاروں آدمی آ کر اس میں آباد ہونے لگے یہاں تک کہ یہ وسیع رقبہ مکانون کے لیے تنگ ہو گیا کسی سال کے بعد دو کچی گڑھیاں بنوائیں ایک اتنی بڑی تھی کہ اسکا طول و عرض مشرق و مغرب و جنوب کی طرف ایک ایک کوس کے قریب تھا اور دوسری گڑھی احاطہ بیرونی اور قلعہ کے درمیان میں تیار ہوئی تھی اسکا طول و عرض آدھ کوس کا تھا ان کی دیواروں کا ارتفاع چودہ گز کا اور عرض سات گز کا تھا اسی سال تیرپولیا جو قلعہ کے چوک میں ہے بنوائی اور چوک میں جنوبی قلعہ کے دروازے سے ناکہ الہ آباد تک ایسا وسیع بازار بنوایا کہ اس میں بھلیان اور جھکڑے آسانی سے چلتے تھے۔

شہر پٹاہ کی دیوار درمیان سے دس گز چوڑی تھی اور اوپر پانچ گز سے کم چوڑی نہ تھی اکثر لمبے سُرخ دردی والے اور سپاہیان نجیب سیاہ وردی والے اسیرات و مقرر رہتے تھے چونکہ یہ دیواریں مٹی کی تھیں اسلئے برسات میں بڑے بڑے پھیر ڈلو کر انکی حفاظت کر دی جاتی تھی گرمیوں میں آنڈھیوں اور آتش زدگیوں کے خوف سے انکو دور کر دیا جاتا تھا ایک لاکھ کے قریب پھیر ہر سال تیار ہوتے تھے۔ اور دور متے بنوائے ایک غربی جانب اسکے دو جانب کچی دیواریں تیار کرائیں اور دو طرف دریائے گھاگرہ گھیرے ہوئے تھا اس میں ہر قسم کے وحشی چوپائے جیسے جیتل نل گائے ہرن پاٹے وغیرہ چھڑوائے دوسرا احاطہ مشرق کی طرف بنوایا یہ تین کوس کی مسافت رکھتا تھا اس میں پندرہ گاؤں آگئے تھے لیکن اس میں جانوروں کے چھوڑنے کی نوبت نہ پہنچی نا تمام رہا۔

شہر میں کئی باغ و لکش بنوائے ایک کا نام انگوری باغ تھا جو قلعہ کے اندر تھا

سپاہ اور سامان جنگ کی تیاری

شجاع الدولہ نے انگریزوں کی نقل پر فوج تیار کرنی شروع کی تلنگے اور جھنگے مقرر کر کے تورہ دار بندہ و قون کی جگہ چٹاق دار بندہ و قون سے انکو مسلح کیا پٹھان اور شیخ اور نعل نوکروں کو یکھم موقوف کر دیا اور جدید سپاہ کی درستی شروع کی ستر ہزار کے قریب سپاہی نوکر رکھ کے پلٹنیں بنائیں اور قواعد سکھائی۔ اور سوار انکے پاس پچاس ہزار سے کم نہ تھے۔ علاوہ اگلی توپوں کے چار سو توپیں بھی تیار کرائیں بعض کہتے ہیں کہ ایک لاکھ ۳۳ ہزار ہر قسم کے پیادے تھے اور زادہ العصر میں لکھا ہے کہ آخر زمانہ شجاع الدولہ میں اٹھائیس ہزار سوار شیخ احسان مرتضیٰ خان بڑیج۔ خواجہ ہمدان انکسی اور یوسف خان قندھاری کی افسری میں تھے۔ اور تاریخ شاہیہ میں پیادوں کی ستر یا انتی پلٹیں بتائی ہیں محمد فیض بخش فوج بخش میں کہتا ہے کہ نواب نے انتی ہزار سُرُخ وردی والے تلنگے اور سیاہ وردی والے چالیس ہزار سپاہی جمع کیے تھے۔ بھسی کا شمار سیاہ وردی والوں میں تھا اور اپنے بعض خواجہ سراؤں اور چیلوں اور غلاموں کو انگریزی فوج کی نقل سے جنرل بنایا جنکے ساتھ پلٹنیں توپخانے اور اسباب وغیرہ مع متعلقات کے مقرر کیا۔ انکے نام یہ ہیں۔ محبوب علی بسنت علی۔ شیدی بشیر۔ لطافت علی جس کا عرف خواجہ لطافت ہے۔

رسالہ دارون کے یہ نام ہیں مرتضیٰ خان بڑیج۔ ہمت بہلور۔ امراوگر۔ شیخ احسان۔ گرجی بیگ خان یہ نواب کا مصاحب بھی تھا۔ گوپال راؤ مرہٹہ۔ رفیع الدولہ سید عیسیٰ اللہ خان داماد میر جملہ پادشاہی بخشی ابوالبرکات خان مظفر الدولہ تھوہر جنگ

گھوڑے ہاتھی اونٹ بیل شکاری کتے رتھ اور پہلی وغیرہ شہر میں کثرت سے موجود تھے۔ امیر سردار شوقین جوان۔ یونانی حکیم۔ قوال۔ رقاص۔ پری پیکر۔ ہر ایک شہر سے یہاں آکر بس گئے تھے اور یہ لوگ بڑی بڑی تنخواہیں پاتے تھے۔ ہر ایک اعلیٰ وادنی اشرفی اور روپوں سے مالا مال تھا۔ افلاس و ناداری نے شہر سے کوچ بول دیا تھا۔ نواب کا ارادہ شہر کو بڑی رونق پر پہنچانے کا تھا۔ مگر ان کی عمر نے وفات کی۔ ہر اقلیم کا آدمی یہاں پایا جاتا تھا۔ نواب زیادہ تر شہر میں موسم برسات بسر کرتے تھے باقی گرمی جاڑے میں سیر و شکار میں مصروف رہتے تھے دولت کی اتنی کثرت تھی کہ لوگ شب در روز عیش و عشرت میں خوش رہتے تھے غم کسی کے پاس نہیں پھٹکتا تھا۔

چونکہ نواب صاحب بالطبع عورتوں کی صحبت کے شائق تھے اسلئے رنڈیوں کی اتنی آبادی ہو گئی کہ کوئی کوچہ اور محلہ ان سے خالی نہ تھا اور اس فرقے نے اس قدر دولت و مال پیدا کیا کہ اکثر آسودہ حال رنڈیوں کے پاس دو دو تین تین پیش خیمے مہیا رہتے تھے اور سفر میں ہر ایک کا پیش خیمہ نواب کے پیش خیمے کے ساتھ چلتا تھا اور دس دس بارہ بارہ خاص بردار اُنکے نوکر و ملازم تھے۔ نادرا لہریں لکھا ہے کہ شاہ دہلی کے ماتحت تمام صوبوں میں اودھ کا صوبہ مشہور تھا اور ہر ایک اراکین و سرداران خود سر سے میل ملاپ بھی رہا۔ یوم مسند نشینی سے ایسے جھگڑے اور خرخشے رہے کہ ایک دن بھی آسائش نہ پائی۔ انگریزوں کے مددگار ہونے سے اس ریاست کا زور ہوتا گیا بلکہ موروثی اور خود اختیاری ہو گئی اور دشمنان اندرونی و بیرونی سے نجات پائی۔

سُرخ تھی۔

دوسرے بنت خواجہ سرا کے پاس ایک زرجان تھے جو جھنگے کہلاتے تھے انکے پاس بندوقین نہ تھیں ہاتھوں میں نیزے رکھ کر نواب کی پالکی یا ہاتھی کے آگے آگے چلتے تھے جھنگوں کے سوا ایک پلٹن بھی اسکے ساتھ تھی فرج بخش میں فیض بخش نے اسی طرح لکھا ہے بعض نے یوں لکھا ہے کہ بنت علی خان کے ساتھ چار سات پلٹنیں اور توچانہ تھا اسکے سپاہی جھنگے کہلاتے تھے یہ اشتباہ ہے۔ جھنگوں کی وردی سبز تھی جیسا کہ عماد السعادت میں ہے۔

محبوب علی خان اسکے ساتھ پانسو سوار اور چار پلٹنیں تھیں فیض بخش نے ایسا ہی لکھا ہے۔ گل رحمت میں لکھا ہے کہ محبوب علی خان کے ساتھ نو ہزار پیادے تھے جو برق یا برق پلٹن یا برق انداز کہلاتے تھے۔ میر الماخرین میں انکی تعداد دس ہزار بتائی ہے اور فرزند علی کی ملخص التوائج میں بارہ ہزار بیان کی ہے جسمیں پیادہ و سوار دونوں تھے اور تانچ تیمور یہ میں انکی تعداد چھ ہزار درج کی ہے۔ ان کے پاس چاق و بندوقین تھیں انکی وردی سیاہ تھی۔

عسبر علی خان اسکے ساتھ پانسو سوار اور ایک پلٹن تھی جسکی وردی سیاہ تھی لطافت علی خان اسکے ساتھ پانسو سوار اور چار پلٹنیں تھیں اور بعض نے کہا ہے کہ اسکے ساتھ سات ہزار پیادہ بندوقی تھے جو نجیب کہلاتے تھے۔

رگناتھ سنگھ اور پرشاد سنگھ کے ساتھ تین تین سو سوار اور چار پلٹنیں تھیں۔ مقبول علی خان اور یوسف علی خان کے ساتھ پان پانسو سوار تھے۔

ثابت خانی ان کا فریر نعیم خان تھا جو نواب کا پڑا نام صاحب تھا انکی تعداد

کا کو روی - معزالدین خان شیخ زادہ لکھنؤ - میر حبیب اللہ سپر میر عزیز اللہ خان پنجابی رفیق آدینہ بیگ خان - اور دوسرے رسالہ دار بھی تھے جنکے ساتھ ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار سوار سے کم نہ تھے -

یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ہمت بہادر اور امراؤ گر بکسر کی شکست کے بعد نواب کی براقبالی کے زمانے میں ان کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے تھے دونوں کچھ عرصے تک جواہر سنگھ جاٹ والی بھرت پور کے نوکر رہے ہزار پیادہ و سوار انکے حکم میں تھے کچھ عرصے کے بعد مہنت رام کشن نامی بیراگی نے جسکو جواہر سنگھ اپنا مرشد جانتا تھا انکے کئی خطا پکڑ لیے جو رگھناتھ عرف راگھو کو لکھے تھے اور جواہر سنگھ کو دیدیے جواہر سنگھ نے دونوں کو بگاڑ دیا وہاں سے بیک بینی و دو گوش بھاگ کر بند لکھنڈ پہنچے اور سواے آستانہ نواب شجاع الدولہ کے کوئی آرام کی جگہ نہ پائی تو عرضی بھیج کر قصورات کی معافی چاہی - نواب نے شقہ معافی قصورات کا بھیج کر بلایا - ان دونوں کو شایہوں کے پاس تین ہزار سوار تھے اور دونوں بھائیوں کو ہتھیار حاصل تھا کہ جسے چاہیں اپنے رسالے سے موقوف کر دیں اور جسے چاہیں نوکر رکھ لیں اور جسکو جو تنخواہ چاہیں دیں ہر ایک کی ذات خاص کی تنخواہ چار ہزار روپیہ تھی اور رسالے کے لیے جدا جدا ۴ ہزار روپیہ خزانے سے مقرر تھا غرض کہ دونوں کو ۹ ہزار روپیہ ملتا تھا اس میں ذات اور رسالہ دونوں کی تنخواہ شامل تھی جیسا کہ علامہ اہلسادات میں ہے - فرج بخش میں شیو پرشاد نے دونوں بھائیوں کی سپاہ کی تعداد میں ہزار کے قریب بتائی ہے دونوں گشتائیں اتنے گستاخ تھے کہ نواب کے سامنے بخش الفاظ نہیں سنسی میں باہم بولتے تھے بسنت علی خان اسکے ساتھ دو کپوتھے جن میں چودہ ہزار ملنے لگے تھے وردی انکی

بھی نہ کیا اگرچہ جلادت و تہور میں زیادہ جانتے تھے بہر صورت تلنگے برق پلٹن اور لطافت علیخان کی پلٹون سے ڈرتے تھے۔

گوپال نیڈٹ نام راگھوپسر باجی راؤ کے بھائیوں میں سے نواب کا نوکر تھا اسکے پاس ڈیڑھ ہزار سوار تھے اسکا مشاہرہ ۴۹ ہزار روپیہ تھا بجائی و برطرفی کا اسکو بھی اختیار تھا جیسا کہ امر اوگر اور بہت گر کو تھا سو اے ان تینوں کے اور کسی کو یہ اختیار نہ تھا کیونکہ نواب خود دیکھتے تھے اور ہر شخص کے نام پر دستخط کرتے تھے۔

شیخ احسان ساکن میم متصل دہلی کے ساتھ سات سو سوار تھے بعض کتابوں میں اسکی قوم کبھوہ بتائی اور پورا نام احسان علی ہے۔

مرضی خان بڑیج۔ ساکن ثمانہ لیسر مصطفیٰ خان بیرجنگ کے ہمراہ پانسو سوار تھے یہ شخص مہابت جنگ کا نوکر تھا آقا سے منحرف ہو کر بنگالے میں بغاوت کی اور کچھ نہوسکا نواب شجاع الدولہ کے پاس چلا آیا۔

سات آدمیوں کا افسر علدار کھلاتا تھا اور پندرہ کا افسر حوالہ دار بولا جاتا تھا اور ۳۵ یا ۲۵ کا افسر جامعہ دار ہوتا تھا۔ اور نو آدمیوں کی ایک کمپنی ہوتی تھی جس کا افسر صوبہ دار تھا۔ اور پلٹن کے مالک کو کمیدان کاف کے ضمے سے کہتے تھے۔ یہ لفظ کپتان کا مرادف ہے۔ یہ تلنگوں کا حال ہے۔ نجیب پلٹن میں ۲۵ آدمی کے سردار کو جامعہ دار کہتے تھے اور پچاس آدمی کے افسر کا نام نائب تمن تھا اور سو آدمیوں کے افسر کو تمندار بولتے تھے اور پانسو آدمیوں کا افسر البوش دار کھلاتا تھا اور پلٹن کا مالک سالار بولا جاتا تھا تمام نجیبوں کے

بارہ ہزار تھی۔

بائیسوی یاد رکھو کہ ۲۲ ہزار بند و قبیون کی جماعت نواب نے علیحدہ مقرر کر کے انکا نام بائیسوی رکھا تھا ورنہ ان کی سیاہ قہی سرداران کا میرا حمد سپریر کریم اللہ علیہ السلام تھا ان کی توڑہ دار بند و قون کے سر کرنے کے مقابلے میں انگریزی حقائق دار بند و قون کی کوئی حقیقت نہ تھی۔

سیر المتاخرین میں ذکر کیا ہے کہ نواب شجاع الدولہ نے چار پانچ ہزار شریف مغل شاہجہان آبادی فی کس پندرہ روپے ماہوار پر نوکر رکھے تھے ان میں تعلیم قواعد انگریزی کا اہتمام تھا گو ان کے پاس توڑہ دار بند و قین تھیں مگر وہ انکو پھرتی سے آگ بتلاتے تھے چونکہ وہ لوگ شریف و نجیب تھے اسلئے انکی خاطر داری زیادہ تھی اور تانہ پنج شاہیہ نیشاپوریہ میں بیان کیا ہے کہ چند پلٹنوں کی ورنہ سہتر تھی اور یہ نجیب پلٹن کہلاتی تھی اسکی تنخواہ چھ روپیہ فی سپاہی مقرر تھی اور کوئی رذیل آدمی اس میں نوکر نہیں ہو سکتا تھا اگر کوئی رذیل نوکر کر لیتا تو گدھے پر سوار کر کے تشہیر کرایا جاتا اور تلنگون میں ہر قسم کے آدمی تھے۔ باقی پلٹنوں کا مشاہرہ سات ہزار روپیہ تھا۔ تلنگے اس قدر نجیبوں سے ڈرتے تھے کہ بچاس تلنگے دو نجیبوں کا سامنا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تھے۔ تلنگے سوائے میان صاحب کے دوسرا لفظ نجیب کو نہ کہتا تھا اور نجیب سوائے فحش کے اور کوئی دوسری لفظ سے اسکو خطاب نہ کرتا۔ پرگنوں میں بھی جو کام ہزار تلنگوں سے نکلتا وہ کام سو نجیب سرانجام دیتے۔ بقول مؤلف عماد السعادت کے نجیبوں کی ستر پلٹنیں تھیں نجیب وہی لوگ تھے جنکا سپہ سالار میرا حمد تھا نواب شجاع الدولہ نجیبوں کے غرور سے غوش نہ تھے اسلئے مشاہرہ ان کا تلنگوں کے برابر

دن کابل سے فیض آباد خبر آجاتی تھی۔

انگریزوں کا نواب شجاع الدولہ کی تیاریوں سے متوہم

ہو کر ان سے عہد نامہ کرنا کہ وہ سبقتیں ہزار سے

زیادہ سپاہ نہ رکھیں گے

۱۸۵۲ء ہجری میں کارپردازان انگریزی کمپنی کو کچھ اندیشہ وزیر کی نیت کے باعث پیدا ہوا۔ کیونکہ بادشاہ اُنکے اختیار میں تھے اور وزیر چاہتے تھے کہ الہ آباد کوڑے پر قبضہ کر لیں اسلئے انگریزوں کو یہ امر ضروری متصور ہوا کہ ایک عہد نامہ جدید قرار پائے جس کی رو سے وزیر کی فوج ۳۵ ہزار نفری سے زیادہ رہنے کی مانفت ہو۔ چنانچہ ۱۹ رجب ۱۲۷۲ ہجری مطابق نومبر ۱۸۵۶ء کو مقام بنارس میں وزیر سے ایک عہد نامہ ہوا جس کا مضمون یہ تھا کہ نواب سبقتیں ہزار فوج سے زائد نہ رکھیں گے اس میں سپاہ اور سوار اور چیراسی اور توپخانہ وغیرہ سب آگیا اور اس میں دس ہزار سوار ہو گئے اور دس ملٹین سپاہ پیدل کی جن میں صوبہ دار اور جامعہ دار اور حلاوت وغیرہ وٹل ہزار نفری ہو گئی اور رجمنٹ نجیب کی پانچ ہزار سے زیادہ نفری ہو گئی اُنکے پاس بندوقین ہون گئی اور پانسو سپاہ توپخانے میں ہو گئی اس سے زیادہ ہو گئی اور باقی نو ہزار پانسو سپاہ رگولر یعنی فوج آئینی ہو گئی اُنکی وردی اور ہتھیار سپاہ انگریزی کے مثل ہو گئے اور نواب نے یہ بھی وعدہ کیا کہ سوائے دس ہزار فوج مذکورہ بالا کے اور کسی کے پاس ہتھیار انگریزی فوج کے مثل ہو گئے

پاس توڑہ دار بندوقین تھیں اور تلنگون کی پلٹنوں میں چٹاق دار مگر میر احمد فسر علی
نجیبان نے ایسی مشاقتی سے قواعد کرائی تھی کہ چٹاقتی سے بھی جلد چھوڑتے تھے
سو کے قریب فرانسس نوکر تھے یہ لوگ پلٹنوں کو قواعد سکھاتے تھے تو پین تیار
کراتے تھے اور دوسرا لڑائی کا سامان اور بندوقین بنواتے تھے بڑے سویرے سے
شام تک اور شام سے صبح تک آواز تنبورون اور ڈھولون کی پلٹنوں میں رہتی
تھی اور کرنال کی آوازیں گجروں برابر ایسی آتی تھیں کہ کانوں کے پردے پھٹے
جاتے تھے۔

نادر پھر میں شجاع الدولہ کی سپاہ کے انتظام کو ناپسند کیا ہے اور اچھا
نہیں بتایا ہے کہا ہے کہ اُنکے اکثر سپاہ سالار خواجہ سرائے کمان شجاعت کا
فرقہ اور کمان انگریز فحشت خواجہ سرائوں کی۔ اسی عہد سے عیاشی اس ریاست
اور ارکان میں ہوتی گئی۔

نواب کی سپاہ کو تنخواہ ماہ بہ ماہ ملتی تھی گیان پرکاش کا مؤلف لکھتا ہے
کہ مجھے خوب یاد ہے کہ سولہ سو لہا ماہ کی تنخواہ کمیشن خزانے سے دلوائی
چاروں طرف پکارت ہو گئی کہ نواب وزیر نے شکست کے بعد بہت زور حاصل
کر لیا ہے۔ شجاع الدولہ کے عہد میں سپاہیانہ کارخانہ تھا دفتر تحریر عمدہ حالت
میں نہ تھا دفتر کے کاغذات مُرتب نہ تھے اُنکے دفتر کے مستصیون کو کوئی
پوچھتا بھی نہ تھا نواب کی سرکار میں ۲۲ سو ہرکارے اور جاسوس نوکر تھے اور
بعض نے مبالغہ کر کے اٹھارہ ہزار بتائے ہیں ساتویں دن پونا سے اور گیارہویں
دن کابل سے خبر آتی تھی اور کسی نے لکھا ہے کہ نویں دن پونا سے اور بارہویں

راجہ درشن ناظم قوم برہمن کو جو سرکار اور دھندلہ میں با اختیار تھا ملا۔

نواب کے عدل و داد کی حکایات

ایک دن ایک مغل گھوڑا دوڑا رہا تھا ایک بوڑھی عورت اُدھر سے نکلی اور گھوڑے کی جھپٹ میں آکر مرنے لگی مغل نے اسکی کچھ پروانہ کی اور چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد اُس عورت کا بیٹا اور دوسرے چند آدمی اُسکو چار پائی پر ڈال کر نواب کے در دولت پر لائے اُسوقت نواب سیر کے لیے روانہ ہو رہے تھے کہ دور سے اُس چار پائی پر نظر پڑی دریافت کیا کہ یہ کیا ہے لوگوں نے حقیقت حال عرض کی حکم ہوا کہ ہماری سواری کے ساتھ چلے آئیں اور وہ جگہ بتائیں جہاں مغل کے گھوڑے نے اسکے لات ماری اُنھوں نے ساتھ آکر وہ مقام بتا دیا نواب نے ہاتھی روک لیا اور وہاں دریافت کیا کہ وہ سوار کہہ گیا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ اس طرف گیا ہے۔ جاسوسوں کو حکم دیا کہ کوچہ کوچہ پھر کر بتا لگائیں پھر بھر کے بعد وہ لوٹے اور مغل کا نام و نشان معلوم کر کے ظاہر کیا اُسوقت تک نواب وزیر ہاتھی پر سوار وہیں کھڑے رہے۔ نواب نے اُس مغل کے حاضر کرنے کے لیے حکم دیا۔ جب نواب کے آدمی اُسکے بلانے کو پہنچے تو اُسکے ساتھی مسلح ہو کر کہنے لگے کہ جب تک ہمارے تن میں جان باقی ہے یہ سوار وہاں نہیں جائیگا نواب صاحب نے اسی بے انصافی پر کمر باندھ ہی ہے کہ ایک بوڑھی عورت کے لیے جسکی عمر تتر سال سے متجاوز تھی مغل نوجوان کو جو کام کے قابل آدمی ہے مار ڈالنا چاہتے ہیں ہر ایک شخص اپنی قوم کا پاس و لحاظ کرتا ہے مگر نواب کو

فقط انکی قواعد انگریزی فوج کی طرح ہوگی اور یہ اقرار کیا کہ ۳۵ ہزار سپاہ و سوار کے سوا جسقدر سپاہ انکے پاس ہے اسکو برطرف کر دینگے اور اس شرط کی تعمیل تین مہینے کے عرصے میں تمام و کمال کر دینگے اور اپنے اقرار پر قرآن کی قسم کھائی۔ کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا فساد منیر الدولہ کا تھا جسکے بہکانے سے نواب کی طرف سے انگریزوں کے دل میں شک پڑ گیا عین برسات میں اس خدشے کے رفع کرنے کے لیے بنارس میں نواب کو گورنر جنرل کے پاس جانا پڑا گورنر نے اُن سے یہ کہا کہ آپ نے نئی فوج بھرتی کی ہے اور ٹھکانوں سے متعلق کیا ہے شاید کہ آپ کو ہم سے محبت توڑنا منظور ہے نواب نے کہا کہ ٹھکانوں سے ہماری موافقت کا حال آپ پر جلد کھل جائے گا خدا گواہ ہے کہ یہ خیال ہمارے ذہن میں نہیں ہے۔ بعد اسکے نواب فرخ آباد ہوتے ہوئے مقام اٹاواہ کو چلے گئے۔

خزانہ نواب شجاع الدولہ

نواب نے بعد اسکے خزانے کا یہ انتظام کیا کہ جسقدر روپیہ آمدنی ملک کا خرچ کے بعد بچتا تھا وہ اس کو ہو بیگم صاحبہ کے تفویض کر دیتے تھے چنانچہ ہو بیگم صاحبہ نے اس خزانے کا نام چورا بھونرا رکھا تھا اس خزانے میں اسقدر روپیہ تھا جس کے ایک حصے سے بیگم نے وثیقہ متعلقین و ملازمین خاص کا کرایا اور اپنی زندگی بھر نہیں معلوم کس قدر خرچ کیا اور وفات کے بعد بھی کچھ ترلاہ روپیہ نقد ایک قسم کا لکابی دار سکے کا برآمد ہوا۔ مشہور ہے کہ اس خزانے سے بہت کچھ روپیہ

اسکے انتہا درجے کا شریہ تھا۔ نواب باوجود حرکات بد کے اسکی بہادری کی وجہ سے خاطر کرتے تھے ایک دن اُس نے ایک آدمی کو مار ڈالا اور نواب کے چوہدرے جھگڑا کیا تلوار لے کر اُسپر دوڑا دو تین دن نواب نے تغافل کر کے غلامانِ حبشی کو حکم دیا جنھوں نے اُسکے بدن کو گولیوں سے چھلنی کر دیا پھر سر کاٹ لیا۔

فیض آباد میں ثابت خانیوں کا ہنگامہ اور اُن کی بربادی

ایک دن فیض آباد میں ایک جھلنگہ بنیے کی دوکان سے آٹا خرید رہا تھا اُسی وقت ایک ثابت خانی جوان دوکان پر آیا اور اُس بنیے سے کہا کہ مجھے دو پیسے کا گھی دیدے بنیے نے کہا کہ ذرا اٹھریے کہ اس سپاہی کو آٹا دیدوں۔ ثابت خانی نے آٹے کی ترازو اُسکے ہاتھ سے لیکر اوندھادی آٹا بیٹ گیا بنیے نے جھلنگے کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ تمہارا آٹا تھا دام میں تم سے لونا گنا بھی کوئی بات جھلنگہ کہنے نہ پایا تھا کہ ثابت خانی نے تندہو کر بنیے کو کہا کہ اے چُٹے تو مجھے ایک ذیل جھلنگے سے ڈراتا ہے اگر تیز نگاہ سے اسکی طرف دیکھوں تو پیشاب نکل جائے۔ جھلنگے نے کہا کہ میان ثابت خانی آدمیوں کی طرح بات کرو میں نے تم کو کیا کہا تھا جو تم مجھے بُرا کہنے لگے۔ ثابت خانی نے گالی دیکر کہا کہ جا چلا جا ورنہ ابھی مزا چکھا دوں گا جھلنگے کو یہ بات بہت ناگوار گزری اور کہا کہ تو نے اپنے آپ کو کیا سمجھ رکھا ہے جیسی زبان درازی کرتا ہے۔ ثابت خانی تلوار سونت کر دوڑا جھلنگہ بھی تلوار لے کر مقابل ہوا لیکن ثابت خانی کا ہاتھ پڑ گیا

اپنی قوم کی کچھ رعایت منظور نہیں ہم آپ اپنے بھائی ہندی کا پاس کرینگے اور اس مغل بیچارے کا کیا قصور ہے وہ گھوڑا دوڑا رہا تھا اس نامراد عورت نے اپنے آپ کو کیوں نہیں بچا یا کہ پامال ہو گئی اگر عداً اُسے عورت کو گھوڑے سے کچلوا یا ہوتا تو اُسکا قصور تھا جو کچھ ہوا بے خبری میں ہوا گناہ وہ بے عمدہ و دانستہ کیا جائے اور جو کچھ بے خبری میں کسی سے ہوتا ہے اُسکا شمار نہیں ہوتا ہم کو نواب کی ذات سے یہ توقع تھی کہ اگر کوئی مغل کسی ہندوستانی کو عداً بھی مار ڈالتا تو نواب عصبیت قومی سے باز پرس نہ کرتے یہ ہم نہ جانتے تھے کہ نواب ایک ڈٹے برس کی بوڑھی عورت کے واسطے جو اپنی حماقت سے ہلاکت کو پہنچی جو ان مغل کو جلا دے والے کرینگے۔ نواب کے آدمیوں نے جو کچھ سنا تھا حاضر ہو کر حرف بہ حرف عرض کیا یہ سنتے ہی آتش قہر و غضب نواب کی بھڑکنے لگی اور کہا کہ امیر المومنین میرے پیر ہیں وہ جہنمک اُس مجرم کو یہاں نہ پہنچائینگے یہاں سے کہیں نہ جاؤں گا گو ایک سال گزر جائے اور نہ کھانے پانی کی طرف رغبت کروں گا یہ عاجزی کی بات اس لیے تھی کہ مغل لوگ اُسوقت تک قوت رکھتے تھے اور اُنکے مقابلے کے لیے دوسری سپاہ طاقتور ابھی تیار نہ ہونے پائی تھی بہرہون چڑھا ہوا کہ سواری بازار میں پہنچی تھی اُسوقت سے گھڑی بھرہون باقی رہے تک وہیں سوار کھڑے رہے۔ آخر کار اُس مغل کو حضور میں پہنچایا نواب نے جلا دے اُسکے ٹکڑے کر دیے بعد اسکے دیوان خانے کو لوٹ گئے اور ہاتھ دھو کر پہلے دو گانہ شکر ادا کیا پھر کھانا کھایا۔

(۲) ملاخان نام ایک پٹھان جلالت و شجاعت میں بے نظیر تھا ساتھ ہی

توپوں اور رہکلوں کے ساتھ اور تمام سوار آگئے اور یہاں سے وہاں تک صفت بندی کر لی۔ کپتان ہار پر بھی جس کا خطاب سرفراز الدولہ ہے اور نواب شجاع الدولہ کے پاس گورنر جنرل کی طرف سے ریڈنٹ تھا اپنے ساتھ کے تمام انگریزوں اور آدمیوں کو تیار کر کے فوج میں شامل ہو گیا۔ نواب وزیر ہاتھی کی عاری میں سوار ہو کر فوج میں آئے اور اب پھر دو ایک آدمی ثابت خانیوں کے افسروں کے پاس بھیجے اور کہلایا کہ اس حرکت سے باز آ جاؤ انھوں نے کچھ نہ سنا بلکہ ایک بان نواب کی فوج کی طرف چھوٹا۔ نواب نے خفا ہو کر حکم دیا کہ ان تاحق شناسوں کو مار دو۔ فوج کے آدمی نیزے لے کر ان پر لپکے۔ انھوں نے ہندو قین سرکین اور ان دونوں توپوں کے پاس پہنچ گئے جو راستے پر ان کی تہدید کے لیے کھڑی کی گئی تھیں اس درمیان میں بہت بہادر اور امر او گرنے ان کے مکانوں کے پاس پہنچ کر چھپرون میں آگ لگا دی ان کی عورتیں بچوں کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر نکل پڑیں اور چلانے لگیں ان راجوں کے سواروں نے عورتوں سے تو کچھ تعرض نہ کیا لیکن مکانوں میں گھس کر انکو لوٹ لیا اس خبر کے سننے سے ثابت خانیوں کے ہوش اُڑ گئے اور پہلے حملے میں جو مرنقی خان بڑیچ اور گوپال راؤ مرہٹہ کی طرف سے ہوا تھا پسپا ہو گئے۔ دلا درون نے انکا تعاقب کیا وہ بھاگنے لگے اور اکثر خندق میں گر گئے۔ اور زخمی ہوئے۔ بہت سے گلیوں میں گھس گئے اور لوگوں کے دروازوں میں چھپنے لگے تھوڑے سے نہایت عاجزی کر کے حملہ آوروں کے گھوڑوں کے سامنے لیٹ گئے تو یہاں اور ہتھیار دے دے کر چاروں طرف بھاگ گئے اگرچہ بظاہر ثابت خانیوں کا سالہ کہلاتا تھا

جھلنگ نے زخمی ہو کر شور کیا اسکی آواز پر دوسرے جھلنگے جمع ہو گئے اور انھوں نے ثابت خانی کو لاتوں گھونسوں اور لکڑیوں سے بہت مارا اور چھوڑ کر چلے گئے ثابت خانی نے اپنے مجمع میں جا کر لوگوں سے پٹنے کا حال بیان کیا واقعہ طلب لوگ مسلح ہو کر جھلنگوں کے داروغہ میان بسنت کے مکان پر چڑھ گئے اور محاصرہ کر لیا بسنت دوسرے دروازے سے نکل کر نواب شجاع الدولہ کے پاس پہنچا اور اپنے اوپر حملہ ہونے کا حال عرض کیا نواب نے ثابت خانیوں کے رسالہ دار نعیم خان کو حکم دیا کہ جا کر ان کو سمجھا دو کہ آپس میں ہنگامہ آرائی نامناسب ہے محاصرہ اٹھا کر اپنے رسالے میں چلے جاؤ اُس نے چند افسروں کو بلا کر نواب کا ارشاد اُن سے بیان کیا انھوں نے جواب دیا کہ ہم اب کسی کے نوکر نہیں ہیں ایسی نوکری پر لعنت ہے کہ لنگوٹی بند جھلنگے ثابت خانی کو ماریں اور ہم ڈر کر کچھ نہ کہیں اسقدر بے عزتی کی ہم سے توقع نہ رکھنی چاہیے اور تم کس قابل ہو کہ ہم کو سمجھاتے ہو تمہاری لیاقت اس سے زیادہ نہیں ہے کہ مسخرگی میں ہم سے سبقت لیکے ہو نواب صاحب نے آج تک تلنگوں اور جھلنگوں پر جو لنگوٹی لگائے پھرتے ہیں حکومت کی ہے ثابت خانیوں سے اُن کو کام نہیں پڑا ہے۔ قسم خدا کی جب تک ہم ہر ہر جھلنگے کے سر پر ہزار ہزار جوتیاں نہ مار لیں گے اپنی کمرین نہ کھولیں گے اور تمام شہر کو برباد کر دیں گے۔ میرے نعیم خان اس جواب سے دل میں بے حد مکدر ہو کر نواب کے پاس پہنچا اور جو کچھ اُن سے سنا تھا عرض کر دیا۔ نواب نے اُسی وقت تمام سپاہ میں حکم بھیجا کہ تیار ہو کر دروازہ قلعہ سے میان بسنت جھلنگوں کے داروغہ کی جو ملی تک جمع ہو جائیں حکم پہنچنے ہی تلنگوں کی بیٹھیں نجیبوں کے رسالے اور برقی ملٹیں

کہ سوائے مسلمانوں کے اور دوسرے ہندوگان خدا سے عداوت رکھیں اور جو کچھ آپ نے میری قدرت و شمت کا حال سنا ہے وہ دوسروں کے لیے ہے نہ انگریزوں کے واسطے میں ہمیشہ یہ آرزو رکھتا ہوں کہ انگریزوں کے دشمنوں پر حملہ کروں نہ کہ خود اُن سے لڑوں۔ یہ دنیا چند روزہ ہے دنیا کی بدنامی کے سوا خدا کو اس محسن کُشی کا کیا جواب دوں گا۔ یہ خریطہ اپنے دو جاسوسوں کے ہاتھ حیدر علی خان کے پاس نہایت احتیاط سے بھیجا اتفاقاً ہارپر صاحب ریڈیٹنٹ کے ملنگون نے اُن جاسوسوں کو پکڑ لیا۔ صاحب مذکور نواب سے نہایت عداوت رکھتا تھا اُسکے ملنے سے وہ بیحد خوش ہوا اور کھول کر عطا حسین خان باشندہ اٹادہ کو دیا یہ شخص خط شکستہ لکھنے میں بڑا کامل تھا جب مضمون سنا تو بہت شرمندہ ہوا اور نواب کے پاس اُسکو لے کر گیا۔ معذرت کر کے اُنکے حوالے کر دیا اور کہا کہ جب آپ کا دل چاہے حیدر علی خان کے پاس بھیج دیجیے لیکن میری خواہش یہ ہے کہ میں اُسکو اپنے خط کے ساتھ گورنر جنرل کو بھیج دوں تاکہ وہ بھی اس کا مضمون سُکر خوش ہو جائیں نواب نے اجازت دی ریڈیٹنٹ نے وہ خریطہ وہاں بھیج دیا گورنر جنرل بہت خوش ہوئے اور نواب کی صفائی طبیعت کا حال اُنکے اوائلی کونسل کے ممبروں کے خاطر نشین ہو گیا۔ گورنر نے وہ خریطہ ریڈیٹنٹ کو واپس کر دیا اُس نے نواب کو دیدیا نواب نے حیدر علی خان کے پاس بھیج دیا۔

حیدر علی خان فتح خان نائب کا بیٹا ہے ابتدا میں سپاہیوں کے ذریعے میں میسور کے راجہ کانکر تھا یہاں تک ترقی کی کہ ۳۷ھ ہجری میں راجہ کو قید کر کے خود دہلی ملک ہو گیا اور جب تک جیا ہمیشہ اُدھر کے انگریزوں سے لڑتا رہا۔

گراس میں دوسری جگہوں کے آدمی بھی بہت سے نوکر تھے۔

حیدر علی خان والی سرنگ پٹن کا نواب کو انگریزوں کی مخالفت پر آمادہ کرنا۔ نواب کا انکار کر دینا

عماد السعادت و تاریخ شاہیہ پیشاپور یہ مین لکھا ہے کہ حیدر علی خان والی سرنگ پٹن نے نواب شجاع الدولہ کو ایک خط لکھا کہ نہایت افسوس ہے کہ آپ کے پاس اس قدر تو پختانہ اور پیادہ و سوار کی فوج ہے اور نصاریٰ ہمارے اور آپ کے مذہب کے دشمن ہیں اور تمام مسلمانوں کے بدخودہ ہیں ان کو ممالک بادشاہی سے نہ نکالا جائے اگر میرا مشورہ آپ قبول کریں تو اس طرف سے میں مسلمانوں کی اور فرانسیسیوں کی عظیم الشان سپاہ لے کر یورش کروں اور ادھر سے آپ حملہ کریں اور تمام امرائے ہندوستان کو بھی شریک کر لیں تو یقین ہے کہ اس قوم کی کھڑکھڑائے اور کلکتہ دارالاسلام بن جائے۔ پھر اس پر آپ قبضہ کر لیں نواب نے اس کے جواب میں ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ جب پہلے ہم نے انگریزوں سے لڑائی کی تو کسی نے ہمارا ساتھ نہ دیا آخر کار انگریزوں نے اپنی مرضی سے ہمارا تمام ملک چھوڑ دیا اور ہماری حکومت ہم پر بحال کر دی پس افسوس ہے کہ ایسے احسانات کے عوض میں دل میں بُرائی رکھی جائے ہماری دولت کا قیام انکی وجہ سے ہے مذہبی تعصب کی وجہ سے محسن کشی پر کمر باندھنا کب جائز ہے۔ ایسے محسن کشی آسان کام نہیں پس میں کمر محسن کشی پر نہیں باندھ سکتا تعصب مذہبی ایسے لوگوں کا کام ہے جو انصاف سے کام نہیں لیتے ورنہ خاصان خدا کی یہ شان ہے

اشتقاق رکھتے تھے۔ مگر کچھ انگریزوں کے احسانات کا پاس کرتے تھے کچھ نجیب الدولہ کے اختیارات سے ڈرتے تھے۔ جنگو احمد شاہ ابدالی مرہٹوں کو پانی پت کے مقام پر شکست دینے کے بعد دلی کا امیر الامرا مقرر کر گئے تھے اسلئے وہ اس ارادے کو پورا نہ کرتے تھے۔ ۱۷۸۷ء ہجری میں پانی پت کے مقام پر شاہ ابدالی سے مرہٹوں نے شکست عظیم پائی تھی اور مدت تک وہ خانگی جھگڑوں میں اور نربد کے جنوب میں اردائی میں مصروف رہے۔ وہ اب پھر زور پکڑ گئے تھے اور مغربی ضلع ہند کو غارت کرتے تھے اور ان کا یہ ارادہ تھا کہ روہیلون کو جنھوں نے احمد شاہ ابدالی کی مدد کی تھی سزا دیں۔ اس مطلب کو حاصل کرنے کے لیے انھوں نے یہ جوئیری کہ شاہ عالم کو دلی کے تخت پر بٹھائیں ۱۷۸۷ء کے شروع میں نجیب الدولہ کا رشتہ حیات منقطع ہو چکا شاہ عالم الہ آباد میں تھے اور نیز الدولہ ان سے آزر دہ خاطر ہو کر عظیم آباد کو چلا گیا تھا بادشاہ نے اسکو عظیم آباد سے واپس بلا کر اپنی سرکار کے تمام جزئی و کئی کاموں کا مختار بنایا اس نے عرض کیا کہ نواب وزیر شجاع الدولہ فیض آباد میں رہتے ہیں اور وہ یہاں سے قریب ہے حضور وہاں تشریف لے چلیں تو مناسب ہے انکی صلاح کے مطابق ان کاموں کا ارادہ کرنا چاہیے جو حضور کے مرکز خاطر ہیں بادشاہ نے قبول فرمایا۔ اور عماد السعادت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود وزیر نے ۱۷۸۷ء ہجری میں بادشاہ کو الہ آباد سے فیض آباد بلا یا تھا ہر صورت بادشاہ الہ آباد سے کوچ کر کے فیض آباد کے پاس جا پہنچے وزیر نے مع اپنے بیٹوں کے سلطان پور تک کہ مین کوس کا فاصلہ ہے استقبال کر کے فیض آباد کے لال باغ میں ٹھہرایا اور انکی نگہداشت بھی

آخر کار غرہ محرم ۹۷۰ھ ہجری مطابق ۷ دسمبر ۱۷۵۷ء کو قضا کی سرنگ پٹن
 میں ایک باغ میں جس کا نام لال باغ ہے مدفون ہوا بعض نے حیدر علی خان بہادر
 اُسکی وفات کی تاریخ بتائی ہے اس حساب سے ۱۱۹۵ھ ہجری میں مرنا ثابت ہے
 اُسکے بیٹے ٹیپو نے مسند نشین ہو کر اپنا لقب ٹیپو سلطان مقرر کیا یہ نہایت شجاع
 و دلیر تھا انگریزوں سے بڑی بڑی جنگیں کیں پچھلی لڑائی میں ۲۸ دیقہہ ۱۲۱۳ھ
 مطابق ۲۷ مئی ۱۷۹۹ء کو مقتول ہوا اُسوقت سے سرنگ پٹن میں انگریزوں کا
 قبضہ ہے اور میسور وہاں کے راجہ کے ایک وارث کے حوالے کر دیا گیا۔

شجاع الدولہ اور انگریزوں کا بادشاہ کو الہ آباد
 چھوڑ کر دلی جانے سے روکنا لیکن اُنکا مرہٹوں کے
 اختیار میں ہو جانا۔ مرہٹوں کا اُنکو دلی کے تخت پر بٹھانا

حسام الدین خان نے جو بادشاہ کا مختار تھا وزیر الممالک سے دوستی پیدا
 کر لی وزیر کو نجف خان سے ملال تھا اور وہ کوڑے کی نظامت پر مامور تھا یہ
 بات وزیر کو ناگوار تھی لیکن اُسکو اُس خدمت سے معزول نہیں کر سکتے تھے
 آخر کار حسام الدین خان نے نقد پانچ لاکھ روپے وزیر کی طرف سے بادشاہ کی
 خدمت میں پیش کیے اور کوڑے کی خدمت محمد سعید خان کو دلا دی اور نجف خان
 کو معزول کر دیا۔ ابھی تک بادشاہ الہ آباد میں تھے سرکارِ کپنی نے اُنکو خضلاع
 الہ آباد اور کوڑہ دلا دیے تھے اور چھبیس لاکھ روپیہ سالانہ خرچ کا دینی تھی
 مگر بادشاہ کو دلی کا شوق لگا ہوا تھا۔ وہ اپنے باپ دادا کے تخت پر بیٹھنے کا بڑا

شہر کو چھوڑ کر سکر تال کو چلے گئے۔ ہر خیابگو رنٹ انگریزی نے انکو منع کیا مگر انھوں نے نہ مانا شجاع الدولہ کی بھی یہ مرضی نہ تھی صرف حسام الدین خان کے مشورے سے یہ کام ہو رہا تھا شجاع الدولہ بذات خاص بادشاہ کو اس ارادے سے روکنے کے لیے ان کے پاس روانہ ہوئے ادھر الہ آباد سے بادشاہی خیمے بطویش خانہ کے روانہ ہو کر سرے عالم چند میں کھڑے ہو گئے تھے ۱۷۴۴ء ہجری میں وزیر بھی فیض آباد سے کوچ کر کے سرے عالم چند میں کہ الہ آباد سے نو کوس کا فاصلہ رکھتی ہے جا پہنچے اور لشکر شاہی سے دو کوس کے فاصلے پر ٹھہرے بادشاہ کے حکم سے ان کے شانہ وادے اکبر شاہ ثانی نے کہ اس وقت میں گیا رہ برس کے تھے ڈیڑھ کوس پر استقبال کیا اس وقت انکی خواہی میں وزیر کے بیٹے سعادت علی خان تھے جو چودھویں سال میں لگے تھے۔ وزیر شانہ وادے کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور سلام سے مشرف ہو کر خلعت پہنا دے دن بادشاہ نے دعوت کی انگریزی جرنیل بھی یہاں آ گیا تھا بادشاہ نے سات دن یہاں قیام کیا شجاع الدولہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور ایک سال اور توقف کریں بعد اسکے میں ساتھ چل کر دار الخلافہ کا بندہ دست کر دے گا جب بادشاہ نے اس عزیمت کو نسخ نہ کیا تو یہ بات قرار پائی کہ انہی سرحد تک انگریز اور وزیر الممالک ساتھ رہیں اور پھر رخصت ہو جائیں وزیر کوڑہ جہاں آباد سے اپنے صوبے کو رخصت ہوئے جیسا کہ گیان پرکاش میں مذکور ہے اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ وزیر اور انگریز کانپور تک ساتھ رہے یہاں سے وزیر اپنے بیٹے سعادت علی خان کو ساتھ لیکر فیض آباد کو چلے گئے اور بادشاہ دہلی کی

آداب استقبال بجالائیں یہاں شاہی متوسلون کی بھی عمدہ طریقے سے خاطر داری ہوئی اور تین لاکھ روپے اور بقولے چار لاکھ روپے نذر کئے اور ایک قول کے مطابق گیارہ لاکھ روپے کا نقد جنس دیا تین روز یہاں رہ کر بادشاہ نے الہ آباد کو معاوضہ کی انھیں دنوں وزیر کے بیٹے سعادت علی خان کو حسام الدین خان کے ذریعہ سے خلعت نیابت وزارت ملا اور وزیر نے انکو بادشاہ کے حضور میں اس عہدے کی تکمیل کے لیے رکھ دیا حسن رضا خان اور راجہ لچھی نرائن انکے پاس مقرر کیے گئے تاکہ جو کچھ دربار کی حقیقت ہو ہر روز لکھتے رہیں سعادت علی خان کی عمر اسوقت میں بارہ سال کی تھی۔ بادشاہ نے دہلی کا قصد اسلئے نہیں کیا کہ وہاں شرف الدولہ نواب ضابطہ خان قابض ہو گئے تھے اور غوث تھا کہ مرہٹوں سے موافقت کر کے کوئی جھگڑا کھڑا کر دیں اسلئے اول یہ مناسب سمجھا کہ مرہٹوں کو متفق کر لیا جائے اسلئے الہ آباد پہونچ کر یا قوت خان نائب ناظر کو مرہٹوں کے پاس بھیجا اور قبل اسکے سیف الدین خان کو انکے پاس بھیج چکے تھے۔ بادشاہ نے اپنے خزانے سے تین چار لاکھ روپے بھی مرہٹوں کے لیے نائب ناظر کے ساتھ کر دیے تھے اور انکو بہت سی رعایتوں کا امیدوار بنایا تھا اور اقرار کیا تھا کہ جو کچھ غنیمت حضور میں پہونچے گی وہ آدھی مرہٹوں کو دی جائے گی۔ مرہٹوں نے بادشاہ کو کھلا بھیجا کہ حضور الہ آباد اور کوڑہ منیر الدولہ کے تفویض کر کے ادھر آجائیں جب تمام مراتب ملے پا چکے تو بادشاہ نے دہلی کے چلنے کا عزم کیا منیر الدولہ اور انگریزوں کی یہ خوشی نہ تھی کہ بادشاہ دہلی کو جائیں ضابطہ خان دہلی پر قابض تھے جب انھوں نے مرہٹوں کی ادھر آمد کا حال سنا تو مشوش ہو کر

الہ آباد میں پیش کیے نام کے ساتھ یہ خطا بند ہے ۱۱

شاہ عالم کا تخلص آفتاب تھا ایک شاعر نے اُنکے ورود دہلی کی کیا تھی
تاریخ کہی ہے ۷

دینیت وہ تاج و تخت شاہ عالم بادولت و بخت و کامیابے آمد
تاریخ ورود او ز ہاقت جُستم گفتا کہ ز شہرق آفتابے آمد
اگرچہ بادشاہ کو رسوقت کچھ خوشی حاصل ہو گئی مگر عمر بھر مہٹوں کی رفاقت سے
پیشانی اُٹھائی نہ ملک ہی ملا نہ دولت ہی ہاتھ آئی بلکہ جو کچھ تھا وہ بھی باقی نہ رہا اور
مرہٹے مالا مال اور صاحب اقبال ہو گئے بادشاہ کی قابل رحم حالت کا اندازہ ایک
دوہے سے ہوتا ہے شان نزول اُسکی یہ ہے کہ قتائع عالم شاہی مین جو عالم شاہی
سے علیحدہ کتاب ہے ۹۹ء کے واقعات مین لکھا ہے کہ ایک مقام مین بادشاہ
کی طبیعت علیل ہو گئی جب صحت ہوئی تو مادھو جی عرف مہاجی سیندھیا صدقہ لایا اُس
وقت بادشاہ نے یہ دو ہا بنا کر بطور طرے کے اُسکی پگڑی مین رکھ دیا ۷

ملک و مال سب کھوے کر پے تمھارے بس مادھو ایسی کمیو آوے تم کو جس
سرداران رو ہیلہ کو مرہٹوں کے اس طرف آنے سے بڑی تشویش پیدا ہوئی
کیونکہ ان مین اور اُن مین سخت عداوت تھی اس باب مین حافظ رحمت خان نے
جو خط بھرت پور کے مہاراجہ نول سنگھ کو لکھا ہے اور جواب اُسے دیا ہے اُنکے دیکھنے
سے یہ بات بخوبی ذہن نشین ہوتی ہے نقل اُن کی اُن خطوں سے جو بھرت پور سے
مے مین بیان درج کرتا ہوں (خط حافظ رحمت خان بنام مہاراجہ نول سنگھ)

راجہ صاحب بسیار مہربان مخلصان سلامت

بعد ترقیم مراجع اشتیاق ملاقات بخت آیات گرامی کہ زیادہ از اندازہ بیان ست

طرف عازم ہوئے راستے میں فرخ آباد پہنچے تو نواب احمد خان نے بادشاہ کو
 نذیبی اور غلبہ بیماری کی وجہ سے خود حاضر نہوسکا۔ عدم حاضری کا عذر کمالا بھیجا
 بادشاہ کے ورود سے دو روز کے بعد اس کا انتقال ہو گیا اسکا بیٹا دلیر بہت
 باپ کا جانشین ہوا اور بادشاہ کے حضور میں پیشکش بھیجا بادشاہ نے اس کو
 مظفر جنگ خطاب دیا ۲۲ دن بادشاہ بیان رہے پھر دلی کی طرف روانہ ہوئے
 اور آرون صاحب کی تاریخ فرخ آباد میں مذکور ہے کہ ۲۸ ربیع الاول ۱۱۵۷ھ
 مطابق ۲۸ جولائی ۱۷۷۵ء کو نواب احمد خان دلی فرخ آباد نے انتقال کیا تو
 شاہ عالم الہ آباد سے دلی کو جاتے ہوئے دوسرے روز مع پانچ ہزار سپاہیوں
 اور شجاع الدولہ اور دوسرے سرداروں کے موضع سریا پر گئے پہاڑ میں پہنچے
 یہ موضع شہر فرخ آباد کے باہر گوشہ جنوب و مغرب میں واقع ہے احمد خان کے
 بیٹے مظفر جنگ کی طرف سے تین لاکھ روپے سات ہاتھی گیا رہ گھوڑے بادشاہ
 کی نذر میں پیش ہوئے اور ایک لاکھ روپے نواب نجف خان کو دیے گئے تاریخ
 مظفری سے مستفاد ہوتا ہے کہ شجاع الدولہ کی وساطت سے مظفر جنگ بادشاہ
 کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ معاملہ طے پایا۔ بادشاہ نے مظفر جنگ کو فرزند ہمایوں
 خطاب دیا۔ اور احمد خان کا جانشین مقرر کیا۔ بیان بانیس روز قیام کر کے شاہ عالم
 نبی گنج کی طرف جو ضلع میں پوری میں ہے چلے گئے جہاں وہ تین مہینے تک
 حاجی سیندھیا کے دلی سے آنے تک مقیم رہے وہاں سیندھیا بیٹے ہزار فوج
 اور پچاس توپیں لے کر پہنچا اور شریک ہوا مرہٹے اور دلی کے امرا بادشاہ کو
 ہر شان و تجل دلی کو لیکے اور ۲۵ دسمبر ۱۱۵۷ء کو تخت نشین کیا۔

ساموی کامیاب گشت ضرورت لائق نخواهد ماند نظر بر اینکه ملک مقبوضه آن مهربان
در گزاری سیلاب فسادست و انقلاب با سرایع الظهور اند و در خدمت قلمی شده که فردا
در عالم اخلاص جائے شکایت نباشد باقی مراتب از گفته منشی چتر بھوج داس واضح
ضمیر منیر خواهد شد زیاده چه بر طرازد-

جواب مہاراجہ نول سنگھ بہ حافظ رحمت خان

نواب صاحب مہربان مخلصان سلامت

صحیفہ گرامی وصول نموده موجب اتہناج موفورہ گردید از و اہمہ خاطر بسبب
آمد آمد اہل دکن و این کہ آن مہربان بمقتضای صفائے محبت و خلاص تقدیم
شرائط دوستی ہا مستعد و مصروف باد دیگر مراتب دور اندیشی کہ بقم پذیر خامہ تو و دیگر
گردیدہ بمفصل دریافت شد۔ مہربان من حفظ مراتب وفاق ہمین است کہ عبارت
در عین شائند جلوه نماید۔ مجھے این کہ این ہمہ احوال از نوشتہ جات و کلاے
دوستدار کہ در خدمت پیشوا صاحب بہادر حاضر پیش از ارقام آن مہربان دریافت
گردیدہ کہ سرینت بہادر صوبہ دار تگوجی ہلکر و پٹیل صاحب بہادر را برائے اخذ و جر
معاملات ہندوستان کہ از سالہا سال نہ رسیدہ و بسبب انقلاب سابقہ بہنوز
آبلہ دل نہ شکستہ رخصت فرمودند و را و رام چند گنیش رامع راے ٹیکہ ہمراہ داوند
چنانچہ سرداران موصوف با فوج گران و سامان شایان در نواح اچھن تشریف آوند
و بدوستدار نوشتہ اند کہ امسال دارو گیر ہندوستان منظور خاطر و انتظام اصلاح
وصو ابید ہم دیگر مرکز وکیل خود را رخصت نمایند و از ہر اسے کہ بنویسند گزار
لشکر قرار گیرد۔ بالفعل روزے چند سواد بے پور مخیم عسا کر فیروزی خواهد ماند چنانچہ

مکشوف ضمیر منیر می گرداند۔ دین مرث کہ مکاتبہ مسرت افزا المصہ وصول نہیں فرستہ
خاطر دستار ہزار تنہا مشتاق دریافت نوید خیریت سامی ست ہر چند در عالم
محبت معنوی نوع اختلاف نیست لیکن بظاہر انسداد ابواب رسل و رسائل
موجب تشویش خاطر ست۔

احوال خراج فوج و کئی و کوچ سہ سردار بعزم زیروزہ بکرون ہندوستان
و گرفتار معاملات نظم نماز خارج بجمع شریف رسیدہ باشند ہر چند وائیمہ در دل
نیست کہ ہر رئیس و ہر نامدار ہم از تہ پیر این کار غافل خواہد بود یا باختلاف
ہوای خواہد ساخت یا اتکا بر فضل او سبحانہ جل شانہ نمودہ بچاہ کار خواہد پرداخت
لاکن سخت تاسف ہمین ست کہ سرداران این مرز بوم اندوزانند شہی غافل و فہاق
باہم ترویج دادہ اند اگر خانہ یکے سوخت دیگرے را آہ برب نخواہد بود بلکہ شمع
خواہد فروخت و زمان پاستانی کہ بھاؤ را و لشکر باین طرف کشیدہ برائے اخراج
ہر یک کمر بندی نمود شاہ ولایت متوجہ و مصروف این ہمہ دشوار گزار گردید و جمع
سرداران ہندوستان را در طلقہ اطاعت کشیدہ تبارک پرداخت امروز کہ
بچشم تامل نگاہ کردہ می شود در ہر خاندان آشوب حوادث برخاستہ و کسے بکسے
نیست چون آن مشفق رئیس عمدہ و شوکت و شکوہ خاندان گرامی در شام ہندوستان
مشہور اگر برائے انسداد رخنہ این فساد ازاو متوجہ شوند و سرداران این ضلع را در حق
خود گردانند از دغدغہ شبانہ روزے خاطر جمع می شود مگر آمد و دوستان لازم کہ
بسبب توفیر خراج و کئی مداخل نمی توانند کہ بدیجہی فوج و سپاہ و سرانجام اسباب
سفر پرداختہ شرط دوستی مبنیہ ظہور آرد و در اصل امروز دشوار و فردا کہ بتائید

خفا ہو گئے تھے اور خفگی کی وجہ تنقیح الاخبار وغیرہ میں یہ لکھی ہے کہ بادشاہ کے جلوس کی تقریب میں ضابطہ خان نے اپنا وکیل نہیں بھیجا اور تاریخ مظفری میں بیان کیا ہے کہ بادشاہ نے نواب ضابطہ خان کو حکم دیا تھا کہ ملک انترہید سے دست برداری کریں اور زرش کش نذر کریں انھوں نے تعمیل نہ کی بلکہ بادشاہ کو یہ معلوم ہوا کہ ضابطہ خان فوج جمع کر رہے ہیں اور دوتی پر فوج کشی کا ارادہ رکھتے ہیں دسویں شوال ۱۱۷۵ھ روز یکشنبہ کو بادشاہ قلعہ سے نکلے اور مادھو جی عرف مہاجی سیندھیا اور تگوجی ہلکر اور میساجی اور نجف خان کے اتفاق سے نواب ضابطہ خان ابن نجیب الدولہ کے ملک پر چڑھائی شروع کی ضابطہ خان نے کچھ دنوں مقابلہ جاری رکھا۔ مگر آخر کار مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگ گئے۔ مرہٹوں نے انکے تمام خزانوں اور اسباب اور کارخانوں کی ضبطی کے علاوہ دو تین کروڑ روپے رعایا سے جبراً وصول کیے اور نجیب الدولہ کی قبر کو غصے کے باعث سے اُکھیر ڈالا اور ضابطہ خان کے اہل و عیال اور انکے بیٹے غلام قادر خان کو قید کر لیا اور تمام توپخانہ بھی جسمین دوسو توپیں تھیں اُٹھالیا۔ جبکہ حافظ رحمت خان وغیرہ ہیلون نے یہ خبر سنی کہ مرہٹوں اور نجف خان نے گنگا کو عبور کر کے نواب ضابطہ خان کے تمام ملک و مال کو پامال کر ڈالا تو ان لوگوں پر کچھ ایسی ہیبت چھا گئی کہ بغیر کسی صدے اور نقصان کے پونچنے کے اپنے تمام عیال و اطفال اور مال و اسباب کو لے کر ترائی کی طرف دامن کوہ میں چلے گئے اور نانک مٹہ میں جا پہنچے جو ہالیہ بہار کے دامن میں ہے اور پہلی بھیت سے شمال کی جانب ۱۳ کوس کے فاصلے پر ہے نواب ضابطہ خان بھی بھاگ کر جھگل کی راہ سے یہاں آ گئے۔

دوستدار معتمد سے رارخصت کردہ خود ہم منظوردار دک بعد تشریف آوردن سرداران
عالی شان بملاقات ہا پرداز و چون این دفعہ سرداران ذی شان اراد ہاے دور دراز
منظور خاطر دارند صرف گرفتن بیک کس مرکز نیست لہذا بمقتضای وثوق محبت
بقلم می آید کہ آن مہربان و دیگر صاحبان الوش را از اتفاق و اتفاق با سرداران
فوج دکھنی ہر چہ منظور باشد بمقتضای بے تکلفی بدوستدار بنویسند کہ ہر وقت
پاس دوستی ہا مطلع خاطر داشتہ بانظام و التیام امور دوستان خواہد پرداخت۔

بر تقدیر اگر از صاحبان دکھن و سرداران ہندوستان غبار سے ہم دیون
خواہد بود بصفا خواہد انجامید و صرصر جنگ و پیکار نخواہد وزید کہ قدم دوستدار دین
معرکہ قائم۔ رونق و سرسبزی امور دوستان اندول میخوایم و اگر در افشائے سخن
و اظہار منطونات خاطر حجاب بردل باشد لاچار میست کہ ہر وقت شروع کار تدبیر
تیر ہوائی ست و بہر ہن مدعا میخورد و دیگر مراتب خصوصیت و مولات قابلیت
دستگاہ منشی چتر بھوج داس ظاہر خواہد نمود مام بہ تحریر مفاوضات مسرت آیات
متضمن نوید خیریت مسرور می نمودہ باشد زیادہ ایام مسرت بکام باد۔

مرہٹون کی روہیلون پر چڑھائی وزیر اور انگریزوں
کی روہیلون کے پچانے کے لیے کارروائی

اس وقت شاہ عالم مرہٹون کے قبضے میں تھے مرہٹے جو چاہتے تھے
کرتے وہ صرف برائے نام بادشاہ تھے۔ مرہٹوں نے بادشاہ کو صلاح دی
کہ ضابطہ خان کا ملک فتح کریں علاوہ اسکے شاہ عالم خود بھی ضابطہ خان سے

روہیلون پر حملے سے نہایت مضطرب و بیتاب ہوئے۔ اور جنوری ۱۷۷۶ء میں انگریزی کمانڈر رانچپن سِر رابرٹ بارگرسے جوالہ آباد کی راہ پر تھا اور رنجاع الدولہ کی امداد کے لیے کچنڈنٹ فوج کا افسر مقرر تھا ملاقات کرنی چاہی اور ۲۰ جنوری کو وہ فیض آباد میں اُس سے ملے اور اُسکے آگے بیان کیا کہ میں بڑی خرابی اور سرگردانی میں ہوں اگر روہیلون کو مرہٹوں نے روہیلکھنڈ سے نکال دیا تو ایک زبردست قوم سے ڈانڈا میں ڈال جائے گا جن سے ہر وقت اندیشہ اور خوف رہے گا۔ اور اگر روہیلے اپنے بچاؤ اور حفاظت کے واسطے مرہٹوں کے شامل ہو گئے تو دو دشمنوں سے اور زیادہ خوف و خطر کا اندیشہ ہے ان خرابیوں اور بُرائیوں سے نجات پانے کے لیے میں نے یہ تدبیر سوچی ہے کہ میں سپاہ لے کر روہیلون کے ملک کی سرحد پر جا پڑتا ہوں وہاں کچھ اپنی سپاہ کا خوف دکھاؤں گا اور کچھ حکمت عمل میں لاؤں گا۔ تھوڑا ملک روہیلون سے بادشاہ کے لیے لوں گا کچھ ملک اپنی سرحد کی حفاظت کے لیے اور کچھ روپیہ لوں گا اُسین سے کچھ مرہٹوں کو دوں گا کہ وہ روہیلکھنڈ چھوڑ کر چلے جائیں کچھ روپے اپنے پاس رکھوں گا غرض یوں بادشاہ اور مرہٹوں سے مصالحت روہیلون کی دولت اور ملک سے خرید و نگا مگر میرے یہ تمام مقاصد دلی جب تک حاصل نہوں گے کہ میرے ساتھ انگریز نہ ہوں گے یعنی اُن کے بغیر روہیلے میری بات کا اعتبار نہ کریں گے اور نہ اُسکو مانیں گے۔ کیونکہ حافظہ رحمت خان شجاع الدولہ کو خدائی کا بے ایمان جانتے تھے۔ اگر وہ قرآن کا جامہ پہن کر آتے تو بھی اُنھیں جھوٹا جانتے۔

جرنیل صاحب نے پرنسپلنسی کو شجاع الدولہ کی تدابیر سے مطلع کیا۔ پرنسپلنسی کو

جس وقت ضابطہ خان کی شکست کی خبر سنی تو روہیلکھنڈ کے سردار لون پر
 شائے کا عالم گزر گیا اور انھوں نے جان لیا تھا کہ یہ نامبارک آغاز ہے
 دیکھیے اسکا انجام کیا ہوتا ہے اگرچہ ۱۷۷۷ء سے روہیلون میں طوائف الملوکی
 کا آغاز ہو گیا تھا چنانچہ اہرات اور کوٹ وغیرہ سیر حاصل علاقے پختی سردار خان
 نے قبضہ کر لیا تھا اسیت۔ آتولہ اور بدایون فتح خان خاں سامان کے ہتھے میں آ گیا
 تھا۔ مراد آباد۔ بجنور۔ سنبھل۔ امر وہہ کاشی پورا اور ٹھاکر دوارہ وغیرہ پر دوندے خان
 نے اپنا قدم جما لیا تھا اور بریلی وغیرہ باقی تمام وکمال علاقہ حافظ رحمت خان کے
 تصرف میں رہا تھا اور نواب سید علی محمد خان کے صاحبزادوں میں سے کسی کی نقدی اور
 کسی کی ٹھوڑی سی جائیداد مقرر کر دی تھی اور ظاہر داری کے واسطے نواب سید
 سعد اللہ خان پورے روہیلکھنڈ کے فرمانروا مانے جاتے تھے لیکن ۱۷۷۷ء
 میں انکے انتقال کرنے پر نواب سید علی محمد خان بہادر کے تمام سردار غور مختار
 بن بیٹھے اور انکے دوسرے بیٹے نواب سید فیض اللہ خان کو جو روہیلکھنڈ کی
 سلطنت کے مستحق تھے اور جو انمروی قوت و مروت اور انتظام ملکی میں اپنا نظیر
 نہیں رکھتے تھے تین لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ کی آمدنی کا علاقہ رامپور میں دیکر
 نواب سید علی محمد خان کے حقوق کو بالکل پامال کر ڈالا تھا اس طوائف الملوکی نے
 انکی قوت کو بہت گھٹا دیا تھا اور ان میں اب اتنا سکت نہ رہا تھا کہ کسی بڑی
 طاقت کے مقابلے سے عمدہ برآ ہو سکتے اسلئے ان سب نے ایک رائے
 ہو کر یہ ارادہ کیا کہ شجاع الدولہ کو اپنا طرفدار بنائیں کیونکہ روہیلکھنڈ میں مرہٹوں
 کی ریاست جننے سے ان کو بھی بڑا خوف ہے۔ شجاع الدولہ بھی مرہٹوں کے

میں ہوگا وہ سب روپیہ جب قلعہ حوالے ہوگا نواب ادا کرینگے۔ مگر یہ شرط ہے کہ خچ چار لاکھ روپے سے زائد نہ ہوگا اور اُس حساب کی جانچ اور صحت اشخاص مامورہ فریقین کرینگے۔

دوسرا عہد نامہ قلعہ الہ آباد کے بارے میں قرار پایا اس قلعہ پر بادشاہی قلعہ دارنیر الدولہ نے انگریزوں کا قبضہ کرادیا تھا تاکہ مرہٹوں کے ہاتھوں میں نہ چلا جائے۔ اس عہد نامے میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے دو شرطیں منظور کیں ایک یہ کہ شاہ عالم بادشاہ کی خوشی یہ ہوئی کہ نواب شجاع الدولہ کو قلعہ الہ آباد دیدیا جائے جب کبھی اُنکو مطلوب ہو تو جب شجاع الدولہ قلعہ طلب کرینگے اُس کے دس روز کے بعد کمپنی کی فوج قلعہ مذکور خالی کر کے نواب کے حوالے کر دیگی دوسری شرط یہ کہ کمپنی کی فوج قلعہ الہ آباد میں اُسی طرح وزیر کی جانب سے رہے گی جس طرح بادشاہ کی جانب سے رہا کرتی تھی جب تک نواب شجاع الدولہ اُس سے طلب نہ کریں یا جب تک کہ کمپنی مذکور کو ضرورت اُسکے خالی کر دینے کی باعث روانہ کرنے فوج کے قبل طلب کے نہو اگر ایسا واقع ہوگا تو اُسکی اطلاع نواب کو وقت مناسب پر دی جائے گی۔

جب شجاع الدولہ نے اپنی درخواستیں روہیلوں کے پاس بھیجیں تو انھیں ملک دینا پسند نہوا اور اتنا وقت اس عہد و پیمان کی گفتگو میں گزر گیا کہ سہ ہزار مرہٹوں نے گنگا پار کا ملک تاخت و تاراج کیا اور نواب ضابطہ خان کے ملک پر قبضہ کر لیا۔ شجاع الدولہ بھی مرہٹوں اور بادشاہ کی یورش کا حال سُن کر اپنے ملک کی حفاظت کے لیے فیض آباد سے کوچ کر کے شاہ آباد ضلع ہردوئی کے

یہ ضروری متصور ہوا کہ وزیر کی مدد مٹھون کے مقابلے میں کی جائے۔ اس واسطے یہ تجویز ہوئی کہ انگریزی فوج قلعہ چنار گڑھ اور قلعہ الہ آباد میں رہے اور ۱۳ فروری ۱۸۵۷ء کو ہسٹنگز صاحب گورنر نے سر رابرٹ بارکر کو جواب لکھا کہ شجاع الدولہ کی تدا بیر منظور ہیں وہ جو تم سے مدد مانگیں انھیں دو اس غرض سے ۲۰ مارچ سنہ مذکور کو سر رابرٹ بارکر اور شجاع الدولہ کے درمیان قلعہ چنار گڑھ واقع زمینداری راجہ چیت سنگھ پر فوج انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے قابض رہنے کے باب میں عہد نامہ قرار پایا جس میں مفصلہ ذیل تین شرطیں تھیں۔

شرط اول اس وجہ سے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو نواب وزیر کے ملک کی حفاظت کے لیے مدد دینے میں سہولت حاصل ہو نواب نے اسکو قلعہ چنار گڑھ دیا کہ اس کے قبضے میں رہے اور صرف اسکی فوج اس میں اسوقت تک رہے کہ اسکی ضرورت واسطے مدد وہی نواب کے یا واسطے ضرورت کمپنی کے بنظر حفاظت ضلوع بنکالہ و بہار و اوڈیسہ مناسب و ضروری متصور ہو۔

شرط دوم اگر کسی موقع پر انگریزی کمپنی کو اپنی فوج کے لیجانے اور قلعہ چنار گڑھ کے خالی کر دینے کی ضرورت ہو تو قلعہ مذکور نواب شجاع الدولہ کے حوالے ہو گا اور اسی طرح جب انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج دریائے کرم ناسا کے مغربی جانب کو چھ کرے گی تو قلعہ مذکور ہر وقت اس کے واسطے خالی رہے گا کہ اپنی مطلب براری یا اپنا قبضہ اس پر کرے۔

شرط سوم جس قدر خرچ انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کا قلعہ چنار گڑھ کی مرمت میں یا برجوں کے تیار کرنے یا میگڑین و اسلحہ خانہ و بارک وغیرہ کے بنانے

حافظ رحمت خان اور شجاع الدولہ میں معاہدہ ہونا کہ
چالیس لاکھ روپے حافظ صاحب شجاع الدولہ کو
امداد کی عوض میں دین گے

حافظ رحمت خان نے اپنے بیٹے عنایت خان کو شجاع الدولہ کے پاس بھیجا
اس نے شاہ آبا و پیونچ کر شجاع الدولہ کے سامنے مرہٹوں کے مظالم کا تمام حال
بیان کیا شجاع الدولہ نے دجولی کی اور کہا کہ میں حافظ صاحب سے بالمشافہ گفتگو
کر کے مدد دینے کا اقرار کروں گا۔ اس محل جواب سے شجاع الدولہ عنایت خان کو
بھال کر اس فکر میں ہوئے کہ مجھ کو روہیلوں کی مدد کر کے مرہٹوں سے لڑنا بہتر ہے
یا ایسی ضعیف حالت میں روہیلکنڈ پر قبضہ کرنا مفید ہے۔ مگر جب بار کر صاحب
سے صلاح کی تو اُس نے کہا کہ روہیلوں کی مدد کرنا بہتر ہے اور اُس نے بھی اس کام
میں معاونت کی اور کپتان ہارپر صاحب کو جو شجاع الدولہ کے پاس گورنر کی طرف
سے بطور ایجنٹ کے رہتا تھا عنایت خان کے ہمراہ حافظ صاحب کو بلانے کے
واسطے بھیجا۔ کپتان ہارپر حافظ صاحب کے پاس آیا اور جرنیل صاحب اور
شجاع الدولہ کے خطوط اُن کو دیے۔ حافظ صاحب تین چار ہزار سپاہ کے ساتھ
ہارپر صاحب کے ہمراہ ابتدائے ۱۸۱۷ء میں شجاع الدولہ کے پاس شاہ آباد کو گئے
شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان سے چرپ و شیریں باتیں کر کے جرنیل صاحب کے
روبرو اس مضمون کا اقرار نامہ لکھا لیا کہ شجاع الدولہ لڑ کر یا صلح کر کے مرہٹوں کو
روہیلکنڈ سے نکال دین۔ اگر مرہٹے برسات کے سبب سے بالفعل ملک سے چلے جائیں

مقام پر جو انکی سرحد پر واقع تھا ٹھہرے جنرل رابرٹ بارکر بھی مع انگریزی فوج کے انکے ساتھ تھا۔ ضابطہ خان کو جب یہ حال معلوم ہوا کہ شجاع الدولہ اپنے ملک کی سرحد پر شاہ آباد میں مقیم ہیں تو حافظ رحمت خان کے پاس ترائی میں چار روز قیام کر کے نہایت مضطرانہ شجاع الدولہ کے پاس اس غرض سے چلے گئے کہ وہ سیندھیا کی قید سے انکے متعلقین کو رہا کر دیں۔ شجاع الدولہ نے ضابطہ خان کو یہ جواب دیا کہ میں حافظ رحمت خان سے دوبارہ گفتگو کر کے مرہٹوں سے اس باب میں تحریک کروں گا۔ ضابطہ خان نے حافظ صاحب کو متواتر خط لکھے کہ آپ یہاں تشریف لائیے۔ جنرل صاحب نے شجاع الدولہ پر دوسیلوں کی حمایت کرنے کا تقاضا بہت کیا اور کہا کہ انکا ضعیف ہونا مرہٹوں کا قوی ہونا ہے پھر اگر انکی مراجعت خرید بھی لی جائے گی تو دوسیلوں کا ضعف قوت اُنکو دوبارہ لائے گا اور جس ملک پر چاہیں گے وہ قبضہ کر لیں گے۔ اس اثنا میں شجاع الدولہ نے مرہٹوں سے عہد و پیمان کی گفتگو شروع کی وہ شرطیں ایسی غضب کی تھیں کہ جنرل صاحب بھی سن کر گھبرائے اور شجاع الدولہ کو انھوں نے لکھا کہ ان شرائط پر صلح ہرگز نہ کرنا۔ مرہٹوں نے شجاع الدولہ کی شرائط صلح کو ابسا نفا اور پلوچ جانا کہ ہر دفعہ اُسبیں کچھ رد و بدل کی اور آخر کو یہ گفتگو ہی موقوف ہو گئی۔ اس عرصے میں جنرل صاحب کے پاس سلیکٹ کمیٹی کی چھٹی آئی کہ ہم کو یہ تحقیق معلوم ہوا ہے کہ برسات شروع ہونے سے پہلے مرہٹے اپنے ملک کو واپس جائیں گے اور دوسیلوں کے ملک میں کسی طور سے نہ ٹھہرنے کے لیے اُنکو دینا اسیلے کہ وہ واپس چلے جائیں عبث ہے۔ یہ رائے اس بات پر مبنی تھی کہ مرہٹوں کے ملک میں اُن کی حکومت کی ایسی حالت تھی کہ وہ ضرور بلائے جاتے۔

چالیس لاکھ روپوں کے تسک کی بابت مزید تحقیقات اور کتب تواریخ کے اختلافات کی تنقیح

اس عہد نامے کے واقعات اور روپوں کی تعداد کو تاریخ کی کتابوں میں مختلف طور پر بیان کیا ہے جو کیفیت اصلی تھی وہ تو ہم نے اُس عہد نامے کی نقل سے مطابق کر کے بیان کر دی ہے اُن مختلف روایات کو بھی رد و قبح کے ساتھ بیان ذکر کرنا ضرور ہے تاکہ اشتباہ باقی نہ رہے۔

(الف) عماد السعادت میں سفر نام گھاٹ کے ضمن میں بیان کیا ہے کہ جب مرہٹوں کو دکن سے یہ خبر پہنچی کہ زائن راؤ مارا گیا اور اسکا چچا رگ ناتھ جسکا عرف راگھو ہے اسکی جگہ سند نشین ہوا تو یہ دکن کی واپسی کے لیے مضطرب ہوئے اور شجاع الدولہ کو پیام دیا کہ دکن میں یہ واقعہ گزرا ہے اب ہم بیان نہیں ٹھہر سکتے۔ اگر آپ ایسا کریں کہ ساٹھ لاکھ روپے اپنے پاس سے عطا کریں اور ساٹھ لاکھ روپے روہیلوں سے دلوادین تو ہم دو آبے کے ٹک کو جو حافظ رحمت خان اور دوندے خان وغیرہ سنبھال کر لے کر آئیں گے اگر روہیلے ساٹھ لاکھ روپیہ دینے سے انکار کریں تو پھر آپ ہم سے معترض نہ ہوں ہم اُن سے خود وصول کر لینگے بلکہ تھوڑے عرصے میں ہم اس ٹک سے اُنکی بیخ اکھیر کر اُنکا ملک بھی آپ کے ہاتھ فروخت کر دینگے۔ شجاع الدولہ روہیلوں کی بربادی مروت سے بعید سمجھے اور حافظ رحمت خان کو بلا کر نشیب فرائز سمجھایا اور کہا کہ مرہٹوں کو روپیہ دیکر اُنکی آفت کو ٹال دینا چاہیے حافظ صاحب نے ناداری کا عذر کیا اور کہا کہ ہزار خرابی میں چالیس لاکھ روپے بتدیج دیکتا ہوں

اور اگلے جاڑوں میں پھر وہ لوگ روہیلکھنڈ کا قصد کریں تو ان کا مقابلہ اور اخراج
 پھر شجاع الدولہ کے ذمے رہے گا اسکے عوض میں روہیلوں کے سردار چالیس لاکھ
 روپے شجاع الدولہ کو دیں ادا کریں کہ جب نواب وزیر شاہ آباد سے کوچ کر کے تمام
 اُن خاندانوں کو جو مرہٹوں کے ہاتھ سے بادیہ گوی کر رہے ہیں اپنے گھروں میں
 آباد کریں تو دس لاکھ روپے اُنکو دیے جائیں اور باقی تین لاکھ روپے تین برس
 میں ادا کیے جائیں اور سال ستائیسویں سے شروع ہو اس اقرار نامے پر سربراہٹ بارک
 کے دستخط تختگی کے واسطے کرائے گئے۔ یہ اقرار نامہ ۱۳ جون ۱۷۷۷ء مطابق ۱۱
 ربیع الاول ۱۱۷۷ھ کو تیار ہوا۔ سربراہٹ بارک نے سلیکٹ کمیٹی کو چھٹی لکھی کہ کل
 میں حافظ رحمت خان اور وزیر سے ملا اور میرے سامنے تمام عہد و پیمان پر مباحثہ
 ہوا۔ حافظ رحمت خان نے جو چالیس لاکھ روپے نواب وزیر کو اس بات کے لیے
 دینے کا اقرار کیا کہ مرہٹوں کو ان کے ملک سے خارج کر دیں لوسائیکے تمام ادارہ گرد خاندانوں
 کو اپنے گھروں میں آباد کریں اُن میں سے بیس لاکھ روپے سرکار کمپنی کے ہاتھ آئینگے
 اور شجاع الدولہ سے یہ بات بھی ٹھہری ہے کہ روہیلے اپنا ایفائے عہد کریں تو وہ
 بیچاس لاکھ روپے سرکار کمپنی کو اس بات کے دینگے کہ وہ مدد کر کے روہیلوں کے
 اس ملک پر جس کا نام حافظ رحمت خان کا ملک ہے قبضہ کرادے۔ کمیٹی نے
 سربراہٹ بارک کو جواب دیا کہ چالیس لاکھ روپے کے آدھے تم اس بات
 کے لیے منظور کر لو کہ مرہٹوں کا اخراج روہیلوں کے ملک سے کیا جائے گا
 مگر دوسری شرط شجاع الدولہ کی ہرگز منظور نہ کرنا۔

موسم قریب تھا اور مرہٹوں کو ٹمک داری کا دعویٰ نہ تھا اور شجاع الدولہ مع لشکر انگریزی کے شاہ آباد میں موجود تھے اُنکے ذریعہ سے مرہٹوں نے چالیس لاکھ روپوں پر صلح کر لی اور بیج الاول میں بادشاہ اور مرہٹے گنگا سے اتر گئے۔

(س) تنقیح الاخبار و تاریخ مظفری میں لکھا ہے کہ جب مرہٹوں نے ۱۱۶۷ھ میں روہیلون پر چڑھائی کی تو ذوالفقار الدولہ نجف خان کی معرفت جو مرہٹوں کے ساتھ تھا پچاس لاکھ روپوں پر صلح ہو گئی تھی۔ اُسی دن نجف خان انگریزوں سے ملا اور اُنکے ذریعہ سے وزیر سے تصفیہ کر کے قلمدان نیابت وزارت اور خلعت فاخرہ اور ہاتھی گھوڑا وزیر سے حاصل کیا اور بادشاہ کے پاس رہنے کی وزیر نے اجازت دی۔ اور وزیر اور انگریزوں نے اُسکی سفارش بادشاہ کو لکھی۔

(س) اخبار حسن میں تحریر کیا ہے کہ شاہ عالم نے سرداران مرہٹہ کو پچاس لاکھ روپے کے وعدے سے اپنے ہمراہ لیکر نواب ضابطہ خان پر چڑھائی کی تھی۔ جب حافظ رحمت خان اور نواب سید فیض اللہ خان خٹ نواب سید علی محمد خان نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ نواب ضابطہ خان کا قصور معاف کر دیا جائے تو بادشاہ نے جواب دیا کہ چالیس لاکھ روپے دینے کا ہم نے مرہٹوں سے وعدہ کیا ہے اگر اس قدر روپیہ نواب ضابطہ خان دین تو قصور معاف ہو سکتا ہے چونکہ نواب ضابطہ خان میں اتنی استطاعت نہ تھی اسلئے حافظ رحمت خان اور نواب شجاع الدولہ کی ضمانت سے یہ معاملہ طے ہوا۔

یہ تمام بیانات واقعہ کے خلاف ہیں بیان اتنی باتوں کو ذہن نشین رکھنا چاہیے (۱) اس مرتبہ کی یورش میں بادشاہ اور مرہٹوں کی فوج نجیب آباد کے

اُن میں سے نصف آپ دونگا اور نصف دوسرے سرداروں سے دلاؤنگا۔ اب آپ کروڑ روپے اپنے خزانے سے مرہٹوں کو پہنچا دیں۔ ساٹھ لاکھ اپنی جانب سے اور چالیس لاکھ ہماری طرف سے یہ چالیس لاکھ روپے تدریج آپ کو ادا کر دوں گا۔ شجاع الدولہ نے یہ بات منظور کی اور مرہٹوں کو ایک کروڑ روپے دے دیے۔ منتخب العلوم اور تاریخ مالوہ میں بھی اسی کے مطابق لکھا ہے۔ تاریخ شاہیہ نیشاپور میں بھی اس کا مذکور ہے۔

(ب) مرآت آفتاب نامین لکھا ہے کہ حافظ الملک اور دوسرے پٹھان سرداروں نے پچاس لاکھ روپے نقد انگریز اور شجاع الدولہ دونوں کو مرہٹوں کو نکالنے کی بابت دینے کا وعدہ کیا تھا۔

(ج) مؤلف گلستان رحمت نے بیان کیا ہے کہ مرہٹوں نے صلح کو اس شرط پر منظور کر لیا کہ چالیس لاکھ روپے انکو دیے جائیں اور دلوئے کے ضامن شجاع الدولہ ہو جائیں نواب وزیر نے کہا کہ میں حافظ صاحب کی خاطر سے اس ضمانت کو قبول کر دوں گا اگر وہ مجھ کو چالیس لاکھ روپے کا تمسک لکھ دیں یہ تمسک حافظ صاحب نے اور سرداروں کی صلح لے کر لکھ یا سب نے وعدہ کر لیا کہ ہم روپیہ ادا کریں گے غرض جب شجاع الدولہ نے مرہٹوں کو روپیہ دینے کا ذمہ لے لیا تو مرہٹے ملک روہیلکھنڈ کو چھوڑ کر چلے گئے حافظ صاحب بریلی آئے اور پانچ لاکھ روپیہ اپنے خزانے سے شجاع الدولہ کے پاس بھیجا اور جب اور سرداروں سے روپیہ مانگا تو سب نے افلاس کا عذر پیش کیا اور کچھ نہ دیا۔

(د) جام جہان نامین ذکر کیا ہے کہ مرہٹے ایک ماہ تک نجیب آباد کے علاقے کو لوٹ لاٹ کر سالہ میں مراد آباد کے علاقے میں گھس آئے چونکہ برسات کا

ہوئی تھی۔ مرآت آفتاب نما اور شاہ عالم نامہ مؤلفہ منشی متوالاں۔ اور شاہ نواز خانی وغیرہ میں لکھا ہے کہ شاہ میں نواب ضابطہ خان تکو ہلکے سے لے اور اس سے وعدہ کیا کہ میں تم کو کئی لاکھ روپے دوں گا اگر بادشاہ سے تصور معاف کرا دو۔ تکو نے اقرار کر لیا اور نواب ضابطہ خان نے تکو کی معرفت بیساجی اور مہاجی سے بھی تصفیہ کر لیا۔ تکو ضابطہ خان کو لے کر دہلی کی طرف بڑھا بادشاہ سے ان کے عضو تصور کی درخواست کی مگر پیرانہوئی اس لیے مرہٹوں اور بادشاہ میں لڑائی ہوئی چونکہ بادشاہی مختصر بنا لشکر مرہٹوں کی پچاس ہزار فوج کا نقطہ مقابل نہیں ہو سکتا تھا آخر کار بادشاہ اور مرہٹوں میں صلح ہو گئی۔ ۲۔ شوال ۱۱۷۷ھ کو مرہٹے نواب ضابطہ خان کے ہاتھ باندھ کر بادشاہ کے حضور میں لیگئے اور تصور معاف کرایا اور منصب امیر الامرائی اور سہارنپور کی جاگیر دلا دی اس معاملے میں نہ حافظ رحمت خان کا احسان تھا نہ شجاع الدولہ کی منت۔

(۷) بادشاہ نے دکنیوں سے یہ وعدہ کیا تھا کہ جو کچھ ہم اور تم ملکر ملک فتح کریں اور غنیمت ہاتھ لگے آدھی ہماری آدھی تمہاری بادشاہ نے چالیس لاکھ روپے دینے کا وعدہ کر کے اس مہم میں اپنے ہمراہ لیا تھا یہ غلط ہے۔

(۸) اصل واقعہ یہ ہے کہ حافظ رحمت خان نے ایک اقرار نامہ اس مضمون کا شجاع الدولہ کو لکھ دیا تھا کہ وہ لڑ کر یا صلح کر کے مرہٹوں کو روہیلوں کے ملک سے نکال دین اور اگر موسم برسات کے بعد پھر وہ لوگ روہیلوں کے ملک کا قصد کریں تو ان کا مقابلہ اور اخراج شجاع الدولہ کے ذمے رہے گا اس کے عوض میں حافظ رحمت خان تین سال کے عرصے میں چالیس لاکھ روپے شجاع الدولہ کو خرچہ جنگ کی بابت ادا کرینگے

علاقے سے نکل کر روہیلکھنڈ میں نہیں آئی تھی پس جام جہان نامین جو لکھا ہے کہ مرہٹے مراد آباد کے علاقے میں گھس آئے تھے اور فرح بخش میں شیو پرشاد نے کہا ہے کہ بادشاہ اور مرہٹے تین مہینے تک مراد آباد کے علاقے میں رہے یہ دونوں قول صحت سے عاری ہیں۔

(۲) بادشاہ نجیب آباد ہی سے دلی کو لوٹ گئے تھے۔

(۳) روہیلون کی جانب سے مرہٹوں کو چالیس لاکھ روپے دینے کا وعدہ نہیں ہوا تھا۔ نہ شجاع الدولہ مرہٹوں کے پاس ان روپوں کے پہنچانے روہیلون کی طرف سے ضامن ہوئے اور نہ نجف خان کی معرفت پچاس لاکھ روپوں پر مرہٹوں اور روہیلون میں صلح ہوئی تھی۔

(۴) بادشاہ اور مرہٹے نجیب آباد کا ملک فتح کر کے دلی کو اس وجہ سے نہیں لوٹ گئے تھے کہ ان میں اور روہیلون میں معاہدہ اور مصالحت ہو گئی تھی کیونکہ ایسا نہیں ہوا تھا بلکہ برسات کے قریب آ جانے کی وجہ سے بادشاہ اور مرہٹے معاملے کی بابت نامہ و پیام کیے بدون ندی نالوں کی طغیانی کے خوف سے گنگا پار چلے گئے۔

(۵) ان چالیس لاکھ روپوں کے دینے کا معاہدہ سفرام گھاٹ سے پہلے واقع ہوا ہے۔ یہ معاہدہ سال ۱۱۷۷ھ کے ابتدا میں منعقد ہوا تھا اور سفرام گھاٹ سنہ مذکور کے آخر میں وقوع میں آیا۔ پس عماد السعادت میں جو اسکو سفرام گھاٹ میں سمجھا ہے یہ صحیح نہیں۔

(۶) نواب ضابطہ خان کی بادشاہ سے صفائی مرہٹوں کی پامردی سے

۱۱۷۷ھ دیکھو روہیلکھنڈ گزیر ۱۱۷۷ھ دیکھو مرآت آفتاب نامہ ۱۱۷۷ھ دیکھو بخش نالہ شیو پرشاد ۱۱۷۷

بلکہ دشمن کی ناموس کی اپنی ناموس سے زیادہ حفاظت کرتے ہیں اور یہ لوگ عورتوں اور بچوں پر جو رجحان و انہین رکھتے مردوں پر سختی کرتے ہیں اس واسطے آپ کو لکھا جاتا ہے کہ ضابطہ خان نقصیر دار بن نہ انکی بیوی بچے۔ یہ بھی ممکن نہیں کہ نواب موصوف اپنی بیوی بچوں کی محبت میں آپ کے لشکر میں حاضر ہو جائیں کیونکہ انکو وہاں جانے میں اپنی ہلاکت کا اندیشہ ہے پس انکا آپ کے لشکر میں آ جانا آپ نے جسے مقصور کیا ہے اس صورت میں انکے زن و فرزند کو قید رکھنے میں کیا فائدہ ہے اس لیے مناسب یہ ہے کہ اپنی قوم کے عمدہ شیوے کی رعایت ملحوظ کر کے ان قیدیوں کو بیان بھجوا دیا جائے اس میں آپ کی بلند نامی مقصور ہے۔ اور اگر کسی وجہ خاص سے اس موقع پر دستور قدیم کی رعایت خلاصہ طبیعت معلوم ہو تو میری سفارش کو قبول کر کے انکو رہائی دیجیے اور اس تحریر کو عالم دوستی میں پہلا امتحان تصور کر کے ہم کو شکر گزار بنائیے فرض کیا کہ نجیب الدولہ نے آپ کی قوم کے ساتھ بدسلوکی کی ہے لیکن آپ اپنی نیک عادت کو نہ چھوڑیے سیندھیانے اس دستار اور تحریر کی بڑی عزت کی اور پیشوائی کر کے دستار کو سر پر رکھ لیا۔ اور ایلچ خان کی بڑے تکلف سے دعوت کی اور انکے ساتھ ضابطہ خان کے اہل و عیال کو کر کے رخصت کیا۔ ضابطہ خان انکی رہائی سے بے حد خوش ہوئے اور اس احسان کے مقابلے میں وہ اپنے آپ کو نواب شجاع الدولہ کا درم تاخریدہ غلام سمجھنے لگے۔

چیت سنگھ ولد بلونت سنگھ زمیندار بنارس کے ساتھ معاہدہ
جبکہ شجاع الدولہ نے انگریزوں کے ہاتھ سے بکسر میں شکست پائی تھی تو بلونت سنگھ

اور اس اقرار نامے پر سر رابرٹ بارکر انگریزی کمانڈر انچیف کے دستخط پختگی کے لیے کرائے گئے تھے اور یہ اقرار نامہ حافظ رحمت خان نے اور سردار دن کے مشورے کے بدون لکھا تھا مولف گلستان رحمت نے جو یہ لکھا ہے کہ اور بھی سردار دن کی صلاح لے کر لکھا تھا یہ قول صحیح نہیں اُسے محض اس نظر سے یہ فقرہ لکھا ہے کہ حافظ رحمت خان صاحب کی صفائی اور دوسرے روہیلہ سردار دن کی کج ادائیگی ثابت ہو۔ فرج بخش کا مؤلف شیو پرشاد کہتا ہے کہ شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان کو چکنی چیڑی باتوں میں راضی کر کے چالیس لاکھ روپے کا تمسک لکھا یا اور وعدہ کیا کہ میں مرہٹوں سے معاملہ کرادوں گا اور انکی جنگ کو اپنے ذمے لیا۔ سبحان امیر دکنیوں کے معاملے کا شجاع الدولہ سے کیا کام مگر حافظ الملک کے ہوش و حواس پیرانہ سالی کی وجہ سے باجل کے قریب آ جانے کے باعث سے بجا نہ تھے کہ بے سبب اپنے آپ کو سرداران قوم سے مشورہ لیے بغیر شجاع الدولہ اور انگریزوں کے پاس چالیس لاکھ روپوں کے عوض میں دکنیوں کی بابت مفید اور مرتن کرادیا۔ نہیں تو حافظ صاحب جیسے ذی ہوش فریب کھا کر اسطرح دام بلامین گرفتار نہوتے۔

بہر صورت بادشاہ اور مرہٹے موسم برسات کی وجہ سے خود بخود نجیب آباد کے ملک سے دلی کی طرف چلے گئے۔ شجاع الدولہ کو مرہٹوں کے نکالنے میں اٹھلی بھی نہیں ہلانی پڑی۔ اور وہ لشکر مرہٹہ اور بادشاہ کی دلی کی خبر سنکر فیض آباد کو کوچ کر گئے۔ شجاع الدولہ نے اپنی دستار سر بستہ محمد ایلی خان کے ہاتھ مہاجی سیندھا کے پاس بھیجی اور اسکو اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ دکن کے سرداران عالیشان عفت اور جوانمردی میں شرعہ آفاق ہیں یعنی یہ لوگ کسی کی ناموس سے کام نہیں رکھتے

شجاع الدولہ کے بہکانے سے عنایت خان کا اپنے باپ حافظ رحمت خان سے بغاوت کرنا

عنایت خان حافظ رحمت خان کا بڑا بیٹا اور ولیعهد تھا اور حافظ صاحب کو اُس سے بہت محبت تھی تین چار لاکھ روپے سالانہ اُسکے لاڈ بالی مصارف کے لیے دیا کرتے تھے اخبار حسن میں مذکور ہے کہ عنایت خان شجاع الدولہ کے ساتھ بہت پیار و اتحاد رکھتا تھا اور شجاع الدولہ حافظ صاحب کی بربادی و خانہ دہلی کے دل سے خواہاں تھے ایسے عنایت خان کو طرح طرح سے ترغیب و تحریص کر کے باپ کے ساتھ مخالفت اور بغاوت پر آمادہ کیا۔ چنانچہ سال ۱۱۷۱ھ میں اُس نے حافظ رحمت خان سے بغاوت کی اور آخر کار شکست و ذلت اٹھا کر اپنے تمام متعلقین کو لے کر بغیر کسی سامان اور بند و بست کے شجاع الدولہ کے پاس چلا گیا وہ اُن دنوں نوراہی میں جو فیض آباد سے سات کوس کے فاصلے پر ہے مقیم تھے عنایت خان کی خبر سنکر اپنے بیٹے سعادت علی خان اور رمضان خان بڑے بیچ اور ہمت بہادر کو شہنشاہی کے لیے بھیجا۔ عنایت خان شجاع الدولہ کے لشکر میں پہنچا اور رات کو مرزا علی کے ڈیرے میں آرام کیا۔ دوسرے دن شجاع الدولہ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے خلعت اور خیمے اور تلواریں اُسکو اور اُسکے دونوں بھائیوں کو جو ہمراہ تھے بخشیں اور اُسکی بہت خاطر کی اور اُسکے آنے کو غنیمت سمجھا۔ ایسے کہ شجاع الدولہ حافظ رحمت خان کے ملک کو فتح کرنے کی تاک میں تھے۔ چنانچہ ایک دن انھوں نے عنایت خان پر اپنا مافی الضمیر اس طرح ظاہر کیا کہ ہمارا اس قدر قلیل ملک ایک لاکھ

زمیندار بنارس جو شجاع الدولہ کے ہمراہ تھا بادشاہ کے ساتھ انگریزی فوج میں چلا گیا بوجہ فرمان بادشاہی کے ۱۷۶۴ء میں اسکی زمینداری اور اضلاع غازیپور اودھ سے گورنمنٹ انگریزی کے پاس منتقل ہو گئے۔ مگر کورٹ ڈائریکٹرز نے اس تجویز کو وقت طلب اور بے سود دھونے کی وجہ سے نامنظور کیا اور اس واسطے شجاع الدولہ ۱۷۶۵ء میں اپنے ملک پر بحال رہے علاقہ بنارس اور اضلاع غازیپور بھی دوبارہ وزیر کو دیے گئے اور سرکار کمپنی نے وزیر سے یہ شرط مقرر کر لی کہ راجہ کو اس کے علاقے پر قابض رکھیں بشرطیکہ راجہ بقدر مالگذازی سابق میں ادا کرتا تھا اسبقہ ادا کرے۔ بلونت سنگھ انیس لاکھ اٹھانوے ہزار چار سو اچاس روپیہ نواب وزیر کو دیتا تھا۔ ۱۷۶۷ء میں بلونت سنگھ نے وفات پائی تو شجاع الدولہ نے چاہا کہ راجہ کے خاندان کو بے دخل کر دیں مگر گورنمنٹ انگریزی نے نامنظور کیا اور چیت سنگھ پسر بلونت سنگھ کو جانشین کرایا اور نواب سے ایک سند مرقومہ ۱۸ جمادی الآخر نے ۱۷۷۱ء ہجری مطابق ۶ ستمبر ۱۷۵۷ء اپنی ضمانت پر دلوائی چیت سنگھ نے اس خراج پر جو اسکا باپ وزیر کو دیتا تھا اڑھائی لاکھ روپے اضافہ کیے۔

نواب نے اس سند میں تحریر کیا کہ اگر تم اپنی فرمانبرداری پر قائم اور ثابت قدم رہو گے اور مالگذازی دیتے رہو گے تو تمھارا ملک اور تمھاری رعیت آسیب سے بچی رہے گی۔ بحکم خدا و قرآن شریف و امام پاک یہ عہد نامہ جو میرے اور میرے وارثوں کے اور تمھارے اور تمھارے وارثوں کے درمیان ہوا ہے اس سے کبھی انحراف نہ ہوگا۔

مرہٹوں کو ایسا بے ایمان جانتے تھے کہ وہ ہزار قسمیں کھاتے تب بھی حافظ صاحب انکی بات کا اعتبار نہ کرتے تفصیل اس اجمال کی گلستانِ رحمت سے اس طرح معلوم ہوتی ہے کہ مہاجی سیندھیا اور تکرچی ہلکر کا سفیر آیا اور اس نے حافظ رحمت خان سے کہا کہ ہمارا ارادہ ہے کہ شجاع الدولہ کے ملک پر حملہ کریں اگر آپ ہمارے ساتھ ہو جائیں تو جو ٹاک ہاتھ لگے وہ آدھا ہمارا اور آدھا تمہارا ہے اور اگر آپ کسی طرف نہ بولیں اور گنگا پار ہونے میں ہمارے سامنے مقابلہ کرنے نہ آئیں اور ہمارے سفر میں خاریا نہ بین تو ہم چالیس لاکھ روپے کا تسک جبکہ ضامن شجاع الدولہ ہیں واپس دیدیں اور اگر دونوں شرطیں آپ کو نا منظور ہونگی تو ہم آپ کے ملک کو لوٹے کھوٹیں گے اور آبادی کو ویرانہ بنا دیں گے اس پر حافظ رحمت خان نے جواب دیا کہ میں نے یہ عند کیا ہے کہ بھی ہن کا فروں کے ساتھ ملکر مسلمانوں سے نہیں لڑو گا۔ اس لیے میں تمہاری شرائط ترغیب و تحریص میں نہیں آتا اور اپنے عہد کو نہیں توڑتا اسکا پھل خواہ کیسا ہی کڑا ہو چکھنے کو میں موجود ہوں اور شجاع الدولہ کو سارے اس ماجرے سے اطلاع دی اور لکھا کہ میں سپاہ لیکر بہت جلد میدانِ جنگ میں جاتا ہوں اور یہ صلاح بتلائی کہ تمام گھاٹوں کا انتظام کر لینا چاہیے اور اس کے ساتھ یہ بھی درخواست کی کہ وہ چالیس لاکھ روپے کا تسک واپس کیا جائے جس کا اب تک روپیہ مرہٹوں کے پاس نہیں بھیجا گیا ہے اور نہ آئندہ ایسی حالت میں مرہٹوں کے پاس بھیجا جائے گا۔ اسپر نواب وزیر نے سید شاہ مدن کو اپنا وکیل بنا کر حافظ صاحب کے پاس بھیجا اور اس احسان اور منت کا شکریہ ادا کیا کہ سارے حال سے مجھے اطلاع دی اور شکر لے کر میری مدد کو آتے ہیں۔ اور وعدہ کیا کہ مرہٹوں کو شکست ہونے کے بعد وہ تسک واپس کیا جائے گا (انتہی)

فوج اور کارخانوں کے مصارف کے لیے کافی نہیں اس لیے ہمارا ارادہ ہے کہ کوئی نیا ملک فتح کریں اور یہ اشارہ حافظ صاحب کے ملک کے فتح کرنے کی طرف تھا۔ عنایت خان مغز سخن کو پہنچ گیا اہل اپنے ڈیرے پر آ کر اپنے بھائیوں سے بیان کیا کہ بالفعل بیان رہنا مناسب نہیں۔ شجاع الدولہ کو روہیلکھنڈ کے فتح کرنے کا خیال ہے۔ شجاع الدولہ نے نوراہی سے کوچ کیا تو عنایت خان ساتھ تھا لکھنؤ میں داخل ہوئے اور یہاں آٹھ ہزار روپے عنایت خان کو بھیجے اور کہلا بھیجا کہ تھوڑے دنوں کے بعد تمہارے مصارف کے لیے جائداد مقرر کر دوں گا اور ایک ہفتہ کے بعد شجاع الدولہ نے یہاں سے ہمدی گھاٹ کی طرف کوچ کیا۔ عنایت خان بدون رحمت حاصل کیے اُنکے لشکر سے جدا ہو کر روہیلکھنڈ کی طرف روانہ ہوا۔ یہ بیان گل رحمت کے موقوف کا ہے۔ لیکن فرخ بخش مین شیو پرشاد نے لکھا ہے کہ عنایت خان کے حال پر شجاع الدولہ نے ذرا بھی التفات نہ کیا۔ برس روز تک فیض آباد میں بڑی سختی سے گزرنے کی آخر کار مجبور ہو کر پھر بریلی کو لوٹ گیا۔

مرہٹوں کے مقابلے کے لیے شجاع الدولہ کی رام گھاٹ نامی گنگا کے گھاٹ واقع ضلع بدایون کی طرف روانگی۔

۱۶۶۰ء میں بیساجی پیشوا اور صاحبی سیندھیاعرت ٹیل اور تلوچی ہلکر نے بادشاہ سے نواب ضابطہ خان کی عفا کی کرا کے نجف خان کے تین ہزار روپے روزانہ لقمے پانچ ہزار روپے روز مقرر کر کے اپنے ساتھ لیا۔ اور روہیلکھنڈ کے سرداروں کو بھی ملانا چاہا تاکہ شجاع الدولہ کے ملک پر یورش کریں مگر حافظ رحمت خان

علاقہ تھا اسلئے اُسکو آگے کو بھیجا تاکہ وہ رام گھاٹ پر پہنچ کر گھاٹ کا بندوبست اور کشتیوں کی حفاظت رکھے اور مرہٹوں کی فوج کو گنگا کے عبور کرنے سے روکے احمد خان گھاٹ کے قریب پہنچ کر اسد پور میں ایک محفوظ جگہ کی تلاش میں تھا کہ یکایک ۱۲۷۰
 ذی الحجہ ۱۱۷۰ھ کو مرہٹوں کی ایک رجمنٹ نے گنگا اتر کر اُسکی فوج پر حملہ کیا اور بعد
 اُسکے تلو ہلکر بھی اپنی فوج کے ساتھ اس رجمنٹ کی مدد کو آ گیا اور احمد خان کو گھیر لیا اور
 اُسکو مغلوب کر کے تمام توشہ خانہ اور سارا مال و اسباب گھوڑے ہاتھی ضبط کر کے احمد خان
 کو اپنے کیمپ میں گنگا پار بھیج دیا۔ اب مرہٹوں کے غول امینان کے ساتھ اس علاقے
 میں پھرنے لگے۔ حافظ رحمت خان نے شجاع الدولہ کو متواتر تحریر کیا کہ آپ حسب وعدہ
 مدد کیجیے اور چونکہ مرہٹوں کی یہ چڑھائی شاہ عالم بادشاہ کی مرضی کے خلاف تھی اسلئے
 انھوں نے بھی شجاع الدولہ کو درپردہ لکھا کہ اس قوم کا امتیصال کر دینا چاہیے۔
 بادشاہ کا دل مرہٹوں سے مکدر ہو گیا مگر وہ اُنکے ہاتھ سے مجبور تھے اسلئے وہ انھیں مدد
 نہت خان کو اس جنگ میں بادشاہ کی جانب سے مرہٹوں کا شریک ہونا پڑا۔

افغانہ روہیلکھنڈ کے فتح کر لینے کے بعد اب کی بار مرہٹوں کا ارادہ خاص
 شجاع الدولہ اور انگریزوں کے ملک پر چڑھائی کرنے کا تھا شجاع الدولہ کو جس وقت
 مرہٹوں کی پودش کی خبر پہنچی اُسی وقت انھوں نے اپنی رفیق انگریزی حکومت
 سے مدد طلب کی۔ اسکے جواب میں سر رابرٹ باکر اپنا برگیدے کر امداد پہنچا اور وہ ان
 سے شجاع الدولہ اپنی فوج لیکر انگریزی فوج کے ساتھ دو منزل لیان کرتے ہوئے سیلکھنڈ کی
 جانب روانہ ہوئے۔ تاریخ ماہ وہ میں لکھا ہے کہ غلام علی آزاد نے یہاں بڑی ڈینگ کی
 لی ہے کہ شجاع الدولہ کے لشکر میں ایک لاکھ پندرہ ہزار دوکانوں کی تعداد درج کی ہے

بیان یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ چالیس لاکھ روپے کا تمسک حافظ رحمت خان نے شجاع الدولہ کو دیا تھا اسکا روپیہ مرہٹوں کو نہ دینا ٹھہرا تھا نہ اس قسم کا کوئی عہد نامہ مرہٹوں کے ساتھ ہوا تھا اور نہ یہ تمسک شجاع الدولہ نے مرہٹوں کے حوالے کیا تھا۔ صحیح روایت یہ ہے کہ حافظ رحمت خان نے مرہٹوں کے اخراج کے لیے خود شجاع الدولہ کو چالیس لاکھ روپے تین سال کے عرصے میں معاوضہ امداد کے طور پر دینے کا اقرار کیا تھا۔ بہر صورت مرہٹوں کی فوج مملکت میں روہیلکھنڈ میں گھس آئی اس بار ان کی پوریش بدایوں سنہیل اور مراد آباد کے علاقے میں تھی۔

روہیلکھنڈ گزٹیر میں لکھا ہے کہ پہلے مرہٹوں نے ایک پیام روہیلوں کے پاس اس معاہدے کے روپوں کے ادا کرنے کا حوالہ ڈانگ کے محاصرے کے وقت صفدر جنگ سے ہوا تھا کہلا بھیجا۔ یہ پیام گویا لڑائی کے واسطے ایک بہانہ تھا اور شیو پرشاد فرج بخش کا مؤلف کہتا ہے کہ مرہٹوں نے اس تمسک کے چالیس لاکھ روپوں کے وصول کرنے کا حیلہ کھڑا کیا جو شجاع الدولہ نے روہیلوں سے لکھا لیا تھا اور اپنے وکیل حافظ رحمت خان کے پاس بھیج کر ان روپوں کا تحاضہ کیا اور حقیقت میں پایاب گھاٹوں کی تلاش میں مصروف تھے۔ روہیلوں کی طرف سے اسکا کچھ جواب نہ گیا۔ اور حافظ رحمت خان صاحبزادہ سید محمد یار خان ابن نواب سید علی محمد خان اور فتح خان خانساں اور احمد خان پشخشی سردار خان اور محب اللہ خان پسر دوند خان اپنا فوجی سامان تیار کر کے روانہ ہوئے اور بیولی میں جا کر ٹھہر گئے۔ احمد خان پشخشی کی جاگیر میں اہرات کا

شجاع الدولہ سے آکر ملے اور جیوہ روہین کہ انوپ شہر کے مقابل گنگا کے کنارے ہے
 ٹھہرے یہ عماد السعادت میں لکھا ہے کہ اس سفر میں نواب شجاع الدولہ اور حافظ
 رحمت خان دونوں کے ہاتھی برابر تھے اور حافظ رحمت خان نواب شجاع الدولہ
 کو نواب سلامت لکھنؤ خطاب کرتے تھے اور نواب شجاع الدولہ انکو حافظ جیوہ کہتے تھے۔
 یہ بات قرار پائی کہ انگریزی فوج بیساجی کے تعاقب میں روانہ ہوا اور شجاع الدولہ
 مع حافظ رحمت خان کے ہلکری جماعت کا تعاقب کریں۔ اس صلاح کے بموجب سر رابرٹ بارکر اپنی
 فوج لے کر رام گھاٹ کے روہر و کشتیوں کے ذریعہ سے گنگا کو عبور کر کے بیساجی بندت
 کے تعاقب میں روانہ ہوا جو ایسے مقام سے جہاں گھوڑے کی دم تر نہ ہو سکتی تھی گنگا کو
 عبور کرنے کی فکر میں تھا اور اُسکے ساتھ پندرہ ہزار سوار تھے۔ بموجب علی خان شجاع الدولہ
 کا فوجی افسر برق بیٹن کے ساتھ انگریزی فوج کا شریک تھا۔ بیساجی بغیر کسی مقابلے کے
 ایسا بھاگا کہ بدایون کی آخری حد تک کہیں نہ ٹھہرا جس قدر اسکا مال و اسباب انگریزی
 فوج کے ہاتھ لگا وہ لوٹ لیا اور دوسرے دن سرحد بدایون تک یہ فوج اُسکا پیچھا کر آئی
 بیان پر شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خان آپس کے شکوک کے باعث یا معاہدے
 کے روپوں میں جھگڑا ڈالنے کے واسطے خاموش بیٹھے رہے۔ اور اپنی فوج کو کسی جانب
 بھی بڑھانے کی کوشش نہ کی۔ جب انگریزی فوج بیساجی کے تعاقب سے واپس آئی
 تو اُنکے ذمے کا کام بھی اُسی کو پورا کرنا پڑا چنانچہ سر رابرٹ بارکر نے اپنی فوج کو سنبھل
 کی جانب بڑھا کر ہلکری جماعت کو بھی بغیر کسی مقابلے کے روہیلکھنڈ چھوڑنے پر مجبور کیا۔
 یہ بیان روہیلکھنڈ گزٹیر کا ہے۔ اور گلستان رحمت و گل رحمت اوشیو پرشاد کی فوج جس
 فارسی کی تاریخوں کے خلاف ہے۔ اُن میں لکھا ہے کہ حاجی سیندھیا کا انگریزی فوج

جب دوکانوں کی تعداد یہ لکھی تو لشکر و بہیر کا حساب دس پندرہ لاکھ کا ہو گا۔ یہ بزرگوار
 آنکھیں بند کر کے جو چاہا لکھ گئے ہیں۔ لطف یہ کہ کم فہم اسی کو مان لیتے ہیں۔ وہ سیکند
 مین پہنچ کر یہ حالت معلوم ہوئی کہ احمد خان بخشی ہلکر کی فوج مین گرفتار ہو گیا اور مرہٹوں
 کی فوج مع اپنے توپخانے کے گنگا پار اتر آئی۔ اس فوج کا بڑا افسر میساجی پنڈت تھا۔
 حافظ رحمت خان سنہوڑ بسولی مین ہیں احمد خان کی اطلاع کے واسطے آگے بڑھنے کا
 ارادہ کر رہے ہیں۔ انکی منشا ایسی معلوم ہوتی تھی کہ اس شخص سے اپنی جان بھی بچے
 اور شجاع الدولہ کے معاہدے کے روپوں کے ادا کرنے مین بھی کوئی حجت ہاتھ لگ جائے۔
 لیکن مستجاب خان مصنف گلستان رحمت کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ حافظ رحمت خان
 احمد خان کی رہائی کے واسطے بسولی سے روانہ ہو گئے تھے اور مرہٹوں کی ایک ٹولی کو شکست
 بھی دے چکے تھے۔ مرہٹوں کے گنگا پار اتر آنے اور احمد خان کے گرفتار ہوجانے کی
 خبر سننے سے انگریزی فوج کو زیادہ کوشش کرنی پڑی اور وہ مرہٹوں کی زیادہ پیش قدمی
 کو روکنے کے لیے آگے بڑھی۔ مرہٹوں کے چار ہزار سوار رام گھاٹ سے تھوڑی دور دیا پور
 کے گھاٹ پر گنگا کو عبور کرنے کی فکر مین مشغول تھے۔ لیکن انگریزی فوج کے پہنچتے ہی وہ
 لوگ دکھنی کنارے کو بھاگ گئے اور انگریزی فوج نے دریا کے کنارے کنارے اٹکا
 تعاقب کیا اس جگہ سے میساجی پنڈت اور ہلکر کی فوج علیحدہ علیحدہ ہو گئی یعنی ہلکر کی
 فوج اس سے پہلے مراد آباد کی طرف روانہ ہو چکی تھی اور میساجی کی فوج گنگا کے دکھنی
 کنارے بہہ رہ گئی۔ اسد پور کے پاس پہنچ کر مرہٹوں کی فوج مین سے ایک گولا انگریزی
 لشکر مین آیا۔ اسکے جواب مین ادھر سے ایسے گولے مارے گئے کہ انکی توپ بند ہو گئی اور
 مرہٹوں نے اپنا کیپ اٹھا کر دوسری طرف کا راستہ لیا اسکے دوسرے روز حافظ رحمت خان

دیکھو در سیکند مین "سلطنت مین نے غریب لکھا ہے لیکن آج کل دیتا پور مشہور ہے" "سلطنت مین لکھتا ہے کہ گنگا پار اتر آئی"

بڑی توپ ایک ٹیلے پر کھڑی کر کے اس کی آتشباری کی حمایت میں دریا کو عبور
 کر جائیں لیکن محبوب علیخان کی توپ کے پہلے گولے نے ان کی توپ کا پھڑپھڑا دیا
 اور دوسرے گولے نے میگزین میں آگ لگا دی جس کے صدمے سے سیکڑوں ہوران
 مر رہے تباہ و ہلاک ہوئے اب مرہٹے ڈرے اور اندھا دھند دریا میں گھسنے سے
 تامل کیا۔ محبوب علی خان نے توپخانے کو دریا کے کنارے پر کھڑا کر کے برابر گولہ باری
 جاری رکھی اس عرصے میں دوسرے ایک غبار اٹھتا نظر آیا محبوب علی خان نے
 دور میں سے اس گرد میں سوار دیکھ کر خبردار کیا کہ شاید مرہٹوں کی کچھ فوج دوسرے
 گھاٹ سے اتر کر ہم پر حملہ آوری کو چلی آ رہی ہے کوئی سپاہی دل میں خوف
 نہ کرے اور جب تک یہ لوگ مار کی زد میں نہ آجائیں ان پر باڑھ نہ ماری جائے
 اسی عرصہ میں نواب شجاع الدولہ کی سپاہ کے علم نظر آنے لگے محبوب علی خان
 نے اس بات کو مرہٹوں کے فریب پر معمول کیا کہ یکایک ایک خسر سوار دوڑتا ہوا
 شجاع الدولہ کا پیام لایا کہ نواب نے توپ کی آواز سن کر مرہٹوں کی فوج کا
 قیاس کیا اس لیے مرتضیٰ خان بڑبیج اور عالم خان و جعفر خان و شیخ احسان
 وغیرہ سالہ داروں کو مع ان کے سواروں کے تمھاری مدد کے لیے بھیجا ہے جب یہ بات
 پایہ ثبوت کو پہنچ گئی تو محبوب علی خان خوش ہوا اور سرداروں کے استقبال کے
 لیے بڑھا ہلکا انھوں نے کہا کہ نواب کے حکم سے ہم لوگ اور ہماری تمام فوج آپ کے
 زیر حکم ہے جو کچھ آپ کی مرضی ہوگی اس کی تعمیل کی جائے گی محبوب علی خان نے
 کہا کہ میری مرضی یہ ہے کہ اسی گرمی میں دریا پار ہو کر مرہٹوں کے کیمپ پر حملہ کیا
 جائے اور ان کو فرصت نہ لینے دی جائے سب نے اس کی بات قبول کی۔ لیکن

اور شجاع الدولہ کی فوج نے تعاقب کیا اور تلوکی فوج کا پیچھا حافظ رحمت خان نے کیا مگر تلوکاس تیزی سے محل گیا کہ حافظ رحمت خان کی سپاہ جو تھکی ماندی تھی اسکا تعاقب نہ کر سکی۔ تلوکی فوج کا ایک حصہ بھیل اور مراد آباد کو لوٹ لاٹ کر غرہ محرم ۱۱۸۵ھ کو قصبہ اہار کے گھاٹ سے گنگا کو اتر گیا۔ جس قدر وہیلون کی فوج گھاٹوں کی حفاظت کے لیے متعین تھی اُسے خبر بھی نہ ہوئی ایسی ہوشیاری سے مرہٹے نکل گئے اور خود تلوکس کے متعاقب حافظ رحمت خان تھے پھپھوند کے قریب گنگا کو عبور کر گیا۔ حافظ رحمت خان تلوک کے تعاقب سے معاودت کر کے شجاع الدولہ کے پاس چلے آئے۔

تاریخ تیورہ میں محبوب علی خان کے حالات میں ایک بیان لکھا ہے جو اس موقع کے مناسب ہے اسلئے بیان تحریر کرتا ہوں نواب شجاع الدولہ نے محبوب علی خان خواجہ سرا کو پانچ تھہ ہزار پیادہ نجیب اور چند ہزار سوار اور پرشاد سنگھ کی دو بیٹنیں اور راجہ بہادر کے آدمی دے کر رام گھاٹ میں مرہٹوں کے مقابل تعینات کر دیا اور خود تمام فوج کے ساتھ تلوکی تنبیہ اور حافظ رحمت خان کی مدد کو مراد آباد کی جانب چلے گئے۔

محبوب علی خان سے نواب نے کہد یا تھا کہ میری واپسی تک مرہٹوں سے جنگ نہ کرے۔ مورچے بنا کر ان میں رہے اگر مرہٹے اس پر حملہ کریں تو میدان میں نہ نکلے مورچوں کی آڑ میں مدافعت کرتا رہے۔ قصہ بیسیاجی کو جب یہ پرچہ لگا کہ نواب شجاع الدولہ اپنے تمام لاؤ لشکر کے ساتھ یہاں سے چلے گئے ہیں تو اُس نے محبوب علی خان کی تالاجی کا ہمدرد کیا اور اپنی سب جمعیت کے ساتھ سوار ہو کر دریا کو عبور کر کے محبوب علی خان پر حملہ آور ہونا چاہا۔ باوجودیکہ محبوب علی خان کے ساتھ سپاہ کم تھی لیکن قواعد و اصول ضرور تھے اُس نے سپاہ کو تیار کر کے اور توپخانہ جاکر گولہ باری شروع کی مرہٹوں نے چاہا کہ اپنی

بھاگ گئے۔ محبوب علیخان نے چاہا کہ تعاقب کر کے شیخون مارے کہ اتنے میں ایک شترسوار نواب کی طرف سے حکم لایا کہ جرنیل صاحب تمہارے آگے بڑھنے سے ناخوش ہوئے ہیں اب پیشروی نہ کرنی چاہیے اور لوٹ آؤ کہ کل کو انگریزی فوج کے ساتھ مرہٹوں سے جنگ کی جائے گی۔ محبوب علیخان اس حکم سے مایوس و مغموم ہو کر لوٹا لیکن مرہٹوں کے جاسوس اپنے آقاؤں کو شیخون ہونے کی خبر دیکھے تھے اسلئے وہ اپنا کیمپ اٹھا کر آگے چلے گئے۔

اس کام کو پورا کر کے شجاع الدولہ مرہٹوں سے فیض آباد کو واپسی کے ارادے سے رام گھاٹ پر اس نیت سے ٹھہر گئے کہ بعض روہیلہ سرداروں سے موافقت پیدا کر لیں احمد خان بخشی نے تلو کو شتر ہزار روپے دیے تو رہائی پائی۔ احمد خان اپنے لشکر میں پونچا اور حافظ صاحب سے مل کر اور شہناش چل کر نواب شجاع الدولہ کے پاس گیا جو ابھی رام گھاٹ پر بیٹھے ہوئے تھے اور اُن سے عہد پیمانہ دین و ایمان کی قسم کے ساتھ کر کے رخصت ہوا۔ شجاع الدولہ نے احمد خان کو اپنی طرف سے نوابی کا خطاب دیا اور خلعت اور ہاتھی اور بالائی عطا کی۔ شجاع الدولہ فیض آباد میں داخل ہوئے۔

تاریخ مظفری میں لکھا ہے کہ مرہٹوں نے شہر اور وہہ کو لوٹ کر وہاں کے بہت سے سیدوں اور شریفوں کو قید کر لیا تھا ذوالفقار الدولہ نجف خان نے اُن غریبوں پر رحم کھا کر مرہٹوں کو انکی رہائی کے عوض میں اپنے پاس سے روپیہ دینے کا وعدہ کر کے انکو رہا کر دیا۔

عالم خان رسالہ دار نے ظاہر کیا کہ ہم لوگ، اکو س گھوڑے دوڑاتے ہوئے ایک
 پہرین بیان پہنچے ہیں گھوڑے پسینے میں تر ہیں اگر ایسی حالت میں اُنکو دیر میں
 ڈالا جائیگا تو سب بندہ جائینگے اور چلنے پھرنے سے معذور ہونگے رات بھر
 مہلت دیجیے کل صبح کو سوار ہو کر مرہٹوں پر حملہ کریں گے محبوب علی خان نے
 بضرورت اس راس کو مان کر اپنے مورچے کو مراجعت کی ابھی رات ختم ہو کر سورج
 نہ نکلا تھا کہ خود نواب غجاع الدولہ تلو ہلکر کا پیچھا کر کے جرنیل بار کر کے ساتھ ہاتھی کا
 سوار رام گھاٹ پہ آگئے اور جرنیل کو حکم دیا کہ دریا کو عبور کر کے مرہٹوں پر حملہ کرے
 اُس نے خود نمائی کے طور پر عرض کیا کہ جبکہ حضور لڑائی میں ہم لوگوں کی مدد اور اعانت
 کے محتاج ہیں تو اس قدر سپاہ آراستہ کر کے ہمراہ کس لیے رکھی ہے نواب کے دل پر
 اس بات سے چوٹ لگی لیکن ابھی بہت سے کام لینے تھے اس لیے جواب بُسکت نہ دیا
 اور نہایت انفعال سے سر جھکا لیا۔ محبوب علی خان سامنے کھڑا تھا اُس نے عرض کیا
 کہ مرہٹوں کی اس جماعت کی سرکوبی کے لیے غلام کافی ہے اگر حکم ہو تو دریا کو اتر کر
 اُنکی گوشمالی کروں نواب کو اس بات سے خوشی حاصل ہوئی اور اُسکی تعریف کی اور
 دریا کے عبور کرنے کا حکم دیا اُسی وقت محبوب علی خان گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لیمپ
 میں آیا اور سپاہ کو تیاری کا حکم سُنا یا اور خود اپنے ڈیرے میں پہنچ کر ہتھیار لگا کر باہر
 نکلا اس عرصے میں اُسکی تمام سپاہ بھی تیار ہو چکی تھی۔ سب دریا کے عبور میں مشغول
 ہوئے مرہٹوں نے اُنکے عبور کرنے کا حال سُکر اپنے آدمیوں کو دوسرے کنارے پر
 روکنے کو کھڑا کر دیا تھا۔ محبوب علی خان نے اپنی سپاہ کی صف بندی کر کے اور توپخانہ
 آگے رکھ کے اتنے گولے مارے کہ مخالفوں کو تاب مقاومت نہ رہی اور سات کو س پر

مجھ سے لے لیجیے۔ اسوقت حافظ صاحب کی حالت اچھی نہ تھی بڑے بڑے
سردار اُنکے لڑائیوں میں مارے گئے تھے جو باقی تھے اُن پر اعتبار نہ تھا۔
شجاع الدولہ نے حافظ صاحب کی درخواست منظور نہ کی۔

شاہ مدن کا شجاع الدولہ کے منہ پر یہ کہنا کہ واپسی تمک کا وعدہ کیا گیا ہے
سیج نہیں معلوم ہوتا۔ یہ شاہ مدن پیرزادے حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی
رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ نہایت دانا اور خوش خلق تھے۔ ابتدا میں صفدر جنگ
کی مصاحبت میں رہتے تھے۔ اور اُنکے ہر ایک مشورے میں شریک ہوتے تھے
صفدر جنگ کی وفات کے بعد الہ وردی (بقولے علی وردی) خان حمایت جنگ
ناظم بنگالہ کے پاس چلے گئے وہاں بھی عزت کے ساتھ رہے۔ جب اس الہ وردی خان
نے انتقال کیا تو سراج الدولہ کو جو اسکا بھانجا تھا مسند نظامت بنگالہ ملی تھی۔ جب
بنگالہ خراب ہوا تو شاہ مدن پھر اودھ میں چلے آئے۔ شاہ آباد ضلع ہردوئی میں
جو شاہ جہان پور کے متصل ہے رہنے لگے اور شجاع الدولہ سے توسل پیدا کر لیا
شجاع الدولہ اُنکی عزت کرتے تھے پھر خالص پور میں جو لکھنؤ سے پانچ کوس پر ہے
سکونت اختیار کر لی کیونکہ شاہ آباد کی سکونت میں اُنکی طرف سے شجاع الدولہ کو یہ شبہ
ہوتا تھا کہ یہ روہیلوں کی دوستی اور غیبہ داری رکھتے ہیں۔ شاہ مدن کے ہاں ہر
سال حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا عرس ہوا کرتا تھا ہندوستان کے شہروں سے
ہزاروں علما۔ طلباء۔ مشائخ اور پیرزادے آتے اور شریک ہوتے۔ ان سب کی آمد و رفت
کے مصارف شاہ صاحب کے ہاں سے ادا کیے جاتے اور اُنکو کھانا دیا جاتا تین روز
ایک بڑا انبہہ رہتا تھا۔ اور صبح سے شام تک آدمیوں کو جنس تقسیم ہوتی رہتی تھی۔

شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خان میں جنگ پیدا ہونے کے اسباب

گلستان رحمت میں لکھا ہے کہ جب رام گھاٹ کی مہم میں مرہٹوں کو شکست ہو جانے کے بعد نواب وزیر اودھ میں گئے تو حافظ رحمت خان نے اپنے سفیر واپسی تسک کے واسطے انکے پاس بھیجے انھوں نے کانوں پر ہاتھ دھر کر میں نے وعدہ واپسی تسک کا نہیں کیا۔ بھمیر یہ تمت ہے۔ شاہ دن (جن کی معرفت شجاع الدولہ نے مرہٹوں کی بڑھائی کے وقت واپسی تسک کا وعدہ کیا تھا) گواہی کے لیے بلائے گئے۔ انھوں نے بھی کہا کہ واپسی تسک کا وعدہ کیا گیا ہے۔ غرض سفیر حافظ صاحب کے بے نیل مرام چلے آئے اور ساا حال حافظ صاحب کے گوش گزار کیا۔ سوقت شجاع الدولہ پر گناہ اٹا وہ اور شکوہ آباد سے مرہٹوں کو نکال رہے تھے حافظ صاحب نے انکو لکھا کہ یہ پر گئے بادشاہ نے مجھکو جاگیر میں دیے ہیں میں لشکر لے کر انکا بند و بست کرنے جاتا ہوں۔ مجبور سی سے مرہٹوں کے ہاتھ میں وہ چلے گئے تھے۔ اسکا جواب شجاع الدولہ نے یہ دیا کہ آپ کا دعوے ان پر گزرنے پر کچے نہیں ہے میں انکو اسی طرح اپنے قبضے میں رکھوں گا جیسے اور ملک مرہٹوں کا فتح کر کے اپنے قبضے میں رکھا ہے اس پر پھر حافظ صاحب نے کچھ لکھا۔ اس پر انھوں نے جواب لکھا کہ پر گزرنے کی بابت پھر سوچو لکھا اور جواب دو لکھا بافضل ۳۵ لاکھ روپے بابت تسک کے ادا کیجیے۔ یہ فقط بمانہ ملک روہیلکھنڈ پر قبضہ کر لینے کے لیے تھا اور انھوں نے سپاہ کو جمع کرنا شروع کیا حافظ رحمت خان نے اسکا جواب یہ دیا کہ جب قدر و پیر آپ نے مرہٹوں کو دیا ہے وہ

عداوت تھی۔ اور جو کسی وقت وہ اُنکے شریک ہو جاتے تھے تو وہ کسی خاص مصلحت اور تقاضاے وقت کے سبب سے ہوتا تھا مگر فی الحال سفرِ رام گھاٹ میں جو کہ روہیلون نے شجاع الدولہ کے ساتھ عمدہ برتاؤ نہیں کیا تھا اور چالیس لاکھ روپون کے دینے میں حیلہ و حجت کرتے تھے اسیلئے شجاع الدولہ کے دل میں روہیلون کی طرف سے کینہِ دیرینہ تازہ ہو گیا تھا۔ اسکے علاوہ ایک امر تو ایسا واقع ہو گیا تھا جس نے شجاع الدولہ کو روہیلون کے خون کا پیاسا کر دیا تھا۔ اولوالعزمی ملک گیری۔ بہانہ جوئی۔ بے مروتی اُنکے خیر میں پڑی ہوئی تھی۔ روہیلون کے ضعف اور انگریزوں کے بچہ فوادی کی مدد نے اُن کو روہیلون کی بیخ کنی پر بخوبی آمادہ کر دیا تھا۔ اُدھر روہیلون کا اتفاق بھی آپس کے نفاق کی وجہ سے پاش پاش ہو گیا تھا وہ امر جو شجاع الدولہ کو روہیلون سے عداوت پیدا ہونے کا قوی سبب تھا ایک خط کا واقعہ ہے جس کا بیان مختلف کتابوں میں طح طح سے کیا گیا ہے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ اصل کیا ہے۔

(الف) عماد السعادت میں لکھا ہے کہ منیر الدولہ رضاقلی خان حاکم الہ آباد نے حافظ رحمت خان اور دوسرے سردارانِ روہیلہ سے خط و کتابت کر کے اُنسے دوستی پیدا کر لی اور نواب شجاع الدولہ کا وہ خط جو انھوں نے انگریزوں کے ہاتھ سے بکسر میں شکست کھانے کے بعد اور صلح سے قبل مدد دینے کے واسطے حافظ رحمت خان کو لکھا تھا کسی حکمتِ عملی سے طلب کر لیا اور اُسکے سنہ ہجری کو بدل دیا یعنی بجائے ۱۱۶۷ھ کے ۱۱۶۸ھ بنا کر اپنا رسوخ اور کمالِ غیر خواہی جتانے کے لیے ہنگامِ صاحبِ گورنر کے پاس بھیج دیا جس کا مضمون یہ تھا اگر آج آفتِ ہمارے نصیب ہے کل کو تمھارے نصیب ہوگی یہ خیال ہرگز نہ کرنا چاہیے کہ یہ بلا ہم ہی سے مخصوص ہے

کئی بقال اس کام پر مقرر رہتے تھے بہت سے نانگے اور بیراگی بھی آہن شریک ہوتے تھے ایسے لوگوں کو سوائے خوراک کے بھنگ چرس اور بوزہ بھی ملتا تھا تیس ہزار کے قریب آدمی جمع ہوتے تھے روپیے بھی انکی پیرزادگی کی وجہ سے ہمیشہ تحفے بھیجتے رہتے تھے

عماد السعادت میں لکھا ہے کہ حافظ رحمت خان کو شجاع الدولہ سے ملال پیدا ہو جانے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ دوا بہ گنگا و جمناکے درمیان کا جسقدر ملک حافظ رحمت خان کا مرہٹوں نے دبا لیا تھا اور مرہٹے دکن کو چلے گئے تھے اُسپر شجاع الدولہ نے قبضہ کر لیا تھا۔ جبکہ شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان کو لکھا کہ آپ وہ چالیس لاکھ روپے جو مرہٹوں کی بابت آپ کے ذمے ہیں ادا کیجیے حافظ صاحب نے جواب دیا کہ میں تمام ملک روہیلکھنڈ کا مالک نہیں ہوں۔ دوسرے سردار بھی بیان کے رئیس ہیں اول آپ اُن سے طلب کریں میں نے اُنکو بہت کچھ سمجھایا رہ میری بات پر عمل نہیں کرتے اُن روپوں میں سے میرے ذمے بیس لاکھ روپے ہیں تو اُس کا تقاضا مجھ پر کرنا آپ کو مناسب نہیں کیونکہ ملک دوا بہ جو میرا تھا اُسپر آپ نے قبضہ کر لیا ہے اور میں خاموش ہوں اسقدر ملک اس تھوڑے سے روپے میں گران نہیں ہے میں ایک روپیہ بھی نہیں دوں گا جو ارادہ ہو کیجیے میں مقابلہ کو حاضر ہوں۔ قوانین دستگیری میں حروف تاکید کی بحث میں حافظ رحمت خان کے اُس خط کے دو فقرے نقل کیے ہیں جو انھوں نے شجاع الدولہ کو جواب میں لکھا تھا اُن فقروں سے حافظ رحمت خان کی رائے کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ دل سے صلح کے خواہاں تھے جنگ پر مجبور آئادہ تھے وہ فقرے یہ ہیں اگر با صلح یکشان ہرنگ رحکم اللہ واگر باستیزہ و جنگ بسم اللہ کتب تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ شجاع الدولہ کو روہیلوں سے مروتی

اور میان میں صلح نہ ہوئی تھی معاہدے سے پہلے جو کچھ لکھا اُسکا مضائقہ نہیں یہ پُرانا خط تاریخ بدل کر دشمنوں نے ہمارے اور آپ کے درمیان فساد پیدا کرنے کو بھیج دیا ہے اور دلیل اس پر یہ ہے کہ دوندے خان حافظ رحمت خان کے چچا زاد بھائی کا اس میں ذکر ہے حالانکہ دوندے خان حاکم بسولی ^{۱۷۷۷} سال میں فوت ہو چکے ہیں اور اس خط میں ^{۱۷۷۸} سال میں مر قوم ہیں اگر یہ خط دوندے خان کی وفات سے قبل لکھا گیا ہے تو جس نے یہ خط پیش کیا ہے اُسکا قول درست ہے اور اگر دوندے خان کی وفات کے بعد لکھا گیا ہے تو اُس سے یہ دریافت کرنا چاہیے کہ سوائے اُس دوندے خان کے جو بسولی کا حاکم تھا کیا کوئی اور بھی ایسا دوندے خان ہے جو امرا اور وزراء کے خطوں میں لکھنے کے لائق ہے۔ جبکہ نواب شجاع الدولہ نے اس مضمون کا خط لکھ کر گورنر کے پاس بھیجا تو اُنکا دل صاف ہو گیا۔ اور وہ کلکتے کو چلے گئے شجاع الدولہ فرخ آباد کو روانہ ہوئے مگر حافظ رحمت خان کی طرف سے نواب کے دل میں بہت ملال تھا کہ منیر الدولہ کو یہ خط کیوں دیدیا۔ حافظ رحمت خان یہ خوب جانتے تھے کہ منیر الدولہ کو شجاع الدولہ سے دشمنی ہے تاریخ شاہینہ پیشاپور یہ منتخب العلوم اور قیصر التواریخ میں بھی اس بیان کو اسی طرح بطور اختصار کے لکھا ہے۔ تاریخ تیموریہ میں لکھا ہے کہ نواب کی اور گورنر جنرل کی صفائی ہو جانے کے غم سے منیر الدولہ ^{۱۷۷۸} سال میں مر گئے۔

(ب) انتخاب یادگار مؤلفہ منشی امیر احمد صاحب مینائی میں ہے کہ انگریزوں کے ساتھ شجاع الدولہ کی صلح ہو گئی مگر کبیر کی شکست کا داغ کسی طرح دل سے نہ مٹا اس لیے خفیہ فوج کی نگہداشت شروع کی مقصود یہ ہوا کہ فوج مرتب کر کے انگریزوں سے پھر لڑے۔ جب فوج قریب ترتیب ہو چکی۔ اپنے دوست سرداروں کو اس راز سے

اگر نصاریٰ کا ہاتھ پہنچے گا تو ایک مسلمان سردار کو بھی ہندوستان میں نہ چھوڑینگے۔ اسلئے صلاح یہ ہے کہ ہم اور آپ متفق ہو کر اس گروہ کو قیل اس سے کہ انکو قوت حاصل ہو جائے تباہ کر دیں ابھی فتنے کی ابتدا ہے۔ اگر انکو زور پیدا ہو گیا اور ہندوستان میں اپنا پاؤں انھوں نے جمایا تو ان کا یہاں سے اُکھڑنا مشکل ہو جائے گا اسلئے انکا جلد امتیصال کرنا چاہیے۔ اگرچہ آپ کا ہمارے ساتھ شریک ہونا آپ کی بھی سلامتی کا باعث ہے لیکن میں روہیلوں کو بچاس لاکھ روپے اپنے پاس سے دوں گا اور آپ کی ذات کے سوا کہ آپ میں صفات آدمیت ہیں دوسروں کا قول قابل اعتبار نہیں جب تک وہ لوگ عہد نامہ اپنی طرف سے مہر و نشان کے ساتھ مرتب کر کے نہ دینگے اُکھا قول سمیع نہوگا۔ دوندے خان آپ کے بھائی اگرچہ خوب آدمی اور شجاع مینظیر ہیں لیکن عقلمند نہیں اسلئے اُنکی بات قابل اعتبار نہیں جب تک اُنکی مہری تحریر قسم اور ایمان کے ساتھ موزوں نہوگی اُنکی بات کی صداقت تسلیم نہیں کروں گا۔ ہسنگنز صاحب گورنر اس خط کے مضمون سے بید آشفته ہوئے اور شجاع الدولہ کو ایک خط شکایت آمیز لکھ کر اس بات کی تحقیق کے لیے کلکتہ سے بنارس کو روانہ ہوئے نواب شجاع الدولہ بھی عین برسات میں بنارس کو گورنر سے ملنے کے لیے چلے اور جبکہ بنارس میں یہ دونوں پہنچ گئے تو شجاع الدولہ نے ایچ خان کی معرفت گورنر کے پاس صفائی اور خیر غراہی کے پیام بھیجے گورنر نے وہ خط اپنے ایک معتمد کے ہاتھ شجاع الدولہ کے پاس بھیجا۔ شجاع الدولہ اپنی مہر دیکھ کر بہت خجل ہوئے دریاے حیرت میں ڈوب گئے آخر محمد ایچ خان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ شجاع الدولہ سے کہا کہ آپ گورنر کو کمال بھیجیں کہ واقعی یہ خط میرا ہے مگر میں نے حافظ رحمت خان کو اسوقت میں لکھا تھا جبکہ میرے اور سرکار کپنی کے

ہندوستان کو تشریف لانے کی استدعا کی۔ اور وہ عرضی بھیجنے کے لیے حافظ رحمت خان کے حوالے کر دی۔ بعد دو تین روز کے حافظ رحمت خان نے اپنے بھانجے خان محمد خان اور عبید اللہ خان کشمیری کو نواب شجاع الدولہ کے پاس بھیج کر وہ تمسک واپس طلب کیا جو نواب ضابطہ خان کے معاملے میں چالیس لاکھ روپے دینے کی بابت تحریر ہوا تھا شجاع الدولہ نے واپس نہ کیا، اسکی واپسی میں صریح انکار تو نہ کیا مگر تنائیت و لعل کیا کہ خان محمد خان نے دق ہو کر شجاع الدولہ سے رنجش کے کلمات کہے۔ شجاع الدولہ خان محمد خان کی تقریر سے ملول ہوئے اور واپسی تمسک سے انکار کر دیا۔ خان محمد خان نے بگڑ کر شجاع الدولہ کی وہ تحریر جو تیمور شاہ کے نام تھی جنرل جمپین کے حوالے کر دی۔ نواب شجاع الدولہ اور جنرل جمپین اودھ کو واپس روانہ ہوئے اور جنرل صاحب نے وہ عرصی ہسٹنگز صاحب گورنر کے پاس بھیج دی گورنر نے مقام بنارس میں وہ عرضی شجاع الدولہ کو دکھائی شجاع الدولہ نے جواب دیا کہ فی الحقیقت یہ عرضی میں نے لکھی تھی لیکن اس وقت میں لکھی تھی جب مجھ سے اور انگریزوں سے بکسرے پر لڑائی ٹھنی ہوئی تھی حافظ رحمت خان نے تبدیل تاریخ کر کے آپ کو میری طرف سے آزدہ کرنے کے لیے اب بھیجی ہے۔

(د) مولوی سید ولی اللہ فرخ آبادی نے تاریخ فرخ آباد میں لکھا ہے کہ نواب شجاع الدولہ نے جو بعض خطوط شکست بکسر کے قبل حافظ رحمت خان کو لکھے تھے وہ خط حافظ صاحب نے منیر الدولہ کے ذریعہ سے انگریزوں کو پہنچا دیے تاکہ شجاع الدولہ اور انگریزوں میں مخالفت پیدا ہو جائے انگریزوں کو شجاع الدولہ کی طرف سے کدورت آگئی اور منیر الدولہ نے یہ لکھ کر کہ شجاع الدولہ اپنی فوج کو بڑھا رہے ہیں اور انکی قواعد و پرٹیکل

آگاہ کرنا چاہا ایک خط حافظ رحمت خان کے نام بھی بھیجا جس پر شجاع الدولہ کے منشی کے سہو یا انتہا کی خیر خواہی کی وجہ سے تاریخ لکھنی رہ گئی تھی حافظ رحمت خان نے وہ خریطہ اپنے خریطے میں ملفوف کر کے گورنر جنرل کو بھیج دیا اور نواب سید فیض اللہ خان ابن نواب سید علی محمد خان نے عن عن حافظ رحمت خان کی نیت فاسد سے ایک سفیر معتمد کے ذریعہ سے شجاع الدولہ کو اطلاع دی اور جب گورنر جنرل اور شجاع الدولہ سے بنارس میں ملاقات ہوئی اور گورنر جنرل نے وہ خریطہ شجاع الدولہ کو الزام دینے کے لیے دکھلایا تو انھوں نے جواب دیا کہ بے شبہ یہ تحریر میری ہے مگر اُس زمانے کی ہے کہ مجھ سے اور سلطنت انگلشیہ سے مصالح نہ ہوا تھا اور بکسر پر لڑائی تھی بعد صلح اور تحریر عہد نامہ کے ہرگز نہیں لکھی گئی اب گورنر جنرل اور سب انگریزوں نے دیکھا کہ واقعی اس تحریر میں تاریخ نہیں ہے گورنر جنرل اصل کار کو سمجھ تو گئے مگر ثابت نہ کر سکے۔

(ج) اخبار حسن میں یوں لکھا ہے کہ نواب شجاع الدولہ اور جنرل چمپین عنایت خان کی تعزیت کے لیے بریلی میں آئے۔ نواب شجاع الدولہ نے ایک دن اتھلیے میں حافظ رحمت خان سے کہا کہ میں نے تمام افسران انگریزی کو گناٹھ لیا ہے مناسب وقت یہ ہے کہ فرصت کو غنیمت جان کر انگریزوں کو گرفتار کر دو حافظ رحمت خان نے جواب دیا کہ انگریز ہر دم میں ہمارے شریک رہتے ہیں اُنکے ساتھ یہ دغا بازی قوت کے خلاف ہے شجاع الدولہ نے کہا کہ اگر یہ مناسب نہیں ہے تو بظاہر اُن سے جنگ کرنی چاہیے۔ حافظ رحمت خان نے جواب دیا کہ یہ کام ہماری طاقت سے باہر ہے۔ اگر شاہ افغانستان مدد کریں تو انگریزوں سے جنگ کرنی ممکن ہے۔ یہ مشورہ قرار پا کر شجاع الدولہ نے ایک عرضی تیمور شاہ بن احمد شاہ درانی کی خدمت میں لکھی۔ اور

سپرد کر دیا تھا وہ اضلاع فروخت کیے گئے۔ سرکار کمپنی کا مدت سے ارادہ تھا کہ ان اضلاع کو اپنی حفاظت میں نہ رکھے کیونکہ وہ اسکی حکومت سے بہت دور تھے اور گورنمنٹ کا خرچ بہت بڑا تھا پانچ برس میں دو کروڑ روپیہ ان میں خرچ ہو گیا تھا اور آمدنی ہتھدر نہ تھی اسلئے یہ امر قرین مصلحت معلوم ہوا کہ مرہٹوں کے ہاتھ میں ان کا جانا تو اندیشہ اور خوف سے خالی نہیں بادشاہ میں خودیہ قابلیت نہیں کہ انکو اپنے پاس رکھ سکیں اسلئے وزیر کو دینا مناسب ہے۔ منشی ذکار اللہ لکھتے ہیں کہ اسوقت اس بات پر خیال نہیں کیا کہ بادشاہ نہ اسوقت ان اضلاع کی حکومت کے قابل تھا جب اسکو یہ اضلاع دیے گئے تھے اور نہ کبھی وہ اس قابل ہوا ہے مگر جس وزیر کو یہ اضلاع دیے جاتے ہیں وہ نامرد کب اس قابل تھا کہ ان اضلاع پر بغیر انگریزوں کی دستگیری کے حکومت کر سکتا کیونکہ گورنر خود لکھتا ہے کہ وزیر ایسا ضعیف العقل اور کمزور ہے کہ اپنے قدیمی ملک کی حفاظت بغیر ہماری ہتھانت کے نہیں کر سکتا تو ان جدید اضلاع کی کیا وہ خاک کرتا مگر ان ہم بھول گئے کہ بادشاہ روپیہ نہیں دے سکتا تھا اور گورنر کو یہ منظور تھا کہ جو معاملہ ہو اس سے روپیہ پیدا کیجیے اس لیے اس نے ان اضلاع کو بھی اپنی ملک سال میں ڈھال کر روپیہ بنایا اور وزیر کے ہاتھ پچاس لاکھ روپے کو فروخت کیا جس میں بیس لاکھ روپے نقد لیے گئے باقی دو برس کے وعدے پر۔ پندرہ لاکھ روپیہ اسوقت کہ یہ اضلاع اس کے اضلاع میں بالکل شامل ہو جائیں اس ملک کے لینے سے وہ بڑا خوش تھا جس میں چند برس ہوئے کہ سب دیکھ چکے تھے کہ اس نے اپنے عزیز رشتہ دار کو کیسی بے رحمی اور دغا بازی و بے ایمانی کر کے مار ڈالا تھا اور گورنر نے ۲۶ لاکھ روپے بنگال اور بہار اور اوڈیسہ کی دیوانی کے خراج کے بادشاہ کو دینا بھی

اور ہتھیاروں کی دستی کر رہے ہیں اس کدورت کو اور زیادہ کر دیا انگریز بنگالے سے بنارس میں اس امر کی تحقیقات کے لیے آئے شجاع الدولہ نے ایچ خان کی معرفت اُنکے دل صاف کر دیے اور ظاہر کیا کہ یہ خطا بکسر کی لڑائی کے بعد اور صلح سے قبل لکھے گئے تھے اور یہ جدید فوج سرکار کمپنی کے دشمنوں کی سرکوبی کے لیے تیار کی گئی ہے۔ فوج بخش میں شیوپر شاد نے لکھا ہے کہ جب گورنر ہیسٹنگز بنارس میں اس واقعہ کی تحقیقات کو آئے تو شجاع الدولہ اُن کے ارادے پر مطلع ہو کر اپنی عورتوں اور بچوں کے ساتھ جریدہ وہاں گئے اور تیس لاکھ روپے ساتھ لیتے گئے۔ وہ روپے گورنر کی توضیح کیے اور صفائی کر لی۔ بہر صورت اس خط کی تحقیقات کا واقعہ بنارس میں ستمبر ۱۷۸۴ء میں پیدا ہوا۔ کیونکہ اس زمانے میں ہیسٹنگز کی اور شجاع الدولہ کی بنارس میں ملاقات ہوئی تھی۔

افضل التواریخ میں رام سہاسی نے جو لکھا ہے کہ نواب نے کسی جلسے میں گورنر جنرل سے یہ کہا کہ اگر آپ کو میری طرف سے اور سردارانِ افاغنه سے اطمینان نہیں ہے تو فوج انگریزی مقام فوج آباد اور کانپور میں مقیم کر دیجیے اور اسکی تنخواہ چھانی ملک اودھ سے محسوب ہوگی اس بات کو گورنر جنرل نے پسند کیا اور فوج سرکار انگریزی کی چھاؤنی دونوں مقاموں میں ہو گئی بعد اسکے نواب فوج آباد ہوتے ہوئے اٹاؤس میں آئے اس بات کا کسی اور کتاب سے ثبوت نہیں ملتا۔

ایک بڑا معاہدہ اور اس ملاقات میں گورنر اور شجاع الدولہ کے درمیان طے ہوا کہ کوڑہ اور الہ آباد کے اضلاع جنگو زبردستی بادشاہ سے مرہٹوں نے اپنے نام لکھا لیا تھا اور ناظم شاہی نے مرہٹوں سے اُنھیں بچانے کے لیے انگریزوں کے

جب تک اُنکے کام میں رہے سارا خراج اُسکا ماہوار ادا کریں۔ گورنر خود لکھتے ہیں کہ اس معاہدے سے ایک تہائی خراج سپاہ کا جب تک وہ شجاع الدولہ کے کام میں لگی رہے گی کم ہو جائے گا اور چالیس لاکھ روپے سے خزانہ معمور ہو گا اور وزیر کو ہمسایہ بد سے نجات ہوگی اور اُنکا ملک محفوظ ہو جائیگا۔ انگریزوں کو روپے کا اور وزیر کو ملک کا فائدہ تھا مگر بنی نوع انسان کے ایک گروہ شریف کا برباد کرنا اپنے آرام اور فائدے کے لیے جیتک ضرورت اشد داعی اور عدالت کا مقتضی نہوڑے حیف کی بات ہے اور ایسے ہی کاموں کے کرنے والے ظالم اور بے رحم کہلاتے ہیں۔

عدالت اور ضرورت جو اپنے عزائم اس حرکت کے لیے پیش کرتے ہیں دھمکی و غریب و ضعیف و کمزور ہیں عدل اور انصاف کا یہ کہنا کہ روہیلوں کے سرہٹوں نے زرموعود کے ادا کرنے میں حیلہ و حوالہ بتلایا یا انکار کیا محض نا انصافی ہے اس لیے کہ یہ زرموعود ملک کی حفاظت اور سرہٹوں کے نکالنے پر موعود تھا جبکہ سرہٹوں کی یورش کا برابر کھٹکا لگا ہوا تھا اور روہیلوں کو اُنکی طرف سے اطمینان خاطر حاصل ہوا تھا تو وہ ایک ایسے شخص کو روہیہ کیونکر دیتے اُس آگ کو کیونکر شتمل کرتے جو تمہیں کو بھسم کرتی اپنے پیر میں آپ کیونکر کھماڑی مارتے۔

پھر عدل اور انصاف کا روہیلوں پر یہ الزام لگانا کہ انھوں نے سرہٹوں کی امداد کی تھی محض غلط ہے وہ ساری اپنی سپاہ اُنسے ملنے کے لیے آمادہ رکھتے تھے مگر کہیں ایسی ضرورت آن پڑی کہ انھوں نے سمجھا کہ اب ہم بالکل سرہٹوں کے ہاتھ سے غارت ہوے تو کچھ دے کر اُنکی آتش غضب کو دھما کر دیا حق پوچھیے تو روہیلوں کے سرہٹوں کی مدد نہ کرنے پر ہی ہٹے اُنکے ملک کو تاخت و تاراج

موقوف کر دیے اسی مقام پر وزیر سے یہ شرط بھی طے ہوئی کہ جب فوج سرکار کمپنی کی
انکی مدد کو آئے تو اُسکے اخراجات کی یہ صورت ہوگی کہ ایک برگئیڈ کا خرچ دو لاکھ دس
ہزار روپیہ سکے رائج الوقت اودھ ہوگا اور برگئیڈ میں اتنی سپاہ ہوگی دو پلٹن گوریون کی
چھ پلٹن سپاہ ہندوستانی کی۔ ایک کمپنی توپخانے کی اس فوج کا خرچہ وزیر کے ذمے اُس
تاریخ سے ہوگا جس تاریخ میں وہ انکی حد میں پہنچے گی اور اُس تاریخ تک ہوگا جس
تاریخ تک وہ واپس حد صلح بہار میں آئے اور اگر کمپنی یا افسران انگریزی وزیر کی
فوج کو طلب کرینگے تو کمپنی بھی اُسی طرح اُسکا خرچہ ادا کرے گی۔ یہ عہد نامہ ۷ ستمبر کو
مکمل ہوا۔ گورنر نے اس ملاقات کے بعد ۱۴ اکتوبر کو کونسل کلکتہ کو یہ رپورٹ بھیجی کہ وزیر
اوجو عناد دلی روہیلوں سے تھی وہی میری ملاقات میں انھوں نے بیان کی اور سند عا
ملی کہ انگریز انکی امداد کر کے روہیلوں کے ملک پر قبضہ کرادیں۔ گورنر نے بے تاثر اس
کام کی حامی بھری بلکہ شجاع الدولہ کو اور زیادہ اس کام پر آمادہ کیا۔ مبلغ علیہ السلام
روہیلوں کے ستیاناس ملانے والے تھے اور انگریزوں کے وہ حضرت پیر و مرشد تھے
جو وہ کہتے تھے سو کرتے تھے کمپنی کو اس کام کا کرنا اپنی اغراض کے واسطے ضرور تھا
گو کبھی بیچارے روہیلوں نے کمپنی کو نہیں ستایا اور کوئی اُس سے بگاڑ کی بات نہیں
کی مگر حضرت برائے مصلحت سب کچھ جائز ہے۔ ادھر انگلستان سے کورٹ ڈائرکٹرز کی چٹھی پر
چٹھی آئی کہ روپیہ بھیجو روپیہ بھیجو اور سپاہ کا خرچ کم کرو اور یہاں فوج کی تنخواہ کا تنخواہ
پر چڑھنا فصلوں کا کٹنا ہونا کاشتکاروں کا بھاننا آمد کا خرچ سے کم ہونا سوا کر ڈر
روپے کا قرض پھر اُسکا سود پر سود چڑھنا کیا کیا آفتیں تھیں یہ وقت بہت نادر تھا
سے آپس میں معاہدہ ہو گیا کہ چالیس لاکھ روپیہ نواب وزیر نقد دین اور سپاہ

اس لیے گورنر جنرل نے بیان کیا کہ اس طرح بھی کوئی اندیشہ نہیں ہے مگر وہ خالی اور تکلف نہیں بہتر یہ ہے کہ ریاستہائے غیر سے جو سول گورنمنٹ کا افسر ہو وہ خط و کتابت کیا کرے۔ انھوں نے یہ بھی ذکر کو نسل کے روبرو کیا کہ مجھ میں اور شجاع الدولہ میں باتفاق رائے یہ امر قرار پایا ہے کہ خط و کتابت کے لیے اور بہت سے معاملات کے انحصار کے واسطے جن میں تحریرات سے جھیلنا پڑتا ہے ایک اجنٹ مقرر ہو کہ وہ ہمیشہ اُنکے ساتھ رہا کرے اور اُسکے مقرر کرنے کا فقط مجھے ہی اختیار دیا جائے اور میں ہی اُس سے خط و کتابت کیا کروں اور اُس میں کوئی اور دخل انداز نہ ہو کو نسل نے سب باتوں کو مان لیا ڈلٹن صاحب کو کچھ اُسکی تنخواہ میں اضافہ کر کے اجنٹ اپنا مقرر کیا کہ وہ شجاع الدولہ کے ساتھ اپنی اور نفعیہ خط و کتابت شجاع الدولہ سے کیا کرے کچھ عرصے کے بعد کو نسل کے ممبروں میں سے فرینکس اس بات پر کہ تمام تحریرات معاملات اودھ کی ہسٹنگز صاحب نے اُسکو نہ دکھائیں اور غصہ خاطر ہو کر ہسٹنگز سے سخت دشمنی کرنے لگا اور اُسکی ساری تدبیروں کو کاٹنے لگا اور مونس اور کلیورنگ بھی اُسی کا دم بھرنے لگے ایسے کو نسل میں ان کا فریق غالب تھا اور صرف بارول جس نے ہند میں مدت تک کام کیا تھا ہسٹنگز کا طرفدار تھا فریق غالب نے ڈلٹن صاحب کو لکھ کر بھیجا کہ تم ہم سے ساری خط و کتابت رکھو اور پھر تھوڑے دنوں بعد یہ تجویز ہوئی کہ اُسکو اودھ سے واپس بلا لیں۔ اسپر ہسٹنگز نے کہا کہ یہ حرکت مت کرو اس سے سارے ہندوستانیوں کی نظر میں گورنمنٹ کی شہنشاہی خاطر ہوجائیگی اور نواب وزیر جو اپنے ذہن میں بالکل یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ گورنر جنرل ہی کو سارا اختیار ہے اُسکو سا قاطا اختیار جاننے لگیں گے اور اس سے تمام حالات میں ایک

کرتے تھے اگر یہ اُن سے مل جاتے تو وزیر اور اُن کے ملک کی خیر نہ تھی مہٹے اُن کے ملک کا یہ حال کرتے کہ کسی گھر کے چولھے میں آگ اور گھر میں پانی تک نہ چھوڑتے وزیر نے اگر چیز یہ چیز کچھ روہیلون کی مدد کی تو یہ عین اُن کے ملک کی حفاظت تھی۔

انگریزوں کو روپے کی ضرورت اُن پر یہ فرض نہیں کرتی تھی کہ وہ روہیلون کا استیصال لڑائی سے کریں استیصال کرنا تو عقلاً بھی نامناسب تھا گورنر خود کہتے ہیں کہ وزیر ایسا ضعیف العقل اور کمزور ہے کہ وہ اپنے قدیمی ملک کی حفاظت بے استعانت انگریزوں کے نہیں کر سکتا۔ اس لیے اُس کا ملک بڑھنا سارکار کمپنی کی گردن پر ملک کی حفاظت کا بوجھ رکھنا ہے۔

بنارس سے گورنر کلکتے کو گئے اور تمام معاملات کی کونسل اور کورٹ ڈائریکٹرز کو اطلاع دی مگر روہیلون کے استیصال کی خبر مخفی رکھی اور شجاع الدولہ کو اپنی طرف سے اُس کے لیے اُکاتے رہے۔ ہسٹنگز جو ہندوستان کے گورنر جنرل تھے اور اپنی کونسل کے ساتھ شریک ہو کر سارے انگریزی علاقوں کے حاکم اعلیٰ تھے ان کی کونسل میں پہلے یہ لوگ مقرر ہوئے تھے فرینکس جو بعد اسکے سرفیلپ فرینکس ہوا۔ اور کرنل مون سن اور کلیورنگٹ اور بارول۔ کلکتے میں آن کرہ ہسٹنگز صاحب نے ایک اور بڑا کام کیا جس کے بڑے عمدہ عمدہ نتیجے حاصل ہوئے۔ اب تک یہ دستور تھا کہ ہندوستانی رئیسوں سے جو خط و کتابت ہوتی تھی وہ اُن افسران جنگی سے ہوا کرتی تھی جو وہاں اُس مقام پر ہوتے تھے اس سبب سے سارا اختیار افسران جنگی کے ہاتھ میں تھا۔

اسی مقام میں سنا کہ چار پانچ ہزار مرہٹے قلعہ اٹاودہ میں لڑائی کا سامان جمع کر کے جنگ کے لیے مستعد ہیں نواب کے حکم سے مرضی خان اور محمد بشیر خان اور لطافت علی خان اور محبوب علی خان نے توپخانہ و فوج لیجا کر محاصرہ کیا مرہٹوں نے بھی دیوار قلعہ پر پانچ چھ توپیں چڑھا کر مقابلہ شروع کیا مگر نواب کی فوج نے ایسی دلیری سے حملہ کیا اور اتنی تشبہاری کی کہ مرہٹوں کی توپ بیکار ہو گئی اور انکو یہاں تک تنگ پکڑا کہ ۲۹ رمضان کو اطاعت کا پیام دیا۔ ہری دت پنڈت مرہٹوں کا افسر قلعہ میں حاکم تھا اسنے بذریعہ محبوب علی خان کے عفو قصور کر کے قلعہ خالی کر دیا۔ نواب نے عید کی توپ نے ہری دت کو خلعت عطا کیا اور وہ دکن کو چلا گیا۔ میر سید علی داروغہ پٹن کو نواب نے لڑائی کے وقت یہ حکم دیا تھا کہ تم دریائے جمنہ کو عبور کر کے اس پار مقیم ہو جاؤ تاکہ مرہٹوں کی کوئی فوج اُدھر سے عبور کر کے قلعہ کی طرف مدد کے لیے نہ آئے اور نہ اُدھر سے رسد پہنچ سکے اتفاقاً ایک مرہٹہ سردار ہاتھی پر سوار چار سو سوار اور بار ہمدادی اور اونٹوں کے ساتھ اُدھر کو آتا ہوا نظر آیا۔ سید علی نے اس جماعت کو گھیر کر باڑھوں پر رکھ لیا بہت سے آدمی مارے گئے اور باقی نے اطاعت کر کے ہتھیار ڈال دیے میر مذکور نے انکو رہا نہ کیا بلکہ اُسی حالت میں نواب کے پاس لایا۔ نواب نے انکے سردار کو خلعت اور دوسروں کو خراج راہ دلوا کر چھوڑ دیا اور انکے مال و اسباب ذاتی سے کوئی مرزاحت نہ کی۔ ۳۔ شوال کو نواب شہر میں داخل ہوئے اور بیان پر فرخ آباد اور روہیلکھنڈ کے بہت سے رئیس نواب سے ملنے کو آئے۔ بال گوئند وغیرہ اٹاودے کے ساہوکاروں نے نواب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ جب قلعہ سے لڑائی ہوتی ہے ہماری آبادی کو نقصان پہنچتا ہے

انقلاب عظیم پیدا ہوگا مگر کسی نے نہ مانا چونکہ فریق مخالف کی تعداد زیادہ تھی اسلئے انکی رائے کو غلبہ رہتا تھا گورنر کے سارے اختیارات جاتے رہے ساری گورنٹ کا اقتدار مخالف ممبروں کے ہاتھ میں آ گیا۔ ہسٹنگز صاحب کو ناچار نواب وزیر کو لکھنا پڑا کہ اس ایجنٹ کو واپس بھیج دو ایک اور ایجنٹ انکے پاس پہنچتا ہے۔

نواب شجاع الدولہ کا اٹا وہ وغیرہ محالات دو آبرہ پر
قبضہ کرنا۔ اور ریاست فتح آباد کو اپنا خراج گزار بنانا۔
اور نواب ضابطہ خان کو بھی اپنے ساتھ متفق کر لینا

بنارس میں ہسٹنگز صاحب سے ملاقات کر کے شجاع الدولہ فیض آباد کو چلے گئے اس وقت میں ایسی سخت بادش ہو رہی تھی کہ پرندوں کا اڑنا دشوار تھا تھوڑی ہی برسات باقی رہی تھی وہ موسم وہاں بسر کر کے شروع موسم سرما میں لنگاپر پل بندھوا کر اس کو عبور کیا اور دو آبرے کی طرف کوچ کیا۔ اور محالات پچکلہ اٹا وہ وغیرہ پر قبضہ کرنا شروع کیا جمر ہٹوں کے قبضے میں تھے۔ انشاء فیض بخش مولفہ محمد فیض بن غلام سرور میں ایک عبارت مندرج ہے جس سے اس ہم کی کچھ تفصیل معلوم ہوتی ہے۔ اس کتاب میں لکھا ہے کہ شجاع الدولہ نے قریب پچاس ہزار پیادہ و سوار کے ہمراہ لیکر ۲۲ رمضان ۱۱۷۷ کو فتح اٹا وہ کا ارادہ کیا اور اٹا وے سے چار کوس اس طرف مقام کیا۔ نواب کا گزرا ایک گائون میں ہوا بیان چار تلنگون کو لوٹ کمسوٹ میں مصروف دیکھا نواب نے چاروں کی گردن اڑوا دی کیونکہ نواب نے حکم دے رکھا تھا کہ کوئی فوجی آدمی کسی کو رعیت میں سے نہ ستائے۔

ان دونوں پر گنوں میں شامل ہیں بعد تھوڑے عرصے کے الماس علیخان خواجہ سر
جواں زمانے کا مشہور شخص تھا ملک مفتوحہ کا حاکم مقرر کیا گیا۔ عام نتیجہ اسکی حکومت
کا یہ تھا کہ اسنے اپنے ماتحتوں کو یہ جرأت دلائی کہ راجپوتوں کی زمینیں جتنے وہ قدیم
سے مالک تھے چھین لیں راجہ ترواد ٹھٹھیا اور چودھری لیشن گڑھ کو اس کا روائی
سے کل جاہ و منصب پیدا ہوا۔ کالی ندی کے جانب شمال جہانٹک نواب بگیش کا
علاقہ تھا وہاں کوئی تعلق اس قسم کا اور اس ظالمانہ کارروائی کا نہیں ہونے دیا
ریاستوں میں تفرقہ ہونے سے بڑا اختلاف ذراعتوں کی حالتوں میں پیدا ہوا اس میں
شبہ نہیں کہ اس دریا کے شمالی کنارے رہنے والوں کی نسبت دکھنی کنارے کے
رہنے والوں پر انتظام حکومت زیادہ تر خراب تھا۔

عماد السعادت میں لکھا ہے کہ جب نواب مظفر جنگ اودھ کی سلطنت کا
خراج گزار ہو گیا تو حافظ رحمت خان والی بریلی نے مظفر جنگ کو اس مضمون کا خط لکھا
کہ تم پر کیا مصیبت آئی تھی جو شجاع الدولہ کی اطاعت کر لی اور ایک مغل کے خراج گزار
بن گئے اور پٹھانوں کا نام ڈبویا کاش تمھاری جگہ نواب احمد خان کے لڑکی پیدا ہوئی
ہوتی۔ اگر تم فرخ آباد سے نہ نکلتے اور اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے تو شجاع الدولہ اپنے اس
لشکر اور خدم و حشم کے ساتھ تمھارا کچھ بھی نہ کر سکتے اگر وہ فرخ آباد کا قصد کرتے تو
ایک لاکھ پٹھان تمھاری مدد کو مستعد تھے اس قدر خوف اور بزدلی کیوں کی فتح اور
شکست خدا کے اختیار میں ہے۔ خدا بخشتے تمھارے باپ نواب احمد خان نے اپنی
تھوڑی سی فوج کے ساتھ نواب صفدر جنگ سے جن کی مدد کو تمام ہندوستان ہو جاتا تھا
مقابلہ کیا اور فتحیاب ہوے افسوس تم پر کہ اپنے باپ کی روح کو صدمہ پہنچایا اور ہم

نواب وزیر نے حکم دیا کہ قلعہ کو منہدم کر دو اور حاکم کے رہنے کی جگہ شہر میں بنوائی۔
 اٹاوا کے کو فتح کر کے فرخ آباد کی طرف کوچ کیا اور اُس کے متصل ٹھہر کر مظفر جنگ
 خلف احمد خان بنگش کی تالیف قلب کی جس کی عمر اُس وقت ۱۳ خواہ ۱۴ برس کی تھی
 اور اپنے بیٹے کو احمد خان بنگش کی تعزیت کے لیے فرخ آباد کو بھیجا اور اُس کو اپنا
 خراج گزار کر لیا۔

۱۷۷۳ء مطابق ۱۷۷۳ء میں یہ نواب بنگش اودھ کی سلطنت کا خراج گزار ہوا
 اور اس امر کی خاص وجہ ہم کو دریافت نہیں ہوئی۔ اُس وقت سے نواب شجاع الدولہ کو
 سالانہ چار یا ساڑھے چار لاکھ روپیہ فرخ آباد سے ملنے لگا۔ بعد چند سے ایک جز
 اس خراج کا انگریزی فوج کے کمپو کی تنخواہ کے لیے مقرر کیا گیا جو کہ فتح گڑھ میں مقیم تھی۔
 آرون صاحب کی تاریخ فرخ آباد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رحمت خان مظفر جنگ
 کا دارالمہام اٹاواہ فتح کرنے میں بھی شجاع الدولہ کا شریک ہوا تھا۔ نواب مظفر جنگ
 نے بذات خود اٹاواہ جانے میں اصرار کیا اور وہاں نواب وزیر اس کے ساتھ تعظیم و تکریم
 سے پیش آئے۔ اور نواب وزیر کے ہمراہ مظفر جنگ ضلع علی گڑھ میں کوڑیاںج و ہردو گنج
 کو روانہ ہوا۔ اُس سال محرم کے رسومات اُسی ضلع کے قصبہ جلالی میں جو کہ شیون کی
 بستی ہے انجام دیے گئے۔ ایک حکایت یہ ہے کہ نواب مظفر جنگ اُسی موقع پر شہر گیا
 فی حقیقت اس لڑائی میں نواب شجاع الدولہ نے پرگنات فرخ آباد جنوبی ضلع قنوج میں
 سے مالگراٹم و ترادو ٹٹھیا اور سکت پور اور کسی قدر حصہ ساخ سے مرہٹوں کو بیدخل
 کر دیا۔ جو حصہ ملک کا اس طرح سے اودھ میں حاصل کیا گیا تھا وہ کل فرخ آباد میں کافی منی
 کے دکن شامل ہو گیا۔ ماسوا سے چھپراٹو و سکھراؤٹن کے اور شامد بہت سے حصے ساخ کے

دیکھو فرخ آباد میں یہ نواب شجاع الدولہ کا شریک ہوا تھا۔ نواب مظفر جنگ اُسی موقع پر شہر گیا
 فی حقیقت اس لڑائی میں نواب شجاع الدولہ نے پرگنات فرخ آباد جنوبی ضلع قنوج میں
 سے مالگراٹم و ترادو ٹٹھیا اور سکت پور اور کسی قدر حصہ ساخ سے مرہٹوں کو بیدخل
 کر دیا۔ جو حصہ ملک کا اس طرح سے اودھ میں حاصل کیا گیا تھا وہ کل فرخ آباد میں کافی منی
 کے دکن شامل ہو گیا۔ ماسوا سے چھپراٹو و سکھراؤٹن کے اور شامد بہت سے حصے ساخ کے

کہ اگر وہ بھی نجف خان ضرور فتح کرے گا۔ فوراً فیض آباد سے کوچ کر کے اٹاودہ وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور چونکہ انکو ذوالفقار الدولہ کی طرف سے بیحد کدورت تھی اسلئے ایلیخ خان کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجکر عرض کرایا کہ اس خانہ زاد کے ذریعہ سے جاٹوں کا پیشکش قبول فرمایا جائے اور انکا قصور معاف ہو جائے۔ حضور کی خوشنودی نول سنگھ کی بڑی آرزو ہے بادشاہ نے اس موقع پر بڑی داناتی کی کہ شجاع الدولہ کی درخواست پر التفات نہ کیا ذوالفقار الدولہ سے مجدد الدولہ بھی رنجیدہ تھا اس نے نواب ضابطہ خان کو موافق کر کے اور بادشاہ سے عرض کر کے جتنا پار کے ملک کو نواب ضابطہ خان کے سپرد کر دیا۔ ضابطہ خان وہاں جا کر ذوالفقار الدولہ کی کساد بازاری کی فکر کرنے لگے جبکہ وزیر نے دیکھا کہ میر داؤن نہ چلا تو اتھماے ریاکاری سے دلی دشمنی کو ظاہری دوستی سے بدل دیا۔ اور ذوالفقار الدولہ سے محبت کا سلسلہ جاری کیا اور اس سے ملاقات کر کے پھولیر صاحب فرنگی کو تو پچانہ اور ملیٹن دے کر اور نسبت علی خان کو ہمراہ کر کے مقام اٹاودہ سے آگرے کے قلعہ کے فتح کرنے میں مدد دینے کو بھیجا اور اس وجہ سے بادشاہ کا دل ذوالفقار الدولہ سے مکر ہو گیا کہ ہماری مرضی کے بغیر وزیر سے کیوں اتفاق کیا۔ یہ مفتاح التوائیچ میں لکھا ہے کہ یہ مرزا نجف خان صفہان کی پیدائش ہے شاہ ایران کے متوسلون میں ہونے کی وجہ سے نادر شاہ نے اسکو قید کر دیا تھا جب نواب عزت الدولہ مرزا محسن برادر بزرگ نواب صفدر جنگ محمد شاہ شہنشاہ ہندوستان کی طرف سے ایچی بن کر نادر شاہ کے پاس ایران کو گئے تو نجف خان کو چھڑا کر اسکے کنبے کے ساتھ ہندوستان میں لے آئے اور اسکی بہن کا حاکم کر لیا مرزا کی عمر اسوقت ۱۸ سال کی تھی مرزا محسن کے مرنے کے بعد کہ آبادین

۱۷۱۱ء میں شاہ فیض بخش علی دیکھو مرآت آفتاب شاہ

لوگوں کو بے اعتبار کر دیا۔ نواب مظفر جنگ نے وہ خط شجاع الدولہ کے پاس بھیج دیا جو اسے دیکھ کر بہت آزرده ہوئے۔

شیو پر شاد نے فرح بخش میں لکھا ہے کہ نواب شجاع الدولہ مظفر جنگ کو اپنے ساتھ لیکر ہلدوہ اور کوڑیا گنج کے نواح میں پہنچے چند روز وہاں قیام کیا اور نواب ضابطہ خان کو نرم چرب باتیں لکھ کر اپنے پاس بلایا اور دونوں نواب اپنے تمام خدم و حشم کے ساتھ نواب شجاع الدولہ کے متبع ہو گئے۔ حالانکہ انکے باپ شجاع الدولہ کو کبھی خیال میں نہ لاتے تھے۔ ہمیشہ مقابلے پر آمادہ رہے انھوں نے عزت و حمیت کو خیر باد کر کے اپنے باپوں کا نام ڈبو دیا اور شجاع الدولہ کے سلامیہ اور مجرا میوں میں داخل ہو گئے درجہ امارت و حکومت کو ہاتھ سے کھو دیا۔ اور قوم کی تنگ و عار کو چھوٹو دیا پھر تھوڑے ہی عرصے میں جو کچھ اسکا نتیجہ پایا وہ تمام عالم پر روشن ہے حاجت تحریر نہیں۔

شجاع الدولہ کی نجف خان کے ساتھ چال بازی

سالہ میں نجف خان ذوالفقار الدولہ نے نول سنگھ جاٹ والی بھرت پور کے ملک کے فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اسکو شکست دے کر مقابلے سے بھگا دیا نول سنگھ ڈیگ میں پناہ گزین ہوا۔ آگرے کے قلعہ پر جاٹوں کا قبضہ تھا اور بھرت پور کی ریاست کی طرف سے دان ساد وہاں پر نجف خان کا مقابلہ کرتا تھا۔ نجف خان نے قلعہ کا بخوبی محاصرہ کر کے مصوریں پر بڑی شدت کی اور قلعہ پر توپوں سے گولہ باری کرائی شجاع الدولہ نے نجف خان کے ہاتھ سے نول سنگھ کی ہزیمت کی خبر سن کر یہ خیال کیا

قدم رکھیں اور بے سبب دوسروں کا ملک فتح کرنے کے لیے لڑائی میں انگریزی فوج کو لگائیں اور نہ یہ حکم تھا کہ شجاع الدولہ کے لیے کسی کا ملک فتح کرین انکو کونسل کا صرف یہ حکم تھا کہ اگر کوئی شجاع الدولہ کے ملک پر حملہ کرے تو فوج انگریزی مدد کے لیے روانہ کر کے دشمن کے حملوں سے اُس ملک کو محفوظ رکھیں اور اگر کوئی انگریزوں کا دشمن ہنگالہ اور عظیم آباد میں قدم رکھے تو شجاع الدولہ انگریزوں کی شرکت کرین کیونکہ سرکار کمپنی نے سمجھ رکھا تھا کہ پٹھانوں کا ملک ہمارے اور شجاع الدولہ کے ملک کا سد راہ اور فدیہ ہے جو کوئی اودھ کا قصد کریگا پہلے روہیلے ہی اپنے بچاؤ کے لیے اُس سے لڑینگے مگر گورنر بعض فوائد کی وجہ سے شجاع الدولہ کے شریک ہو گئے نواب وزیر نے نواب سید سعد اللہ خان اور عنایت خان کے احسانات پر خاک ڈالی کہ اب انکی ریاستیں کمزور تھیں۔ انکے دل میں شکست اور ماتحتی کا انگریزوں کی طرف سے بھی خار کھٹکتا تھا لیکن انکی طاقت کے سامنے سر نہیں اٹھا سکتے تھے اسلئے حیدر علی خان والی سرنگ پٹن کو اپنے خط میں انگریزوں کی بہت کچھ طرفداری کے الفاظ لکھے اور اپنے آپ کو اُنکا نہایت خیر اندیش دکھایا۔

اپنے دوست انگریزوں کی مدد سے شجاع الدولہ کی
روہیلکھنڈ پر چڑھائی حافظ رحمت خان کی تباہی

جبکہ شجاع الدولہ نے روہیلوں کو اسی طرح غافل پایا جیسے سال بھر قبل مرہٹوں کی چڑھائی کے وقت پایا تھا تو اُن چالیس لاکھ روپوں کے پورا کرنے کے واسطے جو بوجہ عہد نامے کے مرہٹوں کے مقابلے میں مدد دینے کی بابت

انکے بیٹے محمد قلی خان کے ساتھ رہنے لگا جب شجاع الدولہ نے محمد قلی خان کو دغا سے قید کر لیا تو نجف خان چند رفقا کے ساتھ بھاگ کر قاسم علیخان ناظم بنگالہ کے پاس چلا گیا جب اسکا بھی کام بگڑ گیا تو منیر الدولہ کی سفارش سے شاہ عالم کی ملازمت حاصل ہوئی اور اپنے کاموں کے صلے میں ذوالفقار الدولہ نواب نجف خان بہادر غالب جنگ خطاب پایا پھر امیرالامرائی کے درجے پر ترقی کر گیا۔

شجاع الدولہ کی روہیلوں کی بربادی کے لیے تدبیر

شجاع الدولہ ملک میانہ دو آب پر قبضہ کر کے فرخ آباد ہوتے ہوئے لنگاکو عبور کر گئے اور حافظ رحمت خان سے لطائف کا بندوبست کرنے لگے سیر المتاخرین کا مؤلف لکھتا ہے کہ شجاع الدولہ کو ٹھکانوں کے ساتھ قدیم سے عداوت تھی ایسے روہیلوں کے استیصال کا ارادہ کیا اور حیدر رحمت و اخلاص نواب سید سعد سفا اور عنایت خان سپر حافظ رحمت خان کے ساتھ انکو تھابا کل فراموش کر دیا۔ علاوہ میں غازی الدین خان عماد الملک وزیر عالمگیر ثانی کے ہاتھ سے نواب سید سعد اللہ خان نے وزیر کی ریاست بچائی اور عنایت خان پانچہزار فوج کے ساتھ انکا شریک تھا جبکہ پٹنہ پر انگریزوں سے انکو جنگ پیش تھی یہ سب احسانات انھوں نے بالائے طاق رکھ دیے اور ہسٹنگز صاحب گورنر کو تیس لاکھ روپے رشوت میں دے کر اور فوج خچ مقرر کر کے حافظ رحمت خان سے جنگ کے لیے اپنا شریک کر لیا۔ گورنر کو اگرچہ کمپنی کی طرف سے یہ حکم نہ تھا کہ اپنے ممالک مقبوضہ اور شجاع الدولہ کے ملک سے جو کرنا سہ اور حد و حدود اودھ والہ آباد تھے آگے کو

توپوں کے سوا سات سو توپیں وہ تھیں جو فیض آباد میں دریا کے کنارے بنائی گئی تھیں
 ۸۔ نومبر ۱۷۵۳ء کو یکا یک شجاع الدولہ نے گورنر کو لکھا کہ روہیلوں کے ہتھیار
 کے واسطے جو وعدہ امداد کیا گیا ہے اسکا ایفا ہو۔ اس یکا یک درخواست سے گورنر
 چکراے اب تک کو نسل کو کچھ خبر نہ تھی۔ غرض بہت تکرار اور مباحثے کے بعد یہ بات ٹھہری
 کہ سپاہ ملک کے لیے بھیجی جائے اور شرائط سپاہ بھیجنے کے وہی رہیں جو گورنر اور
 شجاع الدولہ کے درمیان ٹھہری تھیں۔ اسوقت گورنر اپنی فطرت کو دکھا گئے کہ
 انھوں نے اپنے ہمراہیوں کو اس امر کی ترغیب دی کہ وہ کورٹ ڈائرکٹرز پر یہ
 بات ظاہر کریں کہ شرائط ملک سرکار کمپنی کے حق میں نہایت فائدہ مند ہیں اور
 دنیہ پر ایک بار گران ہیں اسلئے عین غالب ہے کہ وزیر اعلیٰ کو منظور نہ کر نیگے اور سپاہ
 انگریزی کو لڑائی میں نہ پھنسا پڑے گا اسلئے اسکا نتیجہ وہی ہوگا جو اکثر گورنمنٹ
 کے اعلیٰ ارکان کی مرضی ہے کہ لڑائی سے جانتک ہو سکے احتراز کیا جائے۔ اگرچہ
 لندن میں کورٹ ڈائرکٹرز نے روہیلوں کی لڑائی میں سپاہ بھیجنے پر لعنت طاعت
 کی مگر بعد سوچ بچار کے آخر کار اس عدنانے کو جو بنارس میں ہوا تھا منظور کیا اور
 یہی وجہ ہے کہ ہسٹنگز گورنری ہندوستان سے مستعفی ہو کر چلے گئے اور ولایت کے
 ہوس آف کامنز (دیوان و کلاں عام) میں ۲۴ اپریل ۱۷۵۶ء کو ان پر اس
 وحشیانہ کام کے لیے سرکار کمپنی کی فوج سے شجاع الدولہ کی مدد کرنے پر سخت الزام
 لگایا گیا تو ۲ جون ۱۷۵۶ء کو یہ الزام یوں ضعیف ہوا کہ اسکو کورٹ آف ڈائرکٹرز
 نے منظور کر لیا تھا۔

اس مدد کے عوض میں شجاع الدولہ نے انگریزوں کو چالیس لاکھ روپے

روہیلون سے وہ طلب کرتے تھے اور حافظ رحمت خان نے اُنکے دینے سے انکار کیا تھا بلکہ بعض روہیلہ سرداروں نے اس عدنانے کے اقرار سے بھی مخالفت ظاہر کی تھی۔ روہیلکنڈ کو اپنے ملک میں شامل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ نتیجہ الاخبار اور مرآت آفتاب نما میں ذکر کیا ہے کہ شجاع الدولہ نے شاہ عالم بادشاہ کو بھی لکھا کہ اگر حضور روہیلون کے ملک پر چڑھائی کریں تو یہ غلام کئی لاکھ روپے ایچ خان کی معرفت نذر کر دیا اور خاصے کے علاقے پٹھانوں کے ہاتھ سے نکال لے گا۔ ذوالفقار الدولہ نجف خان کو بھی اس فوج کشی میں ساتھ لانا چاہیے۔ حافظ رحمت خان نے جو اپنے ملک سے مرہٹوں کے نکال دینے کے واسطے مجھ سے ملک چاہی تھی اور اُسکے عوض روپے دینے کا وعدہ کیا تھا اب اُس رقم کی ادائیگی میں کج معاملگی کرتے ہیں۔ بادشاہ نے شجاع الدولہ کے ساتھ روہیلون پر لشکر لیجانے کا وعدہ کر لیا اور اپنی فوج لے کر قلعہ سے روانہ ہوئے وریاے جمنہ کے دوسرے کنارے پر خیمے کھڑے کراے اور نجف خان کو حکم دیا کہ اُسکی فوج ہمارے لشکر کا ہرادل ہے اُسی دن بادشاہ کو تپ آگئی ایسے وہ تو قلعہ کو لوٹ گئے نجف خان کو فوج دے کر ایچ خان کے ساتھ روانہ ہونے کا حکم دیا شجاع الدولہ نے احمد خان بخشی پسر بخشی سردار خان اور محب اللہ خان اور فتح اللہ خان ابنائے دوندے خان سے بھی اس معاملے میں سازش کر لی کیونکہ اکثر بدایون کا حصہ ان لوگوں کے قبضے میں تھا۔

عماد السعادت میں لکھا ہے کہ شاہ عالم نے شجاع الدولہ کے پاس ہزار سوار اور ایک لاکھ تیس ہزار پیادے اور ہزار ہزار گھوڑے نوکر تھے اور پُرانی

تو تمھاری مرضی کے موافق تمھارے ساتھ سلوک کیا جائے گا شجاع الدولہ کے پاس بھیجا اور یہ چاہا کہ وہ اسپر ہر کر دین وہ تو یہ دن خدا سے چاہتے تھے منظور کر کے ہر کر دی اسی طرح احمد خان بخشی نے بھی اپنے مطالب پر شجاع الدولہ سے وعدہ لے لیا تھا اور خود وعدہ کیا تھا کہ حافظ رحمت خان کی شرکت نہ کر دینگا اسی طرح محترم خان نے جو ایک نامی اور معزز رسالہ دار تھا حافظ صاحب اسکو پندرہ سو روپیہ ماہوار ذات کے اور رسالے کی تنخواہ علیحدہ دیتے تھے اور چند گاہوں جاگیر میں دے رکھے تھے شجاع الدولہ سے خفیہ سازش کر کے پچاس ہزار روپے کی ہنڈی طلب کی جب شجاع الدولہ نے ہنڈی بھیج دی تو اُنکے پاس چلا گیا حافظ صاحب ان تمام حالات کو معلوم کر کے تعجب کرتے تھے اور کسی سے قرض نہیں کرتے تھے نقیض سلیمان مین لکھا ہے کہ ہنگام تیاری جنگ نواب سلیم صاحب یعنی والدہ نواب شجاع الدولہ نے ازراہ شفقت ماوری نواب شجاع الدولہ سے کہا کہ میں نے حافظ الملک کو دیکھا ہے وہ شخص نہایت ابرار و جبار و متقی و پرہیزگار معلوم ہوتا ہے میرے نزدیک مناسب ہے کہ تم حافظ رحمت خان سے ارادہ جنگ کا نہ کرو اول تو فتحیابی دشوار ہے احیاناً اگر تمھاری فتح بھی ہوئی تو نتیجہ اسکا اچھا نہوگا نواب شجاع الدولہ نمائش اپنی مان کی کچھ خیال میں نہ لائے اور آمادہ پیکار ہوئے اور انجام اسکا نواب کے حق میں اچھا نہوا۔ چنانچہ آگے مذکور ہوگا۔

جب حافظ صاحب نے یہ خبر سنی کہ شجاع الدولہ کا قصد فتح آباد کی جانب سے روہیلکھنڈ پر چڑھائی کرنے کا ہے۔ تو حافظ صاحب اپنا سامان درست کر کے انحرام اللہ کو لڑائی کے عزم سے قلعہ بریلی سے نکلے اور آٹھ نوے مین پہونچ کر لڑائی کا جھنڈا کھڑا کیا۔ اس جھنڈے کے نیچے روہیلہ سردار بہت کم جمع ہوئے۔ کچھ راجپوت

دینے کا وعدہ کیا اور سرکار کمپنی کی سپاہ بنگال کے تین برگیدہ مین سے جو دوسرا برگیدہ
 الہ آباد میں رہتا تھا اُس کو حکم ہوا کہ شجاع الدولہ کے لشکر سے جا کر ملے۔ کرنیل جیمین
 جو کمانڈر انچیف تھا اُسکو سارا لڑائی کا اہتمام سپرد ہوا وہ وسط فروری ۱۷۵۷ء میں
 لشکر لیکر چلا ۲۴ فروری کو شجاع الدولہ کے ملک میں پہونچا۔ شجاع الدولہ شاہ آباد
 ضلع ہر دئی میں جو انکی سرحد پر واقع تھا انگریزی فوج سے ملے۔ اُن کا ارادہ
 روہیلکھنڈ پر چڑھائی کرنے کا فرخ آباد کی طرف سے مصمم ہوا تھا چنانچہ اپنے فوجی
 افسر خواجہ لطافت کو فرخ آباد کی جانب سے گنگا کی طرف فوج بڑھانے کا حکم دیا اور
 رام گھاٹ پر کشتیوں کا پل تیار کرنے کی ہدایت کی گئی اور آخری مانگ روپے کی
 بابت دھمکی کے ساتھ حافظ رحمت خان کو لکھی گئی۔ حافظ صاحب اس کا پروردائی
 سے آگاہ ہو کر لڑائی کا بندوبست کرنے لگے۔ مگر سوفت روہیلکھنڈ میں طوفان بے تمیز
 برپا تھا۔ محب اللہ خان اور فتح اللہ خان وغیرہ اولاد و ندے خان۔ احمد خان
 و محمد خان وغیرہ پسران بخشی سردار خان اور احمد خان و عظم خان وغیرہ انہاے فتح خان
 خانسانان نے حافظ صاحب کے ساتھ عجیب ناہمواری کا برتاؤ کر رکھا تھا انکو
 خیال میں نہیں لاتے تھے اور ہر ایک اپنے آپ کو رئیس مستقل جانتا تھا۔ اللہ
 کے آخر سال میں شجاع الدولہ کی طرف اُن لوگوں کے دل ایسے مائل ہو گئے تھے
 اور انکی خیر اندیشی کے درخت نے یہاں تک انکے دلوں میں نشوونما کی تھی کہ حافظ صاحب
 سے بدظن ہو گئے۔ اور اسی خیالات سے بعض نے علانیہ اور بعض نے خفیہ شجاع الدولہ
 سے موافقت کا عہد و پیمان کر لیا تھا چنانچہ محب اللہ خان اور فتح اللہ خان نے
 قرآن پر شجاع الدولہ کی طرف سے یہ مضمون لکھ کر کہ میں روہیلکھنڈ کا مالک ہو گیا

اپنے مقاموں سے نہ نکلے۔ مؤ۔ فرخ آباد اور روہیلکھنڈ کے پٹھان نوکر بے نوکر تنگ قومی کی وجہ سے جوق جوق اکرجع ہونے لگے جب جمعیت زیادہ ہو گئی تو منافق بھی اپنے بیگانوں کی طعن و تشنیع کی وجہ سے تھوڑی تھوڑی جمعیت کے ساتھ آنے لگے۔

جس وقت حافظ رحمت خان آنولے میں اپنے سامان جنگ کی درستی میں مصروف تھے اس وقت شجاع الدولہ کو کرنیل چیمپین نے یہ صلاح دی کہ دشمن کے علاقے میں یعنی رام گھاٹ پر گنگا کے پل کی تیاری مناسب نہیں اپنے ہی علاقے میں پل تیار کر کے سیدھے اپنے ملک سے روہیلکھنڈ میں داخل ہووین اسلئے کہ رسد بھی اچھی طرح اپنے ملک سے پہنچ سکے گی اس بات پر اسے قائم ہو کر شجاع الدولہ نے گھاٹ نانائو پر پل تیار کرایا اور انگریزی فوج کے ساتھ جس کا افسر کرنیل چیمپین تھا روہیلکھنڈ کی جانب روانہ ہوئے۔

نواب ضابطہ خان ابن نواب نجیب الدولہ اور مظفر جنگ پسر نواب احمد خان سنگش بھی ایک ایکھڑا سپاہ کے ساتھ شجاع الدولہ کے شریک تھے جیسا کہ تاریخ فرخ آباد مولفہ ولی اللہ و سیر المتاخرین و فرخ بخش مولفہ شیو پرشاد و اخبار حسن و تذکرہ حکومت السلیمن و عماد السعادت و تاریخ اوردہ مولفہ گرسہاس و غیرہ میں مذکور ہے۔ شجاع الدولہ نے گوہر پوچکر بیان کے رانا لوکیندر سنگھ کو جو حافظ الملک کا دوست تھا اُسے منحرف کر دیا یہ مقام قلعہ گوالیار سے اٹھائیس میل شمال و مشرق میں واقع ہے اب بیان کے والیان ملک دھولپور میں رہتے ہیں اور قوم کے جاٹ ہیں۔ شجاع الدولہ جب روہیلکھنڈ کی سرحد پر پہنچے تو اتمام حجت کے لیے ایک تحریر روپون کی طلبی میں حافظ رحمت خان کو اور بھیجی گئی انھوں نے اس تحریر کو دیکھ کر اپنی فوج کے ساتھ

چھوٹے چھوٹے جاگیردار اور میان دو آب یعنی فوج آباد کے بنگش پٹھان شریک ہوئے۔
نواب سید فیض اللہ خان بہادر والی رامپور پانچ ہزار سوار اور پانچ ہزار پیادوں کے
ساتھ رامپور سے حافظ صاحب کے پاس چلے گئے اور انکے چھوٹے بھائی سید محمد ارخان
اور انکے بھتیجے سید نصر اللہ خان بھی دو دو ہزار آدمیوں کی جمیعت سے پہنچ گئے۔ ہتھے
کے بعد احمد خان پسر بخشی سردار خان اور احمد خان پسر فتح خان خانساناں بھی حافظ صاحب
کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ مگر یہ دونوں باطناً ہی چاہتے تھے کہ حافظ صاحب مارے
جائیں کیونکہ حافظ صاحب نے روہیلکھنڈ کے ہر ایک رئیس کو اپنی طرف سے بیدل
کر رکھا تھا اور ہر ایک سے بے موجب مواخذہ کرتے تھے غرض کہ تھوڑے عرصے سے
روہیلکھنڈ میں فساد و عداوت کا ایک زہریلا مادہ پھیل گیا تھا اور ہر ایک دوسرے
کی بربادی کی طرف مصروف تھا اور دوسرے کی خرابی کے لیے غیروں کو کھڑا
کرتا تھا۔ محب اللہ خان ابنائے دودے خان اس لڑائی میں اول سے شریک
نہوے کیونکہ انکو جس قدر حافظ صاحب کی مدد کرنے کا خیال تھا اسی قدر شجاع الدولہ
کے معاہدے کا پاس تھا یہ دونوں سردار نواب شجاع الدولہ کی بطنی چٹری باتوں
اور غلام محمد کی چرب زبانی پر کہ قرآن مجید لاکر عہد و پیمان کیا تھا حافظ صاحب
سے باطناً منحرف تھے اسکے علاوہ انکے پاس نہ سامان درست تھا نہ روپیہ تھا
سپاہ فقر و فاقہ کی وجہ سے گریبان گیر تھی اس لیے ان دونوں بھائیوں نے روپیہ
نہونے کا عذر کیا حافظ صاحب نے پندرہ ہزار روپیہ انکے پاس بھیج دیا۔ اس طرح
جس نے تنگ دستی کا عذر پیش کر کے حاضری سے مجبوری ظاہر کی اسے کچھ بھیجا اسپر
بھی وہ لوگ جو شجاع الدولہ سے ملے ہوئے تھے سامان سفر کی تیاری کا بہانہ کر کے

اور انگریزی فوج کے واسطے مضر تھی کہ موسم خراب ہوتا جاتا تھا آخر کار انگریزی فوج اور شجاع الدولہ کی فوج تلہر ضلع شاہ جہان پور کی جانب اس خیال سے بڑھی کہ روہیلوں کو جلدی لڑائی میں مشغول کرے اور موسلی کے قریب میدان میں ٹھہری اس پیشقدمی نے روہیلوں پر ظاہر کیا کہ مخالف کا ارادہ پہلی بھیت پر دھاوا کرنے کا ہے جان پر حافظ صاحب کے اہل و عیال موجود تھے اس واسطے حافظ رحمت خان اس فوج کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے واسطے اپنا حصار چھوڑ کر میدان میں نکل آئے۔ شجاع الدولہ کی فوج ترتیب دار بڑھتی ہوئی میران پور کٹرہ ضلع شاہ جہان پور میں آپہنچی۔ جبکہ حافظ صاحب کٹرے سے نکل آئے جو کسی قدر امن کے قابل جگہ تھی تو کرنیل چیمپین اپنی تجویز پر ناز کرنے لگا۔

لڑائی جس مقام پر ہوئی اُسکا نام اور پتہ بیان ہائے ذیل سے معلوم کرو جام جہان نایب مولوی قدرت اللہ نے لکھا ہے کہ مقام لاہی کھیرہ میں دریائے بگل کے کنارے فرید پور کے متصل میدان کرک میں جنگ ہوئی تھی اور غلام اسعد میں بیان کیا ہے کہ کٹرہ کمالوئی خان اور فرید پور کے درمیان میں یہ جنگ ہوئی تھی اور شیو پرشاد مؤلف فرج بخش نے ذکر کیا ہے کہ لاہی کھیرے کے نشیب میں انگریزی توپخانہ قائم کیا گیا تھا۔ کٹرہ تحصیل تلہر ضلع شاہ جہان پور مالک متحدہ میں شاہ جہان پور بریلی کی نچتہ سڑک پر تلہر سے چھ میل اور شاہ جہان پور سے اٹھارہ میل کے فاصلے پر آیا ہے۔ آجکل یہ قصبہ تحصیل تلہر کا چھوٹا سا پرگنہ ہے۔ اور روہیلکنڈ ریلوے کا اسٹیشن بھی اس قصبے میں موجود ہے۔

حافظ صاحب کی فوج کی مذکورہ بالا تعداد گزٹیر کے حصہ شاہ جہان پور کی

مخالفت کی جانب بڑھنا شروع کیا اور کیا را کے گھاٹ رام گنگا کو عبور کر کے فرید پور پہنچے جو بریلی سے مشرق کی جانب سات کوس کے فاصلے پر ہے۔ شجاع الدولہ کی فوج روہیلکھنڈ میں داخل ہو کر شاہ جہان پور کے قریب پہنچی۔ عبداللہ خان نمبرہ نواب بہادر خان رئیس شاہ جہان پور حافظ صاحب کی طرف سے یہاں کے انتظام پر مقرر تھا یہ شخص حافظ صاحب سے علاوہ دوستی رکھنے کے اُنکے بیٹے ارادت خان کا سرسبز بھی تھا جب اُس نے یہ حال سنا کہ شجاع الدولہ فوج لیکر آ رہے ہیں تو شاہ جہان پور سے تین چار کوس کے فاصلے پر استقبال کیا۔ شجاع الدولہ نے اُسکو مصلحت خلعت عنایت کیا اور ساتھ لے کر شاہ جہان پور سے دو تین کوس پر مقام کیا۔ سنا جاتا ہے کہ شاہ جہان پور کے پٹھانوں کی ہمدردی اور اتفاق یہ نسبت روہیلوں کے لکھنؤ والوں سے بہت زیادہ تھا۔ یہ علاقہ اودھ اور روہیلکھنڈ کے خاص دھڑے پر ہونے کی وجہ سے ہمیشہ جھگڑے اور مباہلے میں رہا کرتا تھا بلکہ روہیلکھنڈ کا علاقہ شجاع الدولہ کی دست برد میں رہنے سے اس علاقے میں سے تحصیل گولا اور کانٹھالینے شمالی اور مشرقی حصے پر حافظ رحمت خان کا پورا پورا قبضہ نہ تھا البتہ مغرب کی سمت کا علاقہ بخوبی پٹھانوں کے تصرف میں تھا۔ حافظ صاحب شجاع الدولہ کے شاہ جہان پور پہنچنے کی خبر سن کر چوبیس ہزار سوار اور چار ہزار بان انداز اور ساٹھ توپوں کے ساتھ فرید پور سے روانہ ہوئے اور بھگل ندی کو عبور کر کے میران پور کٹرے کے مقام پر آئے یہاں پر آبادی کے قریب ۶۰ ہزار کے باغون میں فوج کا حصار بنا کر قیام کیا۔ حافظ رحمت خان کی طرف سے جبکہ رتاخیر ہوتی تھی وہ اُنکے واسطے مفید تھی کہ اُنکی جماعت روز بروز بڑھتی جاتی تھی

رحمت خان پر کیا اور لکھا کہ زرمو عود پہونچانے کی مدت گزر چکی اور اب تک آپ نے وہ روپے ادا نہ کیے اب مناسب یہ ہے کہ وہ روپے جلد پہونچائے ورنہ لڑائی کے لیے تیار ہونا چاہیے تو حافظ رحمت خان نے کہ نہایت ہوشیار اور دور اندیش تھے فتح اللہ خان وغیرہ اولاد دوندے خان اور ثواب سید فیض اللہ خان اور دوسرے سرداران روہیلہ کو جمع کر کے کہا کہ شجاع الدولہ نے اس تقویت پر کہ انکی فوج انگریزی طریقے پر تیار ہے اور انگریزی فوج بھی انکی مدد کو ساتھ ہے ہم سے لڑنے کا ارادہ کیا ہے وہ چاہتے ہیں کہ ہمارا ملک چھین لیں انکی اور انکے مددگاروں کی جنگ سے عمدہ برآ ہونا نہایت مشکل ہے بہتر یہ ہے کہ اس بلا کو روپیہ دے کر مال دین کیونکہ اس معاملے میں حق انھیں کے ہاتھ میں ہے ورنہ لڑ کر قابضے میں کامیابی حاصل کرنی مشکل ہوگی چونکہ شجاع الدولہ نے فریب کی راہ سے دوردہ دوندے خان وغیرہ کی اولاد کو کھلا بھیجا تھا کہ مجھے تمہارے ملک سے کچھ غرض نہیں البتہ اگر حافظ رحمت خان کی اعانت کرو گے تو تم سے بھی کینہ قائم ہوگا۔ اس پیغام کے پہونچنے سے وہ احمق لوگ مغرور ہو بیٹھے۔ اور ان احمقوں نے ان روپوں کے دینے میں جتنے ضامن انکے اور دوسروں کی طرف سے حافظ رحمت خان ہوئے تھے پہلو تسی کی لئے اور لڑائی کرنے کے لیے صلاح دینے لگے اور دوسرے نوجوان سرداروں نے بھی اپنے غرور شجاعت کی ترنگ میں آکر ان روپوں کے دینے میں تنگدستی کے عند پیش کیے اور حافظ صاحب کو لڑائی کی ترغیب دینے لگے اور انے شرکت کا وعدہ کیا۔ حافظ صاحب نے بہت سا سمجھایا کہ فرنگیوں کی لڑائی سے عمدہ برآ ہونا مشکل ہے میدان جنگ میں آبرو سے مردی جاتی رہی!

جلد میں بیان کی ہے۔ اور گل رحمت میں اُنکی سپاہ کی تعداد ۲۵ ہزار بتائی ہے اور اس میں نوکر بے نوکر سب شامل ہیں اور کرنیل جیمین کے بیان سے چالیس ہزار سپاہ ثابت ہوتی ہے اور سیر المتاخرین۔ سارنچ مظفری۔ اور متقی الاخبار کے مکتوفوں نے کہا ہے کہ اُنکی فوج پچاس ساٹھ ہزار تھی۔ اور عماد السعادت میں بیان کیا ہے کہ حافظ الملک کے ساتھ ستر ہزار کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ ٹھکان جمع تھے۔ شیو پرشار نے فوج بخش میں لکھا ہے کہ اس عرصے میں کئی یلہ آئے اور ٹانڈے میں نواب سید فیض اللہ خان نے حافظ رحمت خان کو سمجھایا کہ بالفعل نواب شجاع الدولہ سے نہ بگڑنا چاہیے۔ بڑی بھاری فوج کے ساتھ آئے ہیں اُن سے صلح کر لینی چاہیے حافظ صاحب نے جواب دیا کہ میرے پاس روپیہ کہاں ہے کہ دے کر صلح کروں۔ نواب سید فیض اللہ خان نے کہا کہ جس قدر روپیہ مطلوب ہے میں دے سکتا ہوں مجھے شجاع الدولہ کے پاس بھیج دو میں اُسے بات چیت کر لوں گا اگر ضرورت ہوگی تو روپیہ بھی دید ونگا پھر سب سے سہولت کے ساتھ حصہ رسیدی وصول کر لیا جائے گا حافظ صاحب کی موت کا زمانہ قریب آچکا تھا نواب سید فیض اللہ خان کا کہنا نہ مانا۔ میرے خیال میں حافظ رحمت خان کا روپے دے کر صلح نہ چاہنا اس وجہ سے ہوگا کہ وہ شجاع الدولہ اور اُنکے باپ صفدر جنگ کی فوج کو بے حقیقت سمجھتے تھے اور کئی بار اُنکو نیچا دکھا چکے تھے مگر انگریزی فوج کی لڑائی دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا اسلئے اس دور کے میں ہے کہ شجاع الدولہ کو پھر بھگا دینگے۔ لیکن اسکے خلاف سیر المتاخرین میں یوں تحریر کیا ہے کہ جب شجاع الدولہ نے اپنے چالیس لاکھ روپوں کا تقاضا حافظ

انگریزی اور اپنے لشکر کو گنگا پار لڑنے کے ارادے سے اُتار آؤ پہاڑ سنگھ نے جو حافظ صاحب کا دیوان تھا کہا کہ روپیہ موجود ہے آپ لیکر شجاع الدولہ کو دید بھیجے اور کرنیل جمپین کو جو انگریزی لشکر لیکر آیا ہے بیچ میں واسطہ کیجیے مگر حافظ صاحب نے فرمایا کہ مرنا مسلم ہے میں قرض نہیں لیتا مجھے پھر ایسی عزت کی موت اپنے ملک کی حفاظت کرنے میں کب ملے گی اسیلئے وہ اپنی سپاہ جمع کر کے لڑائی کے لیے تیار ہوئے یہ بات سچ نہیں معلوم ہوتی کہ حافظ صاحب نے لڑنے مرنے ہی پر عزم جزم کر لیا اور مصالحت کا خیال نہیں کیا اسیلئے کہ کرنیل جمپین خود لکھتا ہے کہ میرے پاس حافظ صاحب کا خط آیا کہ آپ صلح کر دیجیے مگر جب شجاع الدولہ سے اسکا ذکر کیا گیا تو اُن کے چالیس لاکھ روپوں نے پتے دیدیے اور انھوں نے دو کروڑ روپے مانگے۔

غرض کہ میدان کارزار میں حافظ صاحب ۹۔ اور ۱۰ صفر ۱۱۷۷ھ کو لڑائی کے لیے سوار ہوئے مگر شجاع الدولہ کی طرف سے مقابلہ نہوا۔ ۱۱ صفر شبہ کی رات کو انگریزوں نے تمام شب تیاری کر کے توپخانے کو بڑھا کر لاہی کھیرے کے نشیب میں دریائے بہگل کے کنارے پر جادیا۔ حافظ صاحب کے خبروں نے اُنکو اُسی رات کو خبر دی کہ شجاع الدولہ نے منجھون کے کہنے کے موافق لڑائی کے لیے کل کا دن مقرر کیا ہے یہ ۱۱ صفر ۱۱۷۷ھ مطابق ۲۳۔ اپریل ۱۷۷۷ء کو سپر کے دن صبح کے وقت نواب شجاع الدولہ نے جنگ کی تیاری کی اُنکے لشکر میں ایک لاکھ پندرہ ہزار سپاہ تھی شجاع الدولہ نے بسنت علی خواجہ سرا کے ساتھ چودہ ہزار تلنگے بندوچی اور سید علی کے ساتھ چار ہزار بندوچی ملنگے اور توپخانہ مقرر کر کے انگریزی لشکر میں متعین کیا جو میدان جنگ میں شجاع الدولہ کی تمام سپاہ سے آگے تھا اور محبوب علیخان

بھاگتے نظر آؤ گے انگریزی فوج کی آتشباری تکو خاک میں مٹا دے گی۔ چونکہ ان روہیلوں کے ہاتھ سے بے انتہا ظلم مقیم و مسافر اور ہر قسم کے بندگان خدا پر ہوئے تھے انتقام کا پیالہ برسرِ ہو چکا تھا اسکا وقت آچکا تھا انکی عقلوں پر بے وقوفی کے پردے پڑ گئے تھے ایسے اُن مستحقینِ غضبِ الہی میں سے کسی نے بھی حافظ صاحب کی نصیحت پر التفات نہ کیا اور لڑائی کی ٹھن ہی گئی۔

اس بیان میں نواب سید فیض اللہ خان کا نام محض حافظ رحمت خان کی اولاد کے اغوا سے لکھا ہے ورنہ کوئی تاریخ کی کتاب یہ نہیں کہتی کہ روہیلوں کی برباد کرنے والی اس لڑائی میں نواب سید فیض اللہ خان اول سے آخر تک حافظ صاحب کے کبھی خلاف رہے ہوں یا شجاع الدولہ سے کوئی سازش کی ہو انکے لائف میں حوت حرف دیکھا گیا کوئی بات عقل و اعتدال کے خلاف نہ پائی حافظ صاحب کے بیٹوں نے مؤلف سیر المتاخرین سے اُن کا نام بھی لکھوا دیا۔ اور حافظ صاحب کی طرفدار ہی بھی اُسے انھیں لوگوں کی خاطر سے کی ہے اور کچھ یہ وجہ بھی ہے کہ اُن کا جاہ و چشمِ خاک میں مل گیا تھا جو مؤلف سیر المتاخرین کی عین آرزو تھی پس جبکہ بنائے حسد کی جڑ ہی کٹ گئی تو بڑا کیوں لکھتا اور نواب سید فیض اللہ خان کا جاہ و جلال یو مافیوماً ترقی پر تھا۔ سیر المتاخرین میں یہ جو لکھا ہے کہ حافظ صاحب نے کہا کہ اس معاملے میں حق شجاع الدولہ کے ہاتھ میں ہے۔ یقین نہیں کہ ایسے نفاذِ حافظ صاحب کے منہ سے نکلے ہوں۔ مؤلف سیر المتاخرین کے مذہب میں روہیلے غضبِ الہی کے آپ ہی مستحق ہونگے کہ یہ کس حنفی مسلمان اور صوم و صلوة کے پابند تھے۔ مؤلف گلستانِ رحمت کچھ اور ہی راگ گاتا ہے وہ کہتا ہے کہ جب شجاع الدولہ نے

اور عہدہ داروں کو تیاری کا حکم بھی عام طور پر نہ دیا گیا۔ سائیس گھوڑے لیکر اور
ساربان اونٹ کھول کر گھانس چارے کی فکر میں اور بیوپاری رسد کی تلاش میں
چلے گئے۔ ہج بڑی غفلت روہیلوں کے لشکر میں رہی دشمن لڑائی کو سر پر موجود ہے
اور یہاں ابھی مشورہ ہو رہا ہے۔ پھر حافظ رحمت خان کو خبر پہنچی کہ مستقیم خان
بن شیخ کبیر سے غنیم کا مقابلہ بھی ہو گیا جو بقول مؤلف گیان پرکاش حافظ
رحمت خان کے لشکر کے ہراول میں تھے۔ گل رحمت میں لکھا ہے کہ عین لڑائی کے
وقت محب اللہ خان چار سو آدمیوں کے ساتھ میدان جنگ میں پہنچ کر مستقیم خان
کے غول میں کھڑا ہو گیا اور احمد خان بخشی تین سو جوانوں کے ساتھ دو تین دن
قبل لڑائی سے آیا تھا۔

سب سے اول مستقیم خان نے دو تین ہزار سپاہ کے ساتھ جانب چپ سے انگریزی
فوج پر حملہ کیا ان کے ساتھ کے بہت سے آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے مگر بہت
سے سپاہی توپ کی زد سے محل کرٹنگوں کی گولیوں کی بارود تک جا پہنچے اور کچھ
اُسکے صدمے سے ہلاک ہوئے مگر پھر بھی کسی قدر دل چلے انگریزی لشکر میں گھس گئے
اور توپوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا مگر جب مدد نہ پہنچی تو کامیاب نہ ہوئے۔ بسط
نواب سید فیض اللہ خان پانچ چھ ہزار پیادہ و سوار کے ساتھ سیدھی طرف سے
اپنے مخالف پر حملہ آور ہوئے اور اُسکے غول میں گھس گئے اور بڑی خونریزی کے
بعد مخالفوں سے وہ گاؤں چھین لیا جسکی آڑ میں وہ لڑ رہے تھے اور خود اُسکی آڑ
پکڑ کر بندوق وہاں سے رٹنے لگے۔ نتیجہ الاخبار میں لکھا ہے کہ نواب سید فیض اللہ خان
اور مستقیم خان بسنت علی خان کی فوج کا مقابلہ کر رہے تھے اور حافظ صاحب انگریزی کی

خواجہ سرا کو نو ہزار پیادہ برق انداز کے ساتھ جنگو برق کہتے تھے اور لطف علی خان عرف خواجہ لطافت کو سات ہزار پیادہ بندو پتی کے ساتھ جنگو نجیب کہتے تھے بھاری تو پچانہ دے کر انگریزی لشکر کے مہینہ اور میرہ پر بھیجا۔ اور میر احمد کو بائیس ہزار بندو پچیوں کے ساتھ جو بالیسی کہلاتے تھے ایک بڑے تو پچانے کے ساتھ انگریزی فوج کے عقب میں رکھا اور شجاع الدولہ بذات خاص سواروں کے غول کے ساتھ رزمگاہ سے فاصلے پر ہٹ کر تو پچانے کے پیچھے ٹھہرے۔

فرح بخش میں ذکر کیا ہے کہ حافظ صاحب کا لشکر آج بالکل لڑائی کے لیے تیار نہ ہوا تھا۔ حافظ صاحب یہ سمجھے کہ ہم دو دن تک لڑائی کے لیے سوار ہوئے کوئی مقابلے کو نہ آیا شاید ہمارا حریف ڈر گیا پس آج سوار ہونا کیا ضرور حافظ صاحب اپنے اوراد و وظائف میں مصروف تھے کہ انگریزی لشکر اور شجاع الدولہ کی فوج تیار ہو کر میدان میں آگئی۔ حافظ صاحب نماز اشراق پڑھنے پائے تھے کہ ہرکارا خبر لائے کہ انگریزوں نے آپ کے لشکر کے متصل تو پچانہ جا دیا ہے اور لڑائی کے لیے کھڑے ہوئے ہیں حافظ صاحب گھبرا کر پاکی میں سوار ہوئے اور نواب سید فیض اللہ خان کے خیمے میں آئے اور اُن سے مشورہ کیا۔ حافظ صاحب نے نواب موصوف سے کہدیا کہ مبادا اگر ہلکو شکست ہو جائے اور میں مارا جاؤں تو تم لڑائی نہ کیجیو بلکہ سپاڑ کی جانب چلے جائیو وہ ہلکھنڈ میں وہاں سے بہتر کوئی جگہ امن کی نہیں اور جو کوئی میرے بیٹوں میں سے تمہارے ساتھ جانے کا ارادہ کرے تو اُسے بھی ہمراہ لیجائیو ابھی تک روہیلوں کا لشکر پورے طور پر درست ہونے اور سنبھلنے بلکہ جمع بھی ہونے نہ پایا یہاں تک کہ نثارہ بجانے کا

کچھ اور منٹ بند و تون کی گولیوں کے اونے خوب پڑے سپاہی اور گھوڑے اور اونٹ
کا غذ کے پرچوں کی طرح اڑتے تھے۔ دو ہزار دو ہیلے اور بہت سے سردار میدان
جنگ میں راہ عدم کے رہبر ہوئے مستقیم خان کے فرار ہونے کے بعد حافظ صاحب
جب انکی طرف سے لوٹے اور انگریزی لشکر کی طرف آ رہے تھے تو گھوڑے کو آگے
بڑھا کر انگریزی فوج کے سامنے آہستہ آہستہ قدم بڑھے انگریزوں نے دو دریں
سے سورج لکھی کو انکے سر پر بچان کر ایسا گولہ مارا کہ انکے سینے میں قلب کے محاذی
لشکر کھا کر فاصلے پر گر پڑا۔ نتیجہ الاخبار کا مولف کہتا ہے کہ راجہ ہلا سراسے پسر
راجہ مان راسے جو اس جگہ موجود تھا کتا تھا کہ گولہ حافظ صاحب کے پہلو کے برابر
سے گزرا تھا جسکا ایک نیلگون داغ انکی جلد پر پڑ گیا تھا قیصر التواریخ میں لکھا
ہے عجیب بات یہ ہے جسے سب نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ اسوقت حافظ صاحب
جامہ ہندوستانی پر متن قرآن شریف پہنے ہوئے تھے۔ وہ جامہ قرآن کی برکت
سے نہ جلا چھاتی میں ایک سیاہ دھبہ گولے کی دھمک کا لگ گیا تھا۔ جبکہ صدمے سے
حافظ صاحب گھوڑے سے گر پڑے پگڑی سر سے اتر گئی خدمتگارانے اٹھا کر
سر پر رکھی اور منہ میں پانی ڈالا ایک دوسرے ہونٹ ہے اور دن کے بارہ ابھی نہیں
بچے تھے کہ انکی جان نکلی۔ احمد خان پسر فتح خان اپنی فوج کو لیے ہوئے علیحدہ
کھڑا تھا یہ حال دیکھ کر فرار ہو گیا حافظ صاحب کے بیٹے یعنی محبت خان۔ حافظ
محمد یار خان۔ محمد ویدار خان۔ الہ یار خان۔ اور عظمت خان یہ خبر سن کر حافظ صاحب
کے پاس آئے جبکہ تمام ہر ہی بھاگنے لگے تو یہ بھی میدان سے بھاگ نکلے اور
پیلی بھیت کی طرف چلے گئے۔ نواب فیض اللہ خان اسوقت اس گاؤں کی

جنگ میں مشغول تھے۔ جبکہ حافظ صاحب کی فوج انگریزی فوج کے سامنے نمودار ہوئی تو اُسکے توپخانے نے بڑی تیزی کے ساتھ حافظ صاحب کی فوج پر گولہ باری کی کہ یکایک احمد خان پسر سوار خان بخشی بغیر لڑے بھڑے شکست کا غلغلہ لشکر میں ڈال کر بھاگ نکلا تاکہ روہیلوں کے پاؤں میدان جنگ سے اُکھڑنے لگیں۔ یہ خبر مشہور ہوتے ہی پٹھان جوق جوق بغیر تحقیق و تفتیش کے بھاگ نکلے یہاں تک کہ حافظ صاحب کے ساتھ بہت تھوڑی فوج رہ گئی۔ جبکہ مخالف نے یہ حال دیکھا تو اُس نے تین طرف سے زور دیا ایک طرف مستقیم خان پر دوسری جانب نواب سید فیض اللہ خان پر تیسری جانب حافظ صاحب پر جب گولوں کی خوب بارش ہونے لگی تو خاص حافظ صاحب کی فوج بھی بھاگنے لگی۔ اس عرصے میں مستقیم خان نے کمک طلب کی حافظ صاحب نے باوجود کمی فوج کے جس قدر سپاہ ساتھ تھی اُسے لیکر ادھر توجہ کی کچھ دور چلے گئے کہ مستقیم خان کے قدم میدان سے اُکھڑ گئے حافظ صاحب دوبارہ انگریزی فوج کے مقابلے کو لوٹے۔ سواروں کے کئی دھاوے انگریزی فوج کی جانب سے ہوئے مگر کوئی نتیجہ کی بات پیدا نہ ہوئی۔ عماد السعادت کا موقف کتا ہے کہ حافظ صاحب نہایت دلیر تھے انکی غیرت بڑی دلی کو قبول نہیں کرتی تھی انھوں نے میدان جنگ میں یہ چاہا کہ انگریزی فوج میں گھس کر سب کو تیر تیر کر کے نواب شجاع الدولہ تک پہنچ جاؤں۔ انکو فتح پر اعتماد اور بہادری پر یہاں تک گھمنے تھا کہ فیض آباد کے محلے اپنے سرداروں پر تقسیم کر دیے تھے اور کہہ دیا تھا کہ جس محلے میں داخل ہو وہاں کا تمام مال و اسباب اور عورتیں اُسکے لیے معاف ہیں۔

غرض دو گھنٹے اور تین منٹ تک آدمیوں پر توپوں سے خوب آگ برسی اور

اور نواب مظفر جنگ نبی شجاع الدولہ کے لشکر میں تھے۔ شجاع الدولہ نے حکم دیا کہ یہ سران دونوں نوابوں کے پاس شناخت کے لیے لیجاؤ اور شاہ مدن پیر زادے کو بھی جو حافظ رحمت خان کو پہچانتے تھے دکھاؤ نواب ضابطہ خان نے دیکھ کر کہا کہ واقعی یہ سر حافظ رحمت خان کا ہے دوسرے کا نہیں۔ اور نواب مظفر جنگ نے یہ کہا کہ اسی ریش و فاش (طہر اٹھ) پر جناب عالی کے ساتھ (ڑنے کو آمادہ ہوئے تھے اور شاہ مدن آنکھوں میں آنسو بھرا لائے اور کہا ہاں یہ اُسی مسلمان کا سر ہے۔ اس بات سے شجاع الدولہ کو بہت رنج ہوا مگر بظاہر تاسف کیا اور کہا کہ ان سے یہ توقع نہ تھی دوسروں کا کام ہے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد شجاع الدولہ نے شاہ مدن کو قید کر دیا اور اُنکی جاگیر بھی جو ایک لاکھ روپے کے قریب تھی ضبط کر لی اور نواب نے اپنے دستخط سے شقہ جواہر علیخان کو اس مضمون کا لکھا کہ شاہ مدن کو مع متعلقات و مصاحبین کے قید کر کے اپنے پاس نگاہ رکھے شجاع الدولہ نے پاکی خاصہ بھیج کر حافظ صاحب کی لاش میدان سے منگا کر سر اُسکے ساتھ سلوا کر عزیز خان رسالہ دار کے ہمراہ بریلی کو روانہ کی۔ یکشنبہ کی صبح کو قاضی بیفتی۔ علما۔ شرفا۔ سادات اور فخرانے جمع ہو کر تجنیز و تکفین کی اور نہرو عصر کے درمیان شہر کے باہر غربی جانب دفن کیا قبر میں اتارنے کے وقت تک گردن سے خون جاری تھا اُنکی وفات کی تاریخ یہ ہے فی جنسی داخل (۱۱۸۸) ایک صاحب نے حافظ صاحب کے مارے جانے کی تاریخ لطافت تہیہ کے ساتھ اس طرح پائی ہے۔

”رکھ کر مارا سادات“ ”سکھ سادات“ ”دیر سے میں ریش و فاش کے نبی تھے“ ”مظفر جنگ“

چاند لفظ ظفر تاریخ حبستہ پے باقی سر حافظ بریدند

لفظ ظفر کے اعداد پر کہ گیا رہ سواسی ہیں عدد سر لفظ حافظ کے کہ ہے ملانے سے

آڑ پکڑے ہوئے لڑ رہے تھے حافظ صاحب کی شہادت کا حال سُکر دو تین
 رستہ نہ چلے خواجہ لطافت کی فوج پر کر کے دیروں کی طرف لوٹے اور یہ ارادہ کیا کہ
 وہاں پہونچ کر فوج کو جمع کر کے حافظ صاحب کے بیٹوں کو تسلی دے کر پھر مقابلہ کرینگے
 دیروں میں پہونچے تو بالکل لوٹے کھٹے پڑے تھے بازارِ لشکر کا نام و نشان بھی باقی
 نہ تھا افسوس کیا اور خود بھی اپنی ریاست کی طرف روانہ ہو گئے۔ محب اللہ خان
 جو عین معرکے میں پہونچا تھا دو ایک حملہ کر کے یہ بھی بھاگ نکلا اسی طرح دوسرے
 افسر جو اب تک لڑائی میں مصروف تھے یہ خبریں سن سُکر بھاگنے لگے انگریزوں کی
 اور شجاع الدولہ کی فوج نے مغرورین کا دور تک تعاقب کر کے بہت سے گولے مارے
 نواب شجاع الدولہ کو جب یہ خبر پہونچی تو ہاتھی سے اُتر کر سجدہ شکر ادا کیا اور ہزاروں
 گولہ ٹپنے کے لیے حافظ صاحب کے کیمپ میں بھیجا۔ سلطان خان برادرِ تعنی خان
 برطیج حافظ رحمت خان کا سرکاٹ کر شجاع الدولہ کے پاس لے گیا جب یہ شناخت
 ہوا کہ یہ سر حافظ رحمت خان کا ہے تو انھوں نے دوبارہ سجدہ ادا کیا جب سجدے
 سے سر اٹھایا تو سالار جنگ نے جو شجاع الدولہ کا سالار تھا چاہا کہ اُنکی پیشانی
 کی خاک معال سے صاف کر دے۔ شجاع الدولہ نے منع کیا اور کہا کہ یہ خاک
 میری پیشانی کی زینت ہے الحمد للہ کہ آج اس قوم کی بے انتہا گستاخیوں کا جو
 میرے باپ اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کی تھیں بدلہ خاطر خواہ لے لیا۔ اور
 حافظ صاحب کے سر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا خدا شاہد حال ہے میں ایسا روز بد
 تمھارے لیے نہ چاہتا تھا اور سلطان خان بڑیج کو ایک ہاتھی اور دو سالہ اور
 زر نقد عطا کیا اور مرزا حبیب بانکے کو ایک لاکھ روپے دیے۔ نواب ضابطہ خان

لکھنؤ میں تاریخ ۱۲ ص ۵۵ دیکھو تاریخ اودھ برادرِ تعنی خان سے ۱۲

کرنیل چیمپین کے قلم سے حافظ رحمت خان اور شجاع الدولہ کا حال

(۱) کرنیل چیمپین صاحب نے پٹھانوں کی بہادری اور دلیری اور جوانمردی کی جو تعریف کی ہے وہ سننے کے قابل ہے وہ لکھتا ہے کہ حافظ رحمت خان کی کوئی چالیں ہزار سپاہ ہوگی وہ نہایت مردانہ اور دلیرانہ ہم سے لڑے بہت دفعہ روہیلے ہمارے لشکر میں گھس آئے اور اپنے جھنڈے کاڑ دیے تاکہ اوروں کو وصلہ آگے بڑھنے کا ہوا بار بار ہماری توپوں کے چھیننے کا قصد کیا مگر ہماری توپوں نے انکو بڑھنے نہ دیا جب پاس آئے انکو اڑا دیا انکی بہادری کا بیان ناممکن ہے انھوں نے سب طرح سے اپنا فن سپاہ گری دکھایا۔

(۲) اب جو وہ شجاع الدولہ کا حال بیان کرتا ہے وہ بھی سنئے وہ لکھتا ہے کہ میں حیران ہوں کہ کیا کروں شجاع الدولہ کو اس فتح کی تہنیت دوں یا انکی نامردی پر لعنت ملامت کروں مجھے اسکا حال بیان کرنا ضرور ہے تاکہ گورنمنٹ انگریزی جان لے کہ یہ ہمارا دوست ایسا ہے کہ ذرا بھی اعتبار کے قابل نہیں لڑائی سے ایک رات پہلے میں نے بعض خاص توپیں اسکی مانگیں مجھے انکی لڑائی میں بہت ضرورت تھی مگر اُسے صاف انکار کر دیا اور میرے کام میں انکو نہ آنے دیا وعدہ کیا کہ کل میں سارا لشکر لے کر موجود رہوں گا اور سب طرح کی مدد کروں گا اور سواروں کو لیے پاس کھڑا ہو گا مگر وہ لڑائی میں پاس کیا آتا دوہی ٹیلے پر وہاں کھڑا رہا جہاں میں نے اسکو لشکر لیے صبح کو دکھیا تھا جب فتح کی خبر ہوئی تو اسی وقت فوج لیکر میدان میں آکر اوروں روہیلوں کے کیمپ کو خوب دل کھول کر

سال مطلوب یعنی یعنی مسئلہ حاصل ہوتے ہیں۔

دیکھ

شہادت یافت نواب فلک قدر بضر بگلہ توپے علی الصدر

زلبس در جنگ آن شیر زینہ دلاور بد سپر بنمود سینہ

خطابش حافظ الملک ست مشہور باکانات جہان نزدیک و ہم دور

قلم سانش بطرز نور قم کن دواگشت از چہار انگشت خم کن

ساکن فلسفی میں مذکور ہے کہ جس مقام پر شجاع الدولہ کو حافظ رحمت خان پر فتح حاصل ہوئی تھی انھوں نے وہاں گنج آباد کر کے نام اُسکا فتح گنج رکھا۔

گور سہاس نے بنی فارسی کی تاریخ اودھ میں لکھا ہے کہ ایک دن شجاع الدولہ

نے فرمایا کہ میر نعیم خان کے ہاتھ سے جو غم و غصہ میرے دل میں ہے اس فتح سے

اُسکا ازالہ نہیں ہو سکتا۔ یہ شخص ثابت خانیوں کا رسالہ دار تھا کہ اٹاوس میں

اُسکو نعیم الدولہ بہادر ثابت جنگ خطاب ملا تھا اور تیس ہزار آدمیوں کی معیت

کے ساتھ بندہ لیکھنؤ کو فتح کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ قطع نظر اُسکے مصارف

وقات کے ۲۵ ہزار روپیہ ماہوار اُسکے بیٹے کے لیے جو یک سال یا دو سالہ تھا مقرر ہوا

تھا باوجود اُسکے اُسے خوف آمد آمد بالاد مرہٹہ سے کاہلی کو خالی کر دیا اور سات سو

سواران مرہٹہ اور دو ہزار بوندلیوں کے مقابلے کی تاب جو شیوسرن قانون گوے

کاہلی کے شریک ہو گئے تھے نہ لایا اور حریف سے منہ پھیر کر ملک دواہ میں چلا آیا۔ نواب

چاہتے تھے کہ اُسکو توپ سے اڑا دیں اور آپ بوند لیکھنؤ کو جائیں۔ مگر ٹھکانوں کے

معاملات کی وجہ سے تاہل کیا اور بسنت کو مع کپور کے اودھر بھیجا جس نے وہاں جا کر عہدہ کام کیا

کوہستان نجیب آباد سے آٹھ کوس کے فاصلے پر شمال کی طرف ہے اور اپنی حفاظت کے لیے سورجے تیار کر ائے۔ ہر روز اُنکے پاس روہیلوں کی جماعت اکٹھی ہوتی جاتی تھی چنانچہ احمد خان بخشی اور احمد خان خانسان میدان جنگ سے ہموارہ چل کر آئے اور رات ہزار خرابی کاٹ کر صبح کو تمام سامان اور اسباب اور اہل و عیال کو لے کر لال ڈانگ کو چلے گئے اور مستقیم خان کو نہایت مال پیش آدمی تھے معرکے سے ٹھکرا بریلی سے اپنے متعلقین کو لے کر لال ڈانگ پہنچ گئے۔

دوندے خان اور حافظ رحمت خان کی اولاد کا حال

محب اللہ خان اور فتح اللہ خان بسولی مین اطمینان کے ساتھ ٹھہر گئے کیونکہ اُنکے ساتھ نواب شجاع الدولہ کا مکرر وعدہ و بیان ہو چکا تھا اور حافظ رحمت خان کے بیٹے پہلی بھیت کو بھاگ گئے گلستانِ رحمت کے مؤقف نے لکھا ہے کہ حافظ صاحب اپنے بیٹے ذوالفقار خان کو بریلی کی حفاظت پر مامور کر گئے تھے اُسے بریلی مین شہر کے رئیسوں کو جمع کر کے شجاع الدولہ کے پاس ایک سفارت روانہ کرنے کا قصد کیا تھا مگر لڑائی کے ختم ہونے کے بعد رات ہی کو شجاع الدولہ کے سواروں نے بریلی پر قبضہ کر لیا اور حافظ صاحب کے بیٹے نافہمی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے پہلی بھیت سے نہ بچے جنگل دامن کوہ کا اُنکے مقام سے نہایت قریب تھا سواری اور بار برداری افراط سے موجود تھی کاش اگر اُنکو سواری اور بار برداری نہ بھی ملتی تب بھی برہنہ پانچلے ہوتے چار پانچ کوس کا جنگل طے کرنا کیا مشکل تھا محبت خان شاہ ابوالفتح کی معیت میں جن کا شمار اُسوقت کے نامی مشائخ میں تھا

لوٹا۔ اسپر سپاہ کیپتی نے جو قواعد کی پابند تھی ایک اپنے افسر سے کہا کہ فتح کی عزت ہم کو حاصل ہوئی مگر اس کی منفعت ان لیٹرون کو ملی۔

بشیرج صاحب کے قلم سے شجاع الدولہ کا حال

بشیرج صاحب ایم اے کی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب تک لڑائی ہوتی رہی تو شجاع الدولہ اور اسکی فوج اس انتظار میں رہی کہ دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے اور کس کا پانساز بردست رہتا ہے اور جب انگریزوں نے لڑائی فتح کر لی تو روہیلوں کا مال لوٹنے میں شریک ہونے کو جھٹ کو دپڑی۔ اس لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ روہیلوں نے جو ملک روہیلکنڈ میں فتح کیا تھا اس سے انھوں نے ہاتھ اٹھایا اور وہ ملک شجاع الدولہ کے قبضے میں آیا۔

روہیلوں کی فوج کا شکست پانے کے بعد مقام

لال ڈانگ میں پناہ لینا

حافظ رحمت خان کے مارے جانے اور روہیلوں کی فوج کو پوری شکست ہونے کے بعد انگریزی فوج نے تین روز تک مقام کیا ہر میت یا فتون کے متعاقب کوچ نہیں کیا، سیلے یہ تمام بھاگی ہوئی جماعت اپنے اپنے گھروں کو زندہ ہو چکی نواب سید فیض اللہ خان کہ کثرت عقل و دانش اور خزانے کی وجہ سے دوسرے سرداروں سے ممتاز تھے ہر روز چل کر رامپور آئے اور سامان و اسباب و اہل و عیال لے کر مراد آباد اور نجیب آباد ہوتے ہوئے لال ڈانگ چلے گئے۔ یہ مقام

پیلی بھیت کی روانگی کا عزم کیا اور محبت خان کے روانہ ہو جانے کے بعد یہ کارروائی کی کہ شیدی بشیر غلام حبشی کو جو اپنی فوج کے ساتھ پیلی بھیت کی راہ میں مقیم تھا یہ حکم لکھا کہ محبت خان پیلی بھیت کو جاتا ہے اسکو کسی جیلے سے رات کو اپنے پاس ٹھہرا کر صبح کو ساتھ لیکر پیلی بھیت پہنچکر تمام شہر کا محاصرہ کرے کسی کو نہ بچنے دے۔ شیدی نے تعمیل کی اور ۱۴ صفر کو پیلی بھیت کا محاصرہ کر لیا جو رعایا اس سے قبل شہر سے باہر نکل گئی تھی وہ تو بچ گئی باقی سب گھر گئی۔ محمد یار خان الہ یار خان غلام مصطفیٰ خان۔ محمد اکبر خان وغیرہ حافظ رحمت خان کے بیٹے کہ سب جو ان صاحب عیال و اطفال تھے نواب شجاع الدولہ کی آمد آمد کا حال سنکر غشی کے مارے جانے میں پھولے نہیں سماتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ نواب شجاع الدولہ انکے والد کی تعزیت اور انپر بحالی ملک و دولت کے لیے آتے ہیں اور بار و نکبت انکے سروں پر سوار تھے وہ کیسے ایسے دشمن خاندان افاغنه کے پھندے سے بچنے دیتے۔ دہن کوہ کا جنگل یہاں سے کیا دور تھا۔ ارادت خان پسر حافظ رحمت خان اپنے باپ کی شہادت کے بعد صاحبزادہ سید محمد یار خان بن نواب سید علی محمد خان کے ساتھ سیدان جنگ سے نکل کر ٹانڈے میں جو آنولے کے قریب ہے پہنچا اور وہاں سے بسولی میں فتح اللہ خان کے پاس چلا گیا۔ شجاع الدولہ دو تین کوچ کر کے مع انگریزی فوج کے ۱۶ صفر کو پیلی بھیت کے متصل پہنچ گئے اور قلعہ دیوہا کے قریب جہان حافظ رحمت خان کے عیال و اطفال محصور تھے خیمہ زن ہوئے اور ڈھنڈورا بٹوادیہا کہ تمام شہر کے باشندے گھوڑے اور ہتھیار محصلون کو دے کر شہر سے نکل جائیں اور اپنا مال و اسباب نہ چھپائیں۔ شیدی بشیر کے آدمیوں نے شہر کے لوگوں سے

یکشنبہ کی نصف شب کے وقت پہلی بھیبت سے نکلا اور شجاع الدولہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا اور ذوالفقار خان بھی جو بریلی میں تھا اسی شب کو روانہ ہوا۔ سنگھ کے مشورے سے شجاع الدولہ کی ملازمت کے ارادے پر روانہ ہوا جبکہ ذوالفقار خان شجاع الدولہ کے لشکر کے قریب پہونچا تو ہر کارون نے اُس سے دریافت کیا کہ کہاں کا قصد ہے بیان کیا شجاع الدولہ کے پاس جاتا ہوں اُنھوں نے شجاع الدولہ کو خبر پہونچائی اُنھوں نے خواجہ لطافت کو ذوالفقار خان کے پاس بھیجا اور یہ حکم دیا کہ ذوالفقار خان کو دیرہ ملازمت میں لیجائے اُس دن تو ملاقات نہ ہوئی۔ دوسرے دن شام کے قریب محبت خان بھی شجاع الدولہ کے لشکر میں پہونچ گیا شجاع الدولہ نے محبت خان کے پاس مرضی خان کو بھیجا کہ وہ اُسکو دیرہ ملازمت میں پہونچائے۔ ۱۳ صفر دوشنبہ کی صبح کو شجاع الدولہ سے ذوالفقار خان اور محبت خان کی ملاقات ہوئی جب یہ دونوں بھائی نذرین دکھا کر بیٹھے تو شجاع الدولہ نے تالیف قلب کے لیے فرمایا کہ خوب ہوا تم بیان آگئے پھر مرزا حبیب بیگ بانکے سے کہا کہ ہم میں اور حافظ جیو میں بڑی محبت تھی یہ دن جو سامنے آیا اسکا خیال بھی نہ تھا۔ حافظ جیو سے بھی کوئی قصور سرزد نہیں ہوا جو کچھ کیا بہار الدولہ عبید اللہ خان کشمیری اور خان محمد خان حافظ جیو کے بھانجے نے کیا پھر ایک ایک خلعت دونوں بھائیوں کے لیے طلب کیا۔ محبت خان نے عرض کیا کہ اگر ہماری سرفرازی منظور ہے تو کل آپ کا لشکر پہلی بھیبت پہونچے گا وہاں خلعت مرحمت ہو تاکہ یہ حال دیکھ کر سب متوسلون کے دل مطمئن ہو جائیں شجاع الدولہ نے منظور کر لیا اور اسی وقت محبت خان کو پہلی بھیبت کو بھیجا اور ذوالفقار خان کو اپنے پاس رکھ کر

حافظ صاحب کی اولاد اور عورتوں کو ساتھ لے کر خود بریلی کو مع فوج انگریزی کے آئے۔ حافظ صاحب کا بھانجا خان محمد خان مع بھائیوں کے بریلی میں موجود تھا اور نواب شجاع الدولہ کی تشریف آوری کی گھڑیاں گن رہا تھا کہ کب نواب موصوف آئیں اور مجھ پر ہر بانی و تفضلات مبدول کرین شجاع الدولہ نے شکوہ بھی مع عیال و اطفال کے گرفتار کر کے اپنے ہمراہ لیا۔ محب اللہ خان غیر دوندے خان کی لولاد نے اور نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم نے جو دوندے خان کی بیٹی تھی یہ واقعات سنے اور پھر بھی بسو لی اور آنو لے روانہ نہ ہوئے۔

نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم کو شجاع الدولہ کا تسلی آمیز شقے بھیج کر تغافل میں ڈال دینا

نواب سید سعد اللہ خان بن نواب سید علی محمد خان کی بیگم کو حافظ حجت خان کی شکست کی خبر پہنچی تو اس نے شجاع الدولہ کے پاس ایک عرضی میان حسن شاہ کی معرفت اس مضمون کی بھیجی کہ اس بیوہ کے باب میں کیا حکم ہے اگر میری ضبطی اور تاراجی مد نظر ہے تو حکم ہو کہ اپنا تمام سامان بار کر کے آپ کے لشکر میں بھیج دوں۔ اگر میری حرمت محفوظ رہنے کا اقرار کیا جائے تو میں نئی حکومت کی فرمانبرداری میں حاضر ہوں۔ میرا بھی آپ پر حق ہے اسلئے کہ میں آپ کے بھائی نواب سید سعد اللہ خان کی ناموس ہوں جس نے آپ کے بڑے بڑے کام کیے ہیں۔ اس درخواست پر نواب شجاع الدولہ نے کئی شقے بیگم کے پاس اطمینان دینے والے مضامین کے لکھ کر بھیجے اور شاہ صدق علی کو

ہتھیار و اسباب چھین کر بہت سے نکال دیے اور کچھ قید کر لیے۔ اسکے بعد شجاع الدولہ نے محبت خان کو حکم بھیجا کہ حافظ صاحب کا خزانہ بتاؤ محبت خان نے جواب دیا کہ اگر خزانہ ہو تا تو توبت اس دن کو نہ پہنچتی اسکے بعد نواب نے یہ حکم دیا کہ ایک دو روز کے لیے مجلس راخالی کر دو اور سب متعلقین کو لے کر لشکر میں چلے آؤ بمستورات کا زیور اور دوسرا اسباب مجلس راہی میں چھوڑ دیا جائے تاکہ ہمارے آدمی خزانہ تلاش کریں اس حکم کے بموجب ۱۸ صفر کو محبت خان نے تمام عورتوں اور بچوں اور بھائیوں سے درو زیور اور اسباب لے کر شیدی بشیر کے سپرد کر دیا اور پہننے کے کپڑے مکانات میں چھوڑ دیے اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر اور ایک نمچی ہاتھ میں لے کر شیدی بشیر کے آدمیوں کے ہمراہ شجاع الدولہ کے کیمپ میں چلا گیا اسکے بعد شیدی مذکور کے آدمیوں نے حافظ صاحب کے عیال و اطفال کو کشتان کشتان بھرتی اور ہوائی کے ساتھ نکال کر رتھ اور چھکڑوں میں سوار کر کر اس خیمے میں اتار اجائے لیے شجاع الدولہ کے کیمپ میں کھڑا کیا گیا تھا اور بنت علیخان نے تلنگون کی تین لکھنیاں لا کر اس خیمے کے پاس مقرر کر دیں اور اس بندوبست کے بعد حسن رضا خان محبت خان کے پاس آیا اور شجاع الدولہ کا یہ پیغام پہنچایا کہ میں آج چاہتا تھا کہ تم کو طلب کر کے سر فرازی کا خلعت دوں لیکن دنبل کی تکلیف کی وجہ سے جو شب گزشتہ سے پیدا ہوا ہے طبیعت بیچپن ہے اگر ایک دو روز میں آرام ہو گیا تو وعدہ وفا کروں گا۔ حافظ رحمت خان کے خزانے کی تلاش کے لیے بہت سی زمین کھود ڈالنے پر بھی کوئی چیز دستیاب نہ ہوئی۔ شجاع الدولہ شیدی بشیر کو حافظ رحمت خان کے کارخانوں کی ضبطی اور شہر کی لوٹ کے لیے چھوڑ کر اور

شجاع الدولہ نے ارادت خان کو روک کر سالار جنگ کے سپرد کر دیا کہ وہ اسکی خبر گیری کرتا رہے۔

محب اللہ خان بن دوندے خان کی ایلیچ خان سے ملاقات

محب اللہ خان کو جب یہ حال معلوم ہوا کہ میرا بھائی فتح اللہ خان نواب شجاع الدولہ کے پاس حصہ ملک و دولت کی سند حاصل کرنے کے لیے گیا ہے اور غریب اپنے مقصد کو پہنچنے والا ہے تو اسکو رشک پیدا ہوا اور آپ بھی اپنے ملک و دولت کی سند حاصل کرنے کی آرزو میں نواب ذوالفقار الدولہ نجف خان کے پاس روانہ ہوا جو بادشاہ کی سپاہ میں ہوئے ایلیچ خان سفیر شجاع الدولہ کے ہمراہ روسیوں کے اتصال میں شریک ہونے کو دتی سے آ رہا تھا اور اسکے پہنچنے سے پیشتر ہی انگریزی سپاہ نے اسکا کام تمام کر دیا تھا۔ مرزا کا لشکر انوپ شہر کے گھاٹوں کو عبور کر کے اہرات کے علاقے میں پہنچا کہ محب اللہ خان اس لشکر میں داخل ہوا اور گرم چٹنی و اختلاط پیدا کرنے لگا۔ شجاع الدولہ مرزا کو اور ایلیچ خان کو پہلے سے لکھ چکے تھے کہ دریا سے گنگا کو جلدی عبور کر کے بسولی پہنچ کر محب اللہ خان کو قید اور بسولی کا محاصرہ کر لیں تاکہ کوئی پٹھان اور کسی پٹھان کا مال و اسباب کہیں نکلنے نہ پائے۔ محب اللہ خان کو انھوں نے بلا تلاش اور بے جنگ محاصرہ دام بلا میں گرفتار پایا تو بہت خوش ہوئے اور شکر خدا بجالائے۔ وہ نہ رستے میں متفکر تھے کہ محب اللہ خان ایک پہلوان آدمی ہے اسکا گرفتار کرنا دشوار ہوگا۔ اور بے خونریزی کے وہ ہاتھ نہ آئے گا۔ بسولی کا محاصرہ دشوار ہے کیونکہ اس میں ہزاروں پٹھان نواب دوندے خان کے

میان سید معصوم کے ساتھ بیگم کے پاس بھیجا کہ بیگم کو انکی طرف سے دین و ایمان کی قسم کے ساتھ مطمئن کر دے۔ اور بیگم کو کہلا بھیجا کہ تم کو شش کے ساتھ آنولے کے شور و شر کے دفع کرنے میں ثابت قدمی اختیار کرو اور آنولے کی رعایا کو پریشان نہ ہونے دو۔ تمہارے مصارف کے لیے جو تین لاکھ روپے مقرر ہیں ہم اُس سے زیادہ مقرر کریں گے۔ بیگم ان پیغاموں کی وجہ سے آنولے سے نہ جھکی۔

فتح اللہ خان بن دوندے خان کا شجاع الدولہ کے لشکر میں حاضر ہونا

فتح اللہ خان اس خیال سے کہ نواب شجاع الدولہ ملک مجھ کو دیدینے بسوئی سے کوچ کر کے بریلی کے پاس شجاع الدولہ کے لشکر میں داخل ہوا اور سالار جنگ کی معرفت اُن سے ملا اور ارادت خان کو بھی اپنے ہمراہ لے گیا جو بسوئی میں مقیم تھا۔ اور جس نے اپنے بھائیوں کی گرفتاری کا حال سُکر بہ چاہا تھا کہ پہاڑ کو چلا جائے مگر فتح اللہ خان نے اُس کو روک لیا تھا۔ فتح اللہ خان کے ساتھ حبشہ کا رندے اور دولت خواہ تھے سب نے خان مذکور کو سمجھایا کہ اگر تم کو کشود کا مقصود ہے تو چمپین صاحب کی معرفت شجاع الدولہ سے ملو سالار جنگ سے کچھ حاصل نہ ہوگا جس معاملے میں انگریزوں کا قدم در میان میں ہوگا وہ معاملہ اچھے طور سے سنبھل جائیگا خان مذکور نے کسی کا کہا نہ مانا اور سالار جنگ کی معرفت ملا نواب شجاع الدولہ نے بہت تعظیم و تکریم کی یعنی صیادی کے داؤن گھات پور سے طور پر ادا کیے۔ شکار نیا تھا اُس کو دلیر کر کے نشانے کے برابر لائے۔ رخصت کے وقت

ہنوز رام نہیں ہوئے ہیں اُنکو لازم ہے کہ اب وہ زیادہ سرکشی نہ کریں اور خوشی کے ساتھ اپنے مقام پر بے خوف و بے خطر رہیں اور نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم کی ڈیوڑھی پر پہرہ کھڑا کر دیا اور آٹو لے کا محاصرہ کر کے اہل شہر پرانا جانا بند کر دیا اور رات کو منونہ کے میدان میں ٹھہرے۔ صبح کو دونوں فوجیں بسولی کی طرف روانہ ہوئیں۔

صاحبزادہ سید محمد یار خان بن نواب سید علی محمد خان کی شجاع الدولہ سے ملاقات

محمد یار خان نواب سید فیض اللہ خان دہلی رامپور کے چھوٹے بھائی ہونہ دندہ تھے۔ شجاع الدولہ منونہ میں مقیم تھے محمد یار خان نقد دو ہزار روپیہ اور چھپڑے اور پیرسے لے کر شجاع الدولہ کے لشکر میں پہنچے۔ مرزا آغا اور مرزا رمضان کو جن کی مصاحبت آجکل شجاع الدولہ سے گرم تھی یہ روپے اور چیزیں دین اور انکی معرفت شجاع الدولہ سے ملاقات کی۔ شجاع الدولہ بڑے اخلاق اور دجوتی کے ساتھ اُن سے ملے اور لڑائی کا حال دریافت کیا اور رخصت کے وقت فرمایا کہ آپ ہمارے ساتھ رہیں اور کسی طرح کا دل میں اندیشہ نہ رکھیں۔ آپ کے ساتھ اچھی طرح سلوک کروں گا اور رضاجوئی کی غرض سے ایک چوبدار متعین کر دیا کہ کوئی شخص ہمارے لشکر کا انکی حویلی سے تعرض نہ کرے لیکن بعد اسکے جتنی مدت لشکر میں رہے پھر کبھی اُنکا حال نہ پوچھا ایک دن محمد علی خان سے دریافت کیا تھا کہ کیا محمد یار خان ہمارے لشکر کے ساتھ آئے ہیں اور کسی طرح کا سلوک شجاع الدولہ نے

وقت کے معرکے دیکھے ہوئے موجود ہیں اسلئے یہ دونوں ڈرتے ہوئے بسولی کی سمت آ رہے تھے اور دو تین کوس کا کوچ کرتے تھے اس خیال میں کہ شاید محب اللہ خان سبقت کر کے لڑائی کے لیے آجائے تو عمدہ برآ ہونا دشوار ہے۔ جبکہ انکو خبر ہو چکی کہ محب اللہ خان آ رہا ہے تو بہت فکر پیدا ہوئی اور ہر کارے اسلئے بھیجے کہ اُسکے مافیاض میرے مطلع کریں کہ کس ارادے سے آ رہا ہے ہر کاروں نے محب اللہ خان کی سواری دیکھ کر اپنے آقاؤں کو خبر دی کہ محب اللہ خان نہایت سادہ طور پر شادان اور فرحان آ رہا ہے اُسکا ارادہ جنگ کا نہیں اگرچہ ہر کاروں کی اس تقریر سے کسی تشویش دفع ہوئی۔ لیکن اندیشہ رہا کہ مبادا دھوکے اور فریب کی راہ سے اس طرح آتا ہو اور لوٹے جب محب اللہ خان پاس پہنچ گیا تو انکی روح کا صدمہ دفع ہوا اور ظاہر داری و تالیف کر کے اپنے ہمراہ لیکر بسولی کو آئے اور بسولی پر سپاہ مستولی کر کے اُسکو لٹوایا اور جس حویلی میں محب اللہ خان اور دوندے خان کے اہل عیال تھے اُسے گھیر لیا۔ پھر بھی یہ جوان سادہ مزاج نجف خان اور ایچ خان سے بکثاؤہ پیشانی رخصت ہو کر حویلی میں گیا اور وہاں کا حال دیکھ کر بھی خواب غفلت سے بیدار نہ ہوا۔ اور اپنی مان سے محمد نجف خان اور ایچ خان کے الطاف کے حالات بیان کیے اور گویا یہ سمجھا کہ یہ پہرے اور تلنگے میرے ہی ہیں۔

نواب شجاع الدولہ کا آنولے کو جانا

نواب شجاع الدولہ کچھ دنوں بریلی میں ٹھہرے اور بیان کا بندوبست کر کے آنولے کو روانہ ہوئے اور وہاں پہونچ کر بجائے اشتہار جاری کیے کہ جو لوگ دھرمیوں میں

سختی اور پیرحمی کے ساتھ عیالی سے نکال کر تھ اور چھکڑوں میں بٹھا کر قیدیوں کے خیموں میں اتارا۔ شجاع الدولہ ہر روز دوندے خان کی عیالی میں جاتے اور اُسے کھدواتے اس خیال سے کہ خزانوں اور دفائن نکلیں گے مگر خاک نہ نکلا کنوؤں میں جو عیالی میں تھے غوطہ خور گھسائے ان میں سے چند صندوق تھے اور چکیوں کے دو تین پاٹ برآمد ہوئے اس سے سب کو حیرت ہوئی۔

شجاع الدولہ کا چالیس لاکھ روپے کلکتے کو گورنر کے پاس بھیجنا

فرخ بخش میں شیوہ پر شاد نے لکھا ہے کہ نواب شجاع الدولہ نے چالیس لاکھ روپے جو حافظ رحمت خان کی جنگ میں فوجی امداد کی بابت انگریزوں کو دینے کا وعدہ کیا تھا بھیجے ان روپوں کی دو ہڈیاں کر کے پچیس لاکھ روپے کی ہنڈی فیض آباد کو مرزا علی کے نام لکھ دی اور پندرہ لاکھ روپے کی ہنڈی راجہ جیت سنگھ زمیندار بنارس پر لکھی اور اُنکے پٹنے کے لیے ایک ماہ کی میعاد دی یعنی یہ تحریر کیا کہ ایک ماہ کے اندر روپیہ دیدین کو بری صاحب اور ہشتی غلام باسط یہ روپے دونوں مقاموں سے وصول کر کے کشتیوں میں بار کر کے کلکتے کو لے گئے اور گورنر کے پاس پہنچائے۔

روہیلکھنڈ کے قیدیوں کی الہ آباد کو روانگی

شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان اور دوندے خان کے عیال و اطفال کو تھ اور چھکڑوں میں بٹھا کر بریلی اور پٹیلی بھیجتے اور آٹولہ اور لبولی وغیرہ کے ہزاروں بگیناہ نام آور سرداروں اور عالموں۔ فاضلوں کے ساتھ سالار جنگ کی

انکے ساتھ نہ کیا۔ اتنا احسان ضرور کیا کہ انکی حویلی اور اسباب اور گھوڑے ہاتھیوں سے تعرض نہ کیا۔ شیدی بشیر کو جب آنے کی ضبطی کے لیے بھیجا تھا تو مسکو حکم دیدیا تھا کہ ہم نے محمد یار خان کا مال و اسباب معاف کر دیا ہے۔ کسی طرح انکے سامان کے ساتھ مزاحمت نہ ہو۔ جس وقت شیدی بشیر آنے میں پہنچا تو آنے کے بہت سے آدمی ان کی حویلی میں پناہ گیر ہوئے۔

شجاع الدولہ کا بسولی پہنچ کر دوندے خان کی حویلی کو ضبط کرنا

نواب شجاع الدولہ نے منونے سے کوچ کر کے دریاے سوت کے کنارے خیمے استادہ کرائے اور انگریز بسولی کے قریب ٹھہرے اور خواجہ بسنت کا کچھو دوندے خان کے مقبرے کے قریب اتر شجاع الدولہ نے اپنی فوج کو بسولی کی لوٹ اور محاصرے کے لیے حکم دیا جسقدر تباہی نجف خان کی سپاہ کے ہاتھ سے باقی رہ گئی اُسکو شجاع الدولہ کی سپاہ نے پورا کیا اور شجاع الدولہ نے دوندے خان کی حویلی کے آس پاس نجف خان کے پہرون کے ساتھ اپنے یہاں سے بھی پہرے کھڑے کر دیے۔ جب نواب کو پورا اطمینان ہو گیا تو سالار جنگ کی معرفت فتح اللہ خان کو کھلا بھیجا کہ تم اپنی مان کے پاس جا کر ہمارا نذرانہ طلب کرو اُس ذی ہوش نے مان کے پاس پہنچ کر شجاع الدولہ کی عنایات اور خصوصیات کی داستان بیان کی اور آپ بھی پہرون میں گھر گیا۔ دوسرے روز شجاع الدولہ خود سوار مہر کر دوندے خان کی حویلی میں پہنچے۔ خواجہ سراؤن کو حویلی میں بھیج کر مستورات کا جھاڑ لینا اور کلمات کو جھڑانا شروع کیا۔ دوندے خان کے عیال و اطفال اور تمام بچن کو نہایت

جب نواب تنگے ہوئے تو اُس عورت نے نواب رو سیاہ حرام کار کے عضو تناسل پر مارا۔ ہٹ کر اُس ناپاک کے گنج ران میں لگا لیکن نواب گنہ گار نے اُسے مطلق التفات نہ کیا اور خدا سے نہ ڈرا۔ مباشرت میں مشغول ہو گیا جب اس کام سے فرصت پائی تو اُس زخم میں پید سوزش معلوم ہوئی اسیلئے اُس عورت کو اپنے ہاتھ سے قتل کر کے اُسی خیمے میں دفن کر دیا نہ ہر آلودگی کا سبب تھا کہ کوئی مرہم کار گر نہیں ہوتا تھا اور کسی طرح زخم اصلاح پر نہیں آتا تھا۔ یہ تمام الفاظ تاریخ تیموریہ کے ہین مین نے صرف لفظی ترجمہ کر دیا ہے تاکہ نواب کے اخلاق حسنہ کا حق ادا ہو جائے اسکے بعد اس کتاب میں لکھا ہے کہ ہر چند این سخن مطلق اصل نہ داشت اما برتبہ شہرت یافتہ کہ تا حال بر زبان خلایق ست و اکثر مردمان سبب مرگ نواب وزیر الممالک میدانہ چنانچہ کسی بھاٹ نے دوہرے میں کہا ہے کہ سے ہند کا وزیر مارو روہیلکھنڈ کی روہیلی نے پڑا اور بعض کہتے ہیں کہ شجاع الدولہ نے خواب میں دیکھا کہ حافظ رحمت خان نے میری ران میں نیزہ مارا جب آنکھ کھلی تو ران میں درد پایا جسکے صدمے سے بیقرار تھے۔ نقش سلیمان میں ذکر کیا ہے کہ اصل اسکی یون ہے کہ فیض النساء معروف بوردانغام کہ وہ ایک لڑکی قوم شریف سے حافظ رحمت خان کی بڑی بیٹی نے بلور بیٹیوں کے پالی تھی اُسکو نواب شجاع الدولہ یہ نیت فاسدے آئے تھے چنانچہ وہ عورت بعد انتقال نواب شجاع الدولہ ہزمان نواب آصف الدولہ دیوانی ہو کر محل سے نکل آئی تھی اور اسی عالم میں مر گئی۔ لیکن بظاہر یہ بات دور از قیاس ہے کہ وہ عورت ایسی حرکت کی مرکب ہو اور اتنے بڑے حاکم دیشان کو ہلاک کر کے زندہ بچ سکتی اگر بعد از قیاس اُسے یہ امر کیا تو اسکی غیرت پر آفرین ہے بلکہ شیر زن کہنا چاہیے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ

سعیت میں بسولی سے الہ آباد کو بھیج دیا اور وہاں قلعہ میں قید کر دیا اور انکا علاقہ تمام وکمال ضبط کر لیا محبت خان بھی ان قیدیوں کے ساتھ الہ آباد کو بھیج دیا گیا۔ سو روپے روز حافز رحمت خان اور دوندے خان کی عیال و اطفال کے مصارف کے لیے اس تفصیل سے مقرر کیے گئے کہ پچاس روپیہ روز محب اللہ خان اور فتح اللہ خان وغیرہ متعلقان دوندے خان کے لیے اور چالیس روپے روز محبت خان اور عظمت خان اور منگل خان اور حرمت خان اور محمد یار خان اور غلام مصطفیٰ خان اور اکبر خان وغیرہ پسران حافز رحمت خان کے لیے اور دس روپے روز عنایت خان سپر حافز رحمت خان کے عیال و اطفال کے لیے۔ ارادت خان اور ذوالفقار خان سعادت علی خان غلٹ نواب شجاع الدولہ کی سفارش سے محفوظ رہے تھے۔

شجاع الدولہ کا بسولی میں علیل ہو جانا

شجاع الدولہ کو روہیلون پر ایسی عظیم الشان فتح جسکے ارمان کو انکے باپ قبر میں اپنے ساتھ لیکے مبارک ہوئی ہفتے عشرے کے بعد مقام بسولی میں انکی ران میں ایک ذہل جسکو ہندی میں بندہ کہتے ہیں نکل آیا جسکی ابتدا کسی قدر پریلی ہیئت ہی سے ہو گئی تھی اور مشورہ اس زمانے میں یہ ہو گیا تھا کہ حافز رحمت خان کی ایک بیٹی کو جو حسن صورت میں بے نظیر تھی نواب شجاع الدولہ نے اپنی صحبت کے لیے پسند کر کے قیدیوں میں سے رکھ لیا تھا ایک دن شب کے وقت اسکو اپنے پلنگ پر بٹلا یا وہ عورت فراط غیرت و شدت حمیت سے ایک چاقو زہر سے بچھا ہوا اپنی چوٹی کے بالوں میں چھپا کر ساتھ لے گئی اور اسوقت اپنے ہاتھ میں چھپا رکھا تھا

ہوا کہ ڈاکٹر نے انکی ہلاکت کے لیے مرہم زہر آلود لگا دیا تھا اور ایسا ہوتا تو کیا عجب ہے
کیونکہ انگریز بھی آخر انسان تھے شجاع الدولہ کے ہاتھ سے روہیلکھنڈ پر جو مظالم
ہو رہے تھے کون ایسا سنگدل ہوگا جسکے دل پر انکا اثر نہ ہوا ہوگا۔

شیدی بشیر کا آنولے کی ضبطی کو روانہ ہونا

نواب شجاع الدولہ نے بسولی کے مقام سے بشیر کو آنولے کی ضبطی کے
لیے بھیجا اور اُسکو سمجھا دیا کہ سید محمد یار خان ابن نواب سید علی محمد خان۔ اور نواب
سید سعد اللہ خان کی بیگم اور میان حسن شاہ کی حویلیوں سے مزاحمت نہ کرے باقی
کام آنولے کو لوٹ لے یہ شخص شجاع الدولہ کا غلام زرخیز تھا اور پٹھانوں سے
سخت عداوت رکھتا تھا۔ اس پیرحم نے پہونچکر تمام آنولے کو تباہ و برباد کر دیا۔
کوئی تحقیقات نہ کی۔ اپنی آتش غضب میں تر و خشک سب کو جلادیا اور احاکشن
نام ایک عطار تھا اُسکے دونوں کان کاٹ لیے۔ اُسکی اس ظلم ناک کارروائی
نے تمام آنولے میں تنگہ ڈال دیا جسکے پاس جو کچھ موجود تھا اُسنے بے طلب لاکر حاضر
کر دیا ناک کان کے خون سے کسی نے اپنے پاس ایک جبتہ باقی نہ رکھا۔ یہ روز بھی
طرزہ حشر و نشر کا تھا۔

مولوی غلام جیلانی خان کی شجاع الدولہ سے

ملاقات اور انکی حویلی کا ضبطی سے بچ جانا

مولوی غلام جیلانی خان روہیلون میں ایک ممتاز رسالہ دار تھے اور انکی

بد تھی جس کا مادہ محشم خانی کے مصنف نے آشک سے بتایا ہے تاریخ تیموریہ
 میں بھی یہی کہا ہے کہ نواب بسب عورتوں کی مباشرت کے امراض مزمنہ میں گرفتار
 ہو گئے تھے چنانچہ لبولی میں انکی ران کی جڑ میں بد نکل آئی چونکہ اس مرض سے
 ہلاکت کا اندیشہ کم ہے انھوں نے بسب طاقت کے پروانہ کی اس حالت میں
 بھی اکثر عورتوں سے مباشرت کر لیتے تھے اور گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کو بھی جاتے
 تھے اس وجہ سے مرض بڑھنے لگا جراح اور ڈاکٹر جو اپنے فن میں کامل تھے علاج
 میں بڑی کوشش کرتے تھے کبھی نشتر سے چیر کر مادہ خارج کرتے تھے کبھی دوا لگاتے
 تھے لیکن بالکل اثر نہیں ہوتا تھا بلکہ ورم بڑھتا تھا اور تھوڑا سا صدمہ ہو پنچنے
 سے پھٹ جاتا تھا اس عرصے میں لال ڈانگ کا سفر پیش آیا۔ نواب نے ہاتھی
 کے حوضے میں مربع نشینی کے ساتھ سفر کیا اسلئے مرض نے زیادہ شدت پکڑی
 اسپرمنت میں کمی نہ کی محاصرے کے وقت برابر فوج اور مقامات کی دیکھ بھال کے
 لیے سوار ہوتے تھے۔ مادہ یہاں تک تیز ہو گیا کہ اسکی تکلیف اور سوزش سے
 دونین دن تک کھانا پینا بند رہا رات دن تڑپنے لگے غش پر غش طاری ہوتا
 یہاں تک مواد کو ترقی ہوئی کہ سرین کی طرف دوسرا منہ کر لیا پیپ اور لہو برار
 کے شامل آنے لگا ڈاکٹروں اور ہندوستانی جراحوں نے اسکے معالجے میں
 نہایت کوشش کی مگر کسی صورت سے صحت نہوئی روز بہ روز ترقی ہوتی تھی
 جراح یہاں تک دعوئے کرنے لگے کہ کسی لکڑی کو شکاف دے کر مرہم لگایا جائے
 تو ہمیں یقین ہے کہ وہ بھی بھر جائے خدا جانے یہ کیسا زخم ہے کہ مندرل نہیں ہو سکتا
 محشم خانی میں لکھا ہے کہ شجاع الدولہ اولوالعزم تھے اسلئے لوگوں کو ایسا گمان

اور تمام شہروں پر جھاڑو پھیر دی۔ کرنیل چیمپین نے جب یہ حال دیکھا تو گورنر کو لکھا مگر وہ اس وقت مجبور تھے کہ نواب شجاع الدولہ سے کوئی عہد اس باب میں نہ ٹھہرا تھا کہ فتح کے بعد کیا کیا جائے غرض کرنیل مجبور تھا نواب کو سمجھاتا تھا کہ یہ ظلم مت کرو۔ ہنٹر صاحب نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ وزیر اودھ نے انگریزوں کی کمک سے روہیلوں کو کمال بیرجی کے ساتھ جیسا کہ ایشیائی ملکوں کی لڑائی میں ہوا کرتا ہے پامال کیا۔ تاریخ ہندوستان جیسے گریڈ میں لکھا ہے کہ بہادر حافظ رحمت خان کی موت نے اُسکے ملک کی قسمت کا فیصلہ کر دیا تھا جو بغیر رحم کے لوٹا جاتا ہے اور اُسکے بد قسمت باشندے ہر ایک طرح کے مظالم کا شکار تھے۔ کرنیل چیمپین کہتا ہے کہ ہمارا بریگیڈ فتح کے بعد اس افسوسناک منظر کا ایک شاہد تھا اور ایسا منظر دیکھا جو ذکر کے قابل نہیں۔ مؤلف تاریخ مذکور لکھتا ہے کہ چیمپین صاحب کے اس فقرے سے۔ لارڈ مکالے کے اُس کلام کی کنجی ہم کو مل گئی جو انھوں نے اپنی فصاحت آمیز تقریر میں کہا تھا (وہ ہذا) اُسکے بعد خوفناک ہندوستان کی لڑائی خوبصورت وادی اور روہیلکنڈ کے شہروں میں شروع ہوئی۔ وہ تمام ملک شعلہ جوالہ تھا ایک لاکھ سے زیادہ آدمی جنگل اور بن میں اپنا گھر چھوڑ کر چلے گئے اور یہ سمجھے کہ بھوک اور بیماری سے مرنا اور شیر و ہنگ کے منہ میں پڑنا اُس ظالم کے پھندے میں پھسنے سے اچھا ہے جسکے ہاتھ عیسائی گورنمنٹ نے اُنکی جان و مال اور عزت و آبرو و روپے سب بیچ ڈالے ہیں۔ مولوی ذکار اللہ صاحب نے تاریخ ہندوستان میں لکھا ہے کہ کیا افسوس کی بات ہے کہ وہ لشکر اور افسر جو اپنی بہادری اور شجاعت کا دعوئے کرتے ہوں وہ بیگناہوں کے گائون کو

اولاد اب بھی راہپور کے دو محلے میں رہا اور اعزاز رکھتی ہے۔ حافظ رحمت خان کی شکست کے بعد انھوں نے آنولہ نہیں چھوڑا بلکہ انھیں کے اصرار سے نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم بھی آنولہ سے نہیں نکلی تھی مولوی غلام جیلانی خان بسوئی میں راجہ بلا سراے کی معرفت شجاع الدولہ سے ملے شجاع الدولہ مولوی صاحب کو اپنی خرگاہ تک ہمراہ لینگے اور جنگ کا حال دریافت کرتے رہے بشیر خان جب آنولہ کی ضبطی کو گیا تو اُسے مولوی غلام جیلانی خان کی حویلی پر بھی پہرہ بٹھادیا دانہ پانی سب قرق کر لیا مولوی صاحب کے معتمد شیخ لطف اللہ کو قید کر دیا۔ مولوی صاحب بسوئی میں شجاع الدولہ کے لشکر میں موجود تھے۔ عبد الرحمن خان اور محمد سعد اللہ خان پسران یوسف خان قندھاری کی سفارش بشیر کے پاس آنولہ میں لائے اور اس صورت سے انکی حویلی واکذاشت ہوئی۔ ایک ہاتھی اور کچھ برتن اور کپڑے ضبطی میں آئے اور حسب قدر گھوڑے اونٹ چھکڑے وغیرہ سامان بسوئی میں انکے پاس تھا وہ بھی ان دونوں رسالہ داروں کی وجہ سے محفوظ رہا۔

شجاع الدولہ نے روہیلون کو ایسی برہمنی اور بھرتی کے ساتھ پامال کیا کہ جبکا دروانگریزی مورخوں اور پارلیمنٹ کے ممبروں اور کورٹ ڈائریکٹرز نے بھی محسوس کیا۔ اور ہندوستان کی تاریخ میں جو کوئی ہمدردی نوع انسان اس مقام پر پہنچتا ہے وہ

ان حالات پر دودھ آنسو بہا جاتا ہے

شجاع الدولہ نے تمام روہیلکنڈ کو کھنڈیل ڈالا۔ اور سارے ملک میں تلخ ڈال دی

ظالم نامرد مذوی کو دیدین گورنر اس بات کو خوب سمجھتا تھا کہ میں کیا کرتا ہوں۔
 میجر سکوٹ جو اس بدکرداری کے لیے عذر کرتے ہیں وہ بدتراز گناہ ہے
 کہ روہیلے کچھ اصلی متوطن اس ملک کے نہ تھے یوں ہی ٹیڑھے غارت گر گھس آئے
 تھے اُن کا ملک سے نکال دینا عین عدالت تھی۔ صاحب شاید اس وقت اپنے تئیں
 بھول گئے۔ اُنکے نزدیک اگر کلکتہ اور مدراس سے کوئی انگریزوں کو نکالتا تو بھی
 انصاف ہوتا۔ اس وقت ایسے غاصب ہندوستان میں سو میں نوے تھے۔
 اودھ کی سلطنت غصب سے نہ بنی تھی تو کیسے بنی تھی۔ غرض جو اس فعل کی
 زشت کرداری کو ڈھانکتے ہیں وہ بے شرمی سے اپنا سارا پردہ کھولتے ہیں۔

روہیلوں کے علاوہ عام رعایاے روہیلکھنڈ بھی

مدتوں برباد رہی

بلاسرے بن دیوان مان راسے نے شجاع الدولہ سے دو کروڑ روپے میں اجارہ
 روہیلکھنڈ کی ضبطی کا لیا اور آپ اس کام کو اختیار کیا۔ اُسے عبدالستار خان
 کا مکان لوٹ لیا اور شاہ اشرف کو کہ آٹوے میں رہ گئے تھے قید کر دیا دولت رام
 اور لالچی سا ہو کار کو بھی باندھ لیا۔ غریب۔ مساکین۔ علما۔ فضلا اور گوشہ نشینوں پر
 طرفہ حشر برپا کیا۔ دیوان کا نخل اور راؤ پٹا سنگھ نے کہ روہیلوں کی دولت سے
 پرورش یافتہ تھے اور تمام ملکی و مالی معاملات سے واقف تھے روہیلکھنڈ کی
 المضاعف تحصیل پر ذمہ داری کی اور تمام برسوں کی باقیات اور سالہا سال کی
 تقاوی کو رعایا سے جبراً وصول کیا جبکہ انکی تحریر کے موافق روپیہ وصول ہوا

آگ میں جلتے اور بچوں کو ماؤں کی چھاتیوں پر قتل ہوتے ہوئے۔ صاحب عصمت عورتوں کو بے عصمت ہوتے ہوئے دیکھا کریں اور انکی حمایت نہ کریں اور ظالموں کو ظلم کرنے سے نہ روکیں غرض ان بہادر ورنے آدمیوں کو شیروں کے ہمسائے میں بھیجا اور شیروں کی جگہ خنزیریوں کو بٹھایا۔ نتیجہ لڑائی کا یہ تھا کہ شجاع الدولہ روہیلوں کے ذبح کرنے میں قصائی بن گیا انکی ننگ و ناموس اور جان و مال کو خاک میں ملا دیا۔ شجاع الدولہ کے دل میں اس گروہ کی طرف سے ایسا کینہ تھا کہ اسنے گورنر سے پہلے ہی کہا تھا کہ میں انکا بالکل استیصال چاہتا ہوں وہی اسنے کر دکھایا کوئی قطعہ درخیز اس ملک کا ایسا نہ تھا کہ جسکو اسنے ویرانہ نہ بنایا ہو۔ جبکہ روہیلوں کی لڑائی کی خبر کورٹ ڈائریکٹر کو ہوئی تو اسنے ایک مراسلہ وارن ہسٹنگز کو نہایت خشونت آمیز ناملائم عبارت میں لکھ بھیجا اور خاص اس بات پر کہ وہ روپے کی طمع سے اس لڑائی کو لڑا نہایت تفسیح اور تنبیہ کی۔ اس لڑائی پر مورخوں اور محققوں نے بڑی بحث کی ہے۔ گلیج صاحب لکھتے ہیں کہ ملکی ضرورتوں کے اعتبار سے دیکھیے یا اخلاق انسانی کے لحاظ سے غور کیجیے تو میرے نزدیک کوئی کام وارن ہسٹنگز نے ایسا نہیں کیا ہے کہ اسکی پیشانی پر بدنامی کا طعنا بنایا جائے مولوی ذکار اللہ صاحب نے اسکا جواب یوں دیا ہے کہ اگر ہم کچھ سمجھ رکھتے ہوں تو اس امر کو تسلیم کرینگے کہ بُرا کام اُجرت پر بُرا ہے لڑائی بھی ناحق کرنی جب تک کوئی ہم کو نہ چھیڑے بُرا کام ہے ایسے روہیلوں سے لڑنا بُرا تھا اور روہیلوں کے ساتھ لڑنے کا کوئی اور مقصود نہ تھا سو اسکے کہ ایک عمدہ انتظام ملکی کو شجاعت شعار اور معدلت گسار قوم سے لے کر ایک

سید علی محمد خان کے عہد میں دارالاسلام تھا اور نواب مدوح نے بڑی کوشش کے ساتھ آبادی میں ترقی دی تھی قلبہ اور مسجدین تعمیر کرائی تھیں آنوے کی دینداری پر بلاد اسلام کو رشک تھا شجاع الدولہ کی فتح کے بعد اس شہر کی یہ نوبت پہونچی کہ اخون محمد رحیم کی مسجد میں کہ جو ایک مقدس اور مجتہد شخص تھے رنڈیان اور فاحشہ عورتیں رہنے لگیں اور علانیہ اُن میں بیچکر کسب کرتیں بد فعلی میں مشغول رہتیں اُن سے کوئی یہ تعرض نہیں کرتا کہ تم مسلمانوں کے ایک مقدس مقام میں ایسا کیوں کرتی ہو۔ یہ تو دالیان اودھ کی سہلکھٹ میں حکومت کا اثر ہوا اب روہیلون کی حکومت کی برکات کا حال سنیے جامہ بانجا اور تملکہ ذکر ملک میں لکھا ہے۔ انصاف یہ ہے کہ اسلام کے مراسم اور دینداری کی باتیں جیسی اس قوم میں جاری ہیں دوسری جگہ نوگی۔ نماز۔ روزہ۔ تلاوت قرآن اور علوم کی تحصیل وغیرہ بڑے اہتمام سے ادا کرتے ہیں۔

حافظ رحمت خان جو اپنے مربی سید علی محمد خان کے دامن دولت کے سائے میں ترقی پا کر اس رتبے کو پہونچے تھے اُن میں خود بہت سے فضائل موجود تھے حافظ قرآن تھے۔ علم دین سے واقف تھے۔ عفو اور تواضع اور کرم اور تقویٰ اور دیانت سے متصف تھے۔

تذکرہ حکومت المسلمین میں اُنکے اوصاف میں لکھا ہے کہ حافظ رحمت خان مرو خدا ترس۔ رحمدل بنصف۔ سخی۔ دانا و جانمرد تھے۔ اگر وہ اپنے ولی نعمت کے مرنے کے بعد اُسی طرح جادہ صداقت پر قائم رہتے اور صابرانہ طور کے حقوق کو تلف نہ کرتے تو حق یہ ہے کہ اُنکی لائف بالکل بے داغ ہوتی۔

تو سا ہوکا رون۔ بقالون شرقا اور غربا کو لوٹنا شروع کیا اور سب کو نان شبینہ کو محتاج کر دیا۔ نتیجہ اسکا خود بھی شدید بھیر کے ہاتھ سے بہت بڑا پایا۔ طرفہ یہ کہ دیوان کا نخل کے اعمال بد کی پاداش میں پسران دیوان مان راے اور بنسی دھر اور ناتاک چند اور نجت مل بھی سزا یاب ہوئے انپر بھی مطالبے میں خوب مار پڑی اور بے حرمت کیے گئے۔ پہاڑ سنگھ پر اتنی کشاکش اور تقاضا اور سختی ہوئی کہ صدمے سے مر گیا۔ جے گو پال پسر پہاڑ سنگھ نے کندن لال گماشتہ پہاڑ سنگھ کے ہاتھ سے اتنی اذیت اٹھائی کہ محالات کے اجارے سے دست بردار ہو گیا۔ کندن لال نے چالینس لاکھ روپیہ سالانہ کو بریلی وغیرہ حافظ رحمت خان کے ملک کا ٹھیکہ لیا اور بریلی میں کچھ دنوں عیش و عشرت سے بسر کی جب چالینس لاکھ روپے فراہم نہ ہو سکے تو بقالون اور سا ہوکا رون کو ستانا شروع کیا جنکو حافظ رحمت خان نے برسوں میں آباد کیا تھا اُسے اُن لوگوں کو دو تین مہینے میں ویران اور پریشان کر دیا۔ کندن لال کو اسکا بدلہ منتقم حقیقی کی طرف سے ملا کہ راجہ صورت سنگھ نے اسکے خاندان کو ضبط کر کے اور خدمات سے معزول کر کے قید کر دیا۔

اسلامی مقدس چیزوں کی اہانت

شجاع الدولہ کی فتح سے روہیلکھنڈ میں اسلامی آثار کو بہت صدمہ پہونچا فتح بخش کا مؤلف شیو پرشاد کہتا ہے کہ مسجدوں۔ مدرسوں۔ خانقاہوں اور مقبروں میں تلنگے گوبر سے چوکا لگاتے اور کھانا پکاتے ہیں آؤلہ لوآب

ستقیم خان نے جواب میں ایک عرضداشت اس مضمون کی لکھی کہ غلام نوکری پیشہ ہے کسی مالک ملک کو یاد فرما کر ملک دینا اور سرفراز فوانا چاہیے۔ غلام سرکار کا غلام ہے پھر شجاع الدولہ نے شفقہ بھیجا کہ تم جس کا نام بتاؤ ہم اسکو سرفرازی دینا اسوقت ستقیم خان نے نواب سید فیض اللہ خان پسر نواب سید علی محمد خان بہادر کا نام لیا بلکہ گل رحمت سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب شجاع الدولہ نے دوسرے سرداران روہیلہ کے پاس بھی شفقہ بھیجے تھے کہ ہمارے پاس چلے آؤ ہم تمہارے لیے جاگیر میں مقرر کر دیں گے مگر کسی نے منظور نہ کیا۔

نواب سید فیض اللہ خان صاحب نے دیندار پنجابی کی معرفت چمپین صاحب سے خفیہ خط و کتابت شروع کی جبکہ باہم تحریرات خوب جاری ہو گئیں تو عبدالرحیم خان داروغہ شترخانہ کو سفیر بنا کر کرنیل چمپین صاحب کے پاس بھیج کر دوستی کو مضبوط کیا اس سفارت کا اصلی منشا یہ تھا کہ نواب سید علی محمد خان بہادر کے باقی ماندہ بیٹوں میں سے اب بڑے بیٹے نواب سید فیض اللہ خان ہی ہیں۔ اس بنا پر اگر ملک روہیلہ کا نواب سید فیض اللہ خان کے سپرد کیا جائے تو نواب مدوح نواب شجاع الدولہ کو اس ملک کا پورا پورا خراج دیتے رہیں گے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کو ایک مغول رقم ہرجہ جنگ کی بابت ادا کرینگے۔ اس سفارت کا مضمون کرنیل چمپین نے لارڈ وائزن ہسٹنگ کی خدمت میں تحریر کیا لیکن انگریزی حکومت نے روہیلہ کا ملک شجاع الدولہ کے سپرد کرنے کا پہلے سے اقرار کر لیا تھا اس واسطے لارڈ مذکور نے کرنیل چمپین کو جواب دیا کہ تم کو اس معاملے میں دست اندازی کرنی نہ چاہیے شجاع الدولہ کو اختیار ہے اس خط و کتابت اور سفارت کے درمیان میں کئی مہینے

لال ڈانگ کا حال

جب سے روہیلکھنڈ میں بخشی مراد خان فتح خان غانسان اور دودے خان وغیرہ کا انتقال ہو کر انکی اولاد میں نفاق و فساد پیدا ہوا تھا تو اکثر رسالہ داروں اور جامعہ داروں نے کمر بن کھول دیا تھا۔ بہت دنوں سے نوکری ترک کر کے خانہ نشین ہو گئے تھے کوئی تجارت کرنے لگا تھا کوئی کھیتی کرتا تھا۔ جب روہیلکھنڈ کی تباہی کی یہ نوبت پہنچی تو یہ تمام لوگ اپنے بال بچوں کو ساتھ لیکر راتوں کو پیادہ پا اپنے مکانون سے نکلے اور جوق جوق لال ڈانگ پہنچے۔ اس وجہ سے ایک بھاری جمیعت نواب سید فیض اللہ خان کے پاس ہو گئی مگر تمام ٹپھان نہایت بیوقوفی کی حالت میں وہاں پہنچے تھے۔ بریلی۔ آئولہ۔ بسولی۔ اوجھانی۔ سنہل۔ امروہہ اور پٹیلی بھیت وغیرہ سے جو لوگ نکلے وہ بیک بینی و دو گوش تھے بدن پر لباس بھی درست نہ تھا۔ سامان جنگ درکنار لیٹے تلگنوں نے سالم کپڑا بھی بدن پر نہ چھوڑا تھا نواب سید فیض اللہ خان نے اپنی قوم کی تباہی و پریشانی ملاحظہ کر کے خزانے کا منہ کھول دیا اور تمام لوگوں کو دیا۔ خبر مشہور ہوتے ہی ہزاروں آدمی آپ کے جھنڈے کے تلے جمع ہو گئے اور نواب نے مستقیم خان ولد شیخ کبیر کو ایک زبردست فوج کے ساتھ شجاع الدولہ کے ستانے کے لیے نجیب آباد کی طرف بھیجا۔ گیان پرکاش مولفہ رام چرن داس عرف مٹھو لال ساکن قنوج سے معلوم ہوتا ہے کہ شجاع الدولہ نے مستقیم خان کو ایک شقہ اس مضمون کا لکھا کہ تم ہمارے پاس چلے آؤ اور ہماری نوکری قبول کرو اور ہم تم کو ملک دیں گے۔

پہنچ کر نجیب آباد اور قلعہ پتھر گڑھ پر قبضہ کیا یہ دونوں مقام اُن کے رفیق نواب
 ضابطہ خان سپہر نواب نجیب الدولہ کے تھے۔ اور بیان کئی مقام کر کے موہن پور
 کی جانب فوج کو بڑھایا یہ گاؤں بھنبیس گھاٹ ناگل کے قریب واقع ہے اور
 لال ڈانگ کے کنارے جا پہنچے اور خیمے کھڑے کرائے اور مورچے تیار کرائے۔
 شجاع الدولہ کے اہلکاروں نے اپنے آقا سے عرض کیا کہ روہیلوں کا کیپ بیان
 سے سولھا کوس پر ہے اور راہ میں کئی بن حائل ہیں اور کانس اتنی بڑی ہے
 کہ اُس میں ہاتھی نہیں معلوم پڑتے اور ڈھاک کا بن بھی بچہ گنجان ہے اور ہانس
 اس کثرت سے ہیں کہ پیادہ و سوار کا گزر روہیلوں کے مورچوں تک دشوار ہے
 بیان سے تو کوئی صورت ایسی نہیں نکل سکتی جس سے روہیلے مغلوب ہوں نواب
 ضجاع الدولہ بچہ پتھر تھے مصاحبوں سے کہنے لگے کہ ہم نے ادھر آنے میں اتنی جلدی
 کی پھر مٹھنا جو اندودی کے خلاف ہے۔ ایسا کام کرنا چاہیے جس سے روہیلوں پر
 ہر اس غالب ہو اور وہ گھبرا جائیں اسلئے جنگل کو صاف کرنا چاہیے اہلکاروں
 نے جواب دیا کہ ایسا وسیع جنگل صاف کرنے اور اسکا جھاڑ بھنکاڑ کاٹنے سے قابو
 میں نہیں آسکے گا اگر آپ کی مرضی ہو تو کانس کو اس طرح کٹوانا شروع کریں جس
 سے ایک صاف راستہ نکل آئے اور روہیلوں پر رعب غالب ہو شجاع الدولہ
 نے یہی حکم دیدیا چنانچہ ہیلہ ارون اور مرزوروں کے گروہ نے کانس کاٹ کر
 دو تین کوس تک راستہ صاف کیا۔ اہلکاروں نے شجاع الدولہ سے کہا اگر دو تین
 کوس تک اس طرح راستہ بن گیا تو اس سے کوئی کشود کار نہیں ہوتا کیونکہ روہیلوں
 کے پڑاؤ تک کئی قسم کی لکڑی کے جنگل پڑتے ہیں ایسے بڑے بن کاٹنا مشکل ہے

گزر گئے۔ گرمی کا موسم ختم ہو گیا۔ اتنے دنوں تک نواب سید فیض اللہ خان ایک دم کو بھی اپنے بند و بست سے غافل نہ رہے اور جا بجا منادی کر کر دھیلوں کو اپنے پاس بلاتے رہے۔ یہاں تک کہ قریب چالیس ہزار دھیلوں کے لال ڈانگ پر جمع ہو گئے۔ اسکے علاوہ ناکہ بندی اور خندق وغیرہ کا خوب انتظام کر لیا۔

فوج نجش مؤلفہ شیو پرشاد سے مستفاد ہوتا ہے کہ نواب شجاع الدولہ نے ایک بھاری دعوت انگریزوں کی ترتیب دی تمام لشکر کے صاحبان انگریز کو مدعو کیا اور سب کو کھانا کھلا کر ان کے ساتھ تپاک خوب ظاہر کیا بعد اسکے محمد علی خان کو کرنیل جمپین کے پاس بھیجا اور ان کی تالیف کی اور روزانہ بہت سے تحائف ان کے پاس بھیجنے شروع کیے۔ پھر ایک دن یہ کہلا بھیجا کہ اگر آپ کی مرضی اور صلاح وقت ہو تو یہاں سے لال ڈانگ کی طرف کوچ کرنا چاہیے کہ ٹھکانوں کا مجمع بڑھ رہا ہے برسات کا موسم شروع ہو گیا تھا کرنیل صاحب نے یہ جواب دیا کہ برسات کا موسم ہے روز بارش ہوتی ہے اس صورت میں بار برداری اور توپخانے کا روانہ ہونا دشوار ہے یہ جواب سنکر شجاع الدولہ نے پچاس ہاتھی اور پچاس خیمے ہتھو بہ مع صاحبی قنائون کے انگریزی لشکر میں بھیج دیے اور آخر جمادی الاول ۱۲۰۷ھ میں شجاع الدولہ نے خود بسولی کی چھاؤنی سے شدت بارش اور سخت علالت کی حالت میں کوچ کیا دریا سے سوت کو عبور کر کے خیمہ زن ہوئے اور یہاں ایک مقام انگریزی لشکر کے ساز و سامان کی درستی میں کیا۔ اور علی خان کو تحریک کے لیے کرنیل جمپین کے پاس بھیج دیا۔ انگریزی فوج بھی بسولی سے روانہ ہوئی اور تیفقہ نو حین لال ڈانگ پر حملہ کرنے کو آگے بڑھیں۔ شجاع الدولہ نے پہلے ضلع بھونین

تجوئے کے موافق ہر دوار کے گھاٹ کی نگرانی کرے اور غلے کا ایک دانہ پٹھانوں کے پاس نہ پہنچنے دے۔ اس نے ناکہ بندی کرنی شروع کی تاکہ کوئی چیز روہیلوں کے لشکر بین گنگا پار سے نہ پہنچ سکے اس واسطے اب پھر محصورین پر تکلیف شروع ہو گئی۔ اور بھوک اور بھارنے کی بجاعت کو روز بہ روز گھٹاتا شروع کیا۔ مگر روہیلے چونکہ پہاڑی قوم تھے وادوش میں طاق تھے پہاڑ پر دوڑنے اور پیادہ پا چلنے کے عادی تھے پہاڑوں پر جانے لگے اور غلے کی گھڑیاں سروں پر اٹھا کر لانے لگے خود بھی کھاتے اور فروخت بھی کرتے البتہ ہندوستانی آدمی بوجہ آرام طلبی کے تکلیف پاتے تھے اب غلہ ایک روپیہ کا چار سیر فروخت ہوتا تھا گھوڑے سچر اور بیل دانہ نہ ملنے سے کمزور ہو گئے اور چونکہ ہری گھاس کے عادی تھے ہزاروں تلف ہوئے اور جو باقی رہے وہ بھی نہایت ناتوان تھے مورچے کے لوگ کہتے تھے کہ بیان کی گھاس چوپایوں کے موافق نہیں البتہ پہاڑی گھوڑوں کو جنھیں گونٹ کہتے ہیں موافق ہے توک جہانگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑی گھوڑا جو گونٹ کہلاتا ہے چھوٹا ہوتا ہے شاید گونٹ لفظ ٹانگن کا مترادف ہے۔ البتہ عمدہ داروں کے گھوڑے معمولی راتب پانے کی وجہ سے فریب تھے۔

صلح کی تکمیل اور عہد نامہ

محمد عباس علی خان کہتا ہے کہ ہر روز مورچوں اور میدان کی جنگ طرہ میں کئی مہینے تک ہوتی رہی۔ روہیلوں کو ابھی تک یہی گمان تھا کہ مخالف کی فوج موسمی بیماری اور آب و ہوا کے نقصان کے باعث بہت جلد محاصرہ

نواب شجاع الدولہ نے روہیلوں کے تنگ کرنے کی دوسری ترکیب یہ نکالی کہ روہیلوں پر رسد بند کرنی چاہیے اور اس واسطے کہ روہیلوں نے پسند کیا پہاڑ کی جانب جو رسد روہیلوں کو پہنچتی تھی وہ اس قدر نہیں سمجھی جاتی تھی کہ چالیس سچاس ہزار آدمیوں کو کافی ہو سکے شجاع الدولہ نے تمام حکام ضلع اور تحصیلداروں کو پروانے بھیج دیے کہ پٹھانوں کے پاس لال ڈانگ پر کسی طرف سے غلہ نہ پہنچنے دیں۔ تنقیح الاخبار کا مؤلف لکھتا ہے کہ الموطے کا راجہ بھی شجاع الدولہ سے مل گیا تھا اس حکم کی بڑی سختی سے پابندی ہوئی اور اس تدبیر سے ایک قسم کی اذیت محسوس ہر گز نہ لگی تمام سپاہی اور دوکاندار مجبور ہو گئے غلہ گران ہو گیا۔ محمد عباس علیخان سواتی عباس تخلص بن دیارت خان سولہا برس کی عمر میں اپنے بھائی اخوندزادہ محمد ارادت خان کے ساتھ نواب فیض اللہ خان کے لشکر میں موجود تھا۔ اس نے اپنی سوانح عمری میں بیان کیا ہے کہ اس وقت میں ایک روپیہ کا سیر بھر غلہ بڑی مشکل سے دستیاب ہوتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان مجبور بندوں کی روزی رسانی کا یہ بندوبست کیا کہ ہر دروازے کے گھاٹ سے گنگا کو عبور کر کے بیوپاری اور بنجارے غلہ لانے لگے اور اب پھر غلہ ارزان ہو گیا ہر کاروں نے شجاع الدولہ کو خبر پہنچائی کہ نواب فیض اللہ خان کے لشکر پہ پہلے غلے کی نایابی سے سختی ہو گئی تھی مگر اب غلہ گنگا پار سے بافراط آ گیا اور محصورین فارع البال ہو گئے اور ان کا یہ ارادہ ہے کہ آپ کے لشکر پر بشخون ماریں۔ شجاع الدولہ نے نہج خان ذوالفقار الدولہ کو لکھا کہ آپ اپنی سپاہ ہر دروازہ وغیرہ کے گھاٹوں کی حفاظت کے لیے متعین کر دیں اس نے اپنے چیلے انور سیاب کو بہت سی فوج کے ساتھ بھیجا کہ نواب شجاع الدولہ کی

ساتھ کرنیل صاحب کو کہلا بھیجا کہ مجھ سے ایک بار نواب سید فیض اللہ خان کی ملاقات کر دیجیے اور کالی چرن کو کچھ بطور رشوت کے بھی دیا۔ اور اُسے رخصت کر کے آپ بھی کرنیل صاحب کے ڈیرے پر آئے اور اُنکو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ آپ خود نواب سید فیض اللہ خان کے پاس جا کر اُنھیں سمجھا کر میرے پاس یا اپنے لشکر میں لے آئیے اور کالی چرن کو پیشتر سے بھیج دیجیے۔ نواب شجاع الدولہ یہ سن کر کے کرنیل جمپین سے رخصت ہو کر اپنے خیمے میں آئے اور کالی چرن کو بھی ساتھ لیتے آئے اور اُسکو یہ پیغام دیکر کرنیل صاحب کے پاس واپس بھیجا کہ میں پندرہ لاکھ روپے کا ملک نواب فیض اللہ خان کو دیتا ہوں۔ پس سلطان اٹھکھات میں جو لکھا ہے کہ ملک رامپور کہ جمش ز یادہ از یادہ لک روپیہ دران زمان نہ بود بہ (نواب سید فیض اللہ خان اور اُن کی داشتہ تحقیق سے عاری ہے۔ اس کا روایتی کے علاوہ شجاع الدولہ نے نواب سید فیض اللہ خان کو لکھا کہ اگر آپ ہمارے پاس نہ چلے آئے تو ہم محبت خان کو بلا کر خلعت سرفرازی عطا کریں گے پھر اُن کے باپ کے رسالہ دار آپ کا ساتھ چھوڑ دینگے۔ چنانچہ نواب سید فیض اللہ خان کے رجوع ہونے کے لیے ایک شقہ الہ آباد کے قلعہ دار کو لکھا کہ محبت خان کو بیان بھیج دو کرنیل جمپین نے اپنی طرف سے تورک صاحب اور باری صاحب کو نواب سید فیض اللہ خان کے پاس صلح کی بات چیت کے لیے بھیجا۔ سوال و جواب منقطع ہو گئے تو کرنیل جمپین خود نواب سید فیض اللہ خان کے پاس گیا اور اُن سے ملاقات کی اور مشورہ کیا اور اٹھکھات اطمینان کر کے اپنے ساتھ انگریزی کیمپ میں لے آیا کرنیل صاحب نے ایک خاص فیہ نواب موصوف کے ٹھرنے کے لیے

۱۱۸
۱۱۹
۱۲۰
۱۲۱
۱۲۲
۱۲۳
۱۲۴
۱۲۵
۱۲۶
۱۲۷
۱۲۸
۱۲۹
۱۳۰
۱۳۱
۱۳۲
۱۳۳
۱۳۴
۱۳۵
۱۳۶
۱۳۷
۱۳۸
۱۳۹
۱۴۰
۱۴۱
۱۴۲
۱۴۳
۱۴۴
۱۴۵
۱۴۶
۱۴۷
۱۴۸
۱۴۹
۱۵۰
۱۵۱
۱۵۲
۱۵۳
۱۵۴
۱۵۵
۱۵۶
۱۵۷
۱۵۸
۱۵۹
۱۶۰
۱۶۱
۱۶۲
۱۶۳
۱۶۴
۱۶۵
۱۶۶
۱۶۷
۱۶۸
۱۶۹
۱۷۰
۱۷۱
۱۷۲
۱۷۳
۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶
۱۷۷
۱۷۸
۱۷۹
۱۸۰
۱۸۱
۱۸۲
۱۸۳
۱۸۴
۱۸۵
۱۸۶
۱۸۷
۱۸۸
۱۸۹
۱۹۰
۱۹۱
۱۹۲
۱۹۳
۱۹۴
۱۹۵
۱۹۶
۱۹۷
۱۹۸
۱۹۹
۲۰۰
۲۰۱
۲۰۲
۲۰۳
۲۰۴
۲۰۵
۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

اٹھانے پر مجبور ہوگی۔ مگر باوجود بیاریوں کی کثرت اور روہیلوں کے بے تعداد حملوں کے فوج فاتح نے محاصرے سے دست برداری کا ارادہ نہ کیا۔ اس وجہ سے روہیلوں کے اکثر سرداروں کی رائے صلح کرنے کی طرف مائل ہوئی آخر کار نواب سید فیض اللہ خان نے کرنیل جیمین کو اس معاملہ میں ڈال کر صلح کی بات چیت شروع کی۔ نواب سید فیض اللہ خان کے خیالات بہت وسیع تھے اور انکی طلب بہت زیادہ تھی۔ ملک میان دو آب میں ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال کی جاگیر انکے واسطے نواب شجاع الدولہ نے تجویز کی۔ مگر انکے صلح کار احمد خان خاں سامان نے انکو اس عظیم پر راضی ہونے دیا اس تقریر میں بھی ایک مہینے کا عرصہ صرف ہو گیا اور مہینہ کوئی نتیجہ قرار پذیر نہ ہوا ناچار شجاع الدولہ کی اور انگریزی فوج نے مہین پور سے آگے بڑھ کر دوہیل تک روہیلوں کے کئی مورچے توڑ کر خراب کر دیے اور پہاڑ کی تلی تک جا پہنچے۔ روہیلوں کو خوف ہوا کہ مخالفت یکا یک حملہ کر کے پہاڑی پر قبضہ نہ کر لے۔ دوسرے پہاڑ کی جانب سے رسد کی کمی بھی شروع ہو گئی شیو پر شاد نے فوج بخش میں لکھا ہے کہ نواب شجاع الدولہ روز فتح سے خلا و ملائ یہ کہا کرتے تھے کہ میں نے تمام روہیلکنڈ کو فتح کر لیا ہے اب پٹھانوں کا تخم بیان سے مٹا دوں گا اور بالشت بھر زمین انکو نہ دوں گا۔ انکی امانیت کا خیال ہذا خدا کی طرف سے انکو ملا کہ ہسٹنگز صاحب گورنر نے ایک چٹھی کرنیل جیمین کو لکھی کہ تم فوراً روہیلکنڈ سے چلے آؤ کرنیل جیمین نے چٹھی کے پونچتے ہی کالی چرن کی زبانی نواب شجاع الدولہ سے کہا بھیجا کہ میں اب بیان نہیں ٹھہر سکتا۔ کلکتے کو جاؤں گا جب یہ مضمون شجاع الدولہ نے سنا تو بہت متحیر ہوا اور نہایت منت پذیر سی کے

اور ہمیشہ وزیر کے دوست رہیں گے اور نواب وزیر کی مرضی کے موافق کام کریں گے اور ہمیشہ ہر مصیبت و بہبودی کے وقت اُنکے شریک لاجب رہیں گے۔ مولوی قدرت اللہ نے جام جہان نما میں لکھا ہے کہ اس ریاست کے عوض میں نواب سید فیض اللہ خان سے چالیس لاکھ روپے پیش کش کے طور پر شجاع الدولہ نے لیے تھے۔ لیکن تنقیح الاخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ کرنل جسیپن کی معرفت پندرہ لاکھ روپے نواب سید فیض اللہ خان نے نواب وزیر کو دیئے تھے اور فرح بخش میں ذکر کیا ہے کہ نواب سید فیض اللہ خان نے پچاس لاکھ روپے کے قریب نواب شجاع الدولہ صاحبان انگریز اور کالی چرن وغیرہ کے تواضع کیے۔ نواب سید فیض اللہ خان خواجہ لطافت کے ڈیرے پر شجاع الدولہ سے رخصت ہوئے اور انھوں نے دم رخصت شجاع الدولہ سے کہا کہ ہم چھ بھائیوں میں سے دو بھائی باقی رہ گئے ہیں۔ محمد یار خان جو ایک مدت سے آپ کے لشکر میں ہیں اور علی بن انکو میرے ہمراہ رخصت کر دیجیے شجاع الدولہ نے قبول کر کے اجازت دیدی نواب سید فیض اللہ خان نے اس خیال سے کہ زبانی بات کا کیا اعتبار ایک تحریر اُنکے رخصت کر دینے کے باب میں شجاع الدولہ کے پاس بھیجی اور اُس پر تحریری اجازت لے لی۔ نواب شجاع الدولہ نے اپنے چوہدری کی زبانی بھی صاحبزادے سید محمد یار خان کو کلام بھیجا کہ ہم نے آپ کو رخصت کیا نواب سید فیض اللہ خان کے ہمراہ چلے جائے انھوں نے چوہدری کی بات کا اعتبار نہ کیا بلکہ شیو پرشاد موثقت فرح بخش کو چوہدری کے ہمراہ بھیج کر شجاع الدولہ سے یہ عرض کرایا کہ بدون جائداد کے میں آپ کے لشکر سے نہیں جاؤں گا۔ شیو پرشاد نے ایک عرضی اس مضمون کی لکھ کر نواب شجاع الدولہ کو

استادہ کرایا۔ اور نواب صاحب کو اپنے ساتھ شجاع الدولہ کے پاس لے گیا اور بڑے اکرام کے ساتھ ملاقات کرائی اسی ایک مرتبہ نواب شجاع الدولہ نواب فیض اللہ خان کی فرودگاہ پر باز دید کے لیے آئے۔ شجاع الدولہ نے دہلی کی تکلیف کی وجہ سے نواب صاحب کا آنا غنیمت جانا اور انکی اصلی ریاست پر کہ سرساوان اور شاہ آباد اور جو محلہ مشتمل تھی چھ پر گئے یعنی اجاون۔ کابر۔ بلاسپور۔ ریڑٹھا کر وارہ اور سرگڑہ اضافہ کر کے نو پر گئے چودہ لاکھ پچھتر ہزار روپے کی آمدنی کے انکی ریاست میں مقرر کیے۔ روہیلکھنڈ گڑھی میں مذکور ہے کہ اس معاہدے کے وقت روہیلکھنڈ نے حافظ رحمت خان کے اہل و عیال کی رہائی کے بارے میں بہت زور دیا۔ اس واسطے شجاع الدولہ نے انکی رہائی کی بابت حکم دے کر نواب محبت خان کو الہ آباد سے واپس بلا لیا۔ لیکن صلح کی کارروائی انکی واپسی سے پہلے ختم ہو چکی۔ عہد نامہ کریمل جیمین صاحب کے ڈیرے پر۔ اکتوبر ۱۷۷۵ء مطابق رجب ۱۱۹۵ھ کو تحریر ہوا۔ اس عہد نامے میں یہ بھی تھا کہ نواب سید فیض اللہ خان اپنی فوج میں پانچ ہزار آدمیوں سے زیادہ نوکر نہ رکھ سکیں گے اور اس فوج میں سے ہنگام ضرورت شجاع الدولہ کی امداد کے واسطے دو تین ہزار سپاہ دینا پڑا کرے گی اور اگر وزیر خود فوج کے ہمراہ جائینگے تو وہ بھی خود مع اپنی سپاہ کے انکے ہمراہ رہیں گے اور وزیر انکے خچ کے متعل ہونگے۔ باقی روہیلکھنڈ کو اپنے ملک سے گنگا پار نکال دینگے اور وزیر کے سوا کسی سے اتفاق پیدا نہ کریں گے اور انگریزی عہدہ داروں کے سوا اور کسی سے تحریر کی رسم جاری نہ رکھیں گے اور وزیر کے دوستوں کو اپنا دوست اور انکے دشمنوں کو اپنا دشمن تصور کریں گے

شجاع الدولہ اور مرزا نجف خان ذوالفقار الدولہ میں ملک مفتوحہ کا سمجھوتہ اور اُس کا انتظام

سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ مرزا نجف خان اُس زمانے میں ایک ادنیٰ مرتبے سے اعلیٰ مرتبے کو پہنچا تھا یہاں تک کہ شجاع الدولہ کے ساتھ برابری کا دم بھرتا تھا شجاع الدولہ اُسکے دشمن تھے مگر مقتضائے وقت دوست بن کر ظاہر داری میں مصروف تھے یہاں تک کہ اپنی بیٹی اُسکے ساتھ منسوب کر دی تھی اور ہمیشہ اُسکی رنجوشی کرتے رہتے تھے مرزا نجف خان نہایت جوانمردی اور فتوت کا آدمی تھا وہ ہمیشہ شجاع الدولہ کی چالوسی کو دلی بات سمجھتا تھا اور پُرانی رسم کے بموجب اُسکے روبرو آداب بجالاتا تھا۔ اس وقت میں کہ روہیلون کی قسمت نے پلٹا لکھا اور اُنکا ملک چھین گیا اُنکے ملک میں سے جسقدر ملک شاہ حسین مرہٹوں کی مدد سے نواب ضابطہ خان سے نکل کر نواب نجف خان کے قبضے میں آیا تھا اُس میں سے بعض حصہ جیسے چاند پور۔ نگینہ اور تچھر گڑھ وغیرہ گنگا کے اس پار شمال رو یہ فتح اللہ خان اور محب اللہ خان ابنا سے دوندے خان کے ملک سے ملحق تھا اور اکثر ملک جیسے بارہ اور سہارنپور وغیرہ گنگا کے اُس پار مغرب اور جنوب رو یہ واقع تھا اور جو ملک اب شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان اور اولاد دوندے خان و پسران بخشی سردار خان و ابنا سے فتح خان خانان سے فتح کیا اُس میں سے نصف حصہ تو گنگا کے خرتی و شمالی سمت صوبہ اودھ سے ملحق تھا جیسے شاہجا پور بریلی۔ آئولہ۔ تلہر۔ اور بدایون وغیرہ اور نصف ملک دو آپے کی طرف تھا جیسے

خدمت میں پیش کی اُسپراٹھون نے اپنے قلم سے یہ لکھا اجمال درمیان ماو نواب فیض اللہ خان بہادر بیچ تفاوت نمائندہ شمار بخواسش و آرزو سے تمامی سے برند البتہ یک چیزے جائداد مقرر خواہند نمود الا بعد چندے در فیض آباد نزد این جانب بیانیدار فضل الکی جائداد مقرر خواہ شد۔ گیان پرکاش کا مؤلف کہتا ہے کہ معاہدے کے بعد مستقیم خان بھی شجاع الدولہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور غلٹ پایا۔ روہیلکھنڈ گرنیٹر میں لکھا ہے کہ اس عندنا سے پر دستخط ہونے کے بعد نواب سید فیض اللہ خان نے سترہ اٹھارہ ہزار روہیلیوں کو جو بڑی عاجزی کے ساتھ امان طلب کرتے تھے مع اُنکے عیال و اطفال کے اس ملک سے نکال کر میان دو آب میں پہنچا دیا۔ اور فرج بخش میں شیو پر شاد بتاتا ہے کہ صلح کی کارروائی کے بعد پچاس ہزار پیادہ و سوار کہ اُن میں سے اکثر نواب شجاع الدولہ کے بھی روشناس اور ملاقاتی تھے کرنیل جیمین کے مواجہ میں لنگا پار اُٹھا دیے گئے ان لوگوں میں احمد خان وغیرہ سپران بخشی سردار خان بھی تھے۔ تاریخ جیمس گرنیٹ میں مذکور ہے کہ اُسے اُتار میں جو ایک بیان لندن میں شائع ہوا تھا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ لاکھ آدمی روہیلکھنڈ سے دریا پار نکالے گئے تھے ایک بیان سے اٹھارہ ہزار آدمی پائے جاتے ہیں جنکے ہاتھوں میں ہتھیار تھے ان روہیلیوں کو اس ملک سے نکالنے کے واسطے انگریزی فوج بدایوں کے ضلع میں رام گھاٹ کے پاس کئی ہفتے تک پڑی رہی۔ اُسکے بعد واپس چلی آئی لیکن ہندو جنگی تعداد سات لاکھ تھی اُنھوں نے فاتحوں کے ہاتھ سے اس سے زیادہ تجربہ حال نہ کیا جیسا کہ ہمیشہ حاکم کے تبدیل ہونے کے وقت ہوا کرتا ہے۔

لال ڈانگ سے محاصرین و مصوریں کی روانگی

نواب شجاع الدولہ معاہدے کی تمکین کے بعد غرہ شعبان ۱۱۸۸ھ کو لال ڈانگ سے روانہ ہوئے اور انکے کوچ سے پانچویں دن روہیلہ لال ڈانگ سے اترے نواب شجاع الدولہ بسولی آئے وہاں انکے متعلقین اور بال بچے ٹھہرے ہوئے تھے ان سب کو ہمراہ لے کر لکھنؤ کو روانہ ہوئے جب سنہل میں پہونچے تو محبت خان ۲۶ رجب ۱۱۸۸ھ کو بیان اُن سے ملا شجاع الدولہ محبت خان کو اپنے ساتھ لیگئے اور وعدہ کیا کہ فیض آباد پہونچ کر جو تمھارے حق میں تجویز کیا ہے عمل میں لاؤں گا اور آئینہ دارپالکی میں سوار ہو کر پانچویں رمضان کو لکھنؤ پہونچے تمام ماہ رمضان میں بسر کیا جب انکو یقین ہو گیا کہ میرا مرض مصلح پذیر نہیں ہے تو وہاں سے آٹھ شوال کو کوچ کیا اور ۱۱ شوال فیض آباد میں

۱۱۔ فرج بخش میں شیوہ پر غطاؤں اسی طرح دکھایا ہے ۱۲۔ سلطان ڈاکٹ سے غزوہ خضدار کو مجموعاً الدعاء کی رہائی کتاب ذکر مذکورک موصوفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے متعلق میں حاجی محمد رفیع الدین خاں مراد آبادی نے لکھی ہے اور ۱۷۶۲ء جب کو سنبھل میں بہت خان کا ان سے ملا گل برکت میں بیان کیا ہے ۱۳

سنہیل - مراد آباد - اور اردوہ وغیرہ اور کچھ ملک جیسے کاسلنگ لہور یا گنج و
ہلدیا گنج وغیرہ وہ تھا کہ احمد خان بنگش سے نکال کر صفدر جنگ کے عہد میں مرہٹوں
کو دیا گیا تھا اور دوسرے ملک مقبوضہ مرہٹوں کے جو پانی پت پر احمد شاہ درانی
کے ہاتھ سے انکو شکست عظیم حاصل ہونے کے بعد احمد شاہ کے حکم سے حافظ رحمت خان
اور احمد خان بنگش اور دوندے خان اور نجیب الدولہ نے باہم تقسیم کر لیے تھے۔
غرض کہ ان تمام علاقوں کی تقسیم کے لیے مرزا نجف خان ذوالفقار الدولہ نے جو
بادشاہی سپاہ لے کر آیا تھا شجاع الدولہ سے کہا اور غنیمت میں سے بادشاہی
حصہ مانگا وزیر نے عہد نامے سے انکار نہیں کیا۔ اسکی نقل شاہ عالم بادشاہ
نے کرنیل جمپین کے پاس بھیج دی تھی۔ لیکن شجاع الدولہ نے کہا کہ میرے پاس
جو مشنئے عہد نامے کا ہے اُس میں یہ شرط ٹھہری ہے کہ بادشاہ یہ ذات خاص
لشکر لے کر ملک کو آئیں اور چونکہ وہ خود نہیں آئے اسلئے عہد نامے کی تمام
شرائط باطل ہو گئیں۔ مگر کرنیل صاحب کے پاس جو اسکا مشنئے موجود تھا اُس میں
کہیں اس بات کا ذکر نہ تھا جب اسکی خبر انگریزی گورنمنٹ کو ہوئی تو اُس نے اپنے
سپہ سالار کو ہدایت کی کہ فقط ہمارا کام روہیلوں کا ملک فتح کر دینا تھا اگر شجاع الدولہ
نے اپنا عہد بادشاہ سے توڑ دیا اور اسکے سبب سے نجف خان اور بادشاہ اُسے لڑیں تو
تم کسی کی طرف نہ بولنا مگر لڑائی تک نوبت نہ پہنچی۔ شجاع الدولہ نے حاصل ملک
ذوالفقار الدولہ کو سمجھا دیا اور نجیب الدولہ کے ملک میں سے جو حصہ لنگا کے اس پار تھا
جیسے چاند پور۔ نگینہ اور تپچر گڑھ وہ شجاع الدولہ کو ملا اور تھوڑا سا ملک نواب فرخ آباد
کچھ ملک حافظ رحمت خان اور اولاد دوندے خان کا جو صوبہ آگرہ اور دلی سے ملتی تھا

احمد خان نے اُنسے رام گھاٹ پر ملاقات کر کے عہد و پیمان باہم کر لیا تھا اور جب کہ
شجاع الدولہ نے روہیلکھنڈ پر چڑھائی کے ارادے سے گنگا کے گھاٹ پر پل کی تیاری
کا خواجہ لطافت کو حکم دیا تو احمد خان نے پھر اپنا ایک سفیر گنگا پار موضع کوڑیا گنج میں
شجاع الدولہ کے پاس بھیج کر پہلے عہد و پیمان کو تازہ کر لیا تھا۔ اور جب جنگ شروع
ہوئی تو حافظ رحمت خان کا ساتھ دیا۔ اس سے نواب شجاع الدولہ اُسپر بہت نصیحتیں
کرتے۔ فتح حاصل ہونے کے بعد وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ خدا کا شکر ہے اُس نے مجھ کو
روہیلکھنڈ کے آدمیوں کے خون میں مبتلا ہونے سے محفوظ رکھا مگر میں احمد خان کو
ضرور قتل کر اُون گھا اور اپنے افسروں کو حکم دیدیا تھا کہ احمد خان کو جہاں پائین ملازمین
مگر احمد خان شکست کے بعد میدان جنگ سے نکل کر لال ڈانگ میں پہنچ گیا۔ اور برابر
مورچن کی تیاری اور نواب سید فیض اللہ خان کی خدمت گزاری میں مصروف رہا۔
جب نواب سید فیض اللہ خان اور نواب شجاع الدولہ میں معاہدہ قرار پا کر صلح ہوئی
تو اول ہی ملاقات میں نواب سید فیض اللہ خان سے کہا کہ ہم کو احمد خان کے قتل
کی بڑی لاگ ہے مگر جبکہ وہ آپ کی رفاقت میں ہے تو ہم نے اُس خیال سے
درگزر کی اب آپ اُسکو اپنے پاس سے علیحدہ کر دین نواب فیض اللہ خان نے
قبول فرمایا اور احمد خان اور اُسکے بھائیوں کو اپنے لشکر سے رخصت کر دیا
شہامت خان بن بخشی سردار خان پندرہ سال سے شجاع الدولہ کی خدمات
انجام دیتا تھا اور ہر ایک طرح سے اُنکے ساتھ اخلاص رکھتا تھا خلا اور ملازمین
اُنکی تعریف کرتا رہتا تھا۔ ہمیشہ عمدہ عمدہ گھوڑے طلائی اور نقرئی زیور سے آراستہ
کر کے اور اچھے چھے خال دو شالے اُنکے پاس تحفہ بھیجا کرتا تھا اور اپنے آپ کو

داخل ہو گئے اور محبت خان سے ایسے وعدہ میں شدت مرض کا عذر کیا اور ہزار روپے ماہوار خچ کے لیے مقرر کر دیے۔

نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم کے ساتھ نواب شجاع الدولہ کی بدسلوکی اور بیگم کی نواب کے حکم سے فیض آباد کو روانگی

نواب شجاع الدولہ نے بسولی سے فیض آباد کی طرف روانگی کے وقت مرزا حسن رضا خان کو جو نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم کے سوال و جواب میں رہتا تھا اور منودائی کو جو شجاع الدولہ کے لشکر میں بیگم کی طرف سے حاضر تھی حکم دیا کہ نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم کو آنولے سے سوار کر کے ہمارے ہمراہ فیض آباد کو لائیں مرزا اور منوآنولے میں آئے جب یہ حکم سنایا تو محل میں ایک عجیب شور مچ گیا آنولے کے تمام باشندے روتے تھے۔ محل کی عورتیں ہائے کرتی تھیں۔ اور صبقہ خطوط شجاع الدولہ نے بیگم کی تسلی اور واسع کے لیے بھیجے تھے اور ان میں خدا و رسول اور دین و ایمان اور حضراتِ نبیین کی قسمیں لکھی تھیں انکو دیکھتی تھیں اور آہ آہ کرتی تھیں جو کوئی انکا شور و شین سننا تھا وہ بھی سر دھنتا تھا کہتے ہیں کہ اس دن اور رات آنولے میں خسر بر پار ہا کھانا پانی سب پر بند تھا غرض کہ بیگم کو محل کی تمام مستورات کے ساتھ فیض آباد کو لے گئے۔

نجشتی سردار خان کے بیٹوں کا حال

احمد خان پسر نجشتی سردار خان سے شجاع الدولہ کو سخت عداوت تھی کیونکہ

بھیج کر دوکان سے وہ سارا مال طلب کر کے ہو بیگم کے سپرد کر دیا۔ اور خوش ہو کر کہنے لگے کہ تمام روپیہ لکھنؤ میں ہی مال طیب ہاتھ آیا ہے۔

انگریزی کونسل کلکتہ کے روپیوں کی محکم کی بابت خیالات

گورنر جنرل کی کونسل کلکتہ کے ممبروں میں سے تین ممبروں سن۔ کلیورنگٹ اور فرینکس روپیوں کی لڑائی کو سراسر ظلم و نا انصافی سمجھتے تھے اور اب تک انکو یہ علم بھی نہ تھا کہ لڑائی ختم ہو گئی ہے یا نہیں مگر روپیہ لینے پر وہ بھی غش تھے انھوں نے کر نیل جیمین کے نام مراسلے میں لکھوایا کہ ہماری جھڑپ کے پوچھتے ہی وہ چالیس لاکھ روپیہ جو روپیوں کے استیصال کے واسطے ٹھہرا ہے اور اور روپیہ جو نواب وزیر پر واجب الادا ہے بے لوارا اگر جانو کہ کسی طرح سے نواب وزیر اس روپے کو ادا نہیں کر سکتے ہیں تو جس قدر روپیہ وصول ہو سکے وصول کر لو اور باقی روپے کی ضمانت لے لو اور اسکو یہ بھی ہدایت ہوئی کہ وہ چودہ دن کے عرصے میں اپنی ساری سپاہ کو روپیوں کے ملک سے نکال کر اودھ کی سرحد قیدی میں لے آئے اور اگر نواب سپر راضی نہوں تو وہ اپنی سپاہ کو بالکل انکی خدمات سے جدا کر کے سرکار کمپنی کے علاقے میں لے آئے مگر اس سے پہلے کہ مراسلہ ارسال کیا جائے خبر آگئی کہ نواب سید فیض اللہ خان سے صلح ہو گئی اور ان کے اسباب وغیرہ سے چند رہ لاکھ روپے سرکار کمپنی کو وصول ہو گئے اور نواب وزیر اپنی دارالسلطنت میں اسلئے آگئے ہیں کہ روپیہ سرکار کمپنی کا ادا کریں اور انگریزی سپاہ رام گھاٹ میں آگئی ہے جو سرحد اودھ کے قریب واقع ہے۔

شجاع الدولہ کا بڑا یار اور گہرا دوست سمجھتا تھا ہمیشہ اسکی آرزو یہ تھی کہ شجاع الدولہ کی دولت و ملک کو ترقی رہے۔ جب حافظ رحمت خان مارے گئے اور شجاع الدولہ نے فتح پائی تو بہت خوش ہوا۔ ہر دم اللہ کا شکر ادا کرتا تھا۔ اور دکنی سے آنے میں بیٹھا رہا اور ہر وقت اس انتظار میں تھا کہ میری جاگیر بلکہ بخشی مرحوم کا تمام علاقہ شجاع الدولہ کھجکے دیدین گے۔ جو کوئی شجاع الدولہ کے لشکر سے آتا تو خان مذکور یہ سمجھتا کہ میرے بیٹے جاگیر کی بحالی کا پروانہ لایا ہوگا۔ اسی طرح نا عاقبت اندیش مصاحبوں کے اغواء آنے میں بیٹھا رہا اور شاہ صدق علی کے ساتھ جو نواب شجاع الدولہ کی طرف سے نواب سید سعد اللہ خان کی بیگم کی دکنی اور اطمینان کے لیے آنے میں آیا ہوا تھا بہت گہری دوستی پیدا کر لی۔ ہزاروں روپیہ اس سید عیار کی تواضع کر دیا تھا۔ صدق علی نے جو دیکھا کہ خان مذکور بالکل سادہ لوح ہے تو اسکا سارا مال و اسباب بطور امانت کے اپنے پاس رکھ لیا۔ شہامت خان اپنی اس حرکت سے اذیس سرور نکلا۔ کہا کرتا تھا کہ میرا خازن شاہ صدق علی مصاحب نواب شجاع الدولہ ہے۔ میرا مال بڑی حفاظت سے رہے گا۔ صدق علی اللہ کی جناب میں ہزاروں شکر کرتا تھا کہ ایک مسلمان کا مال بے محنت کے ہاتھ لگا۔ صدق علی نے بعد اسکے یہ چالاک کی کہ شہامت خان کی ساری اثرفریان۔ شیدی بشیر کے ساہوکارانک چند کے پاس بسولی کی چھاونی میں جمع کر دیں۔ بشیر کو چھانوں سے ملی عداوت تھی۔ اس نے شجاع الدولہ کو لکھ بھیجا کہ میں نے شہامت خان کا سارا مال جمع کر کے فلاں دوکان پر رکھوا دیا ہے اگر مرضی مبارک ہو تو مال حلال ہے لیا جائے شجاع الدولہ ایک بڑی لالچی طبیعت رکھتے تھے انہیں دوستی اور شناسائی سے کیا واسطہ فرماؤ چہ کہ

موافق و نطفے مقرر کردو (۳) فیض آباد کے دروازوں پر جو تم نے آدمی مقرر کر کے شہر والوں کا شہر سے نکلنا بند کر دیا ہے اس سے مخلوق اتنی مصیبت میں گرفتار ہے اپنا یہ حکم منسوخ کر دو تاکہ لوگ خوشی کے ساتھ آمد و رفت رکھیں۔

نواب نے یہ باتیں سن کر دل پر درد سے آہ سرد کھینچی اور جواب دیا کہ قبائل افغانہ کے قید رکھنے میں بڑی مصلحت ہے اس سے فساد عظیم رکھا ہوا ہے اگر یہ لوگ چھوڑ دیے جائیں تو فتنہ فساد برپا ہو جائے۔ معافی اور جاگیریں اور نطفے اطمینان سے عبادت کرنے کے لیے مقرر کیے گئے تھے لوگوں نے آمدنی سے عیش و عشرت اور نفس پرستی شروع کر دی اور بجائے اسکے کہ اطمینان کے ساتھ خدا کی یاد میں مصروف رہتے عیاشی میں پڑ گئے انکی سزا اور سزائش کے لیے و نطفے ضبط کر لیے ہیں۔ فیض آباد کی آبادی عارضی ہے اس وجہ سے محافظ مقرر کیے ہیں کہ آبادی میں خلل نہ پڑے اور لوگ یہاں سے ترک وطن نہ کر جائیں۔ اگر تین مہینے کی پروا نگلی دیدوں اور ممانعت اٹھاؤں تو شہر خالی ہو جائے۔

مجھ کو اپنے مرنے کا کوئی غم نہیں اگر تین اس وقت میں پٹھانوں کو چھوڑ دوں اور مشائخ و برہمنوں کے روزینے اور زمینیں کھول دوں اور شہر کے دروازوں سے محافظوں کو ہٹاؤں تو لوگ کہیں گے کہ یہ شخص موت سے ڈر کر عاجزی کرنے لگا اور یہ کام شجاعت و حمیت سے بعید جانتا ہوں۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرے مرنے کا بہانہ ہی مرض ہے اس لیے کہ کل رات میں نے یہ خواب میں دیکھا تھا کہ ایک صحراے قح و دق میں میرا پاؤں کیچڑ میں پھنس گیا ہے میں نے بہت زور لگایا اور کوشش کی کہ بھل جاؤں لیکن نہ نکل سکا اور نہ اسوقت کوئی مددگار پایا۔

اسپر گورنر جنرل نے کونسل سے کہا کہ جلدی اور اضطراب نواب وزیر سے مت کرو
مگر جو بات نواب وزیر کے معاملے میں وہ کہتے وہ ممبران کونسل کو نہ ہر معلوم ہوتی اور
انکی غرض نفسانی پر محمول ہوتی انکے کہنے پر کچھ خیال نہیں کیا کہ کون کہتا ہے مراسلے
میں فقط اتنی ترمیم کر دی کہ کرنیل جمپین دار السلطنت اودھ میں آجائے اور نواب
کی ملاقات سے چودہ روز شمار کر کے وہی کام کرے جو اسکو لکھے گئے ہیں۔

مرض الموت میں شجاع الدولہ کو انکی مان کا نصیحت
کرنا کہ سنگدلی اور قساوت کے کام چھوڑ دین
اور ان کا قبول نہ کرنا

معارف تیموریہ میں لکھا ہے کہ جب شجاع الدولہ کے مرض نے بہت شدت
کی اور زندگی سے مایوسی ہونے لگی تو انکی مادر مہربان گریہ و زاری کرتی انکے
سر ہانے آئی اور فرمایا کہ اے سخت جگر اسوقت میرے دل میں یہ بات آئی ہے
کہ تم اپنی صحت کی نیت سے یہ تین کام کرو (۱) پٹھانوں کے خاندانوں کو چھوڑ دو
اور انکی مدد و معاش کے لیے وظیفے اور کفالت مقرر کرو تا کہ بیوہ عورتیں اور چھوٹے
بچے جو رات دن آہ و نالہ کرتے ہیں شام و سحر تمہارے حق میں رب العزت کے
سامنے بددعا کرتے ہیں یہ سلسلہ موقوف ہو جائے (۲) اپنے ممالک محروسہ کے
وظیفہ خواران کے جو تم نے روزیہ یک تحت بند کر کے انکو نان شبینہ کا محتاج کر دیا ہے اور
خلق کثیر فاقہ کشی کی بلا میں مبتلا ہے انکی نوبت گداگری پر پہنچ گئی ہے وہ بھی
رات دن تمہارے حق میں بددعا کرتے ہیں ان لوگوں کے بھی شان و شخصیت کے

جب یہ ناشکیبائی اور یاس و ناامیدی کی باتیں نواب کے منہ سے سُنیں تو یاس والے بے صبری و بیخ سے رونے لگے نواب نے استقلال کو کام فرما کر ہر ایک کو تسلی دی اور رونے دھونے سے منع کیا اُس وقت ایلیچ خان کو بلا کر اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اس وقت کئی باتیں اُس سے کہیں جو بات مشہور ہوئی وہ یہ ہے کہ جو برتاؤ میں انگریزوں سے کرتا تھا وہی میرے بعد کیا جائے فوج کی کثرت پر مغرور ہو کر اُسے مخالفت نہ کی جائے لیکن اُن کو اپنے ملک و مال میں دخل بھی نہ دیا جائے کہ ان کا قدم جم جانے کے بعد اُکھڑا سخت دشوار ہے۔ میرے بعد آصف الدولہ کو مسند نشین کر کے ملک و دولت کا کام نہایت ایما نداری اور جانفشانی سے کرنا چاہیے دولتخواہی اور خیر اندیشی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھنا چاہیے سب کو چاہیے کہ آپس میں مل کر اور اتفاق سے کام کریں کیونکہ بغیر اسکے دور نزدیک کے آدمی آرام نہ پاسکیں گے اور میری کئی سال کی کوشش بیکار جائے گی اور جب انتظام اور اتفاق بنا رہے گا تو کوئی مخالفت کی حسارت نہ کر سکے گا بعد اس کے تمام امیرون اور بڑے بڑے افسرون کو طلب کر کے وصیت کی کہ میرے بعد میرے بیٹے اور مان کے حکم سے ہر موخرات نہ کریں اور اسپر اُسے قول و قسم لی۔

ایلیچ خان یہ باتیں سُن کر پریشان اور مضطرب ہوا اور رونے لگا اُسی حالت میں خاک پر منہ رکھ کر نہایت دردناک آواز سے کہا کہ ہم سب کی جان ہندگان عالی پر فدا ہے ہم سب کی عمر میں خداوند پاک حضرت کی ایک دن کی زندگی کے بدلے میں قبول کر لے تو ہماری بڑی خوش نصیبی ہے اگرچہ بغیر وجود شریف کے

درگاہ الہی میں رجوع کی ناگاہ ایک سوار میرے پاس آیا اور اُس نے میرا ہاتھ پکڑ کر بہت
 زور سے کھینچ کر نکال لیا اس واقعہ کے خوف و ہول سے میری آنکھ کھل گئی اس
 خواب کی تعبیر میرے دل میں یہ آئی ہے کہ دنیا صحراے بق و وق کی طرح ہے میں
 اس میں پابند تھا اور رات دن گناہ اور معاصی میں مبتلا رہتا تھا حلال مشکلات
 نے میرا ہاتھ پکڑ کر اس دنیا سے دوں سے نکال کر ساحل نجات پر پہنچا دیا۔ اب
 میرا اس جہان فانی سے سفر ہے۔

مرنے وقت نواب شجاع الدولہ کی حسرت دیاں

اور وصیت اور وفات

مان کے سوال و جواب کے بعد نواب نے افسوس سے کہا کہ اس بات کی
 حسرت قبر میں ساتھ لے جاؤں گا کہ کروڑوں روپے فوج کی تیاری اور سامان
 حرب کی درستی میں نے خرچ کیے اور کچھ تماشا انگلی جانفشانی کا نہ دیکھا
 بعضے حریفوں کو ہندوستان سے نکالنے کا ارادہ میرے دل میں تھا اُن کو
 نکالنے کی نوبت نہ آئی۔ ایک معتد بیان کرتا تھا کہ اُس مایوسی کی حالت میں
 نواب کے متعلقین آہ و وایلا میں مصروف تھے نواب نے اُس وقت ایک آہ سرد
 کھینچ کر یہ اشعار پڑھے۔

چنینم ز گردون سرانجام بود	مرا دست قدرت بر ایام بود
مرا گفت اے نور چشم پدر	پدر چون سہی کرد ازین درگزر
جہان یادگار نہراں کس است	ترا مردن من نصیحت بس است

گیارہ سواٹھاسی ہجری ہو جائیں۔

دیگر از مؤلف مفتاح التواریخ

چون شجاع الدولہ شہنشاہ ازبک عالمے در ماتش منہوم گشت
رفتہ از ذلیقہ بست و چار روزہ وقت شب زین عالم فانی گزشت
بود سال فوت آن والا نژاد یکہزار و یکصد و ہشتاد و ہشت
دیگر

ابن منصور شجاع الدولہ چون تہ خاک مکیں شد ہیہات
آسمان از سراسر فوس بگفت مہر نہان بہ زمین شد ہیہات
دیگر

جانشین جناب صفدر جنگ خود شجاع و بدولت دنیا
کس نہ اند زمانہ اشش بودہ مثل و ندو مائل و ہمتا
بست و چارم زمانہ ذلیقہ کرد رحلت چوسے ملک بقا
خود ز روے چسان نہ آمد باد داخل بہ جنت المساوا

شجاع الدولہ کی وفات سے ایک سال قبل انکی پشت پامین ذیل نکلا تھا چونکہ
انکے باپ اور نانانے مادہ سرطانی سے وفات پائی تھی اسکے نکلتے ہی مادہ سرطانی
کا خوف پیدا ہوا اور پانچ لاکھ روپیہ نذر مانا بعد غسل صحت کے ایفاے
نذر موعود فرمایا۔ شجاع الدولہ نے ۴۴-۴۵ برس کی عمر پائی ۴۴ھ
میں پیدا ہوئے تھے اور ۶۶ھ میں ۲۳-۲۴ برس کی عمر میں سنہ نشین
ہوئے ۱۸ برس حکومت و سلطنت کی۔

سب کی زندگی بے مزہ ہے لیکن جب تک بدن میں جان باقی ہے صاحبزادہ بلند قبال
کی خدمت گزاری اور اطاعت شعاری سے قدم باہر نہ رکھوں گا جو کوئی ولی نعمت کی
راے کے خلاف سوچے گا دنیا و آخرت میں سوائے زیان کے کچھ نہ پائے گا اسکے
بعد ایلیہ خان باہر آیا نواب نے تکیے پر سر رکھا اور راہی شہستانِ عدم ہوئے یہ واقعہ
۲۳ ذیقعدہ ۱۱۷۵ھ روزِ پنجشنبہ کو چار گھڑی رات باقی رہے کا ہے جیسا کہ قرح بخش
میں محمد فیض بخش نے لکھا ہے مفتاح التواریخ میں ۲۴ ذیقعدہ مطابق ۲۹ جنوری
۱۱۷۵ھ روزِ پنجشنبہ تاریخ وفات لکھی ہے اور سیر المتاخرین و تاریخ مظہری میں ۲۲
ذیقعدہ اور تکملہ ذکر ملوک میں ۲۵ ذیقعدہ تاریخ وفات بتائی ہے اور شیوہ پر شاد نے
قرح بخش میں ان کے انتقال کا دن جمعہ تحریر کیا ہے ان سب میں محمد فیض بخش کا قول
قوی ہے کہ وہ وہاں موجود تھایوں ہی خزانہ عامہ میں بھی آیا ہے۔ مادہ تاریخ حلت
یہ ہے شجاع الدولہ وفات یافت۔ مولوی غلام علی آزاد نے ان کی وفات
کی تاریخ ایک عدد کے اسقاط کے تعمیہ سے یوں نظم کی ہے۔

کرد از عالم فانی رحلہ سرور غالب صاحب صولہ
گشت تاریخ چو آن یکتا مُرد رفت نواب شجاع الدولہ
دیگر

چون شجاع صفدر منصور برہان جلال رفت سوئے ملک باقی زینِ سرے پُر گردند
شد شجاعت بے سرو پا و سخاوت عزم ہم تاج خود را بر زمین از گریہ و زاری نکلند
اگر لفظ شجاعت کے سرو پا کو کہ حرفِ شین و تاہین دور کر کے اور لفظ عزم کا سرکہ عین
ہے جدا کر کے باقی حروف کے اعداد کو لفظ سخاوت کے اعداد کے ساتھ جمع کریں تو

اسی کے ساتھ بد عہدی کر کے دغا بازی کرے اور لوٹ مار کر کے ایسے امیر یا توقیر کو ننگ دھڑنگ نکال دے۔

(۲) اپنے ممالک محروسہ کے وظیفہ خواروں کے حق میں ایسے بدگمان ہوے کہ اُس جماعت کو جو لاکھوں سے زیادہ تھی یک قلم روزینہ اور وجہ معاش سے محروم کر دیا اُنکی ارضی اور دیہات کو ضبط کر لیا جسکے نتیجے میں خلق اللہ ایسی تنگ ہوئی کہ بعض نے تو غیرت کے مارے اپنے گھروں کے دروازے بند کر کے شرم سے مُٹھنہ دکھایا اور جان دی۔ اور بعض نے فقیری کا پیالہ لے کر در بدر بھیک مانگنی شروع کی۔ ممکن ہے کہ دس بیس نے کوئی خطا کی ہوگی پس مناسب یہ تھا کہ انھیں کو سزا دی جاتی بلکہ بہتر تو یہ تھا کہ اُن سے بھی اغماض فرمایا جاتا جیسا کہ حق تعالیٰ کسی نیک وید کی روزی کبھی بند نہیں فرماتا۔

(۳) عموماً اپنے خاص آدمیوں اور ماتحتوں کی ننگ و ناموس کا پاس و لحاظ بہت کم کرتے تھے اور نہ اُنکی عرض و معروض پر توجہ کرتے تھے۔

(۴) اپنے مکانات کے بنوانے میں کسی کے محل اور چھوٹیڑے کی پروا نہیں کرتے تھے اکثر لوگوں کے مکانات مع مال و اسباب بیلداروں کے ہاتھ سے کھدوائے اور خاطر خواہ اپنی عمارت بنوائیں اس ظلم و بیداد کو بھی بحر خدا کے اور کون سنتا تھا۔

تبلیغ مؤلف سیر المتاخرین نے سبب قریبی کو چھوڑ دیا تعصب کی پٹی اُسکی آنکھوں پر چڑھی ہوئی تھی اسلئے وہ اُسے نہیں دیکھ سکا۔ اور وہ سبب قریبی روہیلون کا نہایت قسوت اور بیرحمی کے ساتھ پامال کرنا ہے۔ ہزاروں اُمرا۔ علما۔ فضلا۔

شجاع الدولہ کے نام ادا اور پُر حسرت و ارمان دنیائے
سفر کرنے پر مؤلف سیر المتاخرین کی طرف سے تبصرہ

ہائے کیا کیا اولوالعزمیہ کیسی کیسی خونریزیان کین انجام یہ کہ
خاک بوجہ آئیہ کر یہ لایستہ اخرون ساعۃ ولا یستقد مون کے موت
سے تاخیر نہیں ہو سکتی لیکن چونکہ حق تعالیٰ نے ہر ایک امر کے حدوث کے اسباب
مقرر کیے ہیں جن میں سے بعض خفی اور بعض علّی ہوتے ہیں بعض مرتبہ اسباب خفی
کے آثار بھی ہو شیارانِ دقیقہ رس کی نظر میں جلوہ گر ہو جاتے ہیں خصوصاً وفات
شجاع الدولہ کے جو وجوہات مؤلف سیر المتاخرین کے دل میں پیدا ہوئے وہ اُسے
اس طرح لکھے ہیں۔

شجاع الدولہ نوجوان آرزو مند دنیا سے گزرے اور حسب قدر اُنھوں نے
اقتدار پایا تھا اُس سے بخوبی ارمان نہ نکلا اور حسرت و یاس لے کر دنیا سے
چلے گئے۔ اگرچہ صفات حمیدہ بھی اُنکی ذات میں تھیں لیکن بعض باتیں ایسی
بھی اُنسے سرزد ہوئیں کہ جن کی پاداش میں حق تعالیٰ نے عین جوانی میں
اُسکے حاصلات دولت سے لذت اٹھانے کی مُلت نہ دی اور ہزار افسوس
کے ساتھ رہگزارے ملکِ عدم ہوئے۔

(۱) میر قاسم عالی جاہ کے ساتھ بد عہدی کی گویا خانہ کو رہا نہ سکا نہ روار تھا
لیکن شجاع الدولہ کو یہ لازم نہ تھا کہ جو کوئی اپنی پناہ میں آئے اور اُسکے ساتھ
کلامِ اکہی اور انبیاء اور ائمہ طاہرین کی قسموں کا واسطہ کر کے عہد و پیمان کیا جائے

نواب سید محمد حامد علی خان صاحب بہادر مستعد جنگ۔ جی۔ سی۔ آئی
 جی۔ سی۔ وی۔ او خلت نواب سید محمد مشتاق علی خان صاحب بہادر
 عرش آشیان بن نواب سید محمد کلب علی خان صاحب بہادر
 خلد آشیان بن نواب سید یوسف علی خان صاحب بہادر فردوس مکان
 بن نواب سید محمد سعید خان صاحب بہادر زبت آرام گاہ بن نواب
 سید غلام محمد خان صاحب بہادر بن نواب سید فیض اللہ خان صاحب
 بہادر شکر بن۔

انگریزوں کا نواب کے کارخانوں پر اپنی طرف سے
 فوجی انتظام قائم کرنا لیکن اہل ریاست کی
 براہ فرزندگی کی وجہ سے اپنی سپاہ کو ہٹا دینا

جب نواب کی وفات کی خبر منتشر ہوئی تو کرنیل کلیس نے ایک پٹن تلنگون
 کی اپنے مترجم کپتان کاٹھی کی ماتحتی میں دے کر نواب کے خاص دروازے پر
 اور کارخانوں پر نگہبانی کے لیے مقرر کر دی جب یہ خبر نواب آنجنانی کی مان
 کو پہونچی تو انھوں نے باوجود غم و الم کے اپنے آپ کو سنبھال کر محمد ایلیج خان کو
 در دولت پر بلایا اور اس سے دریافت کیا کہ انگریزی فوج یہاں کیوں آئی
 ہے اور اسکو دلا سادے کر حکم دیا کہ ابھی تمام سرداران لشکر سے کہدے کہ اپنی
 اپنی سپاہ کو تیار کر لیں اور آپ کرنیل کے پاس جا کر سپاہ انگریزی کے
 بھیجنے کا سبب دریافت کرے اگر اسکا خیال مخالفانہ پائے تو ابھی آصف الدولہ کو

مشائخ اور گوشہ نشینوں کی جاگیر میں اور ملکین محض قصبہ مذہبی اور قومی کی وجہ سے ضبط کر کے نان شبینہ کو محتاج کر دیا اور ان میں سے ہزاروں کو نہایت مصائب کے ساتھ قید کیا۔ انکی عبادت گاہوں کو خراب و برباد کر دیا۔ انکی عورتوں کی تنگ و ناموس کو خاک میں ملا دیا۔ انکے گائون کو آگ میں جلوا دیا۔ بچوں کو ماؤں کی چھاتیوں پر قتل کر دیا۔ لاکھوں آدمیوں کو گھر سے بے گھر کر دیا۔ اور انکو قتل کر کے انکی لاشیں چیل کوں کو کھلوائیں۔ انکے ساتھ اللہ اور رسول کی قسمیں کھائیں پختن اور قرآن کا درمیان میں واسطہ کیا۔ اور پھر دھوکا دیا اور کسی وعدے پر لحاظ نہ کیا۔ غرض کہ روہیلوں کے ساتھ شجاع الدولہ نے ایسی بیرحمی کی کہ ان بیکسوں کی مظلومی سے غیرت آتی جوش میں آکر شجاع الدولہ سے انتقام لینے پر آمادہ ہو گئی اور ان کو نلیا میٹ کر دیا۔ اور جن لوگوں نے ان کے خون سے ہاتھ رنگے تھے ان کے گھروں میں سے یک سخت حکومت و ثروت مستاصل ہو گئی اور منتظم حقیقی نے مکافات میں ایسی مساوات برتی کہ شجاع الدولہ نے جو روہیلوں کی بیکس عورتوں پر زرو مال کے لیے تشدد کیا تھا اس سے زیادہ تشدد ان کی بیوی اور ماں وغیرہ پر پانچ چھ برس کے ہی عرصے میں ظہور میں آ گیا باوجودیکہ ان کی ریاست نبی ہوئی تھی۔

شجاع الدولہ روہیلوں کا استیصال چاہتے تھے ان کا استیصال تو نہوا خود شجاع الدولہ کی نسل کا استیصال انکے دوستوں کے ذریعہ سے ہو گیا اور انکے مظلوم و شریف و باحیثیت مخالفوں کی کارگاہ باقی ہے جس پر آجکل حضو پرنور عالیجاہ فرزند لہذیر دولت انگلشیہ مخلص الدولہ۔ ناصر الملک امیر الامرا

ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں سے آنسو نہ گرے ہوں جس طرح ایام محرم میں بعض
مجالس میں شور و رقت ہوتا ہے یہی حال انکے واقعہ جانکام میں گزرا تھا۔
اور کان سلطنت بڑی فخر تک تابوت تیار کرتے رہے۔ صبح کو علما۔ فضلا۔ سادات
اور مصاحبان خاص شہر سے لاش لے کر دریا پر گئے اور غسل دے کر تجنیز و تکفین
کی ایک صندوق میں جس پر سبز مخمل منڈھا ہوا تھا لاش کو رکھا اور کمال
تجمل و شکوہ کے ساتھ جنازہ اٹھایا اول ہاتھیوں پر نشان تھے بعد اسکے
ماہی مراتب تھا بعد اسکے وہ ہاتھی تھے جن پر زربفت کی جھولین اور چاندی
کی عاریان تھیں بعد اسکے کوئل گھوڑے تھے جن پر طلائی و نقرئی زیور و
ساز و سامان پڑا ہوا تھا ان کے بعد نوبت اور روشن چوکی اور فوج کے بابج
تھے بعد اسکے خدمتگاروں اور چوہداروں کے غول تھے اسکے بعد چھتیس فزوں
کے آدمی تھے کہ ہر ایک گروہ میں ہزار سے زیادہ آدمی ہونگے اسکے بعد خواجہ سرا
اور خواص و مصاحب تھے انکے سر برہنہ تھے تابوت کے ساتھ نواب کے تمام
رشتہ دار اور بیٹے سوائے آصف الدولہ کے تھے انکے سرو پا برہنہ تھے اور
چھوٹے چھوٹے بچے خواجہ سراؤں کی گودوں میں تھے جو سینوں پر ہاتھ مارتے
جاتے تھے۔ تابوت کے پیچھے پیچھے چھوٹے بڑے یوروپین تھے یہ لوگ مائی
کپڑے پہنے تھے اور ٹوپیاں سب کی بغلوں میں تھیں جدھر نظر پڑتی تھی
سرو پا برہنہ آدمی نظر آتے تھے بلکہ

مرزا علی خان اور سالار جنگ ابنائے محمد اسحق خان جو شجاع الدولہ کے
سائے تھے مع عمائد کے تابوت کے ہمراہ تھے۔ ابھی مدفن تک نہ پہنچے تھے

مسند نشین کر کے انگریزوں سے لڑائی شروع کر دے القصہ پہنچ خان کرنیل
 کلیس کے پاس گیا اور فوج انگریزی کو کارخانوں کی حراست کے لیے بھیجنے کا
 سبب دریافت کیا اور بیگم کے حکم سے بیان کیا کہ نواب وزیر الممالک اور انگریزوں
 میں جو دوستی و اخلاص کا عہد دیمان تھا کیا وہ ایسا کمزور ہے جو اتنی جلدی ٹوٹ جائے
 ہم تو اسکو ایسا مضبوط خیال کرتے ہیں کہ قیامت تک پائدار رہے گا اگر یہ جرات
 رکھتے کے انگریزوں کے حکم سے خام طمع کے طور پر کی ہے تو کیا مضائقہ لیکن
 یاد رکھنا چاہیے کہ وزیر الممالک مرے ہیں انکی فوج اور بیٹے زندہ ہیں بھرنیل اس
 پیغام سے خوف زدہ ہوا اور دل میں خیال کیا کہ اگر فوج کو نہ اٹھائے گا تو فساد
 پیدا ہو جائے گا اور رکھتے سے کوئی حکم ایسے کام کا تھا نہیں۔ معذرت کرنے لگا
 اور کہنے لگا کہ اس وقت نواب وزیر کی وفات سے آشوب قیامت برپا تھا
 مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ عوام یا لشکری بلوائے کر بیٹھیں اس لیے حفاظت کی غرض
 سے فوج بھیجی تھی وہاں وہ فرمانبردارانہ رہتی نہ مخالفانہ۔ محمد علی خان نے کہا
 کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو فوراً پلٹن کو ہٹا لو ورنہ تھوڑی دیر میں ریاست کی
 سپاہ تیار ہو کر پہنچنے والی ہے۔ اس وقت تک پلٹن نہ ہٹی تو لڑائی ہو جائے گی
 کرنیل نے اسی وقت آدمی بھیج کر پلٹن اٹھوالی اور علی خان نے واپس ہو کر
 ریاست کی چند پلٹنیں تیار کر کے حفاظت کو مقرر کر دیں۔

ماتم اور ماتمی جلوس

شجاع الدولہ کی وفات کے دن فیض آباد میں شور قیامت برپا تھا کوئی شخص

کام کے اہتمام کے لیے اپنی طرف سے مقرر کیا چونکہ باغ چھوٹا تھا گرد و پیش کے مکان خرید کر کے عظیم الشان گنبد بنوایا بعد اسکے اور بھی کئی دفعہ آصف الدولہ کی سرکار سے روپیہ آیا یہاں تک کہ سات لاکھ روپے پر نوبت پہنچ گئی دو سال کے بعد کسی نے حسن رضا خان سے ہیمراج کی چغلی کھادی کہ اس نے بہت سا روپیہ مقبرے کے مصارف میں سے مار لیا ہے انھوں نے اپنے چیلے حسن علی کو اس کام کا متمم کر کے بھیجا یہ حسن علی وہ نہیں ہے جو پلٹن کا افسر تھا خلاصہ یہ ہے کہ تین برس اور کئی ماہ میں یہ مقبرہ تمام و کمال مکمل ہو گیا۔ بڑی بیگم کے انتقال کے بعد اسکے مصارف کے اہتمام کو حسن رضا خان نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اپنے رفیق میر کلو کو بیان کا داروغہ بنا کر بھیجا اُس نے اپنی خوش سلیقگی سے آرائش و رونق دو بالا کر دی سپاہی محافظت کو نوکر رکھے گھر ڈیال لٹکایا۔ آصف الدولہ کی سرکار سے تین ہزار روپے سال شجاع الدولہ اور انکی ماں کے عرسوں کے لیے آتے رہے بعد اُنکے اُنکے جانشین اس رقم میں کمی کرنے لگے اور حسن رضا خان کے مرنے کے بعد دوسرے داروغہ آنے لگے۔

یہ حسن رضا خان ہر وقت نواب شجاع الدولہ کے پاس حاضر رہنے کی وجہ سے اُن سے دلی محبت رکھتے تھے اُن کی وفات کے بعد ترک لباس کر کے اُن کے مزار پر بیٹھ گئے۔ نواب آصف الدولہ نے زبردستی اُٹھایا تاہم جب تک زندہ رہے لباس درویشی ترک نہ کیا اُسے جامہ امیری کے ملے رکھا۔

کہ شجاع الدولہ کے بڑے بیٹے مرزا امانی ملقب بہ آصف الدولہ جانشینی کی
متنا میں بہت مضطرب ہوئے اور خیال کیا کہ ارکان دولت مباد کسی دوسرے
بھائی کو مسند نشین کر دیں پس مرقت دحیا کو بالائے طاق رکھ کر اپنے متوسلون کو
حکم دیا کہ جلد ہمارے ماموؤں کو جنازے کی ہر اہی سے مجبور کر کے حضور میں لائیں

مدفن کا حال

شجاع الدولہ کے انتقال کے بعد یہ تجویز ہوئی کہ گلاب باڑی میں باپ
کی قبر کے نشان پر چند روز تک دفن رکھ کر پھر بیان سے لاش دہلی کو بجا لیں
اور باپ کے مقبرے میں دفن کر دیں چنانچہ مرزا علی خان نے خاک سے
ایک سال سے دو سال تک کا وعدہ کر کے قبر میں رکھا۔ قرآن خوانوں۔ فاتحہ
روشنی اور فرش کا اہتمام اعلیٰ بیوی کی سرکار سے جواہر علی خان خواجہ سرا کے اہتمام میں
سرانجام پانے لگا اسی طرح ساٹ برس گزر گئے اور لاش وہی نہ پہنچائی گئی
جب جواہر علی خان ۱۱۹۶ھ میں قید ہوا اور بیگم کی جاگیر بیٹے نے ضبط کر لی
تو بیگم کی سرکار سے مرقد کے خرچ کا اہتمام موقوف ہو گیا۔ اب شجاع الدولہ کی
مان کی سرکار سے یہ خرچ چلنے لگا۔ اُن کا خواجہ سرا مطبوع علی خان حسن رضا خان
سے جو آصف الدولہ کے نائب تھے قدیم سے بہت دوستی رکھتا تھا اُس نے
اس قبر کے مصارف کے لیے حسن رضا خان کو خط لکھا انھوں نے جواب
آصف الدولہ کو ۱۲۰۴ھ میں ترغیب دے کر پہلی مرتبہ سات ہزار اشرفیان
مقبرے کی تیاری کے لیے بھجوائیں مطبوع علی خان نے ہیراج برہمن کو اس

ازواج و اولاد نواب شجاع الدولہ

قیصر التواریخ میں لکھا ہے کہ نواب جلال الدین حیدر عرف شجاع الدولہ کی کثرت ازواج ہزاروں کو پہنچ گئی تھی۔ لیکن ان میں سے صاحب اولاد کم ہوئیں۔ نواب شجاع الدولہ کی شادی امہ الزہرا بیگم بنت موتن الدولہ محمد اسحق خان بن غلام علی بن مرزا حسن شوہری سے ہوئی تھی۔ ان بیگم کا جناب عالیہ ہو بیگم خطاب تھا۔ نواب شجاع الدولہ کی اولاد بہت تھی ان میں سے ہو بیگم کے بطن سے صرف ایک نواب آصف الدولہ ہوئے باقی اور بطنوں سے ہیں۔

صاحبزادوں کی تفصیل

- (۱) مرزا یحییٰ عرف مرزا امانی المخاطب بہ نواب آصف الدولہ۔
- (۲) نواب یحییٰ الدولہ سعادت علی خان عرف مرزا جنگلی ایک کنیز کے بطن سے۔
- (۳) عضد الدولہ مبارز الملک مرزا شہامت علی خان ظفر جنگ عرف مرزا جنگلی۔
- (۴) امین الدولہ معین الملک ناصر جنگ عرف مرزا مینہ سوا امیر تخلص (یہ دونوں صاحبزادے عہد دولت نواب سعادت علی خان میں لکھنؤ سے حکومت نکالے گئے عظیم آباد میں مر گئے)

- (۵) نصیر الدین حیدر عرف مرزا ہا پڑ۔
- (۶) محمد علی خان یہ مرزا ہا پڑ کے حقیقی بھائی تھے۔
- (۷) رستم علی خان۔

وسعت ملک و آمدنی ملک

تاریخ شاہیہ میں ہے کہ شجاع الدولہ کے تصرف میں منبع گنگا سے کہ ہر دو ارکھلاتا ہے اور میان دو آب کے ملک الہ آباد سے جہانگیر نگر تک کہ ہاٹ کے قریب تین منزل اودھ دلی سے ہے اور شاہ جہان پور سے بنارس تک اور اس کے اطراف تھے سوائے بنارس کے مزرع و غیر مزرع اور بلند و پست تمام زمین ۴۴ کروڑ بیگہ پختہ مساحت کے حساب سے تھی۔

آمدنی تمام ملک کی نادر العصر سے یوں معلوم ہوتی ہے کہ جب سے فرخ آباد شریک ہو گیا تھا دو کروڑ ستر لاکھ روپے کی تھی اس میں سے تراشی لاکھ روپے بابت چھانی کے سرکار انگریزی میں جاتے تھے چھانی کا ذکر افضل التواریخ میں بھی آیا ہے۔ فرج بخش میں محمد فیض بخش نے چھانی کی جگہ پانچ آنے لکھے ہیں جو انگریزوں کو محاصل ملکی سے فی روپیہ دیے جاتے تھے اور دونوں کمپوں کی تنخواہ اسکے سوا پہنچائی جاتی تھی۔ بہت پرشاد نے بھی یہی لکھا ہے کہ اس صوبے کی آمدنی شجاع الدولہ کے عہد میں ایک کروڑ پندرہ لاکھ روپے ہوتی تھی جب فرخ آباد بھی اس سرکار میں شامل ہو گیا تو دو کروڑ ستر لاکھ ہونے لگی جس میں سے تراشی لاکھ روپیہ فرج کی تنخواہ کی بابت انگریزی سرکار میں دیا جاتا تھا۔

- (۱۹) مرزا بہادر علی خان بڑے۔
 (۲۰) مرزا بہادر علی خان چھوٹے عرف مرزا بہادر بعض کا قول ہے کہ شخص بے پاک تھا۔
 (۲۱) غضنفر علی خان۔
 (۲۲) نجات علی خان۔
 (۲۳) سراج الدین حیدر خان۔
 (۲۴) مرزا حسین علی خان۔
 (۲۵) مرزا شجاعت علی خان۔
 ان میں سے نواب شجاع الدولہ کے سامنے نواب آصف الدولہ کے سوا اور کسی صاحبزادے کی شادی نہ ہوئی تھی۔ ان کے انتقال کے بعد ہر ایک نے اپنی خوشی اور پسند سے عورتیں کیں۔

صاحبزادیوں کی تفصیل

- (۱) سنگین بیگم بڑی صاحبزادی۔ میر محمد باقر عرف مرزا بندو کے ساتھ جو سید محمد خان مخاطب بہ سیادت خان کے بیٹے اور برہان الملک کے نواسے تھے کتھا ہوئی اور بے اولاد رہی۔
 (۲) مسیتی بیگم یہ مرزا گھنسیا مرزا بندو کے سوتیلے بھائی سے کتھا ہوئی۔ سنگین محل کے پیچھے رہتی تھی اس کے چار بیٹیاں اور دو بیٹے پیدا ہوئے۔
 (۳) جمنی بیگم یہ مصمام الدولہ عرف مرزا جٹو سے بیاہی گئی۔ فیض آباد میں جھوٹے سے گر کر مر گئی۔ آغا سید نامی ایک بیٹا اور مصومہ بیگم ایک

(۸) معین الدولہ مرزا عنایت علی خان۔

(۹) شمس الدین حیدر خان (یہ مرزا عنایت علی خان کے حقیقی بھائی تھے)

(۱۰) مرزا سیف علی خان۔

(۱۱) مرزا حیدر علی خان۔

(۱۲) مرزا فخر الدین حیدر خان۔

(۱۳) مرزا نجم الدین حیدر خان۔

(۱۴) مرزا کمال الدین حیدر خان۔ یہ صاحب نواب سعادت علی خان کے

عہد میں فیض آباد سے لکھنؤ آئے امام باڑہ نواب آصف الدولہ میں اترے

ہر روز دربار میں چائے نوشی کے وقت جایا کرتے تھے۔ عطر کا بہت شوق تھا۔

ایک دن نواب سعادت علی خان کی فرمائش کے بموجب بہت تحفہ عطر لینگے

انھوں نے ناپسند کیا۔ انھوں نے بوتل کو اُن کے سامنے توڑ ڈالا اور

بیباکانہ چند کلمے کہہ کر چلے آئے اور حاکم وقت کے خوف سے کہ میاں کوئی

صورت خلاف پیش آئے تو باعث توہین ہو گا کر بلائے معاف کو چلے گئے

دیارت کر کے بصرے میں آئے اور کانسٹنٹنل کے مہمان ہوئے کچھ بیمار ہوئے

انتقال کیا۔ تابوت روانہ نجف اشرف ہوا۔

(۱۵) مرزا صفدر علی خان بڑے۔

(۱۶) مرزا صفدر علی خان چھوٹے۔

(۱۷) مرزا نبی علی خان۔

(۱۸) مرزا صادق علی خان۔

بھی مر گیا۔ انجم النساء و اجد علی شاہ کے عہد میں کہ ۶۸ھ مطابق ۱۸۵۷ء تھے
روانہ عتبات عالیات ہوئی بادشاہ خود مع شاہزادوں اور امرا کے کربلائے خدائش
میں پہنچانے آئے بمبئی سے اپنی جہز سی کے سبب کسی بوجہ عرب پر سوار ہو کر
روانہ ہوئی جہانہ کے صندوق کی سن پیری کے سبب سے کہ ۹۶ برس کی
ہو چکی تھی متحمل نہیں ہوئی۔ انتقال کیا جنازے کو صاحب ہماذ بوجہ طبع زہر
کے لے گیا۔ شاید نجف اشرف میں دفن ہوئی۔

(۱۷) لطف النساء منسوب بہ اسد الدولہ رستم الملک مرزا محمد تقی خان بہادر
فیل جنگ اسکے فرزند دلیر الدولہ دلاور الملک محمد علی خان بہادر فیروز جنگ تھے۔

(۱۸) عزت النساء بیگم۔

(۱۹) گوہر آرا بیگم۔

(۲۰) چہا بیگم

(۲۱) ہینگا بیگم۔

(۲۲) کو بیگم

(۲۳) ولایتی بیگم کلان

(۲۴) ولایتی بیگم خُرد

(۲۵) جان آرا بیگم۔

ان صاحبزادیوں کے بارے میں نواب سعادت علی خان کو یہ منظور تھا
کہ جو لوگ عالی خاندان اگرچہ غریب ہوں ان سے شادی کر دی جائے مگر
سوائے عزت النساء بیگم کے سب نے اپنی بن رسیدگی کا عند کیا کہ ہم سے

بیٹی اس سے رہی۔

(۴) عزت النساء بیگم۔ اسکی شادی جمینی بیگم کے مرنے کے بعد لکھنؤ میں نواب سعادت علی خان کے عہد حکومت میں مرزا جٹو کے ساتھ ہوئی اور بے اولاد رہی اور شوہر سے موافقت بھی نہ تھی جیسا کہ قیصر التواریخ میں ہے۔

(۵) حسینی بیگم۔

(۶) زبیب النساء بیگم

(۷) جینا بیگم

(۸) صدرا النساء بیگم یہ دوبارہ اپنی بہن کے انتقال کے بعد مصمصام الدولہ مرزا جٹو سے بیاہی گئی جیسا کہ فضل التواریخ میں ہے۔

(۹) حاجی بیگم۔

(۱۰) براتی بیگم

(۱۱) وزیر النساء بیگم۔

(۱۲) اشرف النساء بیگم۔

(۱۳) آمنہ بیگم منسوب بہ نجف خان ذوالفقار الدولہ جیسا کہ فضل التواریخ میں ہے۔

(۱۴) بدھو بیگم۔

(۱۵) محمدی بیگم۔

(۱۶) انجم النساء بیگم قیصر التواریخ میں لکھا ہے کہ مشہور ہے کہ اس صاحبزادی کی

نشادی ذوالفقار الدولہ مرزا نجف خان بہادر غالب جنگ کے ساتھ ٹھہری تھی

اس عرصے میں نواب شجاع الدولہ کا انتقال ہو گیا اور ۱۷۹۶ء میں نجف خان

شجاع الدولہ کے پگڑی بدل بھائی

پگڑی کا بدلنا ہندوستان میں نہایت اتحاد کی علامت ہے ایسے شخص باہم بھائی سمجھے جاتے ہیں۔ کتب تواریخ میں تلاش سے یہ معلوم ہوا کہ نواب شجاع الدولہ نے چھ شخصوں سے پگڑی بدلی تھی۔

(۱) راجہ اجیت سنگھ بھگیلہ والی ریوان کمند پور کے دو بھائی یہ

(۲) نواب سید سعد اللہ خان خلف نواب سید علی محمد خان یہ

(۳) نجیب الدولہ والی نجیب آباد یہ

(۴) حاجی سید صیاج ریاست گوالیار کا بانی ہے یہ

(۵) غازی الدین خان عماد الملک وزیر عالمگیر ثانی ہے



۵۳ دیکھو گیان پرکاش ۱۲ دیکھو فرخ بخش مولانا شیو پرشاد گل رحمت ۱۲ ۵۳

دیکھو تاریخ فرخ آباد مولانا آرون ۱۳ ۵۴ دیکھو عماد السعادت ۱۲ ۵۵ دیکھو

عماد السعادت ۱۲

شوہر کی تابعداری نہ ہو سکے گی۔ نیک نیتی کے ساتھ مردانہ وار رہیں۔ اُنکی تنخواہ فی صاحبزادی ستر روپے سکھ رکابی فیض آباد میں تھے حسب الطلب نواب سعادت علی خان کے گیارہ صاحبزادیاں لکھنؤ میں آئیں بیچ محلہ رہنے کو ملا جہان اور محل نواب آصف الدولہ کے رہتے تھے۔ نواب سعادت علی خان نے ان سب کی تنخواہ اڑھائی اڑھائی سو روپیہ ماہوار مقرر کر دی۔ محمد تحسین علی خان ناظر رہا۔ ایک وقت قلت تنخواہ اور اپنے کثرت اخراجات سے بگڑ کر محل سے باہر نکل پڑیں۔ شیخ دروازہ اور حسن باغ کے دروازے بند کر دیے بیچ محلے میں سرکاری کوٹھی تھی بیباکانہ اپنے باپ کا مال سمجھ کر ایک کوٹھی کا اسباب لوٹ لیا۔ نواب نے سب کی تنخواہ پان سو روپیہ ماہوار مقرر کر دی۔ اُنھوں نے کچھ اسباب فضول اپنی لوٹ کا مسترد کر دیا اور نواب سعادت علی خان کو اکثر کہتی تھیں کہ جو تم ہو وہی ہم ہیں۔ اگر انصاف کرو تو ہم واجب الرحم ہیں۔ نواب صلہ رحمی کے خیال سے درگزر کرتے تھے۔ نواب سعادت علی خان کے انتقال کے بعد۔ انجم النساء اور زیب النساء اور جینا بیگم نواب غازی الدین حیدر پر استغاثے کے لیے لارڈ مائر کے پاس بنارس تک گئیں اور لارڈ صاحب کی کوٹھی پر جا کر اپنے قلت مشاہرہ کی بابت عرض حال کیا۔ جواب ملا کہ آپ نے کیوں اتنی تکلیف اُٹھائی۔ ہم خود لکھنؤ جاتے ہیں جیسا مناسب ہو گا کیا جائے گا ناکام پھر آئیں۔ غازی الدین حیدر نے سب کے ساتھ ساتھ سو روپے مقرر کر دیے۔

